تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد دوم

جسمیں مضامین بہ تفصیل ذیل ہیں:

(۱) سلاطین خلجیہ کی تاریخ
(۲) سلاطین تغلق کی تاریخ
(۳) سلاطین خاندان لودھی اور سلاطین سیدوں کی تاریخ

مصنفہ

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شیروانی

مطبع انسٹیٹیوٹ واقع علی گڑھ میں ۱۹۱۶ء طبع ہوئی

قیمت فی جلد عہ .... بار سوم ایکہزار جلد

فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں جس میں سے جلد دوم کتاب ہذا ہے قیمت عہ

جلد اوّل (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری قیمت عہ

جلد سوم (۱) بابر نامہ (۲) شنگرف نامہ ہمایوں (۳) رزم نامہ شیر شاہی (۵۴۰ صفحے) قیمت عہ

جلد چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت عہ

جلد پنجم اقبال نامہ اکبری۔ جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت سے ر

جلد ششم کارنامہ جہانگیری۔ جس میں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت عہ

جلد ہفتم ظفر نامہ شاہجہاں جس میں شہنشاہ شاہجہاں کا حال از اوّل تا آخر مندرج ہے قیمت عہ

جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیر۔ یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اوّل سے آخر تک درج ہے قیمت عہ

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ۔ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اُنکا کیا حال ہے۔ ہندوستان اور ہندوؤنکو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اس کی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہے دو جلد یعنی نہم و دہم عہ

کل تاریخ کی قیمت چودہ روپیہ چار آنہ ہوئی مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہے کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں ہے اگر علیحدہ کوئی خریدیگا تو بتفصیل بالا اُسکے ہاتھ بیچے جاینگے یک مشت دس حصوں کے خریدار کو انکی قیمت بلا جلد (للعہ) علاوہ محصول

جلد دوم

اس جلد کے تین باب ہیں۔ باب اوّل میں سلاطین خلجیہ کا بیان ہے۔ باب دوم میں سلاطین خاندان تغلق کا ذکر ہے۔ باب سوم میں سیّدوں اور لودھیوں کے بادشاہوں کا حال ہے باب اول میں تاریخ فیروزشاہی ضیاء الدین برنی سے۔ اور باب دوم میں سلطان فیروزشاہ تغلق کا بیان تاریخ فیروزشاہی سراج عفیف سے جو مخصوص اسی بادشاہ کے عہد سے ہے اور باب سوم میں تاریخ مبارک شاہی یحییٰ بن احمد سے جو مخصوص سیّدوں کے عہد سے ہے زیادہ تر مضامین لکھے گئے ہیں باقی تواریخ مفصلۂ ذیل سے مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔

(۱) تاریخ روضۃ الصفا (۲) حبیب السیر (۳) تاریخ فیروزشاہی ضیاء الدین برنی (۴) سفرنامہ ابن بطوطہ (۵) تاریخ سلاطین افغان مصنفۂ احمد یادگار (۶) مخزن افغانی (۷) تاریخ خانجہاں لودھی مصنفہ نعمت اللہ (۸) تاریخ داؤدی مصنفۂ عبداللہ (۹) انگریزی تواریخ ہند۔

فہرست مضامین جلد دوم

باب اوّل خاندان خلجی

سلطان جلال الدین کی وفات اور سلطان علاء الدین کا بادشاہ ہونا

باب دوم

شاہان تغلق کا بیان

دلی میں رہنا اور رعایا کا سزا دینا۔ بنگالہ کی بغاوت۔ قنوج کا برباد کرنا۔ ساحل کارومنڈل پر بغاوت۔ شاہو افغان کی بغاوت۔ بادشاہ کا سنام اور سامانہ کے متمردوں کا سزا دینا۔ گکھروں کی بغاوت۔ خلیفہ مصر کا خلعت۔ کرناٹک کی بغاوت بادشاہ کا سرگ دواری میں رہنا۔ بغاوتیں۔ دہلی میں بادشاہ کا رہنا اور اُس کے اشغال۔ ملک عزیز حمار کا دہار اور مالوہ جانا اور بغاوتوں کا ہونا۔ گجرات اور دکن کی بغاوتیں۔ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں کی وسعت سلطنت۔ ابن بطوطہ نے جو ہندوستان میں اپنے آنے کا اور ہندوستان کا حال لکھا ہے۔ ابن بطوطہ کا ہندوستان میں آنا۔ برید یعنے ڈاک کا بیان۔ دہلی کے اوصاف۔ دہلی کی فصیل اور اُس کے دروازے۔ دہلی کی جامع مسجد۔ دو حوضوں کا بیان۔ مزارات کا ذکر۔ اوصاف سلطان محمد تغلق۔ ذکر بادشاہ کے ابواب مشور و آرایش گاہ کی ترتیب کا۔ جلوس عام میں آدمیوں کی نشست برخاست کی ترتیب۔ غربا یعنے مسافرین اور اصحاب ہدیہ کا داخل ہونا۔ عمال کے ہدیوں کا سلطان تک پہنچنا۔ عیدین میں بادشاہ کا سوار ہونا۔ جلوس عید و سریر اعظم و منجرہ عظمیٰ۔ بادشاہ کا سفر سے آنا۔ طعام خاص کی ترتیب کا ذکر طعام عام کی ترتیب کا ذکر۔ بادشاہ کی فیاضی کی حکایات۔ سلطان کی تواضع اور انصاف کی حکایات۔ اقامت صلوٰۃ و احکام شریعت میں سلطان کا اشتداد۔ بادشاہ کے ناگاہ قتل کرنے اور کینے و انتقام کے افعال۔ سلطان کا قتل کرنا اپنے بھائی کو۔ ساڑھے تین سو آدمی کا قتل ایک ساعت میں۔ ابن بطوطہ نے جو اپنا حال دہلی آنیکا لکھا ہے اوسکا مختصر بیان۔ خاقان چین کا تحفہ تحایف کا بھیجنا اور ابن بطوطہ کا روانہ ہونا۔

ذکر سلطنت فیروز شاہ تغلق ۱۶۱-۷۳۴ تک

فیروز شاہ کی ولادت۔ فیروز شاہ کا قوانین و آئین سلطنت میں تعلیم پانا۔ سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی۔ فیروز شاہ کی لڑائی مغلوں اور سرکشوں سے۔ سلطان محمود شاہ کے تخت نشین کرنے میں خواجہ جہان احمد ایاز کا غلطی کرنا۔ خواجہ جہان کا سُنا کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ ہوگیا۔

غیاث الدین تغلق شاہ ثانی وابوبکر بن ظفر خاں و ناصر الدین محمد شاہ وسکندر شاہ و ناصر الدین محمود شاہ ۷۹۰-۸۰۲ تک

امیر تیمور کا حملہ ہندوستان پر ۸۰۱ سے ۸۰۲ تک

سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن ظفر خاں ۲۲۲ - ۲۸ ۳ تک

سلطنت سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ - سیدوں کی سلطنت -

سلطنت بہلول لودھی ۳۳۰ - ۳۵۲

سلطان بہلول کی تخت نشینی اور اُسکا ابتدائی حال - حمید خان کا قید ہونا اور بہلول لودہی کا بیخوف وخطر بادشاہ ہونا - سلطان بہلول کا دیبال پور میں لشکر جمع کرنا اور دہلی کو محمود شاہ شرقی کا محاصرہ کرنا - سلطان بہلول کا دورہ انتظام کے لئے سلطان بہلول کی لڑائی سلاطین شرقی سے - ملک کی تقسیم - اودے پور کے رانا سے احمد خان بھٹی سے سلطان بہلول کی لڑائی بادشاہ کا بیمار رہونا - سلطان بہلول کے خصائل -

سلطنت سلطان سکندر لودہی ۳۵۲ سے ۳۷۹ تک

سلطان بہلول کی تخت نشینی - سلطان سکندر کا دورہ - مہمات گوالیار و بیانہ - جونپور اور پٹنے کی طرف کی لڑائیاں - امرائ افغانی کی رنجش سلطان سکندر سے - حاکم دہلی کو سلطان سکندر کا سزا دینا - گوالیار و بیانہ و دہول پور اور مندریل کے معاملات شہر آگرہ کی بنا - آگرہ میں زلزلہ - چنبل کے کنارہ کے واقعات - اونٹ گڈھ کی فتح - آگرہ کا سفر مصیبت ناک - نرور کی مہم - ہٹ کانٹ - لکھنو چندیری - ناگور - سیوس پور کے واقعات - وفات سلطان سکندر - حکایات وفات - سلطان سکندر کے خصائل و عادات وانتظامات اور اور حالات - سلطان سکندر کے عہد میں ہندؤں کا فارسی پڑہنا اور سنسکرت سے کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرنا -

سلطان ابراہیم لودہی ۳۷۹ - ۳۹۴ - سلطان ابراہیم کی تخت نشینی - مہم گوالیار - سلطان جلال الدین کا مارا جانا - اور سلطان ابراہیم اور اُسکے امرا میں بگاڑ - اور اُنکے فسادات - مہم گوالیار - بادشاہ اور باغی امرا کی لڑائی - رانا سنگا سے سلطان ابراہیم کی لڑائی - بہار میں بہادر خاں کی بغاوت - دولتخان لودہی حاکم پنجاب کے بغاوت - سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارزانی اور پیداوار کی افراط فقط -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد دوم

باب اول

خاندان خلجی

سنہ ۶۸۹-۷۲۰ ہجری — سنہ ۱۲۹۰-۱۳۲۰ عیسوی

تاریخ فرشتہ میں خلجیوں کی اصل کا حال بحوالہ نظام الدین احمد بخشی یہ لکھا ہے کہ چینگیز خاں کا داماد قالج خاں تھا اور وہ اپنی بیوی سے کہ چنگیز خاں کی بیٹی تھی ملال رکھتا تھا اور چنگیز خاں سے سوای مدارا و ملائمت کے کچھ علاج نہ تھا اسلیئے وہ ہمیشہ اپنے مفر کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب چنگیز خاں نے دریاء سندھ کو عبور کر کے سلطان جلال الدین خوارزمی کو مغلوب کیا اور مہمات ایران اور توران سے اُسکو فراغت ملی اور اُسنے اپنی وطن کو مراجعت کی تو قالج کو چنگیز خاں سے جدا ہونے کی فرصت ملی۔ اور وہ اپنے ایل و الوس کو جسمیں تیس ہزار خانوار تھے ہمراہ لیکر کوہستان غور و جرجستان کے درمیان آن بسا۔ جب چنگیز خان مرگیا تو اُسکی اولاد نے قالج کی کچھ پروا نہیں کی کہ کہاں گیا۔ اس نے یہیں توطن اختیار کیا اور اُسکی نسل یہیں بڑہتی گئی جب سلاطین غور نے اور اُنکے تابعین نے ہندوستان کو تسخیر کیا تو خلجی تھوڑے تھوڑے قرب وجوار کے سبب سے ہندوستان میں آنے شروع ہوئے۔ اور سلاطین و امرا کی ملازمت اختیار کر کے صاحب اقتدار ہوتے گئے۔ بادشاہ جلال الدین خلجی دہلوی اور سلطان محمود خلجی منڈوی دونوں قالج خاں کے پوتے ہیں۔ قالج کی تحریف ہو کے خالج بنا اور کثرات استعمال سے الف ساقط ہو کر خلج رہ گیا۔ اور صاحب تاریخ سلجوقیان یہ لکھتا ہی کہ ترک

ابن یافث کے گیارہ بیٹے تھے جنمیں ایک کا نام خلج تھا اُسکی اولاد کو خلجی کہتے ہیں۔ یہ قول صحیح اس سبب سے معلوم ہوتا ہی کہ کتب تاریخ غزنویہ میں بہت جگہ یہ ذکر ہوتا ہی کہ امیر ناصر الدین سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے امرا میں سے قوم خلج کے بھی امیر تھے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ انکا عہد چنگیز خاں کے عہد پر مقدم تھا۔ یہ ہوسکتا ہی کہ قلیج قوم خلج سے ہو اور جلال الدین فیروز شاہ دہلوی و سلطان محمود مالوے اُسکی اولاد میں سے ہوں۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خلجی ایک تاتاری قوم ہی جس کا ایک گروہ دریا سیحون کے مخرج کے پاس دسویں صدی میں بستا تھا اور انھیں دنوں میں ان کا ایک گروہ سیستان اور ہندوستان کے درمیان یعنی افغانستان میں مدت سے آباد تھا اور دسویں صدی تک وہ ترکی زبان بولتے تھے۔ مگر افغانوں کے ساتھ وہ ایسے مل جلکر رہے کہ وہ بھی افغان شمار ہونے لگے۔

ذکر سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی

۶۸۸ھ میں سلطان جلال الدین فیروز خلجی کوشک کیلوگڑھی میں تخت شاہی پر بیٹھا حضرت امیر خسرو نے جو مفتاح الفتوح میں اشعار لکھے ہیں اُنسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ ۶۸۹ھ میں تخت پر بیٹھا۔ **اشعار**

جمادی دومیں راسومیں روز — سوم ساعت ترا در عالم افروز

پگاہ چاشت با فیروزی فال — ز ہجرت ششصد و ہشتاد و نہ سال

ہمنے پہلے لکھا ہی کہ کیقباد کے شیر خوار بچے شمس الدین کو جلال الدین پاس اُسکے بیٹوں نے پہنچا دیا تھا۔ اب کوئی لکھتا ہی کہ جلال الدین نے کچھ دنوں اسکی نیابت میں کام کیا اور پھر اُسکو قید خانہ میں بھیجدیا کوئی اُسپر تہمت تھوپتا ہی کہ اس شیر خوار بچے کا خون گردن پر لیا۔ اور آپ بوڑھا ستر برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ دلی میں بڑے بڑے قدیمی خاندان کے امرا ہر قوم کے سردار موجود تھے۔ وہ اسی برس ترکوں کی سلطنت دیکھ چکے تھے۔ اُنکی نظر میں خلجی بے قدر تھے۔ اس بوڑھے خلجی کو تخت شاہی پر بیٹھا نہ دیکھ سکتے تھے دل ہی دل میں جلتے تھے اور اُسکی اطاعت کو ننگ و عار جانتے تھے۔ اس سبب سے بادشاہ بھی انکی طرف سے اطمینان نہیں رکھتا تھا۔ دلی میں رہنے کو خطرہ سے خالی نہ جانتا تھا کیلوگڑھی میں اُن عمارتوں کو کہ کیقباد کے زمانہ میں ادھوری پڑی ہوئی تھیں پورا بنوایا اور جمنا کے کنارہ پر ایک باغ لگوایا اور گچ اور سنگ کا ایک حصار استوار اور اُسکے ساتھ اور عمدہ عمدہ مکانات

تیار کرائے۔ اس حصار کی تعریف میں حضرت امیر خسرو نے یہ شعر لکھا ہے کہ ؎

شہا در شہر تو کردی حصارے — کہ رفت از کنگرا و تا قمر سنگ

اور اُسنے اپنے امرار کو حکم دیدیا کہ وہ یہاں اپنی مکانات بنائیں۔ گو انکو اپنا پرانا مکان چھوڑنا اور یہاں نیا بنوانا ناگوار خاطر تھا۔ مگر حکم سلطانی سے مجبور تھے۔ ضرور تھا کہ جہاں بادشاہ کا مکان ہو وہیں اُسکے ہمسایہ میں اُنکا مسکن ہو۔ یہاں بادشاہ نے بازار بھی تیار کرایا اور بازاریوں کو شہر سے بلوایا اور مسجد عالیشان بنائی۔ غرض اس بادشاہ کی توجہ سے پرانی دلی اُجڑ کر نئی دلی آباد ہو گئی۔ اور ایسی بارونق ہو گئی کہ پُرانی کی اصل اُسکے آگے کچھ نہ رہی۔ اس بادشاہ نے تاج شاہی سر پر رکھتے ہی تاج کا رنگ بدلا ئرخ سے سفید کیا۔ اپنے قہر و غضب کو مہر و حلم سے بدل دیا۔ اور وہ رحم دلی اختیار کی کہ پاؤں کے تلے کی چینوٹی کے آزار کا روادار نہ تھا وہ یہ سمجھتا تھا ؎

تیغِ حلم از تیغ آہن تیز تر — بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

دربار عام میں جو اُسنے کیلوگڑھی میں کیا تھا اُس میں اُمرار اکابر دہلی حاضر ہوئے تھے۔ اور حیرت اور تعجب سے کہتے تھے کہ یہ خدا کی قدرت ہے کہ ترکوں کی نسل سے سلطنت خلجیوں میں منتقل ہو۔ جب سلطان جلال الدین کے مکارم اخلاق و عدل و احسان و دینداری اہل شہر پر روشن ہوئی تو تنفر کلی لوگوں کے دلوں سے دُور ہوا۔ جو امیر اسپر تبرّا بھیجتے تھے وہ طوعاً و کرہاً اقطاعات و ولایات کی اُمید میں بادشاہ کے مخلص بنگئے سلطان نے اپنے بڑے بیٹے کو اختیار الدین خان خاناں کا اور منجھلے بیٹے کو ارکلی خاں کا اور چھوٹے بیٹے کو قدر خاں کا خطاب دیا اور ہر ایک کا جلوس مقرر کیا۔ اپنے بھائی کو یغرش خاں کا خطاب دیا اور عرض ممالک کا عہدہ تفویض کیا۔ علار الدین کو امیر توزک مقرر کیا۔ اور الماس بیگ کو الغ بیگ کا خطاب اور اخور بگی کا عہدہ دیا یہ دونوں اُسکے سگے بھتیجے تھے۔ بہت سے اور امرا کو خطاب اور اقطاع عنایت کئے اور خواجہ خطیر کو جو سب سے زیادہ بزرگ تھے وزیر مقرر کیا غرض سلطان کے وہ اعوان اور انصار ہوئے جو بڑے بڑے تجربہ کار بتدریج مراتب بزرگ پر پہنچے تھے اور معتبر و مشہور نیک نام تھے۔ اُسنے اول سال میں عہدہ داروں کا ایسا انتظام کیا کہ خواص اور عوام کو سب طرح کا آرام حاصل ہوا۔

جب سب طرح سے اطمینان حاصل ہوا تو ایک دن بڑے ترک سے اپنے اراکین سلطنت کو لیکر

شہر کے اندر گیا اور دولت خانہ پر اُترا اور دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی۔ اور سلاطین ماضیہ کے تخت پر جلوس کیا اور امرا کو اپنے نزدیک بلا کر بآواز بلند یہ ارشاد فرمایا کہ میں اپنے خدا کا شکر کس زبان سے ادا کروں اس نے آج میرا پاؤں اس تخت پر رکھایا ہے کہ جس کے سامنے مینی برسوں سر جھکایا ہے۔ جو دوست میرے برابر کے یا مجھ سے برتر تھے اُن کو میرے سامنے دست لبستہ کھڑا کرایا ہے۔ پھر وہ دولت خانہ سے سوار ہو کر کوشک اول میں کہ سلطان بلبن کا محل خاص تھا آیا۔ یہاں قدیمی دستور کے موافق گھوڑے سے اُترا۔ احمد حبیب چپ نائب باربک نے کہ عمایدین سے تھا اور عجب دماغ رکھتا تھا۔ عرض کی کہ یہ ایوان شاہی حضور کا ہے یہاں گھوڑے سے اُترنا کیا ضرور ہے۔ سلطان نے کہا کہ اے احمد اگر یہ کوشک میرے باپ دادا کا بنوایا ہوتا تو میرے ملک سے ہوتا۔ مگر یہ تو سلطان بلبن میرے ولی نعمت نے اپنے عہد خانی میں بنوایا تھا۔ یہ اسکے فرزندوں کی ملک ہے میں نے تغلب سے تصرف کیا ہے۔ پھر احمد حبیب نے عرض کی کہ مصالح ملکی میں مناسب نہیں ہے کہ بادشاہان گذشتہ کی مِلک کے موروثی اور غیر موروثی ہونیکا ذکر کیا جائے۔ اسپر بادشاہ نے فرمایا کہ تو جو کہتا ہے وہ میں بھی جانتا ہوں کیا تو یہ چاہتا ہے کہ چند روز کی مصلحت کے لیے میں قواعد اسلام کے دائرہ سے خارج ہوں اور نفس الامر کے خلاف کلام یا کام کروں ؎

کجا عقل باشرع فتوے دہد کہ اہل خرد دین بہ دنیا دہد

تو خوب جانتا ہے کہ میرے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ نہیں ہوا کہ نخوت و کبر بادشاہی مجھے ورثے میں ملتی۔ مجھے اسوقت یہ وہم ہوا ہے کہ اس کوشک میں جسمیں میں نے بہت سی خدمتیں کی ہیں بلبن تخت پر بیٹھا ہے اور میں اُسکے دربار میں جاتا ہوں۔ میرے دل میں اُسکی ہیبت اور حشمت اثر کر رہی ہیں۔ غرض وہ اس کوشک میں پاپیادہ گیا۔ اور جن مقامات پر کہ وہ سلطان بلبن کی تعظیم خدمت کرتا اور اُسکے سامنے کھڑا رہتا وہاں نہیں بیٹھا۔ ملوک خانہ میں آیا اور اُسکے صفہ پر بیٹھا پہلے اس سے کہ وہ کسی سے بات کرے رومال منہ پر ڈال کر زار زار رویا اور ملوک سے یہ کہنے لگا کہ بادشاہی ایک خالی نمائش اور دھوکہ کی چیز ہے کہ باہر سے خوب منقش و نگارین ہے لیکن اندر سے اُسکا حال بالکل زار و نزار ہے۔ ایتمر کچھن وایتمر سرخہ کا خدا خانہ خراب کرے کہ اُنھوں نے ناحق بیری مارنیکا قصد کیا اور مجھے جان کے خوف نے اس بادشاہی اختیار کرنے پر مجبور کیا ورنہ میں کہاں اور یہ بادشاہی کہاں۔ ساری عمر خانی و ملکی

میں راحت وچین سے گذری اور باقی زندگی بھی اسی طرح گذر جاتی - اب چار روز کی زندگی کے لئے یہ سلطنت کا جنجال اور جھگڑا جو میں نے اپنی گردن پر لیا ہی دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے اور میری اولاد پر کیا گذرتی ہی- سلطان بلبن جسکی شان وشوکت وعظمت بڑہی تھی اُسکا یہ حال ہوا کہ اُسکی اولاد میراث سلطنت سے اسکے اصحاب امارت وثروت سے محروم ہوئی - ہم تو اُسکے نوکر چاکر ہیں اس سے بدتر حال ہماری اولاد کا ہوگا جب سلطان نے آبدیدہ ہوکر یہ تقریر کی تو اس محل میں جو عاقل تجربہ کار تھے وہ روتے تھے اور نو دولت مدمغ نوجوان بیباک کھڑے ہنستے تھے اور آپسمیں کہتے تھے کہ اس بڈھے کی عقل جاتی رہی ہی- قہر وسطوت ودعوی انا ولاغیری کو سلطنت کہتے ہیں یہ اسمیں مطلق نہیں ہے- اُس نے اول ہی بادشاہی کاموں کے بوجھ سے کندھا ڈال دیا ہی- آخرکار یہ سلطنت اُس سے چھن جائیگی- کب وہ اپنی سیاست وسطوت سے خون کی ندی بہا سکے گا کہ جس سے سلطنت کو بقا ہوتی ہی- لیکن جو بزرگ عاقل تھے اُنھوں نے سلطان کی زبان سے یہ انصاف کے کلمے سُنے اور محافظت آداب دیکھے تو اُسکے نیک خواہ اور مخلص ہوگئے اور وہ تحسین وآفریں کرنے لگے

سلطان جلال الدین اُسی دن پُرانی دہلی سے نئی دہلی میں آیا اور ایک اپنی بیٹی کا بیاہ اپنے بھتیجے علاء الدین سے اور دوسری بیٹی کا نکاح دوسرے بھتیجے الماس بیگ الغ خاں سے بہت دھوم دہام اور جشن شاہانہ کے ساتھ کیا- علاء الدین کی بیوی حُسن وجمال وکمال رکھتی تھی-

مَلِک چھجّو کی بغاوت

سلطان جلال الدین کا اول سنہ جلوس کیلوگرھی کی دار السلطنت بنانے اور اپنے اعوان وانصار وملوک کے اقطاع اور حشم دینے میں صرف ہوا- اب دوسرے سال جلوس کا حال یہ ہی کہ ملک چھجو جو سلطان بلبن کا سگا بھتیجا تھا اور سلطان نے اُسکو کڑہ مانک پور اقطاع میں دیا تھا اُسنے چتر شاہی سر پر رکھا اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور سلطان مغیث الدین اپنا لقب رکھا- امیر علی جامدار مولی زادہ سلطان بلبن جو اقطاع اودھ رکھتا تھا اُسکا یار ومددگار رہوا اور امرا بلبنی بھی جو اس نواح میں جاگیردار اور زمیندار تھے اور ہندو راجہ اُسکے ساتھ ملگئے اور بہت پیادہ وسوار اس پاس جمع ہوگئے اور وہ اس لاؤلشکر کیساتھ دہلی کی طرف اپنے چچا کے ملک لینے کے لئے روانہ ہوا- اور اُسکو یہ زعم تھا کہ شہر کی خلق اُسکے ساتھ ہوگی- بہت سے دلّی کے اور اُسکے نواح کے رہنے والے جو خاندان بلبنی کے پرورش یافتہ تھے

اُس کے آنے کی خبر سُنکر دل میں اُسکے طرفدار ہوگئے اُنکے نزدیک سلطنت کا مستحق یہی بلبن کا سگا بھتیجا ملک چھجو کشلیخاں تھا۔ اُسکے آگے خلجیوں کا کوئی استحقاق سلطنت نہ تھا۔ کسی وقت میں کوئی خلجی بادشاہ نہ ہوا تھا وہ جلال الدین غاصب سلطنت جانتے تھے۔ سلطان جلال الدین بھی اپنے معتمد لشکر کے ساتھ ملک چھجو کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ بداؤں کی حدود میں آیا تو اپنے منجھلے بیٹے ارکلی خاں کو جو پہلوان اور صفدر تھا آگے بھیجا اور اپنے بڑے بیٹے خانخاناں کو اپنا نائب دہلی میں مقرر کر کے روانہ کیا۔ ارکلی خاں کا لشکر سلطان جلال الدین کے لشکر سے دس بارہ کوس آگے جاتا تھا۔ سلطان جلال الدین نے بداؤں میں آب کلائب نگر سے عبور کیا اور اس طرف سے ملک چھجو کا بھی لشکر بڑھا۔ اس لشکر میں ہندوستان کے پایک و راوت بہت جمع ہوگئے تھے اور انمیں سے بعض مشہور اور نامور راوتوں نے ملک چھجو کے آگے پان کا بیڑا اُٹھا کے دعویٰ کیا تھا کہ اُس کو سلطان جلال الدین کے تاج پر مارینگے۔ مگر جب لشکر مقابل ہوئے اور سلطان کا لشکر اس لشکر پر تیراندازی کرتا تھا۔ تو یہ سُست مزاج مچھلی اور بھات کے کھانیوالے شور وشغب کرتے تھے اور لشکر سلطانی کے شیر و شیر افگن تلواریں سوت کر حملہ کرتے تھے اور اُن کا گلا کاٹتے تھے۔ آخر کو ملک چھجو کے لشکر کو شکست فاحش ہوئی۔ اور اُنکی جمعیت پریشان ہوئی اور ملک چھجو بھاگ کر موضع موسی میں چھپا۔ چند روز بعد یہاں کے مقدم نے اُسے گرفتار کر کے سلطان جلال الدین پاس بھیجا۔ ارکلیخاں نے ملک چھجو اور اُسکے امرا کو جو فساد کے خمیر مایہ تھے پکڑ کر سلطان پاس بھیجدیا۔ سلطان بھی یہاں آگیا تھا۔ تاریخ فیروز شاہی میں یہ لکھا ہی کہ حضرت امیر خسرو جو سلطان کے بڑے مقرب تھے اُنھوں نے تاریخ کے مصنف سے یہ حال اپنا دیکھا ہوا بیان کیا ہی کہ سلطان جلال الدین کا دربار عام تھا ایک مونڈہ پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور سلطان کے سامنے میں کھڑا تھا کہ اُسکے سامنے یہ باغی ملوک اور امرا بلبنی آئے جنمیں ملک امیر علی خاصہ جامدار و ملک الغجی پسر ملک طرغی و ملک تاجور و ملک اہجن اور اور امرا بزرگ تھے اُنکی حالت ایسی مصیبت ناک تھی کہ گردنوں میں دوشاخے پڑے ہوئے۔ ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے سارے گرد و خاک میں لپٹے ہوئے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے سلطان سے ان قیدیوں کے لئے ایسی حالت میں لشکر کے اندر تشہیر کی درخواست کیگئی۔ سلطان کی نظر جب اُن پر پڑی تو رومال سے آنکھوں کو ڈھک کر بلند آواز سے پکارا کہ یہ کیا قیامت ہی۔ اُسی وقت ان امرا و

معارف کو اونٹوں سے اُتار و اور گردن سے شاخیں نکالو اور ہاتھ کھولو اور جوان اسیر و نمیں سلطان بلبن کے عہد میں معزز تھے اُن کو قیدیوں میں سے نکال کر جدا کر دو اور اُن کو خالی خیمے میں لے جاؤ۔ حسب الحکم بادشاہ کے طست داروں اور جام داروں نے اُن کا منہ ہاتھ دُھلایا۔ نفیس کپڑے پہنائے عطر لگائے۔ بارگاہ خاص میں لائے۔ مجلس شراب آراستہ ہوئی۔ چند قیدی ملوک کو سلطان نے اس مجلس میں طلب کیا اور اُن کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوا۔ سلطان جتنی باتیں لطف و کرم کی اُن سے زیادہ کرتا اُتنے ہی وہ شرم و خجالت کے مارے سرنگوں ہوتے جاتے۔

اگر مردی احسن الی من اسا   بدی را بدی سہل باشد جزا

سلطان نے ان کی تسلّی اور تسکین کے لئے کہا کہ تم نے نمک حرامی نہیں کی میں تمہارا بادشاہ نہ تھا میں کیوں کہوں کہ تم نے میرے ساتھ نمک حرامی کی بلکہ تم نے اپنے ولی نعمت کی دولت خواہی کی ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے خاندان کے لئے سلطنت حاصل کرنے کے واسطے تلوار چلائی۔ مگر خدا کی مرضی یوں تھی کہ اس خاندان سے سلطنت زائل ہو جائے اور مجھے اُس بڑھاپے میں ملجائے اور تمہاری کوشش برباد جائے ملک چھجو جب اُس پاس آیا تو اُسکو محفہ میں بٹھا کے ملتان بھیجدیا۔ اور لکھ بھیجا کہ وہ ایک عمدہ مکان میں رہے اور اُسکے عیش و طرب و راحت کا سامان ہمیشہ مہیّا رہے۔ ان واجب القتل قیدی امیروں پر سلطان کا یہ نوازش و شفقت کرنا امراء خلجی کو خوش نہ آیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ سلطان کو بادشاہی کرنی نہیں آتی اور جن باغیوں کی گردن اُڑانی چاہیئے تھی اُنپر یہ عنایت اور اُس عنایت پر یہ ضیافت کا اضافہ کہ لاحول ولاقوت۔ اگر دشمنوں کو ہم پر فتح نصیب ہوتی تو وہ ہم خلجیوں کا نام تک باقی نہ رکھتے۔ ملک احمد چپ کہ سلطان کا قریب کا رشتہ دار اور بڑا صاحب رائے اور نائب امیر حاجب تھا اُس روز سلطان سے کہنے لگا کہ اگر آپ کو جہانداری چاہیئے تو جہانداری کی رسوم کا اتباع چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو آپ کو اپنے ملکی ہی پر کہ جسمیں سالہا گذرے ہیں قناعت کرنی چاہیئے آپنے ان واجب القتل اسیروں پر یہ مہربانی کی۔ ملک چھجو کو جس نے اپنے تئیں سلطان بنایا اور خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا اسطرح ملتان بھیجا۔ اب آپکی کونسی سیاست باقی رہی کہ جس کے خوف سے اور آدمیوں کو سرکشی اور فتنہ پردازی کا حوصلہ نہ بڑھے کیسے ہو سکتا ہے کہ اور سرکشی نکریں۔

سلطان غیاث الدین کو آپنے نہیں دیکھا کہ وہ باغیوں کی کیسی سیاست کرتا تھا سلطان جلال الدین احمد

نے احمد چپ کو یہ جواب دیا کہ تو مجھے کیا باغیوں کی سیاست بتاتا ہے۔ میں نے کہیں تجھ سے زیادہ
ان سیاستوں کو دیکھا ہے مگر میں کیا کروں میں مسلمانی میں بوڑھا ہوا ہوں۔ مجھے کسی مسلمان کے خون
کرنے کی عادت نہیں ہے میں نے ساری عمر میں ایک مسلمان کا خون نہیں کیا۔ اب ستر برس سے زیادہ
عمر ہونے کو آئی کیوں کسی مسلمان کے خون میں اپنے ہاتھ کو سان کر اپنی گردن پر عذاب لوں اور احکام
شریعت سے سرتابی کروں۔ قیامت کے دن خدا کو جواب دینا ہے۔ اگر ہم دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار
ہوتے اور وہ ہم کو مارتے تو مسلمانوں کا خون اُنکی گردن پر ہوتا وہ اس عذاب کے سبب سے دوزخ
میں پڑتے۔ میں نے جو اُنکی اس بغاوت پر جان لینے کا قصد نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان
ہیں میرے اس احسان کے ممنون ہونگے۔ اور خدا اور خلق خدا سے شرما کے پھر ملک لینے کا قصد نہیں
کرینگے۔ ای احمد چپ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال اور سوچ یہ کل کی بات ہے کہ میں اور میرا بھائی شہاب الدین
سلطان بلبن کے چاکر تھے اُسکے احسان اور حق ہماری گردن پر بہت سے ہیں یہ کیا انصاف ہے کہ میں اُسکا
ملک بھی لوں اور اُسکے اعوان اور انصار و امرا اور عزیز و اقربا کو بھی سیاست کروں تو تو ابھی نوجوان
ہی تو نے کیا دیکھا ہے تیرے باپ نے جو مجھ سے قرابت قریبہ رکھتا تھا دیکھا تھا کہ جن ملوک اور امرا کی گردن
میں سے میں نے دو شاخ ازدواکر اپنا مہمان بنایا ہے سلطان بلبن کے عہد میں ایسے باجاہ و حشم تھے
کہ ہم دونوں بھائیوں کو آرزو رہتی تھی کہ امیر علی جامدار ہمارے سلام کے جواب میں علیک کہی بعض
انمیں ہمارے دوست تھے جنکے ہاں ہم مہمان ہوتے تھے اور وہ ہمارے ہاں اب خدا تعالیٰ نے ہمکو اس
بلند مرتبہ پر پہنچایا اور اُنکو بند و زنجیر میں پھنسایا تو کیا میں سابق کی صحبتوں اور مجلسوں کو یاد نہ کروں
اور ان پر جبر و قہر کروں۔ مجھ سے تو یہ کبھی بے شرمی و ناخدا ترسی ہو گی نہیں کہ جبر و قہر کروں میرے
بیٹوں میں سے اور تم برادر زادوں میں سے کسی کو آرزو بادشاہی اور تمنا قہاری و جباری کی ہو تو
میں بادشاہی کو ترک کرتا ہوں وہ قبول کرے اور ناحق خونریزی کرے میں مغلوں سے شیر خاں کیطرح
جہاد کرنے ملتان جاتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے ملک میں نہ آسکیں۔ مجھے بادشاہی چھوڑنا آسان ہی
مگر خدا کے غضب اُٹھانے کی طاقت نہیں۔ اسی طرح کی اور صوفیانہ اور درویشانہ باتیں کیں۔ پھر جب
ملک چھجو کا جھگڑا فیصل ہو چکا تو سلطان بداؤں سے نئی دلی میں آیا۔ اور علاء الدین خلجی کو
ولایت کڑہ سپرد کی۔ تربیت سپاہ اور راو اور آبادانی ولایت میں مصروف ہوا۔

انتظام ملکی میں خلل و بغاوتیں

حکما کا قول ہے کہ بادشاہی کے دو رکن ہیں ایک مہر دوسرا قہر جب ان میں سے ایک میں خلل پڑتا ہے تو سلطنت زوال آتا ہی۔ بیت

تحمل دلکش است اما نہ چنداں شکیبائی خوش است اما نہ چنداں

جب سلطان نے قہر سے کہ لازمہ بادشاہی ہے بالکل ہاتھ کھینچ لیا اور حلم اور بے آزاری کی صفت کو کمال پر پہنچایا تو اس کم آزادی کی خبر چاروں طرف پھیلی۔ سارے ملک میں چوروں اور رہزنوں نے سر اُٹھایا اور فتنہ و فساد مچایا جب اُسکے سامنے رہزن اور چور پکڑے آتے تو اُنسے قول و قسم لیکر چھوڑ دیتا ایک دفعہ شہر میں ایک شخص نے ہزار ٹھگ گرفتار کئے سلطان نے اُن میں سے ایک کو بھی مارنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ کشتیوں میں سوار کر کے لکھنوتی میں چھوڑ دو اور کہدو کہ وہ ہمارے ملک میں پھر نہ آئیں۔ ایسی رحمدلیوں سے کہ بادشاہ ایک چینوٹی کے آزار دینے کا روادار نہ تھا جہانداری کا کام کیسے چل سکتا تھا۔ ملوک و وزرائے اکابر و معتمد سلطانی کفران نعمت کر کے کہتے تھے کہ سلطان بادشاہی کے لایق نہیں۔ اس میں سطوت و قہر شاہی نہیں ہے اُسکی ساری عمر ملکی اور رحمت میں گذری ہے مغلوں سے جہاد کرنا خوب جانتا ہے اور اُنکی صف شکنی میں شجاعت دکھاتا ہے مگر ملک رانی اور جہانبانی نہیں جانتا۔ عاقل و دانا یہ کہتے تھے کہ سلطان میں وہ دو صفتیں نہیں ہیں جنکے بغیر سلطنت نہیں ہو سکتی اول صفت خرچ فاخرہ اور عطار واف۔ دوم قہر و سطوت و سیاست۔ انعام بادشاہانہ دینے وہ نہیں جانتا تھا کارخانوں کے خرچ سے تنگ ہوتا اور ہاتھیوں کے دانہ چارہ دینے کے لئے کہتا تھا کہ یہ ہاتھی کس کام کے ہیں۔ وہ مرد کیا ہے جو ہاتھیوں کی قوت کے بھروسے لڑائی لڑے سیاست کا حال یہ تھا کہ وہ ٹھگوں تک تو سزا نہ دیتا تھا۔ جو ناحق شناس درندہ و اوباش تھے وہ مجالس و محافل میں سلطان پر زبان طعن دراز کرتے تھے اور مجلس شراب میں سلطان کے مارنے کی مشورت کرتے اور جو کچھ زبان پر آتا بادشاہ کو سناتے۔ جب سلطان کے کان میں یہ خبریں پہنچیں تو وہ کہتا کہ مستی کی حالت میں آدمی ایسا بہت جھک مارا کرتے ہیں اور بیہودہ بکا کرتے ہیں وہ مواخذہ کے لایق نہیں ہوتے لیکن بادشاہ کے حکم کے سبب سے اب اس حد پر نوبت پہنچی کہ مقربان سلطانی نے اپنی کافر نعمتی سے

یہ قرار دیا کہ سلطان اگرچہ شجاع وصف شکن ہی مگر فی الحال بوڑھا ہو گیا ہی۔ سوا بذلہ سنجی اور شعر کہنے اور سننے کے اور شطرنج اور چوسر کھیلنے کے کوئی اور کام نہیں ہوتا مناسب یوں ہی کہ سب متفق ہو کر سلطان کا کام تمام کریں۔ ملک تاج الدین کوچی سب میں زیادہ بزرگ تھا اُس نے اپنے گھر میں مجلس کی اور امرا کو اُس میں مہمان بُلایا جب یہ مہمان شراب پی پی کر بدمست ہوئے تو ملک تاج کو کہنے لگے کہ بادشاہی کے لائق تو ہے سلطان نہیں ہی۔ بعض مستوں نے کہا کہ خلجی بادشاہی کے لایق نہیں ہیں اور اگر کوئی ہے تو احمد چپ ہی نہ سلطان جلال الدین اور اسی طرح کی لغو اور بیہودہ باتیں کیں اور کل امرانے جو مجلس میں حاضر تھے ملک تاج الدین کی بادشاہی پر بعیت کی۔ ایک نے کہا کہ میں ابھی سلطان کو اپنے نیم شکار سے شکار کرتا ہوں دوسرے نے تلوار ہاتھ میں لیکر کہا کہ میں ابھی سلطان کا سر تلوار سے کھیرے کی طرح دو ٹکڑے کرتا ہوں۔ غرض اُس روز مجلس میں بیہودہ گوئی اپنی حد سے گذر گئی۔ اس مجلس میں سے ایک شخص اُٹھ کر بے تامل سلطان کی خدمت میں پہونچا اور صورت حال کو بالتفصیل سلطان سے عرض کیا اگرچہ سلطان اب بھی اس دشنام دہی اور ہرزہ گوئی سے رنجیدہ نہوا۔ مگر اہل مجلس کے ارادہ سے وہ لال پیلا ہوا اور اُسیوقت سب اہل مجلس کو پکڑوا بلوایا جب یہ امیرزادے سامنے آئے تو میان سے اپنی تلوار نکال کر اُنکے سامنے ڈال دی اور کہا آؤ دیکھوں کہ تم میں کونسا ایسا جوانمرد ہے جو مجھی قتل کرتا ہے میں نہتا بیٹھا ہوں۔ بادشاہ کا چہرہ غصے میں لال تھا یہ امیر کافر نعمت اُسکے سر جھکائے کھڑے تھے۔ مُنہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ جب بادشاہ کا غصہ فرو ہوا تو ملک نصرت صباح دوات دار کہ نہایت ظریف تھا اور اُسی نے بادشاہ کو سب سے زیادہ گالیاں دی تھیں۔ سلطان کو جواب دیا کہ خداوند عالم جانتے ہیں کہ بدمستی میں جھک مارا ہی کرتے ہیں۔ اگر ہم حضور کو ماریں تو ایسا بادشاہ کہاں سے لائینگے جو ہماری پرورش اس طرح کرے جیسے کہ باپ بیٹے کی پرورش کرتا ہے اور اگر ہم بدمستوں اور یاوہ گویوں کو مستی کے جرم میں حضور قتل کر ڈالیں تو ایسے مخلص ملک اور ملکزادے حضور کو پھر کہاں سے مُیسّر ہوں۔ اس جواب پر بادشاہ کا غصہ دُور ہو گیا اور وہ مُسکرانے لگا اور ملک نصرت کو ایک پیالہ شراب کا دیا۔ اور ان امرائے بدگو بداندیش کا قصور معاف کر کے سب کو اپنے اقطاع پر جانے کا حکم دیا کہ وہاں ایک سال تک رہیں اور شہر میں نہ آئیں۔ سلطان جلال الدین ان بدگو بداندیشوں کو کہا کرتا تھا کہ جب تم مجلس شراب میں ہوتے ہو تو جو کچھ زبان پہ آتا ہے بکتے ہو اور نشہ میں یہ نہیں جانتے

ہو کہ ہم کیا کہتے ہیں اور ذرا خوف نہیں کرتے ہو جو کچھ مجھے کہتے ہو اگر کسی اور بادشاہ کو کہتے تو اُس نے
ابتک تمہارا سر بھٹا سا اُڑا دیا ہوتا۔ میں مسلمان ہوں جبر و قہر میرے مزاج میں نہیں ہے کہ کسی کو ماروں
مگر میں نامردوں سے بھی نہیں ڈرتا ہوں کہ تم شکار کو مار سکتے نہیں۔ تم سے سواء لونڈی اور رنڈی
و رات دن شراب پینے اور شاہد بازی اور جُوا کھیلنے اور بے سر دیا کام کرنے اور بکنے کے کچھ اور نہیں
ہو سکتا۔ تمہارا یہ دل اور زہرہ کہاں ہے کہ میرے ساتھ تلوار لیکر کھڑے ہو اگر میں تلوار ہاتھ میں
لوں تو دو سو آدمیوں کے سر اُڑا دوں اور میدان جنگ میں تنہا کھڑا لڑا کروں تم خالی باتیں بناتے
ہو کہ تلوار سے ہم سلطان کا یہ حال کریں۔ تم سب ہتیار باندھ کر میرے سامنے کھڑے ہو تو دیکھوں کہ
میں تمہارا کیا حال کرتا ہوں اور تم میرا کیا حال کرتے ہو۔ تم بادشاہی جانتے ہو اور مجھے کہتے ہو کہ بادشاہی
کرنی نہیں جانتا۔ اگر بادشاہی کشتن و بستن و برانداختن کا نام ہے تو وہ مجھ سے نہیں ہو سکتی اور نہ
میں اُسکو کبھی کروں گا۔ میں ہر روز ایک سپارہ قرآن کا پڑھتا ہوں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہوں
میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ زبان سے کہتا ہوں بھلا میں اپنے پیغمبر کی شریعت کے خلاف
کوئی نامعقول کام کر سکتا ہوں۔ میرے پیغمبر کی شریعت میں سوائے ان آدمیوں کا مارنا جائز نہیں
قاتل کا۔ مرتد کا۔ اور اُس کا جو جورو کے ہوتے دوسرے کی جورو سے زنا کرے میں جانتا ہوں کہ
کہ تم مجھ سے نہیں ڈرتے اور میری نسبت پریشان کلمات کہنے سے باز نہیں آتے مگر میرے منجھلے
بیٹے ارکلی خاں سے تو ڈرو اگر وہ سن لیگا کہ تم مجھکو ایسی باتیں کہتے ہو تو وہ تم کو جیتا نہ چھوڑے گا
گو میں ہزار منع کروں مگر وہ تمہیں سو طرح سے سزا دے گا۔ میرا حال یہ ہے

زخلق ارچہ آزار بینم بسے   نخواہم کہ آزردہ گردد کسے

سلطان جلال الدین کی اور خلاق کی باتیں اور حکایتیں

سلطان جلال الدین میں مکارم اخلاق کی عادت نہایت پسندیدہ تھی۔ اپنے ملوک اور امرا اور
کارداروں اور برآوردوں کو کبھی بُرا نہ کہتا اور نہ اُنکے ساتھ بدی کرتا۔ وہ کیسے ہی جرم کرتے
نہ اُن کو کبھی بلواتا نہ قید میں ڈالتا نہ زنجیروں میں پھنساتا۔ وہ اُن پر گرم ہوا چلنے کا روادار نہ تھا
ماں باپوں کی طرح اُن پر مہربانی کرتا عزیز فرزندوں کی طرح پالتا۔ اگر اپنے اعوان و انصار و مقربین سے

ناراض ہوتا تو اپنے تند مزاج منجھلے بیٹے کا خوف دلاتا اپنے عہد ملکی اور عصر بادشاہی میں کسی اپنے برآوردہ سے نہ مصادرہ لیا نہ اُس اقطاع کو ضبط کیا نہ کبھی عہدہ سے معزول کیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ میں آج کسی کو جاگیر دوں کل اُس سے چھینوں اور کسی کو عہدہ پر مقرر کروں پھر اُسے معزول کروں اگر میں اپنے متعلقین کے ساتھ بدی کروں تو کوئی اور مجھ پر کیا اعتبار کرے گا۔ مگر ملوک و امراء کارداروں نے سلطان کے اس اخلاق کی قدر نہ کی اور اسکے حق نعمت کو نہ پہچانا اور اس کا شکریہ نہ ادا کیا بلکہ اُس کو بُرا کہتے رہے اُسکا معاوضہ یہ ملا کہ اُس کے بعد اُن کو سلطان علاء الدین سے پالا پڑا جو نہایت درشت مزاج تھا اور جس نے اُن میں سے ایک کو جیتا نہ چھوڑا۔

سلطان جلال الدین کے اخلاق کی حکایت یہ سب سے زیادہ مشہور ہے کہ جب وہ شاہ بلبن کا سر جاندار تھا اور کیتھل اُسکے اقطاع میں تھی اور سمانہ میں نیابت کا کام کرتا تھا۔ مولانا سراج الدین سادجی مشہور شاعر تھا اور ایک گاؤں وجہ معاش سمانہ میں رکھتا تھا۔ جلال الدین نے جیسے اور وظیفہ داروں سے خراج لیتا تھا مولانا سے بھی خراج طلب کیا۔ مولانا نے ملول ہو کر ایک مثنوی سلطان کی تعریف میں لکھی اور اُس میں عمال کی شکایت کی۔ سلطان کثرت مشاغل کے سبب سے بظاہر اس مثنوی پر متوجہ نہ ہوا۔ اور کارکنوں کو اُسے ایذا دینے سے منع نہیں کیا۔ پھر مولانا نے جلال الدین کی ہجو میں ایک مثنوی کہی اور اُس کا نام خلجی نامہ رکھا۔ اور وہ اُس پاس بھیجو مولانا نے اس خوف سے کہ وہ کہیں انسے انتقام نہ لے سمانہ کا رہنا چھوڑا اور دوسری جگہ توطن اختیار کیا۔ اور انھیں دنوں میں کیتھل کے منڈاہروں کے دہات جلال الدین لوٹتا تھا کہ ایک منڈاہر نے سامنے آکر اُسکے مُنہ پر تلوار ماری جسکے زخم کا نشان اُسکے چہرہ پر آخر عمر تک رہا جب جلال الدین بادشاہ ہوگیا اور ایک سال اُس پر گذر گیا تو مولانا سراج الدین سادجی اور منڈاہر کیتھل اپنے تمام داد و ستد کے معاملے چکا کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو کر اپنے تئیں قتل کرانے کے لئے گلے میں رسیاں ڈالے ہوئے دربار میں آئے۔ سلطان کو اسکی خبر ہوئی دونوں کو اپنے سامنے بلایا۔ اول مولانا سراج الدین کو کھڑے ہو کر گلے لگایا اور جامۂ انعام دیا اور اپنے ندیموں میں داخل کیا اور وہی گاؤں اسکو بوجہ انعام دیا اور اُسپر ایک گانوں اور اضافہ کیا اور منڈاہر مجرم کو طلب کیا اور جامہ و اسپ عنایت کیا اور حاضرین مجلس سے کہا

کہ اپنی عمر میں کیا۔ لڑائیوں میں کیا غارت گریوں جنہیں میں نے تلوار چلائی ہے کوئی اس منڈاہر جیسا مرد نہیں دیکھا ایک لاکھ جیتل اُسکا وظیفہ مقرر کیا اور ملک خورم کا وکیل در مقرر کیا۔ اس ماجرے کو سنکر اکابر و معارف دہلی نے سلطان کو دعا دی اور یہ عفو کی حکایت یادگار روزگار ہے جو تاریخ میں لکھی جاتی ہے۔

ایک اور حکایت اُسکی راست بازی کی یہ مشہور ہے کہ ایام بادشاہی میں اُس کو یہ خیال آیا کہ میں نے مغلوں سے برسوں جہاد کیا ہے اگر جمعہ کو خطبہ میں میرا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جایا کرے تو مناسب و برمحل ہے۔ سلطان نے اپنی بیوی ملکہ جہاں سے کہا کہ جب قاضی وصدور شہر کسی کار خیر کی تہنیت کی تقریب میں حرم میں آئیں تو اُنسے کہا کہ وہ مجھ سے درخواست کریں کہ خطبہ میں میرا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے یہ اتفاق کی بات ہے کہ انھیں دنوں میں سلطان معزالدین کی دختر سے قدر خاں کا نکاح ہوا اُسکی مبارکباد دینے کے لئے حرم سرا میں تمام قضات وصدور آئے۔ ملکہ جہاں نے یہ پیغام اُن پاس بھیجا کہ سلطان سے التماس کرو کہ اسکا نام خطبہ میں المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے۔ اُنھوں نے ملکہ جہاں کے پیغام کو پسند کیا اور کہا کہ بادشاہ مدتوں تک مغلوں سے لڑا ہے وہ سب طرح سے اس خطاب کا مستحق ہے۔ جب یہ سب بادشاہ کو مبارکباد دینے آئے تو سرآمد علما قاضی فخرالدین نے عرض کیا کہ صدور و قضات و جمیع علما کی سلطان سے یہ التماس ہے کہ اس سبب سے کہ کفار مغل کے ساتھ سلطان نے بار بار جہاد کیا ہے آپکے نام نامی کے ساتھ المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب منبروں پر پڑھا جائے۔ سلطان اس درخواست کو سنکر رونے لگا اور بولا کہ اے قاضی فخرالدین یہ بات ملکہ جہاں نے اس سبب سے تم سے کہی ہے کہ میں نے اُسکو یہ پیغام دیا تھا۔ لیکن یہ پیغام دیکر میں پشیمان ہوا۔ اور اپنے دل میں سوچا کہ مغلوں کے ساتھ میرا لڑنا محض خدا عزوجل کیلئے اور شہادت کی طمع کے واسطے اور اعلام دین اسلام کے بلند کرنے کیلئے نہ تھا۔ بلکہ ہمیشہ اُس سے غرض یہ تھی کہ میری نام آوری اور بلند آوازگی ہو اور آقا غیاث الدین بلبن کی نظر میں میرا اعتبار زیادہ ہو۔ ہر چند سلطان کے اس دغدغہ کے دور کرنے کے لئے وجوہ و تاویلات علما نے بیان کیں مگر کسی وجہ کو اس نے قبول نہیں کیا۔

سلطان کی ہنر پروری و ہنر شناسی

جلال الدین بڑا ہنر پرور و ہنر شناس بادشاہ تھا۔ طبیعت موزوں رکھا تھا غزلیں کہتا تھا

اسکی ہنر شناسی پر اس سے زیادہ کیا دلیل ہوسکتی ہی کہ حضرت امیر خسرو کہ شعرائے اولین و آخرین کے سردفتر تھے اس عہد میں کہ وہ خود عرض ممالک تھا۔ سلطان نے اُنکو اپنا ندیم جلیس بنا رکھا تھا۔ بارہ سو تنکہ جو اُنکے باپ کی تنخواہ تھی وہ اُن کو بھی دیتا تھا۔ اسپ و جامہ و انعام خاصہ عنایت کرتا تھا۔ جب بادشاہ ہوگیا تو امیر خسرو کو اپنا مقرب بنایا۔ مصحف داری کا عہدہ دیا اور جو ملوک کبار کا جامہ تھا وہ مرحمت کیا دوسرا اصاحب کمال ملک سعد الدین منطقی تھا اُسکو قلندری جامہ سے نکال کر امیر کبیر بنا دیا تھا۔ حُسن خلق و صاف دلی کی بات تھی کہ وہ اپنی مجالس شراب میں اہل مجلس سے مصاحبانہ بے تکلف اختلاط کرتا اور نسبت مساوات مرعی رکھتا اور اسکی مجلس شراب کے حریف ملک تاج الدین کوچی و ملک فخر الدین کوچی و ملک اعز الدین غوری و ملک قرابیگ نعیق مقتول و ملک نصرت صباح و ملک احمد حبیب و ملک کمال الدین ابو المعانی و ملک نصیر الدین کہرامی و ملک سعد الدین منطقی تھے کہ انمیں سے ہر ایک لطف طبع حسن اختلاط و شجاعت و مردانگی میں اپنے زمانہ میں عدیل و نظیر نہیں رکھتا تھا۔ تاج الدین عراقی و امیر خسرو و خواجہ حسن و جاجرمی و موئد دیوانہ و امیر ارسلان کلامی و اختیار الدین باغ و تاج خطیب سلک ندما میں منتظم تھے اور ہر ایک علم اشعار و تاریخ دانی میں ممتاز تھا۔ شاہ کی مجلس ہمیشہ غزل سرایان جان نواز مثل امیر خاں و حمید راجہ و ساقیان دلربا مثل پسران ہیبت خاں و نظام خرلیطہ و مطربان بے بدل مثل محمد سہ جنگی و فتوحات و نصیر جان سے ہر روز آراستہ ہوتی تھی حضرت امیر خسرو ہر روز مجلس میں تازہ غزلیں کہہ کر لاتے اور انعام سے بہرہ مند ہوتے۔ سلطان بے تکلف شطرنج و گنجفہ اہل مجلس سے کھیلتا تھا۔

سید مولہ کا قتل

اس بادشاہ کے عہد میں سید مولہ کے قتل کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہی وہ سلطان جلال الدین کے رحم و رافت کے بھی خلاف ہی۔ اُس سے اہل ایشیا کا بھولا پن بھی ایسے زمانہ میں کہ مُسلمان توہمات باطلہ میں مبتلا نہیں ہوئے تھے ظاہر ہوتا ہی۔ سید مولہ ایک فقیر جہاندیدہ و گرم و سرد روزگار چشیدہ جرجان سے مغرب کیطرف گیا اور اہل دل کی صحبت میں مدتوں رہا اور اُنکا منظور نظر ہوا پھر جرجان میں آیا اور یہاں کچھ دنوں ٹھہر کر شیخ فرید الدین شکر گنج کی زیارت کے لئے ہندوستان میں آیا اجودھن میں اُنسے ملاقات ہوئی کچھ دنوں اُنکی صحبت سے فیض یاب ہوا۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن کے عہد میں اُسکو دہلی کی سیر

کی ہوس ہوئی۔ اور حضرت شیخ سے رخصت لیکر دہلی کو روانہ ہوا۔ جب اُس نے دہلی آنیکا قصد کیا ہے تو ایک روز حضرت شیخ نے اُس سے کہا کہ اب تم دہلی جاتے ہو اور خلق کی آمد و رفت کا دروازہ وہاں کھولنا اور ہر طرف کے مسافروں کے لئے اپنا دسترخوان بچھانا چاہتے ہو۔ اس باب میں تم سے کچھ کہتا نہیں مگر اس میں اپنے لئے صلاح وصواب تم خود دیکھ لو مگر ایک نصیحت کرتا ہوں اُس کو یاد رکھو کہ وہاں امرا و ملوک سے اختلاط نہ کرنا اور اُنکی آمد و شد میں اپنی ہلاکت جاننا۔ ملوک و امرا کے ساتھ فقرا کا اختلاط کرنا جان کے خطرہ سے خالی نہوتا۔ سید مولہ دہلی میں آنکر متوطن ہوئے۔ عظیم الشان خانقاہ بنائی۔ فقرا اور مسافر و مجاور جتنے خانقاہ میں آتے دونوں وقت سید مول کے دسترخوان پر پُر تکلف کھانا کھاتے۔ یہ کھانے کا تکلف اوروں کے ساتھ تھا وہ خود چانول کی روٹی کھاتا۔ ایک چادر اوڑھتا۔ کوئی لونڈی غلام و خدمتگار پاس نہ رکھتا۔ جامع مسجد میں جمعہ کو نماز پڑھنے نہ جاتا لیکن گھر میں تنہا نماز کبھی قضا نہ کرتا۔ اگرچہ جماعت کی نماز کی شرائط کو جو بزرگان دین نے مقرر کیں بجا نہ لاتا لیکن عبادت میں ریاضت بہت کرتا۔ اور کسی ہوائے نفسانی کے پاس نہ جاتا۔ کسی آدمی سے کچھ نہ لیتا۔ نہ کوئی اور آمدنی کا صیغہ لظاہر رکھتا۔ مگر خرچ اسقدر رکھتا کہ آدمی حیرت زدہ ہو کر کہتے تھے کہ وہ کیمیا بناتا ہے یا سنگ پارس رکھتا ہے۔ اُسکے دسترخوان پر وہ دو وقتہ طرح طرح کے کھانے چُنے جاتے تھے۔ کہ بادشاہوں کو بھی میسّر نہ ہوتے۔ ہزار ہندوستانی من میدہ اور پانچ سو من گوشت دو تین سو من شکر تری و سود و سو من نبات اور کئی من گھی اُسکے ہاں مطبخ میں پکتا اور خانقاہ میں خرچ ہو جاتا۔ اُسکا قاعدہ یہ تھا کہ وہ جب کسی شخص کو کوئی چیز عطا کرتا یا کوئی چیز مول لیتا تو وہ دونوں سے یہ کہتا کہ اُس پتھر یا اینٹ یا بوریہ کے نیچے جاؤ اور اتنا روپیہ اشرفی لیلو۔ جب لینے والے اُس کو اُٹھاتے تو اُتنے ہی روپے اشرفی جتنے وہ کہتا وہاں پاتے اور یہ اُنکو معلوم ہوتا کہ وہ ابھی ٹکسال سے ڈھلے ہوئے تازہ بتازہ نو بہ نو آئے ہیں سلطان بلبن کے عہد میں ملک کا انتظام تھا اس میں تو اُنکا دربار اور خرچ بسیار اس حد کو نہیں پہونچا جو سلطان کے قباد کے عہد میں ہوا۔ اس بادشاہ کا عہد میں الا دہند تھا۔ سید مول خاطر خواہ خرچ کرنے لگا۔ اور اُسکے پاس آمد و شد ہونے لگی پھر عہد جلالی آیا تو اور بھی امرا کی آمد و رفت اس پاس زیادہ ہوئی سلطان جلال الدین کا بڑا بیٹا خانخاناں اُسکا معتقد ہوا اور وہ اخلاص پیدا کیا کہ سید نے اُس کو اپنا مُنہ مولا بیٹا بنایا۔ سوائے

اسکے ملک الامراملک فخرالدین کوتوال جسکا بارہا ذکر کیا گیا ہے اس عہد میں مرگیا تھا۔ اور بارہ ہزار آدمی جو ہر روز ہزار قرآن کا ختم اُسکے ہاں پڑھا کرتے تھے۔ اور کئی ہزار سپاہی کہ اُسکے نوکر تھے سب بیکار اور پریشان حال ہوگئے تھے۔ اور اور امراء بلبن جو پہلے لکھپتی تھے اب روٹیوں کو محتاج تھے وہ سب سید مولہ کی خانقاہ میں پڑے رہتے تھے اور عیش وعشرت سے گذرانتے تھے۔ لوگ اس دربارداری کو بہتر جانتے تھے مگر وہاں اور ہی گل کھلا کہ قاضی جلال الدین کاشانی جیسے بڑے قاضی تھے ایسی بڑے فتنہ انگیز تھے وہ سید مولہ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی چرب زبانی سے کہ سحر ثانی تھی سید مولہ کے دل میں ایسی جگہہ کی کہ وہ اُسکو اپنا سچا دوست اور خیر خواہ جاننے لگا۔ قاضی صاحب نے اتحاد و خصوصیت کی نوبت یہانتک پہنچائی کہ تین تین چار چار روز تک خانقاہ میں رہتے اور سید کو سلطنت ترغیب دیتے اور کہتے کہ قادر علی الاطلاق نے اس قدر قدرت جناب کو محض اسلئے کرامت کی ہے کہ ظالموں کے ہاتھ سے بادشاہی نکال کر خود اس عہدہ جلیل کے کفیل ہو اور شریعت رسول اللہ کی پیروی کرکے خلق کو عدل وداد کے عہد میں امن وامان دو۔ اگر اسمیں آپ کاہلی کرینگے تو کل قیامت کے دن خدا کو کیا مُنہ دکھائینگے۔ ہر بشر کو بشریت لازم ہے یہ سادہ سید اُن کے فریب میں آگیا اور اپنی بادشاہی کی مقدمات کی تمہید کرنے لگا۔ ہر مرید کو پوشیدہ خطاب دیئے۔ کوتوال برنجتن وہتیا پائک اُسکے متکفل ہوئے کہ روز جمعہ کو بوقت سواری سلطان جلال الدین کے پاس فدائیوں کی طرح پہنچکر اُسکا کام تمام کرینگے اور دس ہزار آدمیوں نے سید سے مخفی بیعت کی تھی کہ وہ اس وقت ظاہر ہوگی کہ سید کو بادشاہ بنائینگے اور سلطان ناصر الدین کی بیٹی سے اُسکا نکاح پڑھوائیں گے۔ قاضی جلال کو اقطاع ملتان ملے گی اور بلبنی خانزادوں اور ملک زادوں کو حسب حیثیت اُنکے جاگیریں اور جاہ ومنصب ملیں گے۔ ایک شخص جو اس مشورہ میں شریک تھا وہ اتفاقاً ناراض ہوگیا اور اُس نے سلطان کے کانوں تک اس فتنہ انگیزی کا کل حال پہونچا دیا سلطان بھیس بدل کر اُسے دیکھنے گیا تو جو حال سُنا تھا اُس سے بھی زیادہ پایا تو سلطان نے سید مولہ اور اُسکی بادشاہی کے لئے جو متہم تھے سب کو بلوایا اُنسے صورت حال کا ہرچند استفسار کیا سب نے بالاتفاق یک زبان ہوکر کانوں پر ہاتھ دہرے کہ ہمکو کچھ اسکی خبر نہیں۔ اس زمانہ میں یہ رسم نہ تھی کہ منکر سے لات گھونسے اور لکڑی سے اقرار کرائیں گو خلق پر اور بادشاہ پر اُنکی سازش روشن ہوگئی لیکن ان کا انکار حد سے گذرا اور مدعی اثبات سے

عاجز ہوا تو بادشاہ نے فرمایا کہ بہار پور میں آگ روشن کیجائے کہ جس کے شعلے بہت اونچے اُٹھیں اور ملوک وخانان وعلماء مشائخ کو بُلایا اور خود ایک کوشک خاص نصب کرا کے بیٹھا۔ تماشائیوں کا انبوہ ہوگیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس دہکتی آگ میں سید صاحب مع اپنے رفقا کے کود کر نکلیں اگر سچے ہوں گے تو آگ سے نہ جلیں گے اور جھوٹے ہونگے تو جل بھُنکر خاک ہونگے یوں جھوٹ سچ معلوم ہوجائیگا جس وقت ان ملزموں نے کلمہ شہادت پڑھکر آگ میں گرنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ کو رحم آیا۔ علماء حاضرین سے استفسار کیا ان دین داروں نے کہا کہ اسلام میں درب جائز نہیں۔ آگ کا کام جلانا ہے جھوٹ سچ بتلانا نہیں وہ سوکھی گیلی دونوں کو جلاتی ہے۔ جھوٹے سچے اسکے اندر دونوں برابر ہیں۔ اور جو شخص اُن کی فتنہ پردازی بیان کرتا ہی وہ ایک شخص ہی۔ شرع میں ایک شخص کی گواہی ایسے جرم میں مسموع نہیں۔ اسپر بادشاہ نے درب کو موقوف کیا۔ قاضی جلال کو تو بداؤں کا قاضی بنا کر وہاں بھیجا اور خان زادوں اور ملک زادوں کو اور اطراف میں جلاوطن کیا اور کوتوال برنجتن اور ہتیا پائک کو سیاست کے لئے قتل کرایا اور اپنے کوشک میں آیا اور سید مولہ کو دست بستہ نیچے کھڑا کیا اور خود اُس سے مباحثہ شروع کیا۔ اس مجمع میں شیخ ابوبکر طوسی حیدری بھی حیدری درویشوں کی جماعت کو لئے ہوئے موجود تھا بادشاہ نے اُنکی طرف مُنہ کرکے کہا کہ اے درویشو تم دیکھو کہ اس شخص نے مجھ پر کیا ظلم کیا تم ہی انصاف کرو یہ سُنکر بحری ایک بے باک قلندر تھا اور بادشاہ کے احسانوں میں غرق تھا اسلئے اس نے یہ اپنا حق ادا کیا کہ اُسترا لیکر سید مولہ کو زخمی کرنا شروع کیا جس سے اُسکو ایسی اذیت پہنچی کہ وہ چلا اُٹھا کہ تم مجھے جلد ایک دفعہ مار ڈالو مجھے اپنے مرنے کا غم نہیں بلکہ خوشی ہی مگر یاد رکھو کہ درویشوں کو آزار دینا شوم و نامبارک ہوتا ہی۔ عنقریب تم اسکی مکافات دیکھوگے۔ بادشاہ قتل کے صاف حکم دینے میں متردد تھا کہ اُسکے بیٹے ارکلی خاں نے فیلبان کو اشارہ کیا وہ پیل مست کو پیل کر سید پر لیگیا اور اُسکا کام تمام کیا۔ یہ سید مولہ کا خون کیا گرا سلطان جلال الدین ہی اپنے اوج اقبال سے گرا۔ اسی سال میں ۶۹۰ھ میں دہلی میں ایسا کال پڑا کہ اناج ایک چیتل سیر بکا۔ سوالک میں بڑی گرانی ہوئی۔ وہاں کے ہندو مع کنبے کے بیس بیس تیس تیس کوس سے آتے اور بھوک کی سختی سے جمنا میں ڈوب ڈوب کر مرجاتے بادشاہ

اور امرا نے حتی الوسع اس مصیبت کے رفع کرنے میں کوشش کی۔ اسی سال میں بادشاہ کا بڑا بیٹا اختیار الدین خانخاناں بیمار ہو کر مر گیا۔ اس شاہزادہ کی پیشانی پر بادشاہی اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ کہتے ہیں کہ سید مولہ کے مرنے پر ایک ایسی کالی گھٹا اُٹھی کہ دنکی رات ہو گئی۔ عوام الناس کا یہ یقین تھا کہ ایک درویش کے مارے جانے سے تھوڑے عرصہ میں یہ ساری شامتیں آئیں اور منتقم حقیقی نے اسکا خوب انتقام لیا۔ یہ سادہ لوحی کی باتیں ہیں کہ ان سب باتوں کو سید مولہ کے قتل سے منسوب کریں جو عادات الٰہی سے واقف ہیں وہ کب کسی خون ناحق کے ساتھ ایسی باتونکو لازمی سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے سید مولہ یہ رباعی پڑھا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا ؎

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند لاغر صفتان زشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز مردار بود ہر چہ او را نکشند

سلطان کی لشکرکشی رنتھنبور پر

سیّد مولہ کے قتل کے بعد ہی مالوہ میں بڑی بغاوت ہوئی ۶۹۱ھ ۱۲۹۲ء میں سلطان جلال الدین نے رنتھنبور پر لشکرکشی کی۔ ان دنوں میں بڑا بیٹا مر چکا تھا اسلئے منجھلے بیٹے ارکلی خاں کو کیلوگڑھی میں اپنی جگہہ اپنا نائب مقرر کیا اور خود مالوہ کو روانہ ہوا۔ جاتے ہی جھاین (اجین) کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے بتخانوں کو خراب کیا۔ اور بتوں کو توڑا و جلایا۔ اور جھاین اور مالوہ کو خوب تاخت و تاراج کیا اور بہت سی غنیمت حاصل کی۔ پھر لشکر کو آرام دیا۔ رنتھنبور کا راجہ مع اپنی راتوں و مقدموں و اہل و عیال کے قلعہ میں چلا گیا۔ سلطان نے چاہا کہ اس قلعہ کو فتح کرے منجنیق لگائے اور ساباط اور گرگج بنائے۔ اس حصار کی تسخیر کے سامان ہو رہے تھے کہ سلطان جھاین سے آیا اور حصار کو دیکھا اور بہت فکر کی اور پھر دوسرے روز جھاین چلا آیا۔ اور ارکان دولت و سران لشکر کو طلب کر کے فرمایا کہ اس حصار کے محاصرہ کرنیکا ارادہ کیا اور ایک اور لشکر کے بلانیکا مگر جب میں نے اُس کو دیکھا اور فکر درست سے سوچا تو معلوم ہوا کہ یہ حصار جب تک ہاتھ میں نہیں آئیگا کہ کئی ہزار مسلمان کی جانیں نہ جائیں اسلئے میں نے اس کی تسخیر کا ارادہ ترک کیا ؎

بمردی کہ ملک سراسر زمیں ؛ نیرزد کہ خونے چکد بر زمیں

سلطان کوچ بکوچ اپنے دار الملک کو آیا۔ جب امرار ملوک سے اپنے واپس چلے آنے میں اپنی دانائی کو ظاہر کیا تو احمد چپ نے عرض کی کہ جہانگیر کسی مہم کا عزم کرتے ہیں تو جب تک وہ پوری نہ ہو کوئی اندیشہ اُسکا مانع نہیں ہوتا کہ وہ اُسکو ادھورا چھوڑیں۔ حضور جو اس حصار کو بغیر فتح کیے چھوڑ آئے ہیں تو وہاں کے راجہ کو زیادہ سرکشی کا حوصلہ ہوگا اور اور ہوسیں اُسکے دل میں پیدا ہونگیں اور بادشاہ کی ملک گیری کا رعب لوگوں کے دلوں میں کم ہوگا۔ یہ سنکر سلطان نے جواب دیا کہ اے میرے احمد میں بھی جانتا ہوں کہ بادشاہ جہانگیر اس واسطے کہ اُنکا مقصد دلی بر آئے اور اُنکی ملک گیری کی شہرت ہو اور ملکوں میں اُنکا سکّہ اور حکم جاری ہو۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے مرنیکا ذرا غم نہیں کرتے اقالیم اور دشت میں چلے جاتے ہیں اور ملک گیری کی دُھن میں آدمیوں کے ہلاک ہونیکا ذرا خیال نہیں کرتے اور اپنے عزم مہم کے پورا کرنے میں آدمیوں پر خواہ کیسی ہی سختی پیش آئے اور ایک خلق اسمیں ابتر اور آوارہ ہو کچھ پروا نہیں کرتے اور مدّتوں اپنی مہم کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور آدمیوں کی ہلاکت اُنکے عزم کے مانع نہیں ہوتی۔ میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں اور روز تاریخ میں پڑھتا ہوں۔ تجھکو میں اپنے فرزند کی برابر جانتا ہوں اور تو اپنی رائے زنی اسطرح کرتا ہے کہ مجھے نادان جانتا ہی۔ مگر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ مسلمانی اور خدا اور رسول کا فرمانا کچھ اور ہے اور فرعونی اور جباری کچھ اور ہی میں پیغمبرونکے کہنے پر چلتا ہوں۔ تو مجھے فرعون کی راہ چلنے کیلئے بتاتا ہی پیغمبروں کا ارشاد ہی کہ قیامت قائم ہوگی اور نیک و بد کام جو دنیا میں کیے ہیں خدا تعالیٰ کے سامنے اُن کا جواب دینا پڑیگا۔ اور جو جباروں و قہاروں نے دنیا ناپائدار کی چند روزہ آبرو کیلیے کیا ہی اور اُسپر مغرور ہوئے ہیں وہ عذاب دوزخ میں گرفتار ہونگے۔ ایسے بادشاہوں کے اقتدا سے اگر رعیت اور خلق میں اس ورعب پیدا کیا تو میں مسلمانی سے ایسا جدا نکلجاؤنگا جیسا کہ صابن سے تار۔ میں مسلمانی کی باتیں کرتا ہوں اور مسلمانی ہی ڈھونڈھتا ہوں تو بادشاہونکے قول و فعل کے دلائل لاتا ہے اور اُنکے موافق مجھ میں عیب بتاتا ہی۔ تو ابھی لڑکا میرے بیٹے کی برابر ہی بادشاہی کی باتوں کو تو کیا جانتا ہے جو میں جانتا ہوں یہ سنکر احمد چپ نے عرض کی کہ ؂ کر ہمائے تو مارا گر دگستاخ ؂ اس دفعہ قلعہ رنتھنبور کو بغیر فتح کیے جو حضور چھوڑ آئے ہیں میرے نزدیک اُس سے بادشاہی کے رُعب میں خلل پڑے گا اس سے میرا دل جلتا ہے اور میرے دل میں جو آتا ہی وہ میں عرض کرتا ہوں۔ خداوند عالم میرے صوابدید کو ان بادشاہونکے

قول و فعل پر عمل کرتے ہیں جنھوں نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔ خداوند عالم سلطان محمود و سلطان سنجر کی رسم رسوم و طور طریق پر کیوں نہیں چلتے۔ یہ بادشاہ دین محمدی کے پناہ تھے۔ اُنکے عزم و ملک گیری کی پیروی کیجے۔ احمد چپ کی یہ بات سنکر سلطان ہنسا اور کہا کہ ابھی تو نوجوان دولت سے مست ہو رہا ہی اے لڑکے سلطان محمود و سلطان سنجر کے سلاح دار ور کابدار ہم سے صدہا درجے بہتر تھے اور شرف رکھتے تھے۔ ہمکو یہ بادشاہی چند روزہ عاریت مشکل سے ملی ہی۔ تیرا دماغ چل گیا ہے کہ تو جو کہتا ہی کہ ان دین پرور دیں پناہ جہاں بانوں اور جہانگیروں کی اقتدا کریں۔ کہاں یہ کہاں ہم چہ نسبت خاک را با عالم پاک * میں نے تجھ سے بارہا کہا ہی کہ مجھے اس بڑھاپے میں مناسب نہیں ہے کہ افعال فرعونی کروں کہ لاکھوں مسلمانوں کے زن و فرزند کو بیوہ و یتیم بناؤں۔ احمد چپ یہ سنکر بادشاہ کے پاؤں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضور کا ارشاد درست ہی۔

مغلوں کا حملہ

سنہ ۶۹۱ یا ۶۹۲ میں عبداللہ نبیرہ ہلاکو خاں نے دس پندرہ تمن مغلوں کے ساتھ لیکر ہندوستان کا قصد کیا (تمن میں دس ہزار سوار ہوتے ہیں) سلطان جلال الدین نے بھی لشکر اسلام جمع کیا۔ بڑی شان و شوکت کیساتھ لشکر لیکر دار الملک سے باہر آیا۔ جب وہ بررام پر پہنچے تو سامنے مغلوں کا لشکر نظر آیا یہاں لشکر اسلام و لشکر مغل کے درمیان صرف دریا حائل تھا۔ چند روز تک دونوں لشکر ونکے قراولوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں جنمیں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ پھر مسلمانوں کے لشکر کے مقدمہ نے دریا کو عبور کیا اور مغلوں پر حملہ کیا۔ دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی اور بہت سے مغل مارے گئے اور ایک دو امیر ہزارہ یعنے جو ہزار سوار کے سردار تھے اور دو امیر صدہ یعنے جو سو سوار کے سردار تھے گرفتار ہوئے۔ اُس کے بعد اہل صلاح کی ایک جماعت نے درمیان میں پڑکر مقدمات صلح کو مرتب کیا۔ سلطان اور عبداللہ نبیرہ ہلاکو خاں میں ملاقات ہوئی سلطان نے اُسکو بیٹا بنایا اس نے سلطان کو باپ بنایا۔ لڑائی موقوف ہوئی طرفین سے تحفے تحائف بھیجے گئے۔ دونوں لشکروں میں آپسمیں خرید و فروخت ہونے لگی مغلوں کے لشکر کو لیکر عبداللہ واپس چلا گیا اور الغو خاں نبیرہ چنگیز خاں کئی امرا ہزارہ اور امرا صدہ مغل نے ساتھ سلطان پاس

چلا آیا یہ سارے مغل کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ سلطان نے الغو کو اپنی دامادی سے مشرف کیا۔ الغو کیساتھ جو مغل آئے تھے وہ اپنے جورو بچوں کو دہلی میں لائے اور سلطان نے اُنکے مواجب مقرر کیے اور کیلو کڑھی اور غیاث پور و اندرپت و تلوکہ میں انھوں نے اپنے گھر بنائے وہ خود نو مسلم اور جن محلوں میں وہ آباد ہوئے اُنکے نام مغل پورے مشہور ہوئے۔ سلطان نے ایک دو سال تک اُنکو مواجب دئے۔ بعض کو یہاں کی آب و ہوا اور حوالی شہر کی سکونت موافق نہیں ہوئی وہ اپنی ولایت کو بیوی بچوں کو ساتھ لیکر چلے گئے اور بعض یہیں بس کر رہ گئے اُن کو دیہات دئے گئے۔ مواجب اُنکے مقرر ہوئے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل جل گئے اُنسے ناطے رشتے قرابتیں کرلیں۔

علاء الدین کی مہمات بھیلسہ وغیرہ

اسی سال کے آخر میں سلطان مندور میں گیا اور اُسکے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کر کے بہت سی غنائم کے ساتھ مراجعت کی اور دوسری دفعہ پھر جھائن پر لشکر کشی کی اور اس دفعہ بھی اُس کو تاخت و تاراج کر کے بازگشت کی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔

بادشاہ میں جو ضعیفی اور پیری کا عیب پیدا ہو گیا تھا اُسکی مکافات بھتیجے و داماد علاء الدین کی نوجوانی شجاعت و لیاقت نے کردی وہ بڑا ہونہار اور لائق تھا۔ سلطان خلجی کے سے اسکے خیالات نہ تھے کہ جس سے سلطنت کے کام ناتمام پڑے رہیں۔ وہ اسوقت کڑہ میں بادشاہ کی طرف سے جاگیردار تھا۔ اُس نے سلطان جلال الدین سے جب وہ مندور میں تھا فرمان طلب کیا کہ بھیلسہ میں جاکر اُسکی حدود کو تاخت و تاراج کرے۔ جب یہ فرمان آگیا تو اُس نے کڑہ سے بھیلسہ پر لشکر کشی کی۔ اُسکو بہت سی غنیمت ہاتھ لگی اور بت رویں کہ اس دریا کے ہندوؤں کا معبود تھا اُسکو چھکڑوں میں لدوا کر اور طرح طرح کی بہت سی غنایم لیکر دہلی میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ بت تو بداؤں کے دروازہ پر ڈالا گیا کہ پئے سپر خلائق ہوا۔ سلطان جلال الدین نے ان غنائم کے لینے سے علاء الدین پر کہ بھتیجا اور داماد اور پروردہ اسکا تھا بہت نوازش کی اور عرض ممالک مقرر کیا اور اقطاع کڑہ پر اقطاع اودھ کا اضافہ کیا۔ جب علاء الدین بھیلسہ میں گیا تھا تو وہاں اُس نے یہ خبر سُنی تھی کہ دیوگیر یا دیوگڑھ دولت و ہاتھیوں سے مالا مال ہے اُس نے وہاں اُسکے جانیکی راہ پوچھی اور یہ ارادہ کیا کہ کڑہ میں جاکر سوار و پیادو

زیادہ نوکر رکھے اور سلطان جلال الدین کو خبر نہ کرے اور دیوگڑھ کی طرف لشکر لیکر چلے۔ جب دہلی میں سلطان کو اپنے اوپر بہت مہربان اور باشفقت پایا اور دیکھا کہ اقطاع کڑہ اور اقطاع اودھ کا مطالبہ بھی نہیں ہی تو اُس نے سلطان سے عرض کی کہ چندیری اور اُسکے گردولاتیں لشکر دہلی سے بالکل بیخبر وآسودہ ہیں اگر حکم ہو تو میں اپنے اقطاعات کی فاضلات سے نئے سوار اور پیادے نوکر رکھلوں اور اُن کو چندیری لیجاؤں اور وہاں کے راجاؤں سے غنائم بے اندازہ لاؤں اور غنائم اور اقطاعات کی فاضلات ایک ہی دفعہ سلطان کے خزانہ عامرہ میں داخل کروں سلطان جلال الدین نے اپنی صفائی دل اور اپنے حسن ظن سے بالکل اس درخواست کی تہ کو نہ پایا کہ علاء الدین اپنی ساس ملکہ جہاں کے جفاؤں سے اور اپنی بیوی سے ایسا آزردہ ہی کہ وہ کسی اقلیم دوردست میں جاکر رہنا چاہتا ہی اور یہاں پھر آنا نہیں چاہتا سلطان نے ان پیادوں اور سواروں کے بڑھانیکی اجازت اور دونوں اقطاع کے فاضلات کے ادا کرنے کے لئے مُہلت دیدی اور غنائم کی طمع کے سبب سے اُسکو کڑہ جانے کی اجازت دیدی ۔ ۶۹۳ھ میں علاء الدین یوں اپنے مقاصد کو حاصل کرکے کڑہ میں آیا۔

علاء الدین کی مہم۔ دکن پر

علاء الدین نے دیکھا کہ چچا بوڑھا ہی اپنے اختیار میں نہیں۔ ملکہ جہاں اُسکی مختار ہی۔ جو وہ چاہتی ہی سو کرتی ہی۔ مجھسے پرخاش کرتی ہی اور بیوی بھی اُسکو ہمیشہ آزردہ رکھتی ہی۔ سلطان کی حشمت و عظمت کے سبب سے میں بیوی کی شکایت کچھ نہیں کرسکتا۔ اور کسی اور سے بھی فضیحت و رسوائی کے خوف سے یہ درد اپنا بیان نہیں کرسکتا۔ مثل مشہور ہے کہ اپنی ٹانگیں کھولئے آپ ہی لاجوں مریئے۔ اس رنجش کے سبب سے کڑہ میں آنکر تین چار ہزار سواروں اور دو ہزار پایکوں کو مال بہت کچھ دیا اور اُنکو مستعد کیا اور کڑہ سے دیوگیر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مگر یہ ارادہ زبان سے ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ ظاہر میں یہ کہا کہ میں چندیری کو تاخت وتاراج کرنے جاتا ہوں۔ کڑہ میں اپنا نائب علاء الملک مقرر کیا سلطان جلال الدین کو اسکی خبر کچھ نہ تھی۔ واہی تباہی خبریں سُنکر سلطان اپنی تشفی کرلیتا تھا۔ علاء الملک کی متواتر عرضداشتیں اس پاس پہنچتی تھیں کہ علاء الدین متمردوں کے سزا دینے میں مصروف ہی آجکل میں حضور کو عرضداشت بھیجے گا۔ علاء الدین کی طرف سے سلطان ایسا صاف تھا کہ کبھی اُسپر بدگمان نہ ہوا۔

مگر اور بزرگ دانشمندوں کو علاء الدین کی غیبت پر یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ ساس اور بیوی سے ناراض ورنجیدہ ہوگیا۔ کسی بلاد دوردست کو چلا گیا ہی۔ کڑہ مانک پور اور برار کے درمیان جو جنگل ہیں اُسنے اُن کو طی کیا جو راجہ سر راہ اُس سے دوچار ہوئے اُنسے کچھ نہ بولا۔ دو مہینے بعد ایلچ پور میں پہنچا۔ وہاں سے گھٹی لاجورہ میں آیا بطور یلغار کے دو دو تین تین دن کے سفر کو ایکدن طی کرتا ہوا دیوگیر میں پہنچا۔ رام دیو اسکا راجہ تھا مسلمان اسی کو سارے دکن کا راجہ سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ مہاراشٹر یعنے مرہٹوں کے ملک کا راجہ تھا۔ اکثر راجپوت راجہ ہمت ہارے اور دھیمے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر اچانک دھاوا کرنیکو بڑی بات سمجھتے ہیں جب مسلمان ہندو راجاؤں پر اچانک جا پڑتے تھے تو اُنکو جنگ و جدال کیلئے آمادہ نہیں پاتے تھے راجہ رام دیو کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ علاء الدین یوں دفعۃً دولت گڈھ پر آن چڑھے گا۔ جب علاء الدین لاجورہ میں پہونچا ہی تو رام دیو کا لشکر اُسکے بیٹے کے ساتھ کہیں دُور گیا ہوا تھا۔ جب علاء الدین شہر کے قریب پہنچا تو رام دیو نے دو تین ہزار آدمی جمع کر کے اُس سے لڑنے کو بھیجے۔ دیوگڈھ سے دو کوس کے فاصلہ پر ملک علاء الدین کے لشکر کے قراولوں سے وہ لڑے۔ مگر دکنیوں نے کبھی مسلمانوں کو دیکھا نہ تھا۔ اُنکی ضرب شمشیر اور تیر سینہ شگاف سے واقف نہ تھے اُن کے حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ نوک دم دیوگڈھ کو بھاگے۔ سپاہ اسلام کے تعاقب سے رام دیو سراسیمہ وحیران ہوا اور قلعہ دیوگڈھ میں کہ نہ جسکی خندق تھی نہ کوئی اور استحکام تھا جا کر پناہ گیر ہوا۔ دو تین ہزار گونیں نمک سے بھری ہوئی تھیں اُن کو تجار کوکن کی طرف سے لائے تھے۔ اسی روز خوف کے مارے قلعہ و شہر کے پاس چھوڑ کر بھاگ گئے تھے راجہ کے متعلقین گونوں کو غلہ سے بھرا ہوا سمجھ کر قلعہ میں لے گئے۔ ملک علاء الدین نے اکابر و تجار و رعیت کو گریز کی فرصت نہ دی۔ شہر دیوگڈھ میں آگیا اور وہاں کے مہاجنوں اور برہمنوں اور بزرگوں کو پکڑ کر خوب لوٹا۔ چالیس زنجیر فیل اور رام دیو کے خاصہ طویلے کے ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔ علاء الدین نے یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ فلاں راہ سے بیس ہزار مسلمانوں کا لشکر آتا ہے۔ اس شہر کو جو صدہا برس سے بیگانوں کے حملہ سے نا آشنا تھا خوب لوٹ کر قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ رام دیو نے اس خبر کو کہ پیچھے مسلمانوں کا لشکر جرّار آتا ہی ہے صحیح جانا اور سمجھا کہ مسلمانوں نے یہ حملہ سوچ سمجھ ہی کر کیا ہوگا ضرور اُن کی فوج پیچھے ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس فوج کے آنے تک علاء الدین سے صلح کر لیجیے اس لئے اپنے چند

معتبر دولت خواہ برہمن علاء الدین پاس بھیجے اور یہ پیغام کہلا بھیجا کہ تمہارا یہاں آنا مصلحت و دُور اندیشی سے خالی تھا۔ شہر پر جو تم مسلط ہو گئے اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لشکر سے خالی تھا جو تم نے چاہا اُس کا حال کیا۔ مگر اُس پر تم کو غرور کرنا نہیں چاہیئے۔ عنقریب یہاں کے اطراف کے بڑے بڑے راجہ جو بہت سے ہیں وہ آئیں گے۔ اور تم میں سے ایک کو زندہ سلامت نہیں جانے دینگے اور اگر زندہ نکل بھی جاؤ گے تو راجہ مالوہ کہ جس پاس چالیس ہزار سوار اور پیادے ہیں اور راجہ خاندیس اور گوندواڑہ کہ بہت سے سوار و پیادے رکھتے ہیں وہ تمہاری سدّ راہ ہونگے اور قید حیات میں کسی کو نہ چھوڑینگے۔ بہتر یہی ہے کہ پہلے اس سے کہ اطراف کے راجاؤں کو خبر ہو مہاجنوں اور رعایا کو تمہارے قید میں ہیں لعل بہا لیکر چھوڑ دو۔ ملک علاء الدین نے دور بینی اور احتیاط کے سبب سے صلح قبول کر لی اور پچاس من سونا اور کئی من موتی اور اقمشہ نفیسہ لیکر اقرار کیا کہ پندرھویں روز قیدیوں کو چھوڑ دونگا اور یہاں سے چلا جاؤنگا۔ جب اُس کی خبر رام دیو کے پسر بزرگ کو ہوئی تو وہ لشکر لیکر اس وقت کہ ملک علاء الدین کوچ کرنے کو تھا دیوگڈھ سے تین کوس پر آیا۔ رام دیو نے اپنے بیٹے کو کہلا بھجوایا کہ تقدیر و نصیبہ میں جو ہونا تھا وہ ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو کوئی آسیب و نقصان نہیں پہنچا۔ رعایا پر اگر جفا ہوئی ہے تو اُس کی تلافی اچھی طرح کر دیجائیگی۔ بہتر ہوگا کہ قتال و جدال نہ کرو یہ ترک (مسلمان) عجب لوگ ہیں ان سے ستیزہ آویز مصلحت نہیں ہے۔ مگر بیٹے نے دیکھا کہ دشمن کے لشکر سے میرے پاس دو چند لشکر ہے اور آس پاس کے راجہ میری کمک کو آتے ہیں۔ کارزار پر اصرار کیا اور علاء الدین کو پیغام دیا کہ اگر تمکو اپنی جان عزیز ہے اور اس مہلکہ سے سلامت نکلنا چاہتے ہو تو جو کچھ رعیت و شہر سے لیا ہے واپس دو اور اپنے دیس کی راہ لو۔ اسپر علاء الدین کو بہت غصہ آیا۔ اور پسر رام دیو کے ایلچیوں کا مُنہ کالا کر کے تمام لشکر میں پھرایا اور ملک نصرت کو ایک ہزار سوار دیکر قلعہ کا محاصرہ سپرد کیا اور آپ لشکر لیکر پسر رام دیو سے لڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ میدان جنگ سے مسلمانوں کے پیر اُکھڑ جاتے مگر اس وقت ملک نصرت نے بے حکم کے قلعہ کے محاصرہ کو چھوڑ دیا اور علاء الدین کے لشکر کی طرف دوڑا کہ دکینوں کی نظر جو ملک نصرت کے لشکر پر پڑی تو وہ یہ سمجھے کہ یہ وہی موعود بیس[2] ہزار سپاہ اسلام ہے۔ اس دہلکہ سے انکے دل چھوٹ گئے اور میدان معرکہ سے اُسی گھڑی بھاگ گئے ملک علاء الدین مظفر منصور ہو کر اُسی وقت بدستور

سابق قلعہ کے محاصرہ مین مشغول ہوا۔ اور شدت اور خشونت شروع کی مہاجنون اور برہمنون کی ایک جماعت
کو قتل کیا اور رام دیو کے عزیز و اقارب جو قید ہوے تھے اُنکے گلے مین طوق اور پاؤن مین زنجیرین ڈالکر
قلعہ کے سامنے کھڑا کیا۔ رام دیو نے صلاح و مشورہ کرکے گلبرگہ و تلنگانہ و مالوہ و خاندیس کے راجاؤن سے
استعانت چاہی مگر اس اثنا مین معلوم ہوا کہ قلعہ مین ذخیرہ غلہ مطلق نہین ہے گونین اور بورے جو قلعہ
مین لے گئے تھے اُن مین نمک بہرا ہوا ہی غلہ نہین ہی خلجیون کے لشکر کی سطوت و صلابت ایسی تہی کہ
دکن کا ایک آدمی بہی قلعہ مین نہین داخل ہو سکتا غلہ کے پہونچنے کا ذکر تو کیا ہی۔ رام دیو حیران پریشان
تہا اور غلہ اور آذوقہ کے نہ ہونیکو چہپاتا تہا۔ ملک علاء الدین سے رسل و رسایل شروع کی اور یہ عرض
کیا کہ خداوند پر ظاہر و روشن ہی کہ مجہہ دولت خواہ کو اس لڑائی مین کچہہ دخل نہ تہا میرا لڑکا جہل و
غرور جوانی مین آنکر آپ سے لڑا ہے اُس کے عوض مین آپ مجہے مواخذہ و معاتب فرمائین اور ایلچیون سے
مخفی یہ کہدیا کہ ذخیرہ قلعہ مین نہین ہے اگر دو تین دن یہی حال رہا کہ ملک علاء الدین یہان سے نہ ہٹا
تو تمام آدمی بہوکے مر جائینگے اور قلعہ اور ملک اسکے ہاتھ آجائیگا ایسی کوشش کرو کہ یہ بات کہلنے نہین لیکن
رام دیو کے اضطراب سے ملک علاء الدین سمجہہ گیا کہ سرمایہ معاش قلعہ مین مفقود ہے۔ صلح مین مضایقہ نہیانتک
کیا کہ ایلچیون نے بعد بہت سی منت سماجت کے ان شرائط پر صلح کرائی کہ چہہ سو من سونا اور ساتمن موتی
دو من جواہر لعل یاقوت الماس زمرد اور ایک ہزار من چاندی اور چار ہزار جامہ ابریشمی اور اجناس
جنکی تفصیل بہی مشکل ہے اور عقل بہی اُس کے یقین کرنے سے انکار کرتی ہی علاء الدین کے خزانہ مین
داخل کئے جائین اور ایلچ پور معہ توابع و مضافات خواہ علاء الدین اپنے متعلقین کے حوالہ کرے خواہ
راجہ پاس رہنے دے وہ اُسکے محاصل کو ہر سال کڑہ بہیجتا رہے ملک علاء الدین سب قیدیون کو
چہوڑ دے اور لشکر جو دہلی سے دکن کے لئے متعین ہوا ہے اُسے واپس کرے اور اس کے اور سلطان
جلال الدین کے درمیان ایسا واسطہ بنے کہ ہمیشہ راجہ اور اُسکے درمیان موافقت رہے علاء الدین نے
ان سب غنایم کو لیکر قیدیونکو رہائی دی اور پچیسوین دن محاصرہ سے مظفر و منصور ہوکر کڑہ کو روانہ ہوا
اُس کو جواہر و اموال و ہاتہی گھوڑے اتنے ہاتہہ لگے کہ ابتک کبہی شاہان دہلی کو وہ کبہی نصیب نہ ہوئے
تہے روشن ضمیر کہ کیفیت عالم پر اطلاع رکہتے ہین اور اولین و آخرین کی تاریخ پر مطلع ہین وہ جانتے
ہین کہ جہان مین لطائف غیبی ہزارون ہین منجملہ اُنکے علاء الدین کا یہ کام تہا کہ کڑہ مانک پور سے ہوگڈ

تک سات سو میل کا سفر اور پہر اس سفر کا بڑا حصہ بندہیاچل کے پہاڑون اور جنگلون مین جن سے کہ ہندوستان خاص اور دکن جدا ہوتا ہے پہر رستونکی تنگی ذخیرونکی کم یابی۔ پہاڑیونکی پیرافشانی مالوہ وخاندیس گونڈواری کے بڑے بڑے راجاؤنکے ملک کا برسرراہ ہونا۔ پہر اسقدر کم سپاہ دکن جیسے ملک وسیع پر حملہ۔ وہان یہ خداسازسامان کہ شہر لشکر سے خالی غلہ کے بورے جن مین دشمن غلہ سمجہین وہ نمک سے بہری نکلین پہر وہان سے یہ ملک ور دولت ہاتہہ لگی جو پہلے کسی بادشاہ دہلی کو نہ ملی ہو۔ پہر ایک ہی سال مین غنیمت سمیت اپنے ملک کو صحیح سالم آنا۔ ان سب کامون مین علاءالدین کی جو تائید غیبی ہوئی وہ کسی انسان کو کمتر میسر ہوتی ہے اس مہم سے علاءالدین کی جوانمردی اور مردانگی سب پر روشن ہوگئی۔ اس مہم مین اسکی نسبت یہ بات جو مشہور کر رکہی ہے کہ راہ مین اُسنے یہ مشہور کیا کہ مین چچا سے خفا ہوکر راجہ مندری کی نوکری کیواسطے جاتا ہون اور جس سے مسلمانون پر یہ انگریزی مورخ الزام لگاتے ہین کہ مسلمان ایسے اپنے ایمان مین سست ہوگئے تہے کہ لڑائیون کے لئے ایسے جہوٹے بہانے بناتے تہے بالکل پایۂ اعتبار سے ساقط ہے یہ واقعہ تاریخ فرشتہ مین طبقات ناصری کے حوالہ سے لکہا ہے اور طبقات ناصری کو معاصر اس مہم کا بنایا ہے۔ مگر طبقات ناصری کی تاریخ ۶۵۸ھ تک ختم ہوتی ہے اور یہ مہم ۶۹۳ھ مین ہوئی ہے علاءالدین کا معاصر کسی حساب سے مصنف طبقات نہین ہوسکتا دوسری بات البتہ مسلمانون کی تاریخ مین پہلی ہی دفعہ دیکہنے مین آئی ہے کہ سوداگرون اور مہاجنون کو تکلیفین پہونچائی گئین کہ وہ اپنی دولت کا پتہ بتائین مسلمان اُنکو وحشیانہ حرکت سمجہتے ہین اس مہم کے بیان مین ابن بطوطہ نے لکہا ہے کہ ایک جگہ علاءالدین کے گہوڑے نے ٹہوکر کہائی جس سے وہ گر پڑا اور وہان سے جہنکار کی بہی آواز آئی۔ اس جگہ کو کہودا تو وہان سے بہت دولت نکلی۔

سلطان جلال الدین کی وفات اور سلطان علاءالدین کا بادشاہ ہونا

۶۹۵ھ مین گوالیار کو سلطان لشکر سمیت شکار کہیلنے گیا یہان کچہہ دنون توقف کیا اور ایک عمارت عالی شان یہان بنائی اور یہ رباعی تصنیف کرکے اُسکے گنبد پر لکہوائی رباعی

مارا کہ قدم بر سر گردون ساید — از تودۂ سنگ و گل چہ قدر افزاید

این سنگ شکستہ زان نہادیم زدست باشد کہ شکستۂ درو آساید

لشکر سلطانی مین افواہاً سُنا گیا کہ ملک علاء الدین نے دیو گڈھ فتح کرلیا اور خزانہ اور ہاتھی گھوڑے اس قدر اسکو ہاتھ لگے ہین کہ کبھی کسی بادشاہ دہلی کو نصیب نہین ہوئے اور باوہ بڑی شان سے کڑہ مین آتا ہے۔ اس خبر کو سنکر بادشاہ خوشی کے مارے پہولا نہ سماتا تہا اُسکی فتح اور غنیمت کو اپنی رفعت اور دولت سمجھتا تہا جب یہ خبر متواتر آئی اور متحقق ہوئی تو سلطان جلال الدین نے خلوت مین اپنے معتمدین ملک احمد چپ اور ملک فخر الدین کوچک کو اور اور صاحب الرائے امرا کو جمع کرکے پوچھا کہ علاء الدین بہت دولت لیکر کڑہ کو چلا آتا ہے اب مین کیا کرون مین ٹھیرا رہون یا اُسکے استقبال کے لئے چلون یا دہلی کو واپس چلا جاؤن سب سے پہلے ملک احمد چپ کہ درست رائے اور استقامت فہم مین مشہور تہا بولا کہ پیل و مال تو سرکشی اور فتنہ کے سبب اکثر ہوتے ہین وہ جس کسی کو ہاتھ آتے ہین وہ ایسا مست و مغرور ہوتا ہے کہ دست از پائے خود نشناسد کڑہ کے سارے مفسد و متفتن جنہون نے ملک چھجو کو تباہ کیا تہا آس پاس جمع ہین حضور کے بغیر حکم کے اُس کو دیو گڈہ لے گئے۔ اور جانبازی کرکے انہون نے یہ دولت حاصل کی ہے پُرانے قدیمی بادشاہ کہہ گئے ہین کہ مال و فتنہ لازم ملزوم ہین۔ خدا معلوم کہ اس دولت کے ہاتھ آنے سے علاء الدین کے دل مین کیا فتنہ پردازی آئی ہوگی میرے نزدیک مصلحت یہ ہو کہ حضور جسقدر جلد ممکن ہو چندیری مین جو اُسکی اثناء راہ مین ہے خیمے ڈیرے ڈال دیجئے۔ اس مین بہت فائدہ ہین جب وہ سُنے گا کہ بادشاہ کا لشکر نزدیک ہے تو اسلئے کہ اُسکی فوج کوہ و دشت کی مصیبتین اور آفتین اُٹھائے چلی آتی ہے غنیمت کے مال سے لدی ہوئی ہے اپنے گھر جانے کے شایق ہوگی اور جنگ کے لئے تیار نہین ہوگی۔ سرعت سیر و توقف دونون ہاتھیون اور باربرداری کی کثرت سے ممکن نہین ناچار خواہ علاء الدین کا دل چاہے گا نہ چاہیگا جو کچھ لایا ہے حضور کے تخت کے روبرو رکھہ دیگا بادشاہ نقود اور زر و جواہر و مروارید پیل و اسپ جو فتنہ انگیزی کے سبب ہوتے ہین اُس سے لے لین اور باقی ساری غنیمت اُسکو اور اُسکے لشکر کو دیدین اور علاء الدین کو بہت سا لشکر دیکر خوش کردین خواہ پھر اُسکو اپنے ساتھ دہلی لے چلئے یا کڑہ مین جانے کی اجازت دیدیجئے اور کڑہ کے فتنہ انگیز جو اُس کے ساتھ ہین اُنکو اپنے علاقون پر بھیج دیجئے۔

اگر خداوند عالم اُسکی مہم کو مہم نہین جانتے اور اُسکی فرزندی دامادی پرورش پر اعتماد کرتے ہین اور قدیمی بادشاہون کے تجربون کو ہیچ جانتے ہین اور بغیر نقود و پیل لئے خود مراجعت فرماتے ہین اور علاء الدین کو اور اُس کے لشکر کو جس پاس سرمایہ دولت دس بادشاہون کی برابر ہے کڑہ جانے دیتے ہین تو اپنی دولت پر آپ لات مارتے ہین اور ہمکو گرداب بلامین ڈالتے ہین مجھے خوب معلوم ہے کہ برسون سے علاء الدین ملکہ جہان اور اپنی بیوی سے آزار رسیدہ ہے حضور سے کسی نے ملکہ جہان کے خوف سے یہ بات نہین کہی خاطر آزردہ ملازم دشمن کی برابر ہوتا ہے۔ غرض مین نے جو صلاح ملکسہ مین عرض کیا فرمان بادشاہ راست۔ سلطان جلال الدین کے سر پر اجل کھیل رہی تھی ؎

بے بکام دلِ دشمنان بود کسے کہ نشنود سخنِ دوستانِ خیراندیش

احمد حبیب کی رائے سلطان کو ناگوار گذری اُس نے کہا کہ تو میرے بچہ کو میری نظر مین شیر بنا کے دکھاتا ہے مین نے علاء الدین سے کیا برائی کی ہے کہ وہ میرے ساتھ برائی کریگا اور مال دپیل نہ دیگا پھر اور صلاح اندیشونکی طرف مخاطب ہوا اور اُن سے مصلحت پوچھی ملک فخرالدین کوچی خدا ناترس اگرچہ جانتا تھا کہ ملک احمد حبیب کی رائے صواب پر ہے لیکن یہ دیکھکر کہ بادشاہ کو وہ پسند نہین ہی اُس نے کہا کہ ابتک علاء الدین کی عرضداشت نہین آئی ہے کہ جس سے یہ تحقیق نہین معلوم ہوا کہ وہ مال اور پیل سمیت بازگشت کر رہا ہے کوئی اس کے لشکر کا ثقہ آدمی بھی ایسا نہین آیا کہ جس نے یہ بیان کیا ہو کہ اُس کے قول پر اعتماد کلی ہو یون ہی بازاری خبرین ہین سچ بھی ہو سکتی ہین جھوٹ بھی مثل مشہور ہے کہ "پیش از آب دیدن موزہ نتوان کشید" اگر ہم لشکر لے کر اُس کی سد راہ ہون گے تو علاء الدین کے دل مین اس سبب سے کہ بے فرمان اس مہم کے لئے وہ کیا تھا خوف دہراس پیدا ہوگا وہ واپس چلا جائے گا اور کہین جنگلون و پہاڑون مین چھپ جائے گا تمام مال جو ہاتھ آیا ہے وہ غارت ہو جائے گا اور خلق خود سر ہو کر متفرق ہو جائے گی اور ہم کو ضرورت ہوگی کہ اُس کے پیچھے دیوگڈہ کی طرف چلین۔ برسات کا موسم سر پر ہے پہلے اس سے کہ کسی قوم سے مخالفت اور تمرد مشاہدہ ہو اُس سے لڑنیکا قصد کرنا کسیطرح جائز نہین ہے رمضان کا مہینہ ہی دہلی مین خربوزے مصری کی ڈلیو نسے زیادہ میٹھے آئے ہوئے ہین مصلحت یہی ہی کہ حضور دہلی تشریف فرما ہون اور رمضان وہین بسر کرین اگر یہ سچ ہو گا کہ کڑہ مین ملک علاء الدین مع مال و

پیل بسلامت پہونچ گیا اور کسی اور ولایت کو نہین چلا گیا اُسکی عرضداشتون سے معلوم ہو جائیگا کہ اُس کی خاطر مین کیا صلاح و فساد ہی۔ اگر مخالفت معلوم ہوگی تو بادشاہ کا ایک صدمہ اُسکو کافی ہوگا اور حضور کے اشارہ مین اُسکا اور اُسکے لشکر کا کام تمام کر دیا جائیگا۔ اگر ملک علاء الدین سرتابی کرے گا تو اسکو باندھ کر حضور کے سامنے لے آؤنگا ملک احمد چپ یہ باتین سنکر دل مین جل بھن گیا اور مضطرباً اُس نے ملک فخر الدین کوچی سے کہا کہ کار بجان و کارد باستخوان رسید اس معاملہ مین کیون تو غضب ڈہاتا ہے اگر ملک علاء الدین پیل و مال سمیت کڑہ مین پہونچکر گہاگرہ سے پار ہو کر ملک لکھنوتی کو چلا گیا تو تو اُسکے پیچھے جائیگا یا نہین؟ سلطان نے احمد چپ سے کہا کہ تو ہمیشہ علاء الدین کیطرف سے مجھے بدگمان کرتا رہتا ہے۔ مین نے اُسے پالا پوسا ہی اُس کے اوپر میرے اتنے حقوق ہین کہ میرے بیٹے مجھ سے پھر جائین مگر وہ نہین پھریگا۔ غرض خداوند عالم نے دہلی کو مراجعت فرمائی احمد چپ افسوس سے ہاتھ ملتا تھا اور یہ شعر بار بار پڑہتا تھا ؎

چو تیرہ شود مرد را روزگار ہمہ آن کند کش نباید بکار

ادہر بادشاہ گوالیار سے دہلی مین آیا کہ چند روز بعد کڑہ سے علاء الدین کی عرضداشت پہنچی کہ اسقدر مال و دولت و پیل غنیمت مین لایا ہون سب حضور کی نذر ہین مگر اس سبب سے کہ ایک سال سے حضور کی حضوری سے غائب رہا ہون کوئی عریضہ بھی نہین بھیجا اس لئے مین خود خائف ہون اور اس سفر مین جو میرے رفیق تھے وہ بھی اس خوف مین شریک ہین معلوم نہین کہ میری غیبت مین میرے دشمنون نے میری طرف سے کیا کیا باتین لگائی بجھائی ہونگی میری اور نمک خوارون کی عفو تقصیر کا فرمان حضور اپنے خط مبارک سے لکھہ کر بھیجدین تو مین اور میرے امیر جنھون نے جانبازی کی ہے مال و پیل لیکر حضور کی خدمت مین سر کو پاؤن بناکے حاضر ہون اِدہر وہ سلطان سے یہ فریب کی باتین بناتا تھا اُدہر لکھنوتی کے جانے کی تیاری اپنی کر رہا تھا۔ ظفر خان کو اودہ مین بھیجا تھا کہ کشتیان دریاء گہاگرہ سے پار جانے کی لئے تیار کرے اور اپنے صلاح کارون سے کہہ دیا تھا کہ اگر سلطان کی خبر کڑہ کی طرف آنے کی سنینگے تو ہم مع مال و لشکر و زن و بچہ و لشکر گہاگرہ سے پار جاکر لکھنوتی جائین گے اور اُس کو تسخیر کر لینگے پھر کوئی دہلی سے وہان ہم تک نہین پہونچے گا۔ اس بات کو سلطان جلال الدین کے لڑکان

دانشمند جانتے تھے کہ نہ علاء الدین آئیگا نہ پیل و مال بھیجے گا اور لکھنوتی لشکر سمیت چلا جاے گا مگر سلطان سے کسی کا مقدور نہ تھا کہ پوست کندہ یہ حال کہتا۔ اگر کوئی کہتا تو سلطان خفا ہوتا اور کہتا کہ تم مجکو اپنے بچے کے لئے شیر بناتے ہو۔ غرض اس عریضہ نے بادشاہ کو بڑا فریب دیا اور اُسکو علاء الدین کے اخلاص پر یقین واثق ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھہ سے ایک عہدنامہ لکھا جس مین کمال دلجوئی و شفقت کی باتین لکھین اور اپنے دو محرم کاردن کے ہاتھہ کڑہ کو روانہ کیا جب یہ محرم راز کڑہ مین پہونچے تو انہون نے سب کو بادشاہ سے پھرا ہوا دیکھا ہر چند انہون نے تدبیرین کین کہ حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع کرین مگر علاء الدین نے ایسے موکل انپر مقرر کر رکھے تھے کہ وہ حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع نہ کر سکین اس اثنا مین الماس بیگ کہ علاء الدین کا بڑا بھائی اور بادشاہ کا داماد تھا اور میراخور بیگی تھا بادشاہ کے آگے روز روز زار نالے کرتا اور جب فرصت ہوتی تو اُس سے یہ عرض کرتا کہ میرے بھائی کے حال پر حضور کی نامہربانی خلایق کی زبان زد ہو گئی ہے مجھے خوف ہے کہ حیا و شرم و ترس و ہراس کے مارے میرا بھائی اپنے تئین نہ مار ڈالے وہ اس بات کو اپنا بڑا گناہ جانتا ہے کہ وہ دیوگڈھ کو بے اجازت چلا گیا اور وہان سے کوئی عریضہ بھی نہین بھیجا انہین دنون مین الماس بیگ پاس علاء الدین کا خط آیا۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ میرا باپ میرا چچا میری جان و مال کا مالک ہے اس کی رنجش نے میری زندگانی تلخ کر دی ہے اگر تجکو یقین ہو کہ بادشاہ نے واقعی میرے خون کا ارادہ کیا ہے تو مجھے مطلع کر کہ مین زہر ہمیشہ اپنے رومال مین بندھا رکھتا ہون اسے کھا کر مرجاؤن یا کسی طرف نکل جاؤن یا ڈوب جاؤن۔ الماس بیگ بھی دغا و فریب مین علاء الدین کا بڑا بھائی تھا اس دغا کے کام پر ہزار طرح کے رنگ چڑھائے۔ علاء الدین نے بھائی کو خفیہ لکھہ بھیجا تھا کہ یہ خط بادشاہ کو کسی ڈھب سے دکھانا اور ایسی تدبیر کرنا کہ وہ مال اور دولت کے لالچ مین آکر جریدہ بغیر لشکر کڑہ چلا آئے۔ اگر یہ کام ہو جائیگا تو سارا کام بنجائیگا۔ اس نے یہ خط بادشاہ کے روبرو رکھا اور زار زار رویا اور یہ عرض کی کہ اگر حضور خود جریدہ چلکر قبل اس سے کہ میرا بھائی اپنے تئین ہلاک کرے یا کہین مال و پیل لیکر چلا جائے اُسے دیکھہ لین تو پہلے احسانون پر ایک احسان اور حقوق سابق پر ایک اور حق ثابت ہو گا یہان مفسدان کڑہ نے صلاح

کر لی تھی کہ اگر بادشاہ جریدہ آئے تو اُسکا کام تمام کیا جائے۔ سلطان کی لوح خاطر مکر کے نقش سے سادہ تھی اُسپر اِس دغا و فریب کا جادو چل گیا۔ اُس نے الماس بیگ کے بیان کو سچ جانا اور نہ کسی سے پوچھا نہ گچھا اُس کو کہہ دیا کہ تو ابھی چلا جا۔ اور بھائی کو جلد جا کر سمجھا کہ وہ کہین اپنی جان کو نہ کھو بیٹھے مین بھی جریدہ آتا ہون اور اپنے فرزند اور نور دیدہ کا دستگیر ہوتا ہون الماس بیگ کشتی مین سوار ہو کر ہوا کی طرح پانی پر چلا اور آٹھ سات روز مین کڑہ مین بھائی پاس پُہنچا اور بادشاہ کے جریدہ آنیکی خبر سُنائی علاء الدین نے بادشاہی عنایت کا نقارہ بجوایا اور کہا کہ اب میرا بھائی آگیا کچھہ خوف و اندیشہ باقی نہین رہا۔ علاء الدین کے دانشمند صلاح کارون نے کہا کہ آپ لکھنوتی کے عزم کو ترک کرین سلطان جلال الدین مال و فیل کی طمع سے بہرہ اور اندھا ہو رہا ہے وہ برسات مین یہان جریدہ آئیگا پہر حضور کا جو جی چاہے اُسکا حال کیجیے گا۔ الماس بیگ کو بھیجکر سلطان کسی ناصح و نیک خواہ کی بات نہین سنتا تھا طمع مجسم بن گیا تھا۔ مال کی حرص مین چند خواص اور ہزار سوار جرّار لیکر کیلوگڑھی سے سوار ہوا اور ڈھائی (ڈبائی) مین پہونچا۔ یہان خود کشتی مین بیٹھا اور احمد چپ کو حکم ہوا کہ خشکی کی راہ سے کڑہ کو منزل بمنزل رہ پیما ہو۔ اور اسطرح سترہوین رمضان کو وہ بجرہ مین بیٹھا ہوا کڑہ مین دریا کے وار پہونچا۔ علاء الدین اور علائیون نے جب سنا کہ سلطان آتا ہے تو وہ دریا کے پار کڑہ مانک پور کے بیچ مین چلے گئے تھے اور وہین لشکر اور مال و فیل لے گئے تھے۔ برسات کی شدت سے اِسوقت گنگا بھی خوب چڑھی ہوئی تھی کہ دفعتاً سلطان جلال الدین کا چتر نمودار ہوا۔ علاء الدین کا لشکر مستعد ہوا ہتیار لگائے ہاتھیون اور گھوڑونپر برگستوان کھینچے گئے۔ الماس بیگ کو کشتی مین سوار کرا کے سلطان جلال الدین پاس علاء الدین نے بھیجا کہ راہ مین ایسی دغا و فریب کی باتین کرے کہ سلطان جو ہزار سوارونکو ساتھ لایا ہی اُنکو اُدہر ہی چھوڑ دے اور خود چند نفر کے ساتھ لشکر علاء الدین مین چلا آئے۔ الماس بیگ جلدی سے کشتی مین سوار ہو کر سلطان کی خدمت مین آیا۔ اُس نے دیکھا کہ کئی کشتیان جرّار سوارون سے بھری ہوئی بادشاہ کی برابر کھڑی ہین تو اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی بھاگا جاتا تھا مین لے خداوند عالم کے کرم کے اعتماد پر روکا ہے۔ اگر مین نہ آتا تو خدا معلوم وہ کہان چلا جاتا اور آوارہ ہو جاتا۔ اگر خداوند عالم اُسے جلکر نہ دیکھین گے تو وہ اپنے تئین ہلاک کریگا۔ اور سارا مال ضائع جائیگا اور اگر اِسوقت

وہ ان مسلح سوارونکو دیکھے گا تو اپنے تئین ہلاک کریگا۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ سوارون کی کشتیان اسی کنارہ پر رہین۔ سلطان جلال الدین دو کشتیونمین چند خواص اور ملازمون کے ساتھ گنگا کے پار جانے کو چلا۔ الماس بیگ مکار نے عرض کی کہ ان ہمراہیون کے ہتیار کھلوا دیجے کہین انکو دیکھکر میرا بھائی نہ ڈر جائے۔ اُس نے خواص کے ہتیار بھی کھلوا دئے۔ جب کشتیان کنارہ پر پہونچین ملوک ہمراہ کی نظر علاء الدین کے لشکر گاہ پر پڑی دیکھا کہ سب ہتیارون مین ڈوبے ہوئے ہین جو سمجھنے والے تھے وہ سمجھ گئے کہ الماس بیگ ہم سب کو قتل کرنیکے لئے لئے جاتا ہے۔ قرآن شریف کی سورتین پڑھنے لگے۔ ملک خورم نے الماس بیگ سے کہا یہ کیا ہمارے ہتیار کھلوائے اور اپنے لشکر کے ہتیار بند ہوئے الماس بیگ نے جانا کہ ملک خورم بات کو سمجھ گیا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرے بھائی اس لشکر کو سلطان کے استقبال کیلئے لایا ہے سلطان کو موت نے ایسا اندہا کر دیا تھا کہ وہ اس غدر کو اپنی آنکھون سے دیکھتا تھا مگر کشتیون کو واپس جانے کا حکم نہین دیتا تھا اذا جاء القدر عمی البصر۔ اُس نے الماس بیگ سے کہا کہ مین روزہ دار اتنی دور سے آیا علاء الدین کو کیا ہوا کہ وہ کشتی مین بیٹھکر میرے استقبال کو اتنے پاس بھی نہین آیا الماس بیگ مکار نے عرض کی کہ میرے بھائی کی آرزو یہ ہے کہ تمام مال و دولت و ہاتھی نذر مین دیکر دست بوس ہو اور خداوند عالم اپنے بندہ و پروردہ و فرزند کے گھر مین روزہ افطار فرمائین کہ ہمارے اس شرف بزرگی کی شہرت سارے عالم مین ہو۔ الماس بیگ جو سلطان سے کہتا اُسکو وہ یقین کرتا۔ کشتی مین رحل پر قرآن رکھے ہوئے ایسا بیٹھکر پڑہتا تھا گویا باپ اپنے بیٹے کے گھر بے ہراس جاتا ہے اُس کے ساتھی موت کو اپنے سامنے دیکھتے تھے اور سورۂ یاسین پڑھتے تھے غرض سلطان کشتی سے تن تنہا اُترا علاء الدین آگے مع کل اپنے امرا کے شرائط خاک بوس بجالایا سلطان کے قریب آیا اور پانون مین گرا۔ بادشاہ نے شفقت پدرانہ سے اس کے گال اور آنکھون کو بوسہ دیا اور اس کی داڑھی پکڑ کر ہلکے سے دو طمانچے مارے اور کہا کہ اے علی ایام طفلی مین تو نے میری گود مین اتنا موتا ہے کہ ابتک اُس کی بو میرے کپڑون سے نہین گئی تو اور مجھ سے ڈرے کیا مین نے تجھے اس لئے پال کر جوان کیا اور درجہ بدرجہ بڑھا کر اس اعلیٰ درجہ پر پہونچایا کہ مین تجھے قتل کرون۔ مین تجھے ہمیشہ اپنے بیٹون سے زیادہ عزیز رکھتا ہون۔ اتنا خوف تجھے کس لئے ہے مین اور تو

ایک ہی ہیں۔ اور بیگانے تیرے گرد زر کی خاطر جمع ہوئے ہیں اگر زر نہ ہو تو ایک بھی تیرے پاس نہ پھٹکے مگر مجھ میں اور تجھ میں وہ پیوند ہے کہ اگر ایک عالم ادھر سے اُدھر ہو تو وہ شکست نہ ہو۔ یہ کہہ کر علاء الدین کا ہاتھ پکڑا اور کشتی خاص کی طرف اُسکو کھینچا کہ جلال الدین نے سنگدل قاتلوں کی طرف اشارہ کیا۔ محمود سالم کہ سامانہ کے اجلافوں میں سے تھا اسنے ایک تلوار کا ہاتھ بادشاہ پر مارا مگر یہ تلوار کاری نہ لگی کہ اُسنے دوسری تلوار ماری سلطان زخم کھاکر پانی کی طرف دوڑا اور دوڑنے میں سلطان کی زبان سے نکلا کہ اے علاء الدین بدبخت یہ تونے کیا کیا۔ اختیار الدین کافر نعمت نے پیچھے جاکر اس جلیل القدر سلطان کو زمین میں گرایا اور سر کو تن سے جدا کیا۔ سلطان روزہ سے تھا اور کلمۂ شہادت پڑہتا تہا۔ افطار کے وقت شہید ہوا۔ جو خواص خاص شاہی کہ بادشاہ کے ہمراہ تہے کچھ کشتی میں تہے کچھ کشتی سے باہر وہ سب قتل ہوئے۔ یہ حادثہ ۱۷ شعبان ۶۹۵ھ مطابق ۹۔ جولائی ۱۲۹۵ء کو پیش آیا۔ اب اسکا سر نیزہ پر چڑہایا گیا۔ اور شہر کڑہ میں سارے لشکر کو دکہایا گیا اور پہر اودہ بہجا گیا۔ ان نمک حراموں کی نمک حرامی کا انجام تاریخ فرشتہ اور تاریخ فیروز شاہی میں بڑے مزے لیکر لکھا ہی کہ محمود بن سالم جسنے اول تلوار ماری تھی جذام میں مبتلا ہوا اور ایکدو سال میں اسکا سارا جسم گھل گھلکر گر گیا۔ اختیار الدین جسنے سر کاٹا تہا دیوانہ ہوگیا دم واپسیں چلاتا رہا کہ سلطان جلال الدین تلوار کہنیچے ہوئے مجھپر چلا آتا ہے اور میرا سر کاٹتا ہی۔ غرض جو لوگ اس سنگدلی و مکاری و بے شرمی کے کام میں شریک تہے وہ تین چار برس کے عرصے میں علاء الدین ہی کے عہد میں صفاً صفا ہو گئے اور کسی کا نام باقی نہیں رہا۔ ملک علاء الدین اگرچہ چند روز کامراں رہا لیکن آخر اُس کے پانوں میں بھی زمانہ نے تیشہ لگایا کہ اُسکا خانماں اُسی کے ہاتھ سے خراب ہوا۔ بہائی اور بیٹے اُسی کے ہاتھ سے قید میں گئے۔ اور معتبر مقرب قتل ہوئے۔ اسی کے پروردوں اور برآوردوں نے اسکے بیٹوں کو اندہا کرایا اور اُسی کے غلاموں کے ہاتھ سے انکو گہاس کی طرح کٹوایا۔ اُسکی لڑکیوں کو ہندوں کے حوالہ کیا۔ غرض سید مولہ کے قتل نے تو سلطان جلال الدین کو اس بُری گت سے قتل کرایا۔ سلطان جلال الدین کے قتل نے وہ آفت علاء الدین کے خانماں پر ڈہائی کہ کسی کافر و گبر پر بھی نہیں آئی۔ ایشیائی مورخوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اسطرح واقعات کو بیان کرکے عبرت دلاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے ؎

سرائے آفرینش سرسری نیست | زمین و آسمان بے داوری نیست
دراندیش اے حکیم از کار ایام | کہ پاداش عمل باشد سرانجام

یہ حکایت بھی بیان کیجاتی ہے کہ جب سلطان جلال الدین خلجی کڑہ کو آتا تھا تو علاءالدین نہایت عجز و نیاز کے ساتھ شیخ کڑک مجذوب کے پاس گیا تھا انہوں نے سر اُٹھا کے یہ شعر پڑھا ؎

ہرکس کہ بکند با تو جنگ | سر در کشتی تن در گنگ

خواجہ صاحب یہیں کڑے میں مدفون ہیں۔ درحقیقت یہ شعر مجذوبانہ کرامت ہے۔ خون ٹپکتے ہوئے سر سے سلطان جلال الدین کا سفید تاج اُتار اگیا اور ملک علاءالدین کے سر پر رکھا گیا۔ اُسنے سات برس کچھ مہینے سلطنت کی اور ستتر برس کی عمر میں انتقال کیا۔

قدر خاں کا بادشاہ ہونا

سلطان جلال الدین کے شہید ہونیکی خبر جب ملک احمد چپ کو پہونچی تو جس لشکر کو خشکی میں کڑہ کو وہ لئے ہوئے جاتا تھا اُلٹا دہلی میں لے آیا۔ برسات کے سبب سے اس لشکر کو سفر میں بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں سلطان جلال الدین کی بیوی ملکہ جہاں نے اپنی ناقص العقل ہونیکے سبب سے یہ جلدی کی کہ اپنے چھوٹے بیٹے قدر خاں کو رکن الدین ابراہیم کا خطاب دیکر تخت پر بٹھادیا اور بڑے بیٹے ارکلی خاں کے آنے کا انتظار نہیں کیا وہ اسوقت ملتان میں تھا۔ ملکہ جہاں نے یہ کام ارکان دولت کے بے مشورہ اور صلاح کے کیا کہ اس نوجوان بیٹے کو عنفوان شباب میں بادشاہ بنادیا جو زمانہ سے خبر نہیں رکھتا تھا کیلوگڑہی سے دہلی میں آنکر امرا اور ملوک کو اقطاع دینے شروع کئے۔ خلف الصدق ارکلی خاں کو جو بادشاہی کے سزاوار تھا جب یہ خبر پہنچی تو وہ ماں اور بھائی سے آزردہ خاطر ہوگیا اور ملتان ہی میں رہا سلطان جلال الدین کے گھر میں یہ اختلاف مادر و پسر میں علاءالدین کے حق میں اچھا ہوا

ذکر بادشاہی سلطان علاءالدین خلجی الملقب بہ سکندر ثانی

۶۹۵ھ ۱۲۹۶ء میں سلطان علاءالدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اپنے بھائی الغ خاں کا اور ملک نصرت جلیسری کو نصرت خاں کا اور ملک شیخ الدین کو ظفر خاں کا اور اپنے سالے سنجر کو الپ خاں کا

خطاب دیا۔ اور اپنے دوستوں اور یاروں کو بڑے بڑے عہدے عطا کر کے امیر کر دیا اور جو پہلے امیر تھے انکو ملوک بنا دیا۔ غرض اپنے قدیم متعلقین کو انکے مرتبے کے مناسب سربلند کیا اور اپنے خانوں اور ملوک امرا کو روپئے دئے کہ وہ نئے سوار نوکر رکھیں بے اندازہ دولت لٹانے کے لئے ہاتھ آگئی تھی۔ کیا تو اپنی مصلحت کے لئے کیا خلق کو فریب دینے کے واسطے کیا اپنے چچا کے قتل کے دہبہ مٹانے کے لئے اُسنے خواص وعوام پر انعام واکرام کا دروازہ کھول دیا۔ دہلی آنیکی تیاری کی مگر برسات کی شدت کے سبب سے سفر میں ڈہیل کرتا تہا اور یہ چاہتا تہا کہ سہیل کا طلوع ہو تو دہلی کا عزم کرے۔ اُسکو ارکلی خاں کا بڑا اندیشہ لگا ہوا تہا کہ ناگاہ دہلی سے یہ خبر آئی کہ وہ دہلی نہیں آتا اُسکے نہ آنے کو اپنی سلطنت کے قیام کا سبب سمجھا اور سلطان رکن الدین ابراہیم کو جانتا تہا کہ وہ دہلی کی سلطنت کو نہیں سنبھال سکے گا۔ خزانہ اس پاس نہیں ہے کہ نیا لشکر مرتب کر سکے گا۔ اسوقت کو غنیمت سمجھا۔ اور عین برسات میں دہلی کو روانہ ہوا۔ اور خاناں وملوک امرا کو حکم دیدیا کہ وہ نئے سوار بھرتی کریں۔ کچھ انکی تنخواہ مقرر کرنے میں احتیاط نہ کریں اور روپیہ انکو بیدریغ دیں کچھ سال وماہ کا حساب نہ کریں تاکہ ایک جمعیت کثیر فراہم ہو جائے ؎

ہمہ کار دنیا بزر بستہ اند | بزر رخنہا خطر بستہ اند

اُسنے ایک چھوٹا سا منجنیق بنوایا اور ہر منزل پر جہاں اُترتا پانچ من سونیکے ستارے اہمیں رکھکر اُڑاتا ایک خلقت ان ستاروں پر گر گر اُنکو چنتی۔ مثنوی۔

خزانہ ریز شد منزل بہ منزل | بزر کردہ کلید کار مشکل
بہر منزل زپیش تخت تادور | فشاندے گنجہا بے منع گنجور
چو با دہلی فتاد از فتح کارش | گرفت از منجنیق زر حصارش

دو تین ہفتے کے اندر قصبوں اور شہروں میں شہرت ہوگئی کہ علاء الدین دہلی جاتا ہے اور خلق پر سونے اور چاندی کا مینہ برساتا ہے۔ اور بے حساب سوار نوکر رکھتا ہے تو چاروں طرف سے ایک خلق لشکری اور غیر لشکری جمع ہوئی جب وہ بداؤں میں پہنچا تو اس پاس چھپن ہزار سوار ساٹھ ہزار پیادے تھے ؎

بزر میتواں لشکر آراستن | نہ لشکر تواں گنجہا خواستن

جب وہ برن میں آیا تو نصرت خاں نے یہاں ایک میدان میں کھڑے ہوکر با واز بلند یہ کہا کہ اگر ملک دہلی ہمکو ہاتھ لگا تو جتنا زر ہم نے خلق پر برسایا ہے اتنا اول ہی سال میں خزانہ میں جمع کرلینگے اور اگر ملک ہم کو ہاتھ نہ لگا تو دیوگڈہ سے جو مال ہم کو خون جگر کہانے سے ملا ہے بہتر ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑے بلکہ اور آدمیوں کو ہاتھ لگے۔ ظفر خاں ایک اور لشکر کوئل کی راہ سے برابر لئے چلا آتا تہا۔ ان دونوں لشکروں کے مقابلہ کے لئے جو امرا جلالی بہیجے گئے تہے وہ علاء الدین سے برن میں آن کر مل گئے علاء الدین نے بیس بیس تیس تیس پچاس پچاس من سونا ان کو دیدیا اور جتنا لشکر ان کے ساتھ آیا تہا ان میں سے ہر ایک سپاہی کو تین سو تنکہ دئے۔ غرض یوں خیل خانہ جلالی تمام شکستہ ہوگیا جو امراء کہ اس طرح سلطان علاء الدین سے ملے وہ پکار پکار کر کہتے تہے کہ ہمیں جو لوگ بُرا کہتے ہیں اور نمک حرام بتلاتے ہیں کہ اپنے مخدوم زادوں کو چھوڑ کر دشمن سے مل گئے وہ بے انصاف یہ نہیں جانتے کہ ملک جلالی تو اُس روز جا چکا تہا کہ سلطان جلال الدین کیلوگڑھی سے سوار ہوکر کڑہ کو رواں ہوا اور دیدہ و دانستہ اپنا سر اور اپنے نزدیکوں کا سر کٹوایا ہم سلطان علاء الدین سے نہ ملیں تو کیا کریں۔ غرض اس وقت زر اپنی بہار دکہاتا تہا طمع زر نے سلطان جلال الدین کا سر کٹوایا۔ علاء الدین سے کفران نعمت کرایا۔ امراء و ملوک جلالی کو حرام خوار بنایا ؎

خون ہمہ زیر بخت و زر برجائے است   کس نیست کہ از زر طلبد خوں ہمہ

سلطان علاء الدین جب کڑہ سے چلا ہے تو اُسکے ایک ہاتھ میں زر تہا جس سے وہ لوگوں کو سرفراز کرتا دوسرے ہاتھ میں آہن تہا جس سے وہ سر انداز کرتا تہا۔ جب ملکہ جہاں کو علاء الدین کے آنیکی خبر ہوئی تو وہ مضطر ہوئی اور ارکلیخاں کو طلب کیا اور لکہا کہ میں نے خطا کی کہ تیرے ہوتے چھوٹے بیٹے کو تخت پر بٹھایا۔ کوئی امرا و ملوک میں سے اُسکے ساتھ نہیں ہوا۔ علاء الدین سے سب ملگئے ہیں۔ بادشاہی ہاتھ سے جاتی ہے چلا آ۔ باپ کے تخت پر بیٹھ۔ چھوٹا بھائی تیری خدمت کریگا تو بڑا بھائی ہے۔ بادشاہی کے لایق ہے۔ میں تو عورت ناقص العقل ہوں۔ مجھ سے خطا ہوئی خطا، مادر مگیر ملک پدر بگیر۔ اگر تو مجھ سے خفا ہوگیا ہے اسلئے دہلی نہ آئیگا تو علاء الدین دہلی میں

چلا آتا ہے نہ مجھے چھوڑیگا نہ تجھے۔ ارکلی خاں نے ماں کو جواب لکھا کہ اب کار از دست رفتہ و لشکر بدشمن پیوستہ۔ خزانہ میں چھ مہینے کی تنخواہ دینے کو نہیں اب میرے آنے سے کیا نفع ہوگا ؎

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ بیل　　چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

جب علاء الدین کو یہ خبر پہونچی کہ ماں کے بلانیسے ارکلیخاں نہیں آیا تو لشکر میں خوشی کے شادیانے بجوائے۔ اور جلد مسافت طے کرکے جمنا پار کاٹھ کے پل سے اُترا اور میدان جودہ میں آیا۔ سلطان رکن الدین اپنی جمعیت کو لیکر شہر سے باہر آیا۔ اور علاء الدین کے لشکر کے مقابل میں پڑا۔ اور لڑنے کا ارادہ کیا مگر آدہی رات کو اسکا تمام لشکر میسرہ غل مچاکر علاء الدین سے جاملا۔ رکن الدین نے رات ہی کو کچھ روپیہ خزانہ سے لیا اور ماں اور اہل حرم کو ساتھ لیکر ملتان کو روانہ ہوا۔ اس فرار ہی کو اپنی سلامتی سمجھا۔ اسکے ساتھ ہی ملک چپ و ملک احمد چپ و ملک قطب الدین علوی و امیر جلال الدین تلنگانی گئے سلطان علاء الدین نے سیری کو اپنا لشکر گاہ بنایا۔ پھر کل وضیع و شریف اسکی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام رسوم بادشاہی ادا ہوئیں اور ۶۹۶ھ میں دہلی کے تخت پر وہ بیٹھا اور کوشک لال کو اپنا پائے تخت بنایا اور تین روز جشن منایا۔ قبہ بندی ہوئی۔ کوچوں میں شراب کی سبیلیں لگ گئیں۔ غرض خوب چہل پہل ہوئی۔ سلطان کے لئے جب یہ مستیاں جمع ہوئیں مستی جوانی۔ مستی دولت مستی گنجہائے بے اندازہ۔ مستی حشم و خدم و پیل و اسپ تو وہ بھی عیش میں ڈوب گیا اُسنے خلق کو انعام دیکر ایسا فریفتہ کیا کہ سب اُس کی طرف مائل و راغب ہوگئے اور سلطان جلال الدین کے قتل کو بھول گئے ؎

سخاوت مس عیب را کیمیا ست　　سخاوت ہمہ دردہا را دوا ست

اپنے رفیقوں اور لشکر کو چھ مہینے کی تنخواہ انعام دی۔ دیکھو کیا تعجب کی بات ہے کہ زر نے دہلی کو لے لیا

جلال الدین کی اولاد اور اُسکے ہواخواہوں کا حال

جسوقت سلطان علاء الدین دہلی کے تخت پر بیٹھا اُسنے سلطان جلال الدین کی اولاد کی استیصال کو پیش نہاد ہمت کیا۔ سال مذکور کی ۱۹۔ ذی الحجہ کو الغ خاں و ظفر خاں کے ساتھ چالیس ہزار سوار ملتان روانہ گئے۔ انہوں نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ دو مہینے کے بعد ارکلیخاں و رکن الدین کی رفاقت کو

اہل ملتان اور لشکر ترک نے ترک کیا الغ خاں وظفر خاں سے وہ جا ملے۔ دونوں بھائی مضطر ہوکر شیخ رکن الدین کی معرفت عہد وپیمان کرکے الغ خاں سے ملاقات کو گئے اُسنے انکی بہت تعظیم کی اور اپنے سراپردہ کے پاس اتارا۔ ملتان سے فتحنامہ دہلی بھیجا۔ یہاں فتح کے خوب شادیانے بجے کہ اب ہندوستان سلطان علاء الدین کا مطیع ہوا اور منبروں پر فتحنامہ ملتان پڑہا گیا اور اطراف میں وہ بھیجا گیا۔ سلطان جلال الدین کے بیٹوں اور امرا کو الغ خاں لیکر دہلی روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں ملک نصرت خاں کوتوال دہلی سے چلکر الغ خاں سے ملا۔ اسنے سلطان جلال الدین کے بیٹوں کی اور الغو خاں نبیرہ چنگیز خاں کی جو سلطان کا داماد تھا اور ملک احمد چپ کی آنکھوں میں میل کھچوائی اور انسے سارا مال چھین لیا اور انکو بیوی بچوں سے جدا کردیا۔ ان مظلوم شاہزادوں کو قلعہ ہانسی میں مقید کیا۔ اور ارکلی خاں کے دو بیٹوں کو شہید کیا۔ ملک احمد چپ اور سلطان کے اہل حرم کو اور ملکہ جہاں کو دہلی میں قید کیا۔

مغلوں کا حملہ

اسی سال میں دوا خاں حاکم ماوراء النہر نے ممالک پنجاب ملتان وسندہ کی فتح کا ارادہ کیا اور لاکھ مغل ہندوستان کے لئے نامزد کئے وہ دریاء سندھ سے پار اترے تاخت وتاراج وخرابی میں کوئی دقیقہ مغلوں نے فروگذاشت نہیں کیا۔ جب یہ خبر علاء الدین کو پہونچی تو اُسنے الغ خاں اور ظفر خاں کو سپاہ بیکران کے ساتھ روانہ کیا۔ لاہور کی حدود میں جالندہر میں دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی مغلوں کو شکست ہوئی۔ بارہ ہزار مغل مارے گئے۔ غرض ملتان کی فتح اور جلال الدین کی اولاد کی گرفتار کرنے سے سلطان علاء الدین کی سلطنت مستحکم ہوگئی تہی۔ مگر ان مغلوں کے شکست دینے سے اور زیادہ مستحکم ہوگئی اور امراء وملوک وحکام کے دلوں میں اسکی شوکت وحشمت جم گئی اسلئے جدہر اسکا لشکر گیا ادہر ظفر اُسکے ساتھ گئی۔

اس فتح کے بعد سلطان علاء الدین اپنے بھائی الغ خاں کی اتفاق رائے سے ان امراء جلالی کے دفع کرنے میں مشغول ہوا کہ جنہوں نے دنیا کی طمع سے اولاد جلالی سے بیوفائی کی تھی اور دنیا اور آخرت دونو کو برباد کیا تہا ان سب کو گرفتار کیا اور ان کا خانماں برباد کیا کسی کی آنکھوں میں سلائی

پہروالی۔کسی کو قلعوں میں قید کیا۔ان ناحق شناسوں کا اموال اور اسباب قریب ایک کروڑ روپیہ کے خزانہ میں داخل ہوا۔اولاد جلالی سے جو امرا جلالی روگرداں نہ ہوئے تھے اور انہوں نے علاء الدین سے کچھ نہ لیا تہا وہ سلامت رہے۔جب تک زندہ رہے مسند عزت پر متمکن رہے۔

گجرات کی فتح اور سپاہ کی بغاوت

تیسرے سنہ جلوس یعنی ۶۹۷ھ کے آغاز میں الغ خاں اور ملک نصرت اور اور سردار لشکر لیکر گجرات پر چڑہے انہوں نے کل گجرات اور نہروالے کو تاخت و تاراج کر کے فتح کر لیا۔گجرات کا راجہ کرن ای بہاگ کر رام دیو والی دیوگڈہ پاس چلا گیا۔اس راجہ کی حمایت سے چند روز بعد ولایت بکلانہ میں کہ گجرات سے متعلق ہے سرحد دکن میں متوطن ہوا۔اسکی رانیاں اور لڑکیاں اور عورتیں اور خزانہ و ہاتھی اور اور سب اسباب امرا شاہی کے ساتھ آیا۔ان سب عورتوں میں سب سے زیادہ معزز کنولاوی (یا کولادیی) تھی یہاں سومنات کا مندر سلطان محمود نے برباد کیا تہا اسمیں سومنات کی جگہ ایک اور بت برہمنوں نے رکھ لیا تہا۔اسکی پوجا کرتے تہے اسکو مسلمانوں نے اکھیڑ کر دہلی بہجدیا کہ پے سپر خلائق ہو۔پہر ملک نصرت کہنبات میں گیا۔وہاں کے مال وار راجاؤں سے بہت کچھ جواہر اور نفائس اور مال لیا اور اور کافور ہزار دیناری کو اُسکے مالک سے بزور لے لیا۔یہی وہ غلام تہا کہ جسکو بادشاہ علاء الدین نے نائب ملک مقرر کیا اور ملک نائب کا خطاب دیا۔غرض الغ خاں و نصرت خاں یہ سب غنائم لے کر اور گجرات کو دیوان دہلی کے سپرد کر کے دہلی کو روانہ ہوئے اور جب قلعہ جالور یا جالور کے قریب پہنچے تو خمس غنائم کی طلب میں لشکر کو بہت تنگ کیا اور خوب زدوکوب کر کے بُری طرح تلاشی لی۔جو سپاہی کہاتے اسپر اعتبار نہ کرتے اور اس سے زیادہ طلب کرتے۔زر و نقرہ و جواہر و نفائس غنیمت بالکل انسے نہایت تعذیب و تشدد سے مانگتے۔آخر سپاہ ایسی یہ تنگ آگئی کہ اس کا انجام یہ ہوا کہ نو مسلم مغل سردار اور سوار جو بہت سے تہے اور جنکا مقدم محمد شاہ تہا۔انہوں نے اور آدمیوں کو بھی کہ مواخذہ سے تنگ ہو رہے تہے اپنے ساتھ متفق کر کے اور جمعیت بہم پہنچا کر ملک نصرت خاں کے بہائی ملک اعز الدین پر چڑہ آئے اور اُسے مار کر الغ خاں کی طرف متوجہ ہوئے۔اسکی اجل نہ آئی تہی وہ دوسری طرف سے نکل کر پیادہ پا ملک نصرت خاں پاس گیا۔باغیوں نے اسکے بہانجے کو اس گمان میں کہ وہ الغ خاں ہی

مار ڈالا - ملک نصرت خاں نے جنگ کا نقارہ بجایا - لشکر نے یہ گمان کیا کہ راجہ جالور یا کوئی اور غنیم چڑھ آیا اسی وقت مستعد جنگ ہوا اور ملک نصرت نے ان مفسدوں کو متفرق کر دیا - اطراف و جوانب میں وہ بھاگ گئے - جب الغ خاں کے لشکر کے تعاقب کے سبب سے عاجز ہوئے تو سب ہمیر دیو راجہ تھنبور اور حاکم اجمیر پاس چلے گئے - الغ خاں اور نصرت خاں نے اُنکا تعاقب ترک کیا - غنائم و اموال و افیال کے ساتھ دہلی آئے - بادشاہ کے آگے یہ ساری غنائم پیش ہوئے - ایں کنولا دیبی بھی عورتوں کے جھرمٹ میں پیش ہوئی - بادشاہ اسکی حسن صورت و سیرت و حرکات شیریں و تکلم نمکیں پر فریفتہ ہوا - اسکو مسلمان کیا اور عقد نکاح میں لایا کافور ہزار دیناری بھی بادشاہ کا منظور نظر ہوا - زنار محبت اسکا گلے میں ڈالا - اور اسکے عشق میں عقل و خرد و دین و دانش سب کو رخصت کیا - بادشاہ نے ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا جو جالور کے فتنے میں شریک تھے اور سلطان کے حکم سے نصرت خاں نے یہ کیا کہ جن آدمیوں نے اس کے بھائی کو مارا تھا اُنکی عورتوں کو بھنگیوں کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ شیر خوار بچوں کو انہیں کی ماؤں کے سروں پر ڈے مارِیں جس سے وہ پنبہ محلوج کی طرح پاش پاش ہو کر ہلاک ہو گئے اور پھر ان عورتوں کو بازاروں میں چاروں طرف سوا کر کے ہندوؤں کو بخش دیا - پہلے کبھی دہلی میں یہ رسم نہ تھی کہ کسی جرم کے سبب سے مجرم کی اولاد اور اتباع پر سیاست کیجائے - یہ ظلم و ستم کسی مذہب و ملت میں روا و جائز نہیں - یہ دیکھ دیکھ کے ساری دلی کانپتی تھی اور خدا خدا کرتی تھی -

سیوستان کی فتح

جیسے اس سنہ میں گجرات کے واسطے الغ خاں اور نصرت خاں نامزد ہوئے تھے ظفر خاں سیوستان کیلئے مامور ہوا تھا قلعہ سیوستان کو چلدی یا صلدی اور اُسکے بھائی اور اور مغلوں نے تسخیر کر لیا تھا - ظفر خاں بہت سا لشکر لیکر سیوستان گیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور بغیر اسکے کہ منجنیق مارے یا سا باط و پاشیب و گرگج بنائے قلعہ کو فقط تیر و تیغ و نیزہ سے فتح کر لیا - باوجودیکہ چاروں طرف سے مغل ایسے تیر مارتے تھے کہ حصار کے قریب پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا - اور چلدی اور اسکے بھائی اور مغلوں کو کہ جن کی تعداد ستر سو تھی طوق گردن میں ڈال کر دہلی میں بھیجدیا اور اُنکی عورات و عیال و اطفال کو بھی روانہ کیا - اس فتح سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ظفر خاں دوسرا اسکندر پیدا ہوا - اسکا

رعب مغلوں کے دلوں پر چھاگیا۔ اسکی دلاوری اور بے باکی پر علاء الدین کو بھی حسد پیدا ہوا اور وہ اُس سے اندیشہ کرنے لگا کبھی یہ چاہتا تھا کہ چند ہزار سوار دیکر اسکو سامانہ سے لکھنوتی بھجدے کہ وہاں رہے اور ہاتھی اور خراج بھیجتا رہے یا اسکو اندھا کرکے یا زہر دیکر اُس سے مطمئن ہو۔

مغلوں کا دوسرا حملہ

اس سال کے آخر میں مغلوں کے سردار قتلغ خاں خواجہ یا قتلق خاں خواجہ پسر دوا خاں نے بیس تمن مغل یعنے دو لاکھ سواروں سے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا اور ماوراء النہر میں آنکر آب سندھ سے عبور کیا اور قصبات و قریات کو جو بر سر راہ تھے ان کو اپنا ملک تصور کرکے غارت نہیں کیا۔ یہ مسافت بعید طے کرکے جمنا کے کنارہ پر آیا اور دہلی کا محاصرہ کرلیا۔ مغلوں کے خوف سے نئی دہلی اور قصبات اور نواح سے ایک خلقت شہر میں اسقدر آگئی کہ مساجد و کوچہ و بازار و محلوں میں بیٹھے اور کھڑے رہنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ سب کے سب اس انبوہ کے ہونے سے تنگ آئے اور غلہ وآذوقہ کی راہیں مسدود ہوگئیں۔ اور ساری چیزیں نہایت گراں ہوگئیں سب حیران تھے کہ کیا کریں۔ سلطان علاء الدین نے امرا و ملوک کو طلب کرکے لشکر تیار کیا تو ملک علاء الملک نے بادشاہ سے عرض کی کہ پہلے بزرگ بادشاہوں نے ان بڑی لڑائیوں سے احتراز و اجتناب کیا ہی جنمیں یہ نہ معلوم ہو کہ فتح کس جانب میں ہو اور ایک ساعت میں کیا ظہور میں آئے اور اُنکی وصایا میں مرقوم ہے کہ لڑائی کا حال ترازو کے پلڑوں کا سا ہی کہ چند ذرّوں سے ایک پلڑا بھاری اور دوسرا ہلکا ہو جاتا ہی۔ ہمسروں کی لڑائی میں یہ حال ہوتا ہے کہ ملک بکدفعہ انمیں ہر جاتا ہی ایسی لڑائیوں سے بادشاہوں نے ہمیشہ اندیشہ کیا ہے۔ آپکو لڑائی میں جلدی نہیں کرنی چاہئے کو ہان شتری کا دمدمہ آگے رکھئے اور چند روز توقف کیجئے اور دیکھئے کہ مغل کیا کرتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ علف و چارہ سے ایسے تنگ آئینگے کہ دہلی کو چھوڑکر چلے جائیں گے پھر ان کا تعاقب کیجئے گا۔ لشکر کی کمی ہمارے پاس بھی نہیں ہی۔ مگر یہ لشکر ہمیشہ ہندوستانیوں ہی لڑا ہے اُسنے مغلوں سے محاربہ نہیں کیا ہی۔ اور وہ انکی لڑائی کی داؤگھات کو نہیں جانتا۔ سلطان نے اپنے خیر خواہ علاء الملک کی یہ باتیں سنکر اور اور ملوک امرا کو جمع کرکے نیک صلاح کار علاء الملک کی یہ رائے بیان کی اور یہ تقریر کی کہ یہ مثل مشہور ہے کہ اشتر وزدیدن و کوثر رفتن راست نیاید۔ ایسی ہی

دہلی کی بادشاہی کرنی اور علاء الملک کی نصیحت کے موافق کوہان شتران کے پیچھے چھپنا اور اس مدمہ کا دم دیگر مغلوں کو رفع کرنا اور ان کی جنگ سے احتراز کرنا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ ہماری اولاد اس بیوقوفی پر ہنسا کرے گی۔ مغل دو ہزار کوس چل کر دہلی کے قریب مجھ سے لڑنے آئیں اور میں نامردی سے اونٹوں کے کوہانوں کے پیچھے چھپوں تو پھر میں کس کو منہ دکھاؤنگا اور اپنے حرم میں کیسے جاؤں گا اور اہل مملکت مجھے کس شمار میں گنیں گے۔ میری کس جلاوت شجاعت کے سبب سے متمرد اور سرکش میری فرمانبرداری کرینگے۔ جب دشمن روبرو آئے تو اُسکے روبرو جانا چاہئے جو کچھ ہونا ہو۔ میں تو میدان کیلی میں قتلغ خاں سے لڑنے جاؤنگا۔ اے علاء الملک تجھے کوتوالی شہر دیتا ہوں۔ گھر بار خزانہ تیرے سپرد کرتا ہوں جسکو فتح ہو اسکو تو کنجیاں حوالہ کرنا اور اس کی فرمانبرداری کرنا۔

علاء الدین نے سیری سے کیلی کو کوچ کیا اور وہاں خیمے لگائے۔ مغلوں کا لشکر بھی مقابل میں آیا کسی زمانہ اور عہد میں ایسے دو لشکر گران ایک دوسرے کے مقابل نہیں ہوئے۔ خلقت کو انہیں دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ دونوں لشکروں نے اپنی صفیں آراستہ کیں۔ ایکدوسرے کے مقابلہ میں مقابلہ کا منتظر تھا کہ ظفر خاں نے جو فوج میمنہ کا سردار تھا مغلوں پر تلوار اور ہاتھیوں سے حملہ کیا۔ مغل اس کے حملہ کو نہ اُٹھا سکے اور شکست پاکر بھاگے لشکر اسلام انکے تعاقب میں ہوا۔ ظفر خاں جو رستم ثانی تھا اٹھارہ کوس تک مغلوں کے سر کاٹتا ہوا انکے تعاقب میں چلا گیا اور مغلوں کو پھرنے نہ دیا اور انپر وہ صدمہ پہنچایا کہ وہ اپنی سٹی ایسی بھولے کہ منہ میں دیچی اور دم میں لگام لگانے لگے۔ الغ خاں فوج میسرہ کا سردار تھا اور ظفر خاں سے عداوت رکھتا تھا اسلئے آگے نہ بڑھا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا مغلوں کا ایک سردار طرغی خاں ایک تمن لئے کمین میں بیٹھا ہوا تھا۔ مغل درختوں پر چڑھے ہوئے تھے انھوں نے دیکھا کہ ظفر خاں کے پیچھے ایک سوار بھی مدد کے لئے نہیں آتا ہے اور وہ تھوڑے آدمیوں سے مغلونکا تعاقب کر رہا ہے تو مغلوں کے لشکر نے ظفر خاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اسکے گھوڑے کو بیکار کر دیا تو یہ بہادر صفدر و صف شکن پیادہ پا ہوا اور ترکش سے تیرونکو چلاتا تھا اور ہر تیر سے ایک سوار کو گراتا تھا۔ قتلغ خواجہ نے اس پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس چلا آ میں تجھے اپنے باپ پاس لیجاؤنگا وہ تجھے عزت و رتبہ دیگا کہ علاء الدین نے وہ کبھی تجھکو نہ دیا ہوگا

مگر اُسنے کچھ نہ سنا اور اپنی تیراندازی میں لگا رہا۔ مغلوں نے دیکھا کہ وہ زندہ ہاتھ نہیں آئیگا تو چاروں طرف سے اس کو گھیر کر شہید کیا۔ اور بعد اسکے اور امرا کو بھی اُس کے قتل کیا۔ اُسکی فوج کے ہاتھیوں کو زخمی کیا۔ اور فیلبانوں کو مار ڈالا۔ مگر خوف کے مارے اُنھوں نے اپنی یورش گاہ سے کوچ کیا اور دہلی سے تیس کوس پر جا کر دم لیا اور جلدی جلدی بیس بیس کوس کی کڑی منزلیں کر کے اپنی ولایت پہونچے ظفر خاں کا خوف وہ انکے دل میں بیٹھا کہ جب کوئی دواب پانی نہ پیتا تو اُس سے کہتے کہ کیا تجھے ظفر خاں دکھائی دیا۔ ظفر خاں کے مارے جانے کو علاء الدین اپنی ظفر پر ظفر سمجھا کہ اس رستم دوراں کا کھٹکا نکل گیا۔

سلطان علاء الدین کے بیہودہ خیالات

اب تیسرے سال کے باقی حصہ میں سلطان علاء الدین نے سوا عیش و عشرت کے کچھ اور کام نہ کیا دن عید رات شب برات منائی۔ دن کو جشن تھا رات کو مجلس عیش تھی۔ متواتر بہت سی مہمات ملکی خاطر خواہ صورت پذیر ہوئیں۔ ہر طرف سے فتحنامے آئے۔ فتح و مظفر کے مژدے لائے۔ ہر سال میں دو تین بیٹے پیدا ہوئے۔ مصالح ملکی حسب مراد بر آئے۔ خزانے روز بروز معمور ہوئے۔ جواہر و موتیوں کے صندوق پر صندوق پُر ہوئے۔ شہر کی پائگاہ اور اطراف میں ستر ہزار گھوڑے اصطبلوں میں۔ اور بہت سے ہاتھی فیل خانوں میں بندھے۔ دو تین ملک اُسکے مطیع ہوئے۔ نہ کوئی مخالف ملک باقی رہا اور نہ شریک مُلک۔ ان کامیابیوں کے نشے نے اُسے بدمست کیا کہ نا ممکن ہوسیں اور آرزوئیں محال اندیشی کرنے لگا کہ جو پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کی نہیں۔ اور اپنی مجلسوں میں اپنے یاروں سے کہنے لگا کہ مجھے دو مہمیں درپیش ہیں بتاؤ کہ وہ کیونکر سر انجام ہو سکتی ہیں۔

اول یہ کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے اپنی قوت و شوکت سے شریعت پیدا کی جس کو چار یاروں کی اعانت نے استحکام اور دوام دیا اگر میں بھی اپنے چار یار الماس بیگ۔ الغ خاں۔ ملک شہر الدین ظفر خاں۔ ملک نصرت خاں سنجر البخاں کی قوت و ہمت سے کوئی دین و شریعت پیدا کر دوں تو قیامت تک میرا نام صفحہ روزگار پر باقی رہے گا۔ دوسری مہم یہ کہ خزانے و فیل و اسپ اندازہ سے زیادہ میرے پاس ہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی اپنے امیر معتمد کو دہلی سپرد کروں اور خود سکندر

رومی کی طرح عالم گیری اور اقلیم کشائی کرنے لگوں ۔شراب کے نشہ میں یہ لن ترانیاں کرتا کہ ایک اقلیم فتح کرکے کسی دوست کو دیدوں گا اور خود دوسری اقلیم فتح کرنے چلا جاؤنگا ۔ اور بدمستی و جوانی وجہل و بے تمیزی و بیخبری و بے باکی سے کہا کہ ایک مذہب ایجاد کرتا ہوں کہ قیامت تک میرا نام باقی رہے گا ۔جب اُسکو دولاکھ مغلوں پر فتح ہوئی اور قتلغ خواجہ کو شکست ہوئی تو اُسکا عجب و نخوت وتکبر و غرور اتنا بڑھا کہ اپنے تئیں خطبہ میں سکندر ثانی پڑھوایا اور سکہ اور طغرا میں اپنے لقب میں اسے لکھوایا اور مذہب جدید کی تدبیر میں اور ربع مسکوں کی تسخیر میں راتدن فکر کرنے لگا جب ان دونوں مہموں کے باب میں ارکان مجلس سے استفسار کرتا تو اسکی بدخوئی و سخت گوئی کے سبب سے اُسکے خلاف کوئی جواب نہ دیتا کوئی سکوت اختیار کرتا کوئی خوش طبع باوجودیکہ اسکے خیالات کو باطل جانتا تھا مگر اس کی تصدیق و تحسین کرتا اور نظیر و تمثیل سے اس کے دماغ کو اور آسمان پر چڑھاتا ۔مسلمانان اور بزرگان دین مثل سلطان نظام الدینؒ ان مزخرفات باتوں کو سُنکر آزردہ خاطر ہوتے اور دعا کرتے تھے کہ خدا اس کو ان وسواس شیطانی سے نکال کر جادہ مستقیم شریعت مصطفوی پر قائم وثابت کرے ۔ملک علاء الدین علاء الملک کہ کوتوال دہلی تھا اور ہر غرۂ ماہ کو بادشاہ کے سلام کے لئے جاتا اور مجلس شراب میں داخل ہوتا ۔وہ حسب عادت اپنے بادشاہ پاس گیا اور حریف مجلس شراب ہوا تو بادشاہ نے ان دو مہموں کے باب میں اس سے استفسار کیا ۔علاء الملک سچا آدمی تھا اور فی الجملہ علوم سے خبر بھی رکھتا تھا سوچا کہ اب عمر آخر ہونے کو آئی ہے ان چند روزہ عاریت زندگی کے واسطے بادشاہ کی خوشامد کرنی اپنے دین کو برباد کرنا ہے مجھکو سچ سچ کہنا چاہئے بادشاہ کے غضب سے ڈرنا نہیں چاہئے ۔اس آخر عمر میں شہادت پانا لطف سے خالی نہیں ۔ ع

زدیم بر صف رنداں ہرچہ بادا باد

اُسنے عرض کی کہ اگر مجلس کو شراب و اغیار سے آپ خالی کیجئے تو اپنی عقل و دانش کے موافق عرض کروں اگر بادشاہ کے مقبول و پسند خاطر ہو تو زہے سعادت ورنہ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں بڈھا نشترہ ہو گیا ہوں ۔بادشاہ نے اسکی ملتمس کو منظور کیا اسی وقت صراحی و شیشہ و ساغر کو مجلس سے اٹھا دیا اور مجلس میں بادشاہ کے چار یار الماس بیگ الغخاں ۔ ملک نصرت خاں ۔ ملک

سنجر الپ خاں و غازی ملک تغلق کہ قائم مقام ظفر خاں کا ہوا تھا باقی رہے اور سب رخصت ہوئے تو علاء الملک نے عرض کیا کہ خداوند عالم دین شریعت و مذہب کا ذکر ہرگز آپ زبان پر نہ لائیں کہ یہ کام نبیوں کا ہے نہ بادشاہوں کا دین و شریعت وحی آسمانی سے تعلق رکھتی ہے نہ رائے و تدبیر بشری سے۔ آدم سے اس دم تک انبیا و رسل سے دین و شریعت کا ظہور ہوا ہے۔ اور بادشاہوں نے جہانداری و جہانبانی کی ہے جب سے جہان پیدا ہے اور جب تک رہیگا بادشاہ بنوت نہیں کر سکتے ہیں۔ مگر ہاں بعض پیغمبروں نے بادشاہی کی ہے۔ بندہ درگاہ کی عرض ہے کہ آیندہ بنائے دین و شریعت و مذہب کا ذکر مجلس شراب وغیر شراب میں حضور زبان پر نہ لائیں ورنہ خاص و عام و خرد و بزرگ و نزدیک و دور کو اس ارادہ پر اطلاع ہوگی تو وہ سب متنفر ہو جائینگے اور خلل عظیم پیدا ہوگا۔ ایک مسلمان آپ پاس نہ آئیگا۔ اس اندیشہ کو لوح خاطر سے بالکل محو کیجئے کہ وہ طاقت بشری سے دور ہے چنگیز خاں اور اسکی اولاد نے برسوں بہت کوشش کی اور مسلمانوں کے خون کے ندی نالے بہا دئے کہ دین محمدی کو برطرف کرے اور اپنے دین کو کہ چند ہزار سال سے ترکستان میں رواج رکھتا تھا شائع کرے مگر وہ یہ نکر سکا۔ بلکہ اسکے بالعکس خود مغل مسلمان ہوگئے۔ اور کوئی مسلمان مغل نہوا۔ اور مغلوں نے ہی دین اسلام سے تقویت پاکر کافروں سے جہاد کیا ؎

بہ نزد من آنکس نکو خواہ تست — کہ گوید فلاں خار در راہ تست

بادشاہ علاء الدین نے فکر و تامل کرکے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ صواب اور مطابق نفس الامر ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب میں آیندہ علٰحدہ مذہب بنانے کا خیال نہ کرونگا۔ اب دوسری مہم کی نسبت فرمایئے کہ خطا ہے یا صواب ملک علاء الملک نے کہا کہ وہ صواب ہے پہلے بھی جہاندار و نے اس قسم کا عزم کیا ہے جو حضور نے اپنی علو ہمت سے کیا اور تو بھی یہ کرسکتا ہے کہ اپنی قوت و جلادت اور لشکر و خزانہ کے زور سے اقالیم ربع مسکوں پر اپنا تصرف کرنے میں دوسری مہم کا منکر نہیں۔ مگر یہ حضور خوب سمجھ سوچ لیں کہ دہلی اور اقلیم دہلی کس جاں فشانی و زرریزی اور خون ریزی سے حاصل ہوئی جب اسمیں کسی شخص کو فرمانروا بنا کے ربع مسکوں کی تسخیر کو جائیے گا تو مراجعت کے وقت دہلی کو کسی باغی کے ہاتھ میں پائیے گا۔

اس زمانہ کا قیاس سکندر کے زمانہ پر نہ کرنا چاہئے ہمیں مکر و غدر و نقض عہد کمتر تھا۔ اس زمانہ کے آدمی جو عہد کرتے تھے اگر اس پر قرن گذر جاتے تو اس اپنے عہد سے بعد مکان یا طول زمان کے سبب سے تخلف نہیں کرتے۔ سکندر پاس ارسطاطالیس وزیر تھا۔ اس کی قوت فکر سے ممالک کا فتح کرنا آسان تھا اور اس کی تدبیر صائب کی برکت سے عوام و خواص مملکت کو باوجود اس قدر وسعت کے راضی و معتقد رکھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اگر بادشاہ کو بھی اپنے امرا اور رعایا پر سکندر کا سا اعتماد ہو تو یہ عزیمت عین صواب ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو ناصواب ہے۔ بادشاہ نے بعد تامل کے کہا کہ اگر میں ان موانع کو جو تو نے کہے پیش نظر رکھوں اور جہانگیری میں سعی نہ کروں اور ملک دہلی پر قناعت کروں تو پھر یہ لشکر و خزانہ کس کام کا ہے اور میرا اصلی مقصد جو جہانگیر مشہور ہونے کا ہے وہ کیونکر حاصل ہو۔ علاء الملک نے جواب دیا کہ بادشاہ کو بالفعل دو مہم ایسی در پیش ہیں کہ تمام خزانہ انکے خرچ میں خالی ہو جائے تو گنجائش ہے۔ اول دکن کی فتح مثل رنتھنبور۔ جالور۔ چندیری و طرف شرقی دریا محیط تک و شمالی ملتان و کابل تک یہ دیار متمردوں اور چوروں کی پناہ گاہ ہے۔ اگر وہ مسخر ہو جائیں تو ہندوستان تمام مفسدوں اور خللوں سے پاک ہو جائے۔ مہم دوم مغلوں کا سد راہ ہونا جو انکے آنے کی راہ میں حصار واقع ہیں جیسے ملتان۔ دیبالپور ہیں انکا سب طرح سے مستحکم کرنا۔ ان کے گرد خندق کھدوانا انکے اندر دانہ چارہ غلہ کے ذخیرے جمع رکھنا۔ جہاں قلعوں کی ضرورت ہو وہاں نئے قلعے بنوانا (منجنیقوں)، و عرادہ اور سب طرح کے اسلحہ بنا کر رکھنا۔ ان دونوں مہموں کو ختم کر کے حضور دار الملک دہلی میں خاطر جمع سے بیٹھے اور بندگان مخلص کو سپاہ آراستہ کر کے حوالہ فرمائیے کہ وہ اطراف میں اقالیم دور دست کو فتح کر کے اپنے قبضے و تصرف میں لائیں یوں سارے عالم میں حضور کی جہانگیری کا شہرہ مشہور اور عالم گیری کا آوازہ منتشر کریں اور یہ بات اسوقت حاصل ہو سکتی ہے کہ بادشاہ شرب مدام اور شکار کے استغراق تام سے دست بردار ہو۔ علاء الدین سکندر ثانی نے ان کلمات کو سُنکر علاء الملک کی رائے صائب و حسن تدبیر کی تحسین و آفرین کی اور خلعت بیش بہا عنایت کیا۔ اور امرا بھی اُسکی تقریر کو سُنکر مسرور ہوئے۔ اُنہوں نے بھی بہت کچھ صلہ اُسکو دیا حضرت سلطان نظام الدینؒ نے بھی اُسکے حق میں دعاء خیر کی۔

قلعہ رنتھنبور کا محاصرہ

۶۹۹؁ میں ملک علاء الدین نے علاء الملک کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا کہ ہندوستان کے راجاؤں کے محکوم کرنیکا ارادہ کیا اور اسکی بسم اللہ قلعہ رنتھنبور سے کی۔ یہاں راجہ پتھورا کا نواسہ ہمیر دیو راجہ تہا۔ اس مہم کے سرانجام دینے کیواسطے بادشاہ نے اپنے بہائی الماس بیگ الغخاں اور وزیر نصرت خاں کو بھیجا اور لشکر گراں انکے ساتھ کیا۔ اول انہوں نے قلعہ جھاین کو فتح کرلیا۔ پھر قلعہ مذکور کا محاصرہ کیا۔ ایک روز ملک نصرت حصار کے قریب گیا۔ پاشیب و گرگج کے بنانے میں کوشش کرتا تھا کہ حصار کے اندر سے ایک پتھر آنکر اُسکے لگا اور اس سے ایسا مجروح ہوا کہ دو تین روز بعد انتقال کیا۔ بعد ازاں راجہ ہمیر دیو نے بڑی سپاہ سے محاصرین پر حملہ کیا لاوری سے کیا کہ الغ خاں کو محاصرہ چھوڑکر جھاین میں آنا پڑا۔ جب یہ خبر سلطان علاء الدین کو پہنچی تو وہ غصہ میں آنکر بڑا لشکر لیکر خود رنتھنبور کو روانہ ہوا اور جب تلپت پہنچا تو قیام کیا۔

علاء الدین کے بھتیجے کا تخت حاصل کرنیکے لئے چچا کو قتل کرنیکا ارادہ اور اس کا استحکام

یہاں وہ ہر روز جنگل میں گھوڑے پر سوار ہوکر شکار کو جاتا۔ اتفاق سے ایک دن رات ہوگئی لشکرگاہ میں نہ آسکا۔ وہیں شب باش ہوا۔ آفتاب کے طلوع ہونیسے پیشتر حکم دیا کہ شکار قمرغہ ہو۔ اور آپ چند ہمراہیوں سمیت ایک ٹیلہ پر شکار کی سیر کے لئے جا بیٹھا کہ قمرغہ تیار ہوکر شکار کھیلے۔ بادشاہ کا بھتیجا سلیمان تہا۔ اسکا خطاب اکت خاں تہا۔ وہ وکیل در تہا۔ اُسکے دل میں یہ آیا کہ جس طرح بوڑہے چچا کو علاء الدین مارکر خود بادشاہ بن گیا۔ اسی طرح میں بھی آج چچا کا کام کرکے تاجدار بنجاؤں یہ سوچ سمجھ کر سو نو مسلم مغل سوار اپنے قدیمی نوکر ہمراہ لئے۔ اور بادشاہ پاس گیا۔ شیر شیر کہکر سلطان علاء الدین پر تیر برسانے شروع کئے۔ جاڑے کا موسم تھا بادشاہ دگلا اور قبا پہنے ہوئے مونڈہے پر بیٹھا تہا۔ جو وقت یہ تیر اسپر برسنے شروع ہوئے اسنے مونڈہے کو سپر بنایا اور تیروں کو اسپر روکا۔ مگر کچھ تیر بادشاہ کے بازو پر لگے۔ ایک غلام وفادار ہندو مانک قوم موجود تھا۔ وہ بھی بادشاہ کے سامنے کہڑا ہوگیا اور سارے تیروں کو اپنے بدن پر روکا۔ پیادے

جو بادشاہ کے گرد کھڑے تھے انہوں نے اپنی سپروں سے بادشاہ کو ڈھک لیا سلیمان شاہ (اکت خاں) کا ارادہ ہوا کہ گھوڑے سے اُتر کر بادشاہ کا سر قلم کرے کہ اتنے میں پیادوں نے جو بادشاہ کے گرد تھے واویلا مچائی کہ ہائے بادشاہ مارا گیا۔ اکت خاں احمق نے ان پیادوں کی بات کو سچ جانا۔ اور خوشی خوشی بارگاہ سلطان میں آیا۔ اور بادشاہ کے مارے جانیکا قصہ مشہور کیا کہ میں نے اُسی مارڈالا اور آپ خود اُسکا جانشین بن بیٹھا اور تخت پر جلوس کیا۔ سارے لشکر میں اسکی سلطنت کی مبارک سلامت ہوگئی۔ اب اس بیوقوف نے حرم سرا میں جانا چاہا۔ وہاں ملک دینار مسلح بمقابلہ پیش آیا اُسنے کہا کہ جبتک بادشاہ کا سر نہ دکھاؤ گے حرم سرا میں جانے نہ پاؤ گے۔ اب یہاں جب علاءالدین کو ہوش آیا اُسنے اپنے زخم باندھے۔ اور وہ یہ سوچا کہ اکت خاں کی یہ حرکت بغیر امرا کی صلاح اور مشورہ کے نہ ہوگی۔ اسلئے لشکر میں ان تھوڑے آدمیوں کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ پچاس ساٹھ آدمی جو ساتھ رہ گئے ہیں اُنھیں لیکر بھائی پاس جھائن چلئے۔ بادشاہ کا یہ ارادہ دیکھکر ملک حمید الدین نے یہ سمجھایا کہ آپ جھاین نہ جایئے اور ابھی اپنے لشکر کی طرف چلئے۔ اور دشمن کو فرصت نہ دیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس فرصت میں کام اپنا درست کرے جسوقت بادشاہ کا چتر سر پر لشکر دیکھے گا ننگے پاؤں دوڑ آئیگا۔ اس بات کو بادشاہ نے مان لیا۔ تاج جو جنگل میں پڑا تھا اُسکو سر پر رکھکر بہت آہستہ آہستہ سراپردہ کی طرف چلا۔ جسوقت بادشاہ کے چتر سفید پر لشکر کی نظر پڑی اُسیوقت نئے بادشاہ کی مجلس درہم برہم ہوئی۔ اور بادشاہ کے قدموں میں سب دوڑے آئے۔ اب اکت خاں کو سوا بھاگنے کے چارہ نہ تھا۔ افغان پور کو بھاگا۔ بادشاہ نے تخت پر جلوس فرمایا۔ بھتیجے کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ اُنہوں نے اُسکو قتل کیا اور سر کو سارے لشکر میں پھرایا۔ ؎ تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی۔ بادشاہ نے اُسکے بھائی قتلغ خاں کو اور اسکے ہمراہیوں کو بھی قتل کیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہی کہ اس واقعہ کے بعد علاءالدین کبھی گھوڑے پر نہیں سوار ہوا۔

بھانجوں کی بغاوت اور بغاوتیں اور رنتھنبور کا دوبارہ فتح کرنا

غرض جب یہ قصہ طے ہو چکا تو بادشاہ رنتھنبور میں بھائی پاس پہنچا۔ رنتھنبور کے قلعہ کا محاصرہ دوبارہ

شروع کیا۔ اس محاصرہ نے طول کھینچا۔ ہر روز قلعہ والوں کی آگ اور تیر برسانے سے بادشاہی لشکر کو نقصان پہونچا۔ اہل اسلام نے بھی نقب دسیبہ بڑھا کر اہل قلعہ کو خوب تنگ کیا اور ایام محاصرہ میں سرداروں نے ملک کو خوب تاخت وتاراج کیا۔ اور سرکشوں کو موم کی طرح نرم کیا۔ غرض یہاں یہ ہو رہا تھا کہ بادشاہ کے بھانجے امیر عمر اور منگو خاں کہ بدایوں اور اودھ میں حاکم تھے بادشاہ سے بگڑ بیٹھے۔ بادشاہ نے اُن کی بغاوت کو کچھ بڑا نہ جانا۔ دہلی کے اردگرد کے امیروں کو لکھا کہ اُن کا تدارک کریں اُنہوں نے حسب الحکم لشکر کشی کر کے بڑی کوشش سے دونوں بھائیوں کو مغلوب کر کے مقید کیا اور بادشاہ کے لشکرگاہ میں بھیجدیا اور جو مفسد اُن کے ساتھ تھے اُن کو مار ڈالا۔ سلطان نے قلعہ کے نیچے اوروں کی عبرت کے لئے اول اُن کی آنکھیں نکلوائیں اور پھر بڑے عقوبت سے اُن کو مارا۔ یہ فساد ابھی بالکل مٹا نہ تھا کہ ایک اور جھگڑا کھڑا ہوا۔ ملک فخرالدین قدیمی کوتوال کا غلام زادہ حاجی مولیٰ تھا اُس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ قلعہ گیری میں مصروف ہے۔ اور کوتوال شہر بایزید سے لوگ ازحد ناراض ہیں اُس کی مدد وہ نہ کرینگے۔ دوپہر کو ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ اور کوتوال کے گھر پہنچا اور اُس سے کہا کہ ایک حکم بادشاہ کا آیا ہے اُسے سُن جاؤ۔ کوتوال اُسی وقت باہر آیا۔ حاجی مولا نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا اُنہوں نے اُس کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ کے حکم سے مارا ہے۔ نئی دلی کے کوتوال علاؤالدین ایاز پاس بھی آدمی بھیجا کہ فرمان بادشاہ آیا ہے اُسے آنکر دیکھ جاؤ وہ اُس کے غدر سے واقف تھا اُس نے نئے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ حاجی مولا نے اپنے آدمیوں کے ساتھ کوشک لال میں اور شہر پر قبضہ کر لیا قیدیوں کو چھوڑ دیا اور خزانہ اور سلح خانہ تمام قیدیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ان قیدیوں کو ساتھ لیا اور علوی کو کہ سلطان شمس التمش کی اولاد میں سے تھا تخت پر بٹھایا اور زبردستی لوگوں سے بیعت کرائی۔ جب بادشاہ کو یہ پرچہ لگا تو اُس نے اُس کو ظاہر نہ کیا اور پہلے سے زیادہ قلعہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا۔ ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ بدایوں اور امروہہ سے ملک حمیدالدین لشکر لیکر دلی میں آیا اور لڑکر حاجی مولا سے شہر لے لیا۔ اور اُس کو قتل کیا۔ اور علوی کو بھی مار کر سر کاٹا اور تمام شہر میں پھرایا۔ اور یہ سب حال بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ سلطان نے اپنے بھائی الغ خاں کو یہاں باغیوں کی سیاست کے لئے بھیجدیا۔ امیرالامرا ملک فخرالدین کے بیچارے بیٹے باوجود اس لڑائی بھڑائی سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے

گردن سے مارے گئے اور یہ ایک قدیمی خاندان نیست و نابود ہو گیا۔ اور اُس کے سارے گھروں کی انیٹ سے اینٹ بج گئی۔ بادشاہ نے قلعۂ رنتھنبور کو ۷۰۱ھ میں ایک برس کے محاصرہ کے بعد فتح کیا۔ اُس نے بہت سا لشکر جمع کیا تھا اور تھیلے اُن کو دیئے تھے کہ اس میں ریت بھریں۔ ایک درہ میں جس کو رن کہتے ہیں ان تھیلوں کو ڈال کر بڑا سرکوب بنایا اور اہل قلعہ کو ستایا۔ اور سب محصورین کو قتل کیا۔ اور راجہ کو مع رانی کے فنا کیا۔ کہتے ہیں کہ میر محمد باغی کہ جالور سے بھاگ کر یہاں آ گیا تھا زخمی پڑا تھا۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑی۔ رحم آیا پوچھا کہ اگر تیرا معالجہ کیا جائے اور تو صحت پائے تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ میر محمد نے جواب دیا کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں اور راجہ ہمیر کے بیٹے کو بادشاہ بناؤں۔ اُس پر بادشاہ بڑا خفا ہوا۔ اور ہاتھی کے پیر کے نیچے کچلوایا۔ مگر جب اُس کی اس وفاداری اور ایمانداری کا خیال آیا تو اُس کی تجہیز و تکفین ایک شان کے ساتھ کی اس قلعہ کو اپنے بھائی الغ خاں کے حوالہ کیا۔ اور آپ دلّی میں چلا آیا۔ الغ خاں یہاں پانچ چھ مہینے حکمران رہا۔ پھر بیمار ہو کر دلی کو آتا تھا کہ راہ میں سفر آخرت پیش آیا۔

اسباب بغاوت اور اُنکے انسداد کی تدبیریں

اب بادشاہ نے دلّی میں مشیرانِ سلطنت کو بُلا کر کہا کہ چار بغاوتیں پے درپے ہو چکی ہیں ایسی تدبیریں بتاؤ کہ پھر کوئی بغاوت اور سازش نہو۔ مشیرانِ سلطنت نے چار اسباب بغاوت کے بتلائے اوّل رعایا کے نیک و بد سے بادشاہ کو خبر نہیں ہوتی۔ دوم شراب خواری علانیہ ہوتی ہے۔ شراب کے پینے سے خوہاے زشت کو تحریک ہوتی ہے اور اُس سے مافی الضمیر کا اظہار بے اختیار ہوتا ہے اور اُس سے فتنے برپا ہوتے ہیں۔ سوم امیر اور اعیانِ سلطنت باہم رشتے رکھتے ہیں اور کرتے ہیں اور جب ایک پر کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے تو سب آپس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ چہارم زر و مال کی کثرت۔ قاعدہ ہے کہ جس وقت اراذل اور کمینوں کو دولت ملتی ہے خیالاتِ فاسد اُنکے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سے فساد کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے ان سب اہل الرّاے کی باتوں کو پسند کیا اور ان اسباب کے رفع کرنے میں ساعی ہوا۔ اوّل خلق کے نیک و بد حال دریافت کرنیکے واسطے جاسوس مقرر کئے۔ اب اس جاسوسی کو وہ فروغ ہوا

کہ جو امرا اپنے گھر بی بچوں سے باتیں کرتے اُن کی باتوں کی خبر بادشاہ کے کانوں تک پہنچتی یہاں تک لوگ ان جاسوسوں کے ہاتھ سے تنگ ہوئے کہ گھر میں پکار کر آدھی رات کو بات نہ کرتے۔ اس تجسس سے تمام ملک میں انتظام ہو گیا۔ اور رستوں میں امن وامان۔ مسافر تنہا جہاں چاہتے وہاں جاتے سوداگر سونا اُچھالتے چلے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ اُن کے مُنہ میں کے دانت ہیں۔ اور دوسرے مفسدہ کے دور کرنے کے لئے اُس نے شراب علانیہ پینی چھوڑی۔ عیش خانہ کو طلاق دی اور جلسوں کا آراستہ کرنا موقوف کیا۔ تمام شراب لنڈھا دی۔ شراب پینے کے چاندی سونے کے برتن توڑ پھوڑ برابر کئے اور اُن پر سکہ لگوایا۔ اور سب جگہ منادی کر دی کہ بادشاہ نے شراب پینی چھوڑ دی۔ اور تمام ممالک محروسہ میں شراب کی ممانعت کے اشتہار بھجوا دیئے کہ جو شخص شراب پئے گا وہ گردن مارا جائے گا۔ اس حکم پر اس قدر لوگوں نے گھروں سے شراب نکال نکال کر بازاروں میں پھینکی کہ شراب کی کیچڑ ہو گئی۔ رندان می خوار جو شراب کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے کسی نہ کسی طرح وہ اُس کو بہم پہنچاتے تھے۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور اُس کو شراب پینے والوں کا زندان بنایا۔ اکثر اس زندان میں قیدی قیدِ حیات سے چھوٹ جاتے۔ جب یہ قانون خوب منضبط ہو گیا تو بادشاہ نے امیروں کو تنہا شراب پینے کی اجازت دیدی۔ اب تیسرے مفسدہ کے انسداد کے واسطے اُس نے حکم دیدیا کہ بغیر حکم شاہی امیر اور دولت مند آپس میں ملاقات نہ کریں اور ایک دوسرے کے ہاں دعوت میں نہ جائیں۔ اور بغیر تحریری اجازت نامہ کے آپس میں ناطے رشتے نہ کیا کریں۔ غرض یوں جو آشنا یگانے تھے وہ ناآشنا و بیگانے بن گئے۔ اگر کوئی کسی کے ہاں مہمان جاتا تو وزیر سید خاں کی خوشامد کی جاتی کہ وہ بادشاہ سے اُس کے گھر میں اُترنے کی اجازت حاصل کرا دے۔ مفسدۂ چہارم کے انسداد کے واسطے یہ تدبیر کی کہ جو گاؤں وقف یا انعام یا مِلک کسی کی تھا اُن سب کو خالصہ ٹھیراتا خواہ وہ کسی مسلمان پاس ہو یا ہندو پاس۔ غرض ضبطی اور سخت گیری سے ایسے لوگ کھانے پینے سے تنگ ہوئے کہ کبھی فتنہ و فساد کا نام بھی زبان پر نہ آتا۔

قوانین و ضوابط علائی

جب ان بغاوتوں کے انسداد سے اُس کو انفراغ ہوا تو اُس نے یہ چاہا کہ ایسے ضوابط و قوانین

مقرر ہوں کہ رعیت کے درمیان ضعیف و قوی برابر ہوں اور زیر دست رعیت پر مقدموں و چودھریوں کا تسلط موقوف ہو پس اول یہ قانون مقرر ہوا کہ مساحت کے بموجب نصف محصول بلا قصور وصول ہو اس میں مقدم و چودھری و کل رعایا سب برابر ہوں۔ زیر دستوں کا بوجھ زیر دستوں کے سر پر نہ پڑے مقدمی کی وجوہ سے جو حاصل ہو وہ خزانہ میں داخل ہو خواہ مقدم ہو یا رعیت وہ چار بیل کشت کاری کے اور دو بھینس اور دو گائیں اور بارہ بکریوں یا بھیڑوں سے زیادہ نہ رکھنے پائے۔ دوسرا قانون یہ تھا کہ بھینس یا بکری غرض جو دودھ دینے والا جانور ہو اُس کی چرائی لی جائے اور چرائی کی مقدار مقرر ہو سوم جو گھر آباد ہو اُس سے کرایہ طلب کیا جائے۔ اس کام میں عمال اور اہل قلم نے ایسی احتیاط کی کہ خیانت کے پھوٹی کوڑی نہیں لی اور اگر عمال سوائے اپنی تنخواہ کے کسی اور چیز پر متصرف ہوتے تھے تو پٹواری کے کاغذ سے جو کچھ اُن کے نام بر آمد ہوتا وہ اُسی ساعت لیا جاتا تھا۔ بہت سے محرر ایسے تھے کہ جب اُنہوں نے دیکھا کہ عمال کے عہدے میں کچھ اوپر کی یافت نہیں ہے تو اُنہوں نے اس اپنے پیشے کو چھوڑ دیا ان عہدہ داروں کو خیانت کی سزائیں ایسی سخت ملتی تھیں کہ برسوں وہ قید میں رہتے تھے اور پٹتے تھے جس کے سبب سے ان عہدوں سے لوگ ایسے ڈرتے تھے جیسے کہ بخار و موت سے۔ غرض جن سے یہ محصول لیا جاتا اور جو لیتے وہ ذرا سا بھی قصور کرتے تو سخت سزا پاتے۔ مقدموں اور چودھریوں کا حال پہلے یہ تھا کہ وہ سوار پھرتے تھے ہتھیار باندھتے تھے لباسِ فاخرہ پہنتے تھے شکار کھیلتے تھے مگر اب اُن کا حال ایسا تنگ ہو گیا تھا کہ اُن کی عورتیں لوگوں کے گھروں میں جا کے محنت مزدوری کرتی تھیں جب اُس سے اپنا پیٹ بھرتی تھیں۔

بادشاہ اور قاضی مغیث الدین کی گفتگو

بادشاہ علاؤالدین کبھی کبھی کہا کرتا کہ بادشاہی کے احکام و ضوابط بادشاہوں کی رائے سے متعلق ہیں۔ شریعت کو اُن میں دخل نہیں۔ علما سے عبادات کے طریقوں کا فیصلہ کرنا متعلق ہے۔ غرض بادشاہی کی اصلاح کے لئے جو کچھ اُس کے ذہن میں آتا وہ کرتا۔ اس میں مشروع و غیر مشروع کو نہ دیکھتا۔ علمائے عصر میں سے قاضی مغیث الدین بیانوی بڑے دانشمند عالم تھے وہ فی الجملہ زیادہ قرب رکھتے تھے اور بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور امرا کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتے مگر بادشاہ کے

خوف کے مارے علم کا ایک حرف زبان پر نہ لاتے۔ بادشاہ ابتدا میں تو الف کے نام بے بھی نہیں جانتا تھا مگر آخر میں اُس کو کچھ لکھنا پڑھنا آگیا تھا کہ وہ مجزوں کے خط و فارسی کتابیں آپ پڑھ لیتا تھا۔ اور اہل فضل سے بھی ہم زبان ہوتا۔ اس کا اعتقاد فاسد پہلا سا نہ رہا تھا۔ اُس کو معلوم ہوگیا تھا کہ علما و قضات و ارباب فتاویٰ کو صفائی نیت اور نفس الامر منظور ہوتا ہے وہ طمع دنیوی سے کوئی اپنی طرف سے مسئلہ نہیں گھڑتے۔ برخلاف عادت کبھی کبھی وہ فضلا کی صحبت میں بیٹھتا اور مسئلہ شرعی پوچھتا۔ چنانچہ ایک دن قاضی مغیث الدین بیانوی سے کہا کہ میں چند مسئلے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ علما کو مکار و محیل جانکر اُن سے بات نہ کرتا تھا۔ اور ابتک اپنی بادشاہی میں اس نے شرع کی طرف کبھی رجوع نہیں کی تھی یہ سُنکر قاضی صاحب کی جان نکلی اور زمین بوس ہوکر عرض کی کہ پوچھنے سے پہلے مجھے حضور قتل فرمائیں تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے اس کا سبب پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ جو کچھ حضرت پوچھینگے اگر سچ کہونگا تو بادشاہ کے مزاج کے موافق نہ ہوگا۔ اور اگر خوشامد کرونگا تو جھوٹ بولونگا جو بادشاہ پر کسی دوسرے شخص سے پوچھنے سے ظاہر ہوجائیگا وہ بھی میرے قتل کا باعث ہوگا۔ اُس پر بادشاہ نے ہنسکر کہا کہ شریعت کے موافق مجھے سچ سچ جواب دو کہ راستی کے سبب سے آپ کو کوئی ضرر نہیں پہونچے گا۔ اب بادشاہ نے یہ چند سوال کئے۔ اوّل شریعت پاک میں کس ہندو کو خراج گذار و ذمی کہتے ہیں۔ قاضی نے کہا کہ وہ ہندو خراج گذار و ذمی ہے کہ محصل بادشاہی اُس سے جو مال و خراج طلب کرے وہ تواضع کے ساتھ بے مضائقہ تمام ادا کرے اور اگر محصل سے کوئی ادا ایسی صادر ہو کہ وہ اُس کی اہانت کا سبب ہو تو اُس کو بے انکار و تنفر قبول کرے۔ بادشاہ ہنسا اور کہا کہ جو کچھ تو نے از روے کتاب کہا وہ میں نے اپنی راے کے اجتہاد سے کر رکھا ہے اور میں نے ہندوؤں کو اس طرح ذمی بنا رکھا ہے۔ سوال دوم عامل جو رشوت لیتے ہیں اُس کو از قسم دزدی سمجھ کر چوروں کی سزائیں اُن کو دے سکتا ہوں یا نہیں۔ قاضی نے کہا کہ کہ عامل بطریق رشوت جو کچھ لے لیں تو اُن پر ایسی تعذیب کرنی چاہئے کہ وہ اُس کو پھیر دیں۔ مگر ہاتھ کاٹنا کہ دزدی کے ساتھ مخصوص ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی یہی کرتا ہوں کہ عامل جو مال خیانت کرتے ہیں اُن کو شکنجہ میں کھینچکر وہ مال لے لیتا ہوں تاکہ خیانت کی راہ مسدود ہو اور ظالم لالچیوں کا ہاتھ کوتاہ ہو۔ سوال سوم ایام بادشاہی سے پہلے جو دیوگڈھ سے بہ ضرب شمشیر میں مال لایا ہوں وہ میرا حق ہے یا بیت المال کا۔ اور اس میں اور

مسلمانوں کا حصہ بھی ہے یا نہیں۔ قاضی نے کہا کہ اُس میں بادشاہ کا حق ایسا ہی ہے جیسا کہ اور تمام اُن مسلمانوں کا حق ہے کہ جو آپ کے ممد و معاون ہوئے ہیں۔ اُس پر بادشاہ آشفتہ ہو کر بولا کہ ایام ملکی میں ولایت کفار سے کہ جس مال کو میں محنت کر کے لایا ہوں اور بادشاہ کے خزانہ میں میں نے داخل نہیں کیا ہے وہ بیت المال کس طرح ہو سکتا ہے۔ قاضی نے کہا کہ بادشاہ جو اپنے نفس نفیس سے پیدا کرے وہ اُس کا حق ہے لیکن جو لشکریوں کی اعانت اور مدد سے پیدا کرے اس میں سب برابر کے شریک ہیں۔ سوال چہارم۔ اس مال میں میرا اور میری اولاد کا حق کس قدر ہے۔ قاضی نے دل میں کہا کہ اب میری پوری موت آئی۔ پہلے جواب سے بادشاہ آزردہ خاطر تھا اور دوسرا جواب پہلے سے زیادہ سخت ہوگا۔ اس سے بادشاہ اور زیادہ آشفتہ ہوگا۔ بادشاہ سے جان کی امان مانگ کر قاضی نے عرض کی کہ آپ تین طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر عدالت محض اور خلفای راشدین کا اتباع منظور ہو تو بادشاہ اس میں اس قدر لے جس قدر اُس نے اپنے اور نوکروں کے لئے مقرر کیا ہے اور اگر میانہ روی اختیار کرے تو امرائے معارف میں سے جس امیر کا وظیفہ زیادہ ہو اُس کی برابر بیت المال میں سے لے اور اگر اُن علمائے دین کی اجازت کے موافق عمل کرے جو ایسے وقت میں روایاتِ ضعیف کی سند پر بادشاہ کامگار کے ہم زبان ہوتے ہیں تو جو سب سے زیادہ بزرگ امیر کو دیا جائے اس سے کچھ تھوڑا زیادہ لے کہ جس سے بادشاہ کو ایک طرح کا امتیاز حاصل ہو اور سلطنت کی عزت ہو۔ اس سے زیادہ لینا جائز نہیں اور فرزندانِ عظام کا حصہ موافق سائر الناس کے یا بطریق امرائے متوسط کے ہے ایسے جواب سے بادشاہ آگ بگولا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ مال جو میرے قصر میں ہے اور سائر ابواب میں خرچ ہوتا ہے یہ سب نامشروع تو بتائے گا۔ قاضی نے کہا کہ جو آپ نے مسئلہ شرعی پوچھا اُس کا جواب کتب شرع کے موافق میں نے دیا اگر مصلحت ملکی کے موافق استفسار ہوتا تو میں یہ کہتا کہ جو بادشاہ کرے وہ عین صواب۔ اور قواعد و قوانین جہانداری کے مطابق ہے بلکہ جتنا اور زیادہ لے شوکت و عظمت بادشاہ کا سبب ہے یہ بات قواعد ملکی کے انتظام سے متعلق ہے۔ بعد ازاں بادشاہ نے کہا کہ جو سپاہی موجودات کے وقت حاضر نہیں ہوتے اُن سے تین سال کی تنخواہ واپس لیتا ہوں یا تین سال تک ایک مہینے کی تنخواہ نہیں دیتا۔ شرابخواروں اور شراب فروشوں کو چاہ زندان میں بند کرتا ہوں اور جو کوئی شخص کسی کی بیوی سے زنا کرتا ہے

اُسے خصّی بناتا ہوں اور عورت کو قتل کرتا ہوں۔ سرکشوں میں نیک و بد و خشک و تر کو نہیں دیکھتا سب کو ہلاک کرتا ہوں اور اُن کے جورو بچّوں کو بے نوا اور تلف کرتا ہوں۔ مال واجب الادا کو ضرب چوب سے وصول کرتا ہوں اور جبتک ایک جیتل باقی رہتا ہے قید و زنجیر و تختہ بند کو کام میں لاتا ہوں اور ایذا دیتا ہوں تو ان سب کاموں کو کیسے گا کہ میں نامشروع کرتا ہوں۔ قاضی صاحب مجلس سے اُٹھے دور جاکر سر بہ زمین ہوئے اور کہا یہ سب نامشروع ہیں۔ بادشاہ غضبناک ہوکر حرم سرا میں گیا اور قاضی صاحب اپنے گھر جلدی سے آئے اور اپنے اہلِ بیت سے رخصت ہوئے اور قتل کے مترصد ہوئے ؎

چوں سخن راست تو آری بجاے

ناصرِ گفتار تو باشد خداے

دوسرے روز قاضی صاحب کو برخلاف اُن کی توقع کے بادشاہ نے بُلا کر بہت عنایت کی اور بھاری خلعت انعام دیا اور فرمایا کہ آپ کو علم ہے تجربہ نہیں اور مجھے علم نہیں تجربہ ہے۔ میں مسلمان و مسلمان زادہ ہوں تو جو کچھ کہتا ہے حق ہے لیکن مہماتِ دُنیا خصوصاً ہندوستان محض شریعت کی پابندی سے رونق نہیں پا سکتا اور نہ اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔ جبتک سیاستہاے عظیم نہ ہوں۔ ملک آرام سے نہیں رہ سکتا اور تعزیرات شرعی سے اس زمانہ کے آدمی راہِ مستقیم پر نہیں آسکتے۔ میں جاہل ہوں۔ نوشت و خواند سے نہ آشنا ہوں۔ سواے الحمد اور قل ہو اللہ و دعاے قنوت و التحیات کے کوئی اور چیز پڑھنی نہیں جانتا میں نے ایسے سخت سخت حکم جاری کئے کہ کوئی شخص جو دوسرے شخص کی بیوی سے زنا کرے تو خصی کیا جائے لیکن باوجود اس سختی کے پھر بھی ایسے زناکار روز پکڑے آتے ہیں۔ جو سپاہی کہ موجودات کے وقت حاضر نہیں ہوتے اُن سے تین سال کی تنخواہ واپس لیجاتی ہے اُس پر بھی سو دو سو سپاہیوں کو یہ سزا ہمیشہ ملتی ہے۔ میں نے مال چوری کرنے پر دس ہزار محرروں و عاملوں سے گدائی کرائی اور ان کے بدنوں کو کیڑوں سے کٹوایا تو بھی اس جماعت نے چوری سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نویسندگی و دزدی ہم زاد مادرزاد ہیں۔ شراب فروشوں و مے نوشوں کیلئے میں نے چاہ زنداں بنایا اور اس میں اُن کو ڈال کر سڑایا مگر اس چاہِ زندان میں بھی شرابیوں نے شراب پینا نہ چھوڑا۔ اور یہاں بھی شراب بیچنے والوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ گھروں میں بھٹیاں بنائیں اور ان میں چوری چھپے شراب بنائی۔ اُس کو خود پیا اور چھپا کر مہنگا بیچا۔ شہر کے باہر سے مشکیں

بھر کر گھاس و لکڑیوں کے گٹھوں میں چھپا کر لاتے اور سیکڑوں حیلے و بہانے و مکر و فریب و دغا سے شہر کے اندر شراب پہنچتے۔ دروازوں پر تلاشی میں پکڑے جاتے اور چاہ زندان میں لٹکائے جاتے مگر اپنے کوتکوں سے باز نہ آتے۔ غرض اس زمانہ میں ہزاروں لاکھوں آدمی ایسے ہیں کہ وہ دین دنیا دونوں کی پروا نہیں کرتے ایسے بدکاروں کا علاج نہ کسی انسان نے پہلے کیا ہے نہ مجھ سے ہو سکے۔ مگر سارے کاموں میں میری نیت میں یہ ہوتا ہے کہ خلق اللہ کی رفاہیت ہو اس لئے غفور الرحیم کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ میرے گناہ معاف کریگا۔ درِ توبہ باز ہے۔

مغلوں کی مہمات اور اُن کے انسداد کے واسطے قوانین اور ضوابط قواعد کا مقرر ہونا

اب سلطان علاؤالدین نے ارادہ کیا کہ اس قدر لشکر کو بڑھائے کہ مغلوں کی لڑائی سے عہدہ برا ہو سکے اور ممالک محروسہ کا بندوبست بھی رکھ سکے۔ خزانہ جس قدر اُس کے پاس تھا وہ اس قدر تھا کہ کسی لشکر کثیر کے لئے پانچ چھ سال سے زیادہ وفا نہ کر سکے۔ پس اس باب میں ارباب رائے سے جن میں ملک خطیر الدین سب سے زیادہ بزرگ تھے مشورہ کیا اور پوچھا کہ لشکر بڑھانے کے لئے کونسی تدابیر ہیں۔ تمام بلاد ترکستان میں چنگیزی سپاہیوں کی تنخواہ نہایت قلیل مقرر ہوتی ہے۔ میرا بھی یہی ارادہ ہے کہ سپاہیوں کی تنخواہ اسی قدر قلیل مقرر کروں۔ ارباب رائے نے کہا کہ بادشاہ کا یہ ارادہ جب پورا ہو سکتا ہے کہ سپاہیوں کے تمام مایحتاج غلے و گھوڑے ہتھیار و سارے آلات سپاہ گری کے ارزاں کر دیے جائیں کہ جس سے کمی تنخواہ کا معاوضہ اس ارزانی سے ہو جائے۔ بادشاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اپنے دانشمند وزیروں کے اتفاق سے اس باب میں چند قواعد و ضوابط مقرر کئے جن کے سبب سے اسباب معاش ارزاں ہوگئے اور مقصود حاصل ہوا۔

اوّل قاعدہ۔ ارزانی غلہ کے باب میں مقرر ہوا جس میں سب سے زیادہ نفع عام تھا اور اُس کے یہ ضوابط قرار پائے۔

ضابطہ اوّل۔ غلہ کا نرخ بادشاہ مقرر کرے۔ دوم سلطانی غلہ کے انبار لگائے جائیں۔ سوم۔ اناج کی منڈیوں میں سچے معتبر و با اختیار اشخاص مقرر ہوں۔ چہارم۔ بلاد ممالک کے بنجاروں کا ایک

دفتر بنایا جاوے اور وہ شحنہ کی رعیت بنائے جائیں۔ پنجم دوآبہ اور سو سو کوس تک دلی کے گرد رعیت سے خراج اتنا لیا جاوے کہ وہ دس من غلہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے کا مقدور نہ رکھیں اور ایسی شدت بھی خراج کی طلب میں نہ کی جائے کہ کھیتوں میں کھڑا غلہ بنجاروں کے ہاتھ رعایا بیچ ڈالے۔ ششم کارکنوں و لایت سے اقرار نامہ لیا جاوے کہ غلہ کو کھیتوں کے کناروں پر بنجاروں کے ہاتھ فروخت کرادیا کریں۔ ہفتم منڈی میں برید معتبر رہا کریں کہ بادشاہ سے غلہ کی کیفیت وہ عرض کیا کریں۔ ہشتم ایام امساکِ باراں میں غلہ کا ایک دانہ بے حاجت کے کسی منڈی سے کوئی شخص نہ لے سکے۔ یہ آٹھ ضابطے ارزانی غلہ کی استقامت کے لئے تخت علائی کی پیشگاہ سے جاری ہوئے۔ نزول باران اور امساک باران میں ایک دانگ کی برابر بھی بھاؤ نہیں بڑہا۔ اوّل ضابطہ غلہ کے نرخ کا اس طرح مقرر ہوا کہ گیہوں فی من ساڑھے سات جیتل۔ جَو فی من چار جیتل۔ شالی یعنی جوار فی من پانچ جیتل۔ ماش فی من پانچ جیتل۔ نخانی من پانچ جیتل۔ موٹھ فی من تین جیتل۔ دوم ملک قبول الغخانی کہ ایک دانشمند ملک اور کاردان اور مقرب شاہی تھا وہ منڈی کا شحنہ مقرر ہوا۔ اُس کو اقطاع بزرگ دیئے گئے سوار و پیادے اُس کے سپرد ہوئے اور اُس کے دوستوں میں سے ایک ہوشیار نائب مقرر ہوا۔ سوم انبار ہائے سلطانی کے باب میں سلطان علاؤالدین نے حکم دیا کہ دوآبہ کے درمیان جو قصبات خالصہ ہیں اُن سے خراج کے بدلہ میں غلہ لیا جائے اور غلہ انبار ہائے سلطانی میں شہر میں پہنچایا جائے اور حکم ہوا کہ نئے شہر میں اور نئے شہر کی ولایت میں نصف حصہ سلطانی غلہ ہی ہو اور وہ قصبات میں جمع ہو اور شہر کے بنجاروں کو سپرد ہو کہ جب امساکِ باراں ہو یا منڈی میں بنجارے غلہ پہونچانے میں کوتاہی کریں تو ان انبار ہائے سلطانی سے منڈی میں غلہ لائیں اور منڈی کے بنجاروں کو سپرد ہو کہ وہ نرخ سلطانی سے فروخت کریں اور کسی شخص کو احتیاج سے زیادہ نہ دیں۔ چہارم سلطان علاؤالدین نے حکم دیا کہ تمام بلاد ممالک کے بنجارے شحنۂ منڈی کی رعیت بنائے جائیں اور شحنۂ منڈی اُن کے مقدموں کو گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر جب تک ڈالے رکھے کہ وہ سب متفق ہو کر ضمانت ایک دوسرے کی اس امر کی نہ دیں کہ وہ دریائے جمنا کے کنارے کے دیہات میں مع زن و بچہ و مویشی کے سکونت اختیار کرینگے۔ اس ضابطہ سے یہ فائدہ ہوا کہ منڈی میں غلہ اس افراط سے آتا کہ سلطانی غلہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ پنجم احتکار یعنی غلہ کی بھرتی کرنے کی علی العموم ممانعت کردی گئی۔ عہد علائی میں اس منع احتکار کا نتیجہ یہ تھا کہ سوداگروں اور دہقانوں اور بنیوں میں

سے کسی کا مقدور نہ تھا کہ ایک من غلہ احتکار کرے یا خفیہ ایک من آدھ من غلہ اپنے گھر میں بھیجے۔ اگر ایسا کوئی کرتا تو پکڑا جاتا اور اُس سے ڈنڈ لیا جاتا اور دوآبہ کی ولایات کے نوابوں اور کارکنوں سے اقرار نامہ لیا جاتا کہ کوئی شخص اُن کی ولایت میں غلہ بھرتی نہ کرے۔ اور اگر یہ غلہ کی بھرتی معلوم ہوتی تو نائب و متصرف دونوں مجرم ہوتے اور بادشاہ کے روبرو جوابدہی کے لئے آتے۔ ششم ولایت کے متصرف و کارکنوں سے اقرار نامہ لیا جاتا کہ وہ رعایا سے اُن کے کھیتوں ہی پر بنجاروں سے یہ قیمت دلا دیں اور بادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ دوآبہ میں دیوان اعلیٰ شحنوں و متصرفوں سے اقرار نامہ لیا جائے کہ وہ رعایا سے خراج اس شدت سے طلب کریں کہ وہ غلہ کو نہ اپنے گھر میں لا سکیں اور نہ بھرتی کر سکیں اور کھیتوں ہی پر غلہ ارزاں بنجاروں کے ہاتھ بیچیں۔ اس ضابطہ کی تعمیل سے بنجاروں کو منڈی میں غلہ کے پہنچانے کے اندر کوئی عذر باقی نہیں رہا تھا اور متواتر وہ منڈی میں غلہ لاتے اور اپنی منفعت کے واسطے دہقانی جس قدر جلد ممکن تھا اپنے کھیتوں سے غلہ منڈی میں لاتے۔ ہفتم نرخ غلہ کی اور منڈیوں کے مصالح کی خبر بادشاہ پاس پہنچانے کا کام ان تین اہل کاروں کو سپرد تھا۔ اوّل شحنۂ منڈی، دوم برید منڈی سوم جاسوسانِ منڈی۔ اگر ان تینوں کی خبروں میں آپس میں تفاوت ہوتا تو شحنۂ منڈی کی کم بختی آتی اُس سے باز پرس ہوتی۔ اِن وجوہ سے ممکن نہ تھا کہ نرخ غلہ اور منڈی کا حال خلافِ واقعہ بادشاہ کے کان تک پہنچایا جاتا۔ علائی زمانہ کے سارے دانشمندوں کی عقل حیران تھی کہ اگر نزولِ باران اور فصل کی فراخی میں غلہ کا یہ نرخ برقرار رہتا تو کچھ عجب نہ تھا، مگر تعجب یہ ہے کہ اُن برسوں میں بھی کہ امساک باراں ہوتا جس سے قحط پڑتا مگر دلّی میں قحط کا اثر کچھ نہ معلوم ہوتا نہ غلہ سلطانی کا نہ غلہ کاروانی کا بھاؤ ایک کوڑی کی برابر بھی بڑھتا۔ یہ بات سوائے اس بادشاہ کے دوسرے بادشاہ کو نہیں حاصل ہوئی۔ ایک دو دفعہ امساک باراں میں منڈی کے شحنہ نے بھاؤ آدھی جتیل فی من بڑھانے کی درخواست کی تو اکیس چوب مار کھائی۔ منڈی سے بنیئے اس قدر غلہ ہر محلہ کو دیتے کہ اُس کے رہنے والوں کو ایک دن کی خوراک کے لئے کافی ہوتا۔ کوئی شخص خرچ یومیہ سے نیم من سے زیادہ نہیں خرید سکتا تھا۔ اگر قحط کے سبب سے مسکین اور ضعیف منڈی میں زیادہ گھس آتے اور زیر بار ہوتے اور اُس کا انتظام کچھ نہ ہوتا تو منڈی کے شحنہ کو سزا ملتی۔ کپڑے کی ارزانی کے واسطے یہ پانچ ضابطے مقرر ہوئے۔ اوّل سرائے عدل کا بنانا۔ وہ شہر کے اندر ایک میدان میں بنائی گئی اور بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کپڑا خواہ مال سلطانی سے

ہو یا سوداگران شہر کا یا اطراف شہر کا مال ہو وہ سب سرائے عدل میں آنکر نرخ سلطانی کے موافق فروخت ہو اور اگر کوئی گھر میں یا بازار میں کپڑا لائے یا نرخ سلطانی سے ایک جیتل زیادہ بیچے تو کپڑا ضبط ہو اور بزاز سے ڈنڈ لیا جائے۔ اس ضابطہ کے سبب سے سب طرح کا کپڑا سرائے عدل میں ہی آتا اور کہیں اور نہیں جاتا۔ ضابطہ دوم بادشاہ کی طرف سے یہ نرخ کپڑوں کی جنسوں کا مقرر ہوا۔ حریر دہلی سولہ ٹنکہ۔ حریرہ کوملہ چھ ٹنکہ۔ سری صاف اعلیٰ پانچ ٹنکہ، سری صاف میانہ سہ ٹنکہ۔ سری صاف ادنیٰ دو ٹنکہ سلاہنی مہین اعلیٰ چار ٹنکہ۔ سلاہنی میانہ سہ ٹنکہ۔ سلاہنی ادنیٰ دو ٹنکہ۔ کرباس اعلیٰ بیس گز فی ٹنکہ، کرباس میانہ سی گز فی ٹنکہ۔ کرباس ادنیٰ چالیس گز فی ٹنکہ۔ کرباس سادہ دہ جیتل۔ اسی بھاؤ پر اور قسم کے کپڑوں کا قیاس کر لینا چاہیئے۔ حکم تھا کہ سرائے عدل میں صبح سے لیکر نماز پیشین تک دکانیں کھلی رہیں اور اسی وقت سے پہلے نہ پیچھے کپڑے کی خرید و فروخت ہو۔ اگر کوئی اس حکم کے برخلاف کام کرتا تو مجرم ٹھہرتا۔ کوئی دکان اس وقت کے سوائے ضرورت نہ کھلتی۔ ضابطہ سوم، شہر اور اطراف شہر کے سوداگروں کے نام دفتر رئیس میں لکھے جائیں۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ دیوان ریاست کے دفتر میں جن سوداگروں کا نام لکھا گیا ہے سب سے خواہ شہری ہوں خواہ بیرونی اقرارنامہ لیا جائے کہ اس قدر کپڑا ہم ہر سال سرائے عدل میں لایا کرینگے اور نرخ سلطانی پر بیچا کرینگے۔ اس ضابطہ کے سبب سے اتنا کپڑا سرائے عدل میں آتا کہ وہ بکتا بھی نہیں یونہیں پڑا رہتا اور سلطانی کپڑے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ضابطہ چہارم ملتانیوں کو خزانہ سے روپیہ دیا جائے کہ وہ بلاد ممالک سے کپڑے خرید کر کے سرائے عدل میں لاکر فروخت کریں۔ یہ روپیہ بیس لاکھ خزانہ سے مال دار ملتانیوں کو ملا تھا اور وہی سرائے عدل کے عہدہ دار تھے۔ اُن کو یہ حکم تھا کہ سرائے عدل میں جس وقت سوداگر کپڑا نہ لائیں تو وہ اطراف بلاد ممالک سے کپڑا خرید کر کے سرائے عدل میں سلطان کے نرخ کے موافق فروخت کریں۔ ضابطہ پنجم، امرا اور معارف میں جس کسی کو پارچہ نفیس کی ضرورت ہو تو وہ رئیس بازار کا پروانہ حاصل کرے۔ وہ حسب حیثیت امرا، ملوک و اکابر معارف کے جن کو وہ جانتا کہ سوداگر نہیں ہیں نفیس پارچوں کا پروانہ دیتا۔ جامہائے نفیس کے لئے پروانہ کی شرط اس لئے لگائی گئی تھی کہ شہر و اطراف شہر کے سوداگر مہین و نفیس کپڑوں کو سرائے عدل سے ارزاں خرید کر کے اور اور مقامات میں جہاں یہ کپڑے میسر نہیں ہوتے لیجاکر گراں نہ بیچیں۔ غرض ان ضوابط نے کپڑے کو مدتوں تک ارزاں رکھا۔ یہ نرخوں کی ساری ارزانی ان چار باتوں سے حاصل ہوئی تھی اوّل سختی فرمان سے

دوم خراج کی سختی سے جس سے رعیت محتاج ہوگئی تھی اور غلّہ وکپڑا نرخ شاہی پر بیچتے تھے۔ سوم خلق کی بے زری سے یہ اُس کے زمانہ میں ضرب المثل تھی کہ اشتر بدانگے و دانگے کو۔ چہارم کارفرما کوتہ دست و درشت مزاج کسی سے رشوت نہ لیتے تھے نہ کسی کی رو رعایت کرتے تھے۔ اب گھوڑوں۔ بردہ وستور کے واسطے چار ضابطے مقرر ہوئے۔ گھوڑے کی قیمت کا یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ اپنے آگے گھوڑوں کی تعین جنس و تشخیص قیمت کرتا۔ اسپ از قسم اوّل نوّے ٹنکہ سے لیکر ایک سو بیس ٹنکہ تک۔ قسم دوم کی قیمت اسّی سے نوّے ٹنکہ تک۔ قسم سوم کی پینسٹھ ٹنکہ سے ستّر ٹنکہ تک۔ ٹٹّو کی قیمت بارہ ٹنکہ سے لیکر بیس ٹنکہ تک۔ اس نرخ کے قائم رہنے کے لئے یہ چند ضوابط مقرر کئے۔ ضابطۂ اوّل حکم دیدیا کہ سوداگران کیسہ دار گھوڑوں کو نہ خریدیں اور نہ سوداگروں کے ہاتھ گھوڑوں کو بیچیں۔ بازار میں گھوڑے بیچے جائیں۔ اس باب میں مشتری اور بائع دونوں سے اقرارنامے لئے گئے، لیکن کیسہ داروں کو ارزاں خری اور گراں فروشی کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ وہ اس تہدید پر بھی اپنے کام کو ترک نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان میں سے بعض جان سے مارے گئے اور باقی سب شہر سے باہر نکالے گئے۔ ضابطۂ دوم، دلالانِ اسپ کی تعذیب و تنبیہ کے باب میں تھا، اگر یہ معلوم ہوتا کہ بازار میں بادشاہی نرخ کے خلاف ایک گھوڑا بھی فروخت ہوا ہے تو کُل دلالوں پر عتاب و عذاب ہوتا۔ مجرم و غیر مجرم میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ ضابطہ سوم، ہر مہینے بعد اجناس اسپ اوران کی قیمت میں تفحص ہوتا اور دلالوں کے احوال کی تحقیق ہوتی اگر سرِ مو بھی خلاف عمل ہوتا تو سب دلالوں کو سزا ہوتی۔ کنیز و غلام کے باب میں یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ غلام اعلیٰ سَو سے دو سَو ٹنکہ تک۔ اور متوسط تیس سے چالیس ٹنکہ تک۔ ادنیٰ پانچ سے دس ٹنکہ تک فروخت ہو۔ ستور و گاؤ و گاؤمیش و شتر و بز و میش اور اسی قسم کے جانوروں کے بھی وہی ضوابط جاری ہوئے جو گھوڑے کے باب میں اوپر لکھے ہیں۔ جو کچھ بازار میں واقع ہوتا وہ ہر روز روزنامچہ میں لکھا جاتا۔ بازاریوں کے احوال کی جاسوسی کے واسطے جاسوس مقرر تھے۔ کہ اگر بازار کے متصدی کچھ غلط بادشاہ سے عرض کرتے تو وہ اُن کو سزا دلواتے۔ سب چیزوں کی قیمتیں جو بازار میں بکتی ہیں مقرر تھیں۔ کلاہ سے موزے تک شانہ سے سوزن تک نیشکر سے سبزی تک ہریسہ سے شوروے تک حلوائی صابونی سے ریوڑی تک کاگ و بریان سے نان ہی و ماہی تک برگِ تنبول و سپاری دھول سے ساگ پات تک بعض چیزیں جو اہل دلّی کی ضروریات سے مخصوص تھیں اُس کا بھاؤ یہ تھا۔ مصری فی سیر دو جیتل

شکر تری فی سیر ایک جیتل - شکر سرخ فی سیر نیم جیتل، گنجد تین سیر فی جیتل - روغن گاؤ دو سیر پنج جیتل - نمک پانچ سیر فی جیتل - ذلیل سے ذلیل چیز جو بازار میں فروخت ہوتی اُس کی قیمت بادشاہ خود مقرر کرتا - بازاریوں کے اور قیمت اشیا کے حال دریافت کرنے میں بادشاہ کو نہایت اہتمام تھا کہ شحنہ منڈی، رئیس بازار کے مخفی مخبروں کے اطلاع دینے پر اکتفا نہ کرتا بلکہ ایسے لڑکوں کو کہ خرید و فروخت کا وقوف نہیں رکھتے تھے چند ٹنکہ دیکر بازار میں بھیجتا کہ جن چیزوں کی طرف اُن کی رغبت ہو وہ مول لے کر بادشاہ پاس لائیں - اگر ان چیزوں کے نرخ یا وزن میں فرق ہوتا تو فروشندہ کو سزا دی جاتی اور کمتر یہ سزا تھی کہ ناک کان کاٹے جاتے - جتنا کوئی کم تولتا اُتنا ہی گوشت اُس کے کولھے میں سے کاٹا جاتا اور اُس کے آنکھوں کے سامنے پھینکا جاتا - یہ بھی تاریخ میں ذکر ہے کہ مجلس شاہی کے ندیموں میں سے ایک شاہد باز تھے سلطان کو خوش وقت دیکھکر عرض کی کہ کُل چیزوں کا نرخ حضور نے تجویز کر دیا ہے لیکن ایک چیز کا نرخ نہیں مقرر کیا اور اُس کا نرخ مقرر کرنا ضرور ہے بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے اُس نے عرض کی کہ قحبہ و لولی کی قیمت جو لشکر کو خراب کر رہے ہیں - بادشاہ ہنسا اور بولا کہ تیری خاطر سے میں اُن کی قیمت بھی مقرر کرتا ہوں - پس میر بازار اور کوتوال کو بُلا کر حکم دیدیا کہ قحبہ و لولی و خوانندہ و سازندہ کو خبردار کر دو کہ وہ نرخ بادشاہی سے زیادہ طمع نہ کریں اور قسم اوّل و دوم و سوم میں اُن کی جنس مقرر کرکے نرخ داُجرت اُن کی مقرر کر دی - نرخ اشیا کے باب میں جب احکام شاہی کو استحکام ہو گیا تو اُس کو گھوڑوں اور لونڈی غلاموں کے سوداگروں پر رحم آیا اور اُن کو خرید و فروخت کی اجازت دیدی مگر یہ شرط ٹھیرائی کہ نرخ سلطانی سے تخلف نہ کرینگے - اگر گھوڑا قسم اوّل عربی، عراقی، یا غلام کنیزک خطائی و چرکس و ترکی اور ولایتوں سے ہندوستان میں وہ لائیں تو اوّل سلطان کے سامنے پیش کریں اُس کے خریدنے کے بعد جو باقی رہیں وہ ان امیروں کے ہاتھ فروخت ہوں جن کے نام حکم ہو - اس وقت میں ٹنکہ ایک تولہ طلا کا یا ایک تولہ چاندی کا مسکوک ہوتا تھا - اور ہر ٹنکہ نقرہ کے پچاس پیسے تانبے کے ہوتے تھے جس کو جیتل کہتے تھے مگر اس کا وزن نہیں معلوم کہ کیا تھا - بعض اس کا وزن بھی ایک تولہ تانبا بتاتے ہیں - بعض اُسکو پونے دو تولہ کا کہتے ہیں - اُس وقت من کے چالیس سیر ہوتے تھے - اور ہر سیر چوبیس تولہ کا ہوتا تھا - ہم نے جہاں ٹنکہ لکھا ہے وہ چاندی ہی کا ہے - غرض جب اسباب لباس و آلات سپاہ کی ارزانی

کا بندوبست ہوگیا تو سپاہیوں کے مواجب سالانہ اس طرح مقرر کیے کہ اوّل دو سو چونتیس ٹنکہ سوم اٹھتر ٹنکہ۔ جب عمال نے اس طرح عمل کیا تو سپاہ میں چار لاکھ بہتر ہزار سوار تھے۔ اس کثرت سپاہ نے مغلوں کو جب اُنہوں نے دلّی کا قصد کیا بہت ذلیل کیا۔ ہزاروں مغل مارے جاتے اور سیکڑوں قید ہوتے اور ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندے جاتے اور اُن کے سروں کے بُرج بنائے جاتے، لاشیں اُن کی موریوں میں پڑی سڑا کرتیں۔ غرض لشکرِ اسلام کو مغلوں پر وہ غلبہ حاصل ہوگیا تھا کہ ایک دو مسلمان سوار دس مغلوں کی گردن میں رسّی ڈال کر پکڑ لاتے تھے اور ایک مسلمان سوار سّو مغل سواروں کو آگے بھگاتا تھا۔ چنانچہ اُس کی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

مغلوں سے لڑائیاں

مغلوں کے سرداروں ترتاک اور چنگیز خاں کی اولاد میں سے علی بیگ تیس چالیس ہزار سوار لیکر پہاڑ کے نیچے نیچے آن کر امروہہ پر چڑھ آئے۔ سلطان علاؤالدین نے ملک تغلق آخر بک کو لڑائی کے واسطے لشکر دیکر امروہہ بھیجا۔ امروہہ میں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔ لشکرِ اسلام منظفر ہوا۔ مغلوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ علی بیگ و ترتاک کو ایک ہندو نے زندہ اسیر کیا۔ بادشاہ کی بارگاہ میں اُن کو اور اور امیروں کو اور بہت سے مغلی قیدیوں کے گلے میں رسّی ڈال کر اور بیس ہزار گھوڑے مغلوں کے بھیجدیئے۔ سُلطان نے چبوترہ سبحانی پر دربار عام کیا۔ دورویہ لشکر کو کھڑا کیا۔ اس قدر آدمیوں کا ہجوم ہوا کہ ایک پانی کا آبخورہ بیس جیتل و آدھے ٹنکہ کو بکتا تھا اس دربار میں علی بیگ و ترتاک اور مغلوں کے ساتھ بادشاہ کے تخت کے روبرو لائے گئے۔ بادشاہ نے سب قیدیوں کو برابر سب امرا میں تقسیم کردیا۔

۷۰۵ھ میں علی بیگ و خواجہ ترتاک کے خون کا انتقام لینے کے لئے دوا خاں کا امیر بزرگ کنک بہت سا لشکر لیکر نواحی ملتان میں گذر کر سوالک میں آیا۔ غازی ملک تغلق نے لشکر جمع کیا اور آمادۂ جنگ ہوا۔ اور آبِ نیلاب کے کنارے پر مغلوں کی راہ کو بند کیا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ یہ ہدایت سلطان علاؤالدین نے کی تھی کہ وہ دریا کے کنارے پر اپنا لشکر گاہ بنائے کہ مغل پیاسے آنکر وہاں سزا پائیں۔ غرض یہ منصوبہ بن پڑا کہ تاخت و تاراج کے بعد مغل جو تشنہ لب و تفتہ جگر دریا پر

گرم ہوا میں آئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارا خیمۂ حیات دشمنوں کے ہاتھ میں ہے ناچار جان سے ہاتھ دھوکر سپاہ ہندوستان کے ساتھ حرکتِ مذبوحی کی۔ اکثر قتل ہوئے اور کنک گرفتار رہوا۔ اور جو جو مغل معرکہ سے جان بچاکر نکل گئے وہ پیاسے راہی بیابانِ مرگ ہوئے اور زن و فرزندان کے اسیر ہوئے پچاس ساٹھ ہزار مغلوں میں سے تین چار ہزار زندہ رہے۔ مغلوں کا لشکر پانی کو ترستا تھا اور مُنہ میں وہ انگلیاں ڈالکر پانی بھیک مانگتا تھا۔ کنک بہت سے مغلوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ بادشاہ نے کو شک ہزار ستون کے آگے اُس کو اور اُس کے یاروں کو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلوایا دلّی کے بداؤں دروازہ کے آگے ایک بُرج بنا تھا اُس میں بجائے پتھروں کے مغلوں کے سروں کو جو اس دفعہ اسیر ہوئے تھے لگوایا۔ اس بُرج کو مدتوں تک لوگ دیکھکر سلطان علاؤالدین کو یاد کرتے رہے اور ان مغلوں کے زن و فرزند دلّی کے بازاروں میں اسیرانِ ہند کی طرح فروخت ہوئے۔ پھر ایک مدت بعد اقبال مند مغل ہندوستان میں لشکر گراں لیکر آیا اور اُس نے بہت فساد مچایا۔ پھر غازی ملک نے اُس پر لشکرکشی کی اور اُس کو قتل کیا اور کئی امیران ہزارہ و صدہ قید ہوئے اور دلّی میں ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے ہلاک ہوئے۔ اس دفعہ اقبال مند کے کشتہ ہونے سے اور کسی مغل کے زندہ سلامت نہ جانے سے لشکر اسلام کا خوف مغلوں کے دلوں میں ایسا چھایا کہ ہندوستان کے آنے کی ہوس پھر اُن کے خواب میں بھی نہ گذری۔ وہ خواب میں بھی یہی دیکھتے کہ لشکر اسلام کی تلوار اُن کے سروں پر چل رہی ہے۔ اب دلّی اور ان ممالک میں مغلوں کی طرف سے تشویش جاتی رہی۔ اور سب طرح سے امن و امان ہوگیا۔ اور جن ملکوں کی طرف سے مغل آتے تھے اُن کی رعایا اپنی زراعت و کھیتی میں بے خوف و خطر مشغول ہوئی۔ سلطان تغلق شاہ کا جو اس زمانہ میں غازی ملک کہلاتا تھا خراسان و ہندوستان میں بڑا شہرہ ہوا۔ اُس کے پاس اقطاع دیبال پور اور لاہور تھے وہ ملک قطب الدین کے عہد تک مغلوں کو روکے رہا گویا وہ شیر خاں کا قائمقام ہوگیا۔ ہر سال جاڑے کے موسم میں مغلوں کی سرحد پر جاتا اور وہاں چراغ لیکر مغلوں کو ڈھونڈھتا تو اُن کو نہ پاتا۔ مغلوں کا مقدور نہ تھا کہ اپنی سرحد پر بھی آتے۔ غرض سلطان علاؤالدین کی آتش مزاجی نے مغلوں کے لوہے کو موم بنایا اور دریائے جیحوں کے جوش کو ایسا ٹھنڈا کیا کہ ہندوستان کی چینوٹی کے بھانے کا زور اُس میں نہ رہا۔ اور ارزانی اسباب معاش سے لشکر بھی خوب فراہم ہوگیا۔ چاروں سمتوں میں ملوک و معتمد بندگان و مخلص مقرر ہوگئے، متمرد و سرکش مطیع ہوگئے۔ خراج سلطانی نے مساحت کے موافق

اور کری (گھروں پر محصول) وچری (چرائی کا محصول) رعایا دینے لگی۔ اُس کے دلوں میں سے فضول سرکشی۔ خام طبعی دُور ہوئی۔ رعایا کے ملک کے خواص و عوام فارغ البال ہو کر اپنے کاموں و پیشوں میں لگے۔ رنتھنبور، چتوڑ، منڈل کھیر، وھار اوجین، مانڈوکھیر، علائی پور، چندیری، ایرج، سوانہ، جالور، جن میں انتظام استحکام کے ساتھ نہ تھا وہ منضبط ہوئے۔ گجرات میں الپ خاں۔ ملتان و سوستان میں تاج الملک کافوری، دیپال پور میں غازی ملک تغلق شاہ و سامانہ و سنام میں ملک آخور بگ تاتک و دھار و اجین میں عین الملک ملتانی، جھاین میں فخر الملک میسری، چتوڑ میں ملک ابو محمد و چندیری و ایرج میں ملک تمر، بدایوں و کوئلہ و کرگ میں ملک دینار شحنہ پیل و اودھ میں ملک بجتن و کڑہ میں ملک نصیر الدین سوتلیہ مستقل حاکم مقرر ہوئے۔ کول، برن، میرٹھ، امروہہ، افغان پور، کابر، تمام ولایت دوآبہ کا حکم مثل ایک دہ کے تھا۔ یہ سارا ملک خالصہ میں تھا۔ اُسکی آمدنی لشکر کے خرچ کے لئے تجویز ہوئی۔ اُس کی آمدنی کا روپیہ خزانہ میں اور خزانہ سے لشکر میں اور کارخانوں کے اخراجات میں صرف ہوتا۔

سُلطان علاؤالدین کی بادشاہی کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اُس کے دارالملک سے فسق و فجور دُور ہوا۔ مقدم و زمیندار سرِ راہ کھڑے رہ کر کاروانوں کی حفاظت کرتے۔ مسافر اسباب و نقد و جنس لیکر جنگلوں میں بے خوف و خطر پھرتے۔ اس نے ایسا انتظام کیا تھا کہ دارالملک کے رہنے والوں کی تمام خیر و شر و معاملات نیک و بد کی خبر اُس کو پہنچتی اور ممالک کا حال اُس سے پوشیدہ نہ رہتا۔ اُس کے فرمان کی ہول و ہیبت و سختی اور اُس کے مزاج کی درشتی ملک کے خواص و عوام کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی۔ غرض جب اُس کو سب طرف سے فراغت نصیب ہوئی اور قلعہ سیری بالکل تیار و مستحکم ہوا تو اُس نے ملک گیری کا ارادہ کیا جس کا بیان آگے ہوتا ہے۔

چتور گڈھ کی فتح

سنہ ۷۰۳ھ میں چتور گڈھ پر علاؤالدین چڑھ گیا۔ یہ قلعہ میواڑ میں بڑا مشہور ہے اور اب تک اہل اسلام کے قبضے میں بھی نہ آیا تھا۔ چھ مہینے کے محاصرہ میں اُس کو بڑے زور لگا کر فتح کیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے خضر خاں کو دیکر خضر آباد اُس کا نام رکھا۔ اور یہیں اُس کو ولی عہد اپنا بنایا۔ راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُسکے اہل و عیال کو کوہستان کی آوارہ گردی نصیب ہوئی۔ راجہ کی قید خانہ میں مدت بسر ہوئی کہ کسی خوشامد خورہ

نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ راجہ کی رانی پدمنی نام حسن وجمال میں بے مثال ہے اُس کے حسن کی تعریف زبان سے نہیں ہوسکتی۔ یہ سُنکر بادشاہ اُس کا مشتاق ہوا۔ بیچارے قیدی راجہ پر تشدد شروع ہوا کہ راجہ پدمنی کو بُلا دے تو قید سے نجات پاوے۔ قید بُری بلا ہوتی ہے۔ ناچار راجہ نے اس بات کو منظور کیا۔ کوہستان سے اہل وعیال بُلانے کے واسطے اپنے لوگوں کو بھیجا۔ جب راجپوتوں نے یہ سُنا تو وہ بہت روئے، اور کہنے لگے کہ معلوم نہیں راجہ کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے ہمارے نام کو ڈبویا۔ اُن سب نے یہ تجویز کی کہ یہاں سے مٹھائی میں زہر ملا کر راجہ پاس بھیجے کہ کام اُس کا تمام ہو اور رجپوتوں کا نام بدنام نہ ہو۔ اس تدبیر کو راجہ کی ایک بیٹی نے پسند نہ کیا اپنے سارے کنبے میں یہ بیٹی عقل وشعور میں مشہور تھی۔ اُس نے اپنے سب بزرگوں کو بُلا کر وہ تدبیر بتلائی کہ جس میں راجہ کی جان بچے اور ننگ وناموس پر بھی کوئی آفت نہ آئے۔ اُس نے یہ کہا کہ ٹوٹے پھوٹے نمک حلال سپاہی زنانے کپڑے پہن لیں۔ اور سلاح جنگ سنبھال کر پالکیوں میں بیٹھ جائیں اور مشہور کریں کہ راجہ کی رانیاں دلی جاتی ہیں۔ جب شہر کے قریب پہونچیں۔ تو رات کو شہر میں گھسیں اور سیدھے قید خانے پر تلواریں سونت کر چڑھ جائیں۔ جو کوئی مانع ہو اُسکو ٹھیک بنائیں۔ اور ایک گھوڑا کہ ہوا سے باتیں کرتا ہو کسا کسایا تیار رکھیں۔ قید خانے سے راجہ کو نکال کر اُس پر بٹھائیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی۔ غرض سات سو سپاہی ڈولیوں میں سوار ہو دلی چلے۔ اور بادشاہ کو خبر پہونچی کہ راجہ کی رانیاں آتی ہیں۔ اُس پر بادشاہ نے راجہ کی قید بھی ہلکی کردی اور کل سامان اور بار برداری کا حکم دیدیا۔ غرض یہ ڈولیاں منزل بہ منزل چلی آتی تھیں۔ اور اُن کے گرد خیمے اور قناتیں کھینچی جاتی تھیں۔ ہر جگہ بادشاہی ملازم اُن کی آؤبھگت کرتے تھے۔ مگر قناتوں پاس پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ غرض یہ پردہ نشین قافلہ شہر میں پہر رات گئے داخل ہوا۔ ساری دلی میں غُل مچا کہ رانی پدمنی کی سواری آگئی۔ جب قلعہ کے قریب جہاں راجہ قید تھا یہ ڈولیاں پہونچیں تو رجپوت ان میں سے نکل کر ننگی تلواریں نکال کر دوڑے جو سامنے آیا اُس کو مار کر برابر کیا۔ راجہ کو زنجیر سے نکال کر گھوڑے پر سوار کیا۔ یہاں پدمنی کے اشتیاق میں بادشاہ خوش بیٹھا تھا۔ جو یکایک یہ غُل مچا کہ کل جو رانی کے آنے کی خبر اُڑی وہ سب بہانا تھا۔ غرض راجہ کا لیجانا تھا۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور

جس طرح ہو اُسے پکڑ کر لاؤ۔ راجہ کے پیچھے سوار پر لگا کر لیکے اور کئی جگہ تلوار پر بھی نوبت پہونچی۔ اور بہت سے راجپوت مارے گئے مگر راجہ کی گرد کو کوئی نہ پہونچا۔ وہ صحیح و سالم اپنے اہل و عیال میں جا پہنچا اور اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا۔ بادشاہ کو تو پدمنی کی لو لگی ہوئی تھی اُس کے دل کو کب چین تھا۔ اور اُس پر یہ اور چوٹ لگی کہ راجہ ڈنکے کی چوٹ قلعہ سے باہر نکل گیا۔ بادشاہ نے پھر راجہ کا قلعہ لے لیا۔ مگر رانی پدمنی نے اپنی عصمت بچانے کے واسطے سات چتائیں صندل کی چنوائیں۔ اُن میں سارا خاندان ایک دن میں جل کر بھسم ہوا۔ بادشاہ قلعہ میں گھستے ہی پدمنی کے محل پر پہونچا۔ وہاں چند عورتیں ایک راکھ کے ڈھیر پر رو رہی تھیں۔ اُنہوں نے ایک مٹھی خاکستر کی اُڑا کر دکھائی کہ یہ پدمنی ہے بادشاہ رنج اور افسوس کرتا باہر آیا۔ اور دارالخلافہ کو چلا آیا۔ یہ دلچسپ واقعہ تاریخ فیروز شاہی میں نہیں لکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان شاعرانہ گھڑی گئی ہے۔

دکن کی مہمات

جب سے علاؤ الدین تخت پر بیٹھا۔ شب و روز اور مہمات میں گو مصروف رہا۔ مگر ملک دکن کو کبھی نہیں بھولا۔ یہ وہی ملک تھا جس میں اُس نے اپنے عہد شباب میں کارہائے نمایاں کئے تھے اور اُن کے سبب سے آج اس رتبہ پر پہونچا تھا۔ ملک کافور کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بادشاہ اس خواجہ سرا پر دل و جان سے فدا تھا۔ اُس کو سب پر ممتاز اور سرافراز کرنا چاہتا تھا۔ جب رام دیو والیِ دیوگڈھ نے تین سال سے نذرانہ نہ بھیجا تو بادشاہ نے ایک سپاہِ جرّار اُس کے زیرِ حکم دکن کو روانہ کی اور بہت سے اُمرا اُس کے ہمراہ گئے۔ الغ خاں حاکم گجرات اور عین الملک ملتانی حاکم مالوہ کو بادشاہ کا تاکیدی حکم صادر ہوا کہ اس مہم میں وہ ملک کافور کی امداد اور کمک کریں۔ سارے برتاؤ جو افسرانِ سپہ کے ساتھ سپہ سالار کو برتنے چاہئیں وہ سب ملک کافور کو بادشاہ نے خود بتلا دیئے۔ ملک کافور نے دکن میں جا کر دکنیوں پر بڑی شفقت کی اور کسی کو آزار نہ پہونچایا اور اُن کو مطیع منقاد بنایا۔ اور ولایت مرہٹہ کو امرا میں تقسیم کیا۔ اور خود ۷۰۶ھ میں مالوہ میں ہوتا ہوا گذرا۔ اور خاندیس کی راہ سے سلطان پور میں ہوتا ہوا دیوگڈھ میں آیا۔ رام دیو نے دیکھا کہ لڑائی

میں کچھ فائدہ نہیں اس لئے اپنے بڑے بیٹے سنگل دیو کو قلعہ میں چھوڑ کر اور بہت سے تحفہ تحائف لیکر ملک کافور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک کافور نے فتح نامہ لکھکر دلی بھیجا اور اُس کے ساتھ رام دیو خود بہت سا نذرانہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان علاؤالدین نے راجہ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ چتر اور رائے رایان کا خطاب دیا۔ اور اپنے راج پر اُس کو رخصت کیا۔ اور ایک لاکھ ٹنکہ اُس کو دیا۔ اس مہم کے زمانے میں قابل لکھنے کے ایک سانحہ واقع ہوا کہ گجرات کے راجہ رائے کرن کی مہارانی کملا دیئی گجرات کی مہم میں گرفتار ہوئی۔ اور بادشاہ کے ہاں آئی اور اُس کی شاہانہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ بادشاہ اُس کی حسن صورت اور سیرت پر دل و جان سے قربان تھا جب اُس نے سُنا کہ الغ خاں حاکم گجرات کو بھی دیوگڈھ جانے کا حکم ملک کافور کی امداد کے واسطے ہوا ہے تو اُس نے ایک رات بادشاہ کو خوش دیکھکر عرض کی کہ جب میں راجہ کرن کے گھر میں رانی تھی تو خدا نے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں۔ بڑی بیٹی تو خاک کے اندر منزل گزیں ہوئی۔ مگر دوسری لڑکی دیول دئی زندہ اور سلامت ہے۔ یہی میری شاخ جوانی کی دو کلیاں تھیں۔ مجھے اقبال کی ہوا وہاں سے یہاں لے آئی۔ مگر وہ دونوں گل اپنے گلشن ہی میں رہے۔ ایک گل تو پژمردہ ہوگیا۔ مگر دوسرا باقی ہے۔ میرا دل بغیر اُس کے مچھلی کی طرح تڑپتا ہے۔ اگر وہ کسی طرح سلامت آجائے تو آنکھوں ٹھنڈک کلیجے ٹھنڈک ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اسی وقت الغ خاں اور ملک کافور کے نام فرمان سلطانی صادر ہوا کہ راجہ کرن دکن کی نواح میں آوارہ پھر رہا ہے اُس سے دیول دیئی کے لئے پیغام بھیجو۔ خواہ صلح سے خواہ لڑائی سے جس طرح ہو اُسے یہاں روانہ کرو۔ دو مہینے تک راجہ کرن سے اس بات پر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور الغ خاں نے شرائط صلح ایسی پیش کیں کہ وہ راجہ کے حق میں نافع تھیں۔ راجہ کو دیول دیئی کے حوالہ کرنے کے لئے سمجھایا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ راجہ رام دیو کا بڑا بیٹا بھی سنگل دیو اُس پر عاشق تھا۔ مگر وہ قوم کا مرہٹہ تھا۔ راجہ کرن رجپوت تھا۔ رجپوت مرہٹوں کو ذات کا ہیٹا جانکر بیٹی دینا بے غرتی جانتے تھے۔ جب بادشاہی فوج کے ساتھ یہ معاملہ پیش ہو رہا تھا۔ اُس نے یہ سب خبریں سُنیں اور کچھ باپ سے نہ پوچھا۔ اپنے چھوٹے بھائی بھیم دیو کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر شادی کا پیغام راجہ کرن پاس بھیجا۔ راجہ مصلحت وقت اس نازک زمانہ میں یہی سمجھا کہ دیول دیئی کو کچھ بیاہ کے ساتھ

دیوگڈھ روانہ کیا۔ ادھر یہاں بادشاہی فوج میں بھی خبر آئی کہ پری کو دیو اُڑانے کو ہے اس لئے الغ خاں نے ایک کڑا حملہ راجہ کرن پر کیا۔ اور شکست دیکر فوج کو پریشان کر دیا۔ راجہ دیوگڈھ کی طرف بھاگا۔ غنیمت میں سب کچھ ہاتھ لگا۔ مگر گوہر مراد ہاتھ نہ آیا۔ اس لئے فتح کی کچھ مسرت نہ ہوئی۔ بلکہ بادشاہ کے عتاب اور کمل دیی کے ملال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اسی تجسس میں وہ گھبراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دیوگڈھ ایک روز کا رستہ رہ گیا۔ کچھ سپاہی الورہ کے غاروں کے سیر و تماشے کے لئے گئے۔ ان غاروں کی بھی دستکاریاں عجب نمونہ انسان کی صنعت کا ہے۔ غرض یہ صنعت انسانی کا تماشا دیکھتے پھرتے تھے کہ وہاں قدرت کا تماشا اور نظر آیا۔ کہ کچھ سوار سامنے دوچار ہوئے۔ اُنہوں نے جانا کہ رام دیو کی فوج اُن کے تعاقب میں آئی مگر وہ درحقیقت بھیم دیو کی فوج تھی کہ دیول دیی کو لئے جاتی تھی ناچار جان بچانے کی ضرورت سے اُن سے مقابلہ ہوا۔ ایک ہی حملہ میں تتر بتر کر دیا۔ دیول دیی کے گھوڑے کے ایک تیر ایسا لگا کہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ ایک قدم آگے نہ چل سکا۔ سپاہی اُس پاس پہونچے اور بولے نکال جو کچھ پاس ہے۔ اتنے میں ایک لونڈی پکار کر بولی کہ یہ دیول دیی ہے۔ جس وقت سپاہیوں نے دیول دیی کا نام سُنا اُس کو سکھپال میں بٹھا الغ خاں پاس لائے۔ یہ دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہوگیا اور جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ بادشاہ کو ایک عرضی لکھی اور گجرات میں آکر یہاں سے پالکی میں دیول دیی کو سوار کرا کے دلی بھیجا۔ جب دلی میں پہنچی توماں بے اختیار دوڑی گئی اور بیٹی کو اُتروا یا گلے لگا یا۔

خضر خاں و دیول دیبی (دیول دیٔ) کی عاشق معشوقی

حضرت امیر خسرو نے مثنوی عشقیہ لکھی ہے جس میں خضر خاں و دیول دیٔ کے عشق کا حال بھی لکھا ہے۔ اُس کا لب لباب یہ ہے کہ جس وقت دیول دیٔ ماں پاس آئی ہے تو اسکی عمر آٹھ سال کی تھی۔ بادشاہ خضر خاں سے اُس کی شادی کرنی چاہتا تھا۔ کملا دیٔ (کولا دیبی) نے بھی اُسے منظور کیا تھا۔ وہ خضر خاں کو اسی سبب سے زیادہ چاہتی تھی کہ اُس کے بھائی کے مشابہ تھا۔ غرض یہ دونو

نوعمر آپس میں ملتے جلتے اور پیار اخلاص کے ساتھ کھیلتے اور آپس میں کمال محبت رکھتے۔ خضر خاں کی ماں اس شادی کا ہونا نہیں چاہتی تھی وہ اپنے بھائی الپ خاں کی لڑکی سے بہت جلد بیاہنا چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے یہ دیکھکر کہ دیول دیٔ پر خضر خاں عاشق ہوگیا ہے اُن کو جُدا جُدا کرا دیا۔ اس جُدائی کی حالت میں بھی اُن کے درمیان پیغام و سلام ہوتے رہے۔ خضر خاں روتا پیٹتا رہا۔ مگر اُسکی شادی الپ خاں کی بیٹی سے ہوئی۔ پھر جب عشق نے خضر خاں کا حال تپلا کیا تو اُس کی شادی دیول دیٔ سے بھی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا خضر خاں مرید ہو گیا تھا جس کے سبب سے اُس کی یہ مشکل آسان ہوئی۔ پھر خضر خاں اور علاؤ الدین میں رنجش ہو گئی باپ نے بیٹے کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ خاوند کی سب مصیبتوں میں دیول دیٔ ساتھ رہی جب گوالیار میں خضر خاں قتل ہوا تو دیول دیٔ کے دونوں ہاتھ خاوند عاشق کے گلے میں پڑے ہوئے زخمی ہوئے اور وہیں قتل ہو کر خاوند کے ساتھ دفن ہوئی۔ فقط

اِن دونوں کا عشق بھی ایسا مشہور ہوا کہ ہندی فارسی شاعروں کا ایک شاعرانہ افسانہ بن گیا۔ بہت سے قصے اُس کے ہندی فارسی زبانوں میں موجود ہیں اور صدہا برس تک اُس کے گیت گائے گئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ دیول دیٔ اپنے عاشق کے مرنے کے بعد زندہ رہی اور اُسکی دو شادیاں ہوئیں ایک خاوند کے قاتل سے دوسری غاصب سلطنت خسرو سے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں ناطے رشتے ہونے لگے تھے۔ اس داستان کا بھی ذکر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی میں نہیں ہے۔ اس زمانہ کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر یہی تاریخ ہے۔

جھالور و سیوانہ کی فتوح

جب ملک کافور دکن میں تھا بادشاہ خود سیوانہ کی فتح میں مشغول ہوا۔ لشکر دلی نے کئی سال سے اُس کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ناکام رہا تھا۔ بادشاہ نے خود قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اہالی قلعہ کو تنگ کیا۔ یہاں کے راجہ ستل دیو نے اظہار عجز کے لئے اپنی سونے کی پیکر بھیجی اور اُس کے گلے میں زریں ریسمان ڈالی۔ اس کے ساتھ سو ہاتھی اور بہت سے تحف و نفائس بادشاہ پاس بھیجے اور بادشاہ سے عفو کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اِن سب چیزوں کو لیکر خوش طبعی سے پیغام بھیجا

کہ جبتک تم خود نہ آؤ گے کچھ نفع نہیں ہوگا۔ ناچار ستل دیو قلعہ سے نکلا اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ میں جو کچھ تھا یعنی چھری و سوئی تک لے لیا اور جو چیز کام کی تھی اُن کو کارخانوں میں بھیجدیا اور باقی کو سپاہ وشاگرد پیشہ کی تنخواہ میں دیدیا۔ اور اس ولایت کو امرا میں تقسیم کر دیا۔ خالی قلعہ ستل دیو کو دیدیا۔ انھیں سنوں میں قلعہ جھالور فتح ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس قلعہ کا راجہ کانیر دیو تھا۔ وہ دلی میں بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا کہ ہندوستان میں کوئی زمیندار ایسا نہیں ہے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ کانیر دیو نے جہالت سے کہا کہ اگر میں مقابلہ کروں اور کامیاب نہوں تو گردن مارا جاؤں۔ بادشاہ کو اس پر غصہ آیا مگر اس سے کچھ نہ بولا۔ چند روز بعد راجہ کو اپنے ملک کو رخصت کیا۔ جب دو تین ماہ گذرے تو اپنے اظہار قدرت کے لئے اپنی لونڈی گل بہشت کو مامور کیا کہ وہ قلعہ جھالور کو جبراً و قہراً فتح کرلے۔ گل بہشت نے جاکر قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایسی شجاعت و مردانہ کام کیا کہ کبھی کانیر کے تصور میں بھی نہ گذرا تھا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ دفعتاً گل بہشت بیمار ہو کر بہشت کو رخصت ہوئی۔ اُس کا بیٹا شاہین ماں کی طرح محصوروں کو تنگ کرنے لگا۔ راجہ کانیر اپنے مارے جانے کو یقینی جانتا تھا وہ اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر شاہین سے باہر لڑنے نکلا اور اتفاق سے شاہین ہی اُس کے روبرو آیا جس کو اُس نے مار ڈالا۔ اور امرا بھی تاب مقابلہ نہ لاکر کئی منزل پیچھے ہٹے۔ بادشاہ اس بات کو سُنکر نہایت آشفتہ ہوا اور اُس نے سید کمال الدین کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا۔ سید نے کمال شجاعت سے قلعہ فتح کرلیا اور راجہ کو مع فرزندوں اور اتباع کے قتل کیا۔ اُس کے خزانوں پر قبضہ کیا۔ فتح نامہ دلی کو بھیجا جس کے یہاں شادیانے بجے۔ جھالور اور سیوانہ مارواڑ میں گجرات کے شمال میں آباد ہیں۔

مہم تلنگانہ

۷۰۹ھ (۱۳۰۹ء) میں ملک کافور کو دوبارہ دیوگڈھ کی راہ سے ورنگل پر سلطان علاؤالدین نے روانہ کیا اور بہت سی سپاہ ساتھ کی۔ پہلے بھی فوج یہاں روانہ کی تھی۔ وہ بنگالہ کی راہ سے گئی تھی اڑلیسہ کا راجہ اپنے ہمسایہ کے زور اور قوت کو دیکھ دیکھ دل ہی دل میں جلتا تھا۔ اُس نے بادشاہ کی منت سماجت کر کے بنگالہ کی راہ سے فوج بھجوائی۔ مگر وہ ناکامیاب رہی لیکن ناکامیابی کی وجہ

کوئی نہیں لکھی۔ اور نہ بیان ہے کہ وہ کتنے دنوں تک رہی اور کتنا جان و مال کا نقصان ہوا۔ شاید یہ بُری راہ سے گئی تھی اس لئے یہ مصیبت اُس پر پڑی۔ ملک کافور کو دوبارہ سلطان نے بھیجا اور اُس کو سمجھا دیا کہ اگر ورنگل کا راجہ روپیہ اور ہاتھی دے اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرے تو صلح کرلینا اور قلعۂ ورنگل اور ملک تلنگانہ کی فکر نہ کرنا۔ اور خواجہ حاجی سے صلاح و مشورہ کرنا۔ اور لشکر اور سپاہ کی نہایت خاطرداری کرنا۔ غرض ملک کافور اور خواجہ حاجی دونوں دیوگڈھ میں آئے رام دیو نے استقبال کیا۔ اور لشکر میں اپنا اُردو بازار بھجوایا۔ اور تاکید کردی کہ نرخ شاہی کے موافق اجناس فروخت ہوں۔ غرض تمام رسد کا سامان کردیا۔ ملک کافور نے دیوگڈھ سے شمالی تلنگانہ میں اندر کے اندر قدم رکھا۔ اور اُس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور اس قدر آدمیوں کو قید اور قتل کیا کہ ایک تہلکہ عظیم پڑگیا۔ ورنگل کا راجہ اور گرد نواح کے راجے مارے خوف کے قلعہ ورنگل میں داخل ہوئے۔ یہ قلعہ باہر سے مٹی کا بنا ہوا تھا اور اُس کے اندر ایک قلعہ سنگین تھا۔ راجہ ورنگل قلعہ سنگین میں اور اور راجہ قلعہ گلی میں محصور ہوئے۔ یہ قلعہ بیرونی بڑی مشکل اور محنت سے کئی مہینے کے محاصرہ میں فتح ہوا اور سب راجہ مع زن و بچہ قید ہوئے۔ اور بہت خون ہوا۔ راجہ بہت سا روپیہ اور خراج دینے پر مجبور ہوا۔ اب ملک کافور نے مراجعت کی اور بادشاہ کو فتح نامہ لکھا۔ دلّی میں اُس کی بڑی خوشی ہوئی۔ علاؤالدین کا دستور تھا کہ جہاں لڑائی کے واسطے لشکر بھیجتا وہاں ڈاک کی چوکیاں بٹھاتا۔ اور قاصد مقرر کرتا۔ روز اُس پاس لشکر کی خبر آتی۔ جب ورنگل میں ملک کافور محاصرہ میں مصروف تھا تو تلنگانہ کی فوج کی کثرت کے سبب سے کئی ڈاک کی چوکیاں اُٹھ گئیں۔ اس لئے لشکر اور محاصرہ کی خبر نہ آئی۔ تو نہایت تردد پیدا ہوا۔ گھبرا کر حضرت شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں دو امیر قاضی غیاث الدین بیانوی و ملک قرابیگ بھیجے۔ اور دعا کی استدعا کی۔ اُس پر حضرت نے ایک بادشاہ کا ذکر فرمایا جس میں یہ کنایہ تھا کہ یہ فتح بھی ہو اور اور فتوحات بھی ہوں۔ اسی روز ورنگل کا فتحنامہ آیا۔ اس سے حضرت کی درگاہ میں بادشاہ کا اعتقاد اور راسخ ہوگیا۔ تعجب یہ ہے کہ کبھی شیخ اور سلطان میں ملاقات نہوئی۔ ہمیشہ عمائد و رسل و رسائل کی معرفت اظہار اخلاص کرکے ان کی باطنی استمداد چاہی۔

کرناٹک اور ملیبار سے راس کماری تک فتح ہونا

کابل اور سندھ سے لیکر بنگالہ اور گجرات کا سارا ملک فتح ہوگیا تھا اور دکن میں بھی فتوحات کاملہ حاصل ہوئیں۔ اب علاؤالدین کا ارادہ ہوا کہ ساحل سمندر کے ملکوں کو فتح کرے۔ دوسرے برس ۱۳۱۰ء ۷۱۰ھ میں ملک کافور اور خواجہ حاجی کو کرناٹک کی فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ وہ دیوگڈھ کی راہ سے پٹن میں دریائے گوداوری کے کنارے پر پہونچے۔ اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو سے سخت لڑائی ہوئی اور مارتے دھاڑتے راجہ کی دارالسلطنت دوار سمندر پہنچے اور اُس کو بھی فتح کرلیا۔ اور راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُس کے خاندان کو تیس ناس کیا۔ اور تمام بُت خانوں کو توڑا اور چاندی سونے کے بتوں کو لے لیا۔ اور سیت بندھ رامیشور میں ایک مسجد بنائی۔ اُس میں اذان ہوئی اور علاؤالدین کا خطبہ پڑھا گیا۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ مسجد میرے زمانہ تک موجود تھی۔ اور مسجد علائی مشہور تھی یہاں سے ملک کافور کو بہت خزانے اور دفینے ہاتھ لگے۔ اور وہ اِن سب کو لیکر دلی میں ۷۱۱ھ میں واپس آیا۔ تین سو بارہ ہاتھی اور بیس ہزار گھوڑے اور چھیانوے من سونا اور موتیوں کے صندوق بہت سے کوشک ہزار ستون کے آگے بادشاہ کی نذر میں گذرانے۔ بادشاہ ان خزانوں کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور برخلاف اپنی عادت کے خزانہ کا دروازہ کھولدیا۔ امرامیں سے ہرایک کو پانچ من سونا دیا اور مشائخ و مستحقین میں سے ہرایک کو ڈیڑھ من سونا یا اس سے کم علیٰ قدر مراتب دیا باقی طلائے مسکوک اپنے سامنے گلواکر مہر علائی بنوائی۔ کرناٹک کی فتوحات میں کہیں چاندی کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں چاندی کی قدر کچھ نہ تھی۔ یہاں چاندی کے زیور پہننے کو ذلت سمجھتے تھے۔ یہاں کے امرا متوسطین سونے کے برتنوں میں کھانا کھاتے تھے۔

نومُسلم مغلوں کا قتل

اب علاؤالدین کی درشت مزاجی اور تند خوئی اور سخت گیری سے لوگ تنگ آگئے تھے۔ نومسلم مغلوں کو یک قلم موقوف کردیا تھا۔ اور کہہ دیا تھا جہاں چاہو چلے جاؤ۔ جس امیر کی نوکری چاہو کرلو۔ آب مدت تک بیکار رہنے سے وہ اپنی جان سے عاجز ہوگئے تھے۔ مغلوں کی اصل طبیعت فتنہ خیز اور فساد انگیز

سنے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ راجہ کی رانی پدمنی نام حسن وجمال میں بے مثال ہے اُس کے حُسن کی تعریف زبان سے نہیں ہوسکتی۔ یہ سُنکر بادشاہ اُس کا مشتاق ہوا۔ بیچارے قیدی راجہ پر تشدد شروع ہوا کہ راجہ پدمنی کو بُلادے تو قید سے نجات پاوے۔ قید بُری بلا ہوتی ہے۔ ناچار راجہ نے اس بات کو منظور کیا۔ کوہستان سے اہل وعیال بُلانے کے واسطے اپنے لوگوں کو بھیجا۔ جب راجپوتوں نے یہ سُنا تو وہ بہت روئے، اور کہنے لگے کہ معلوم نہیں راجہ کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے ہمارے نام کو ڈبویا۔ اُن سب نے یہ تجویز کی کہ یہاں سے مٹھائی میں زہر ملاکر راجہ پاس بھیجے کہ کام اُس کا تمام ہو اور رجپوتوں کا نام بدنام نہ ہو۔ اس تدبیر کو راجہ کی ایک بیٹی نے پسند نہ کیا اپنے سارے کنبے میں یہ بیٹی عقل وشعور میں مشہور تھی۔ اُس نے اپنے سب بزرگوں کو بُلا کر وہ تدبیر تبلائی کہ جس میں راجہ کی جان بچے اور ننگ وناموس پر بھی کوئی آفت نہ آئے۔ اُس نے یہ کہا کہ لوٹے پھوٹے نمک حلال سپاہی زنانے کپڑے پہن لیں۔ اور سلاح جنگ سنبھال کر پالکیوں میں بیٹھ جائیں اور مشہور کریں کہ راجہ کی رانیاں دلّی جاتی ہیں۔ جب شہر کے قریب پھونچیں۔ تو رات کو شہر میں گھُسیں اور سیدھے قید خانے پر تلواریں سونت کر چڑھ جائیں۔ جو کوئی مانع ہو اُسکو ٹھیک بنائیں۔ اور ایک گھوڑا کہ ہوا سے باتیں کرتا ہو کسا کسایا تیار رکھیں۔ قید خانے سے راجہ کو نکال کر اُس پر بٹھائیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی۔ غرض سات سو سپاہی ڈولیوں میں سوار ہو دلّی چلے۔ اور بادشاہ کو خبر پھونچی کہ راجہ کی رانیاں آتی ہیں۔ اس پر بادشاہ نے راجہ کی قید بھی ہلکی کردی اور کل سامان اور باربرداری کا حکم دیدیا۔ غرض یہ ڈولیاں منزل بہ منزل چلی آتی تھیں۔ اور اُن کے گرد خیمے اور قناتیں کھینچی جاتی تھیں۔ ہر جگہ بادشاہی ملازم اُن کی آؤبھگت کرتے تھے۔ مگر قناتوں پاس پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ غرض یہ پردہ نشین قافلہ شہر میں پہر رات گئے داخل ہوا۔ ساری دلّی میں غل مچا کہ رانی پدمنی کی سواری آگئی۔ جب قلعہ کے قریب جہاں راجہ قید تھا یہ ڈولیاں پھونچیں تو رجپوت ان میں سے نکل کر ننگی تلواریں نکال کر دوڑے جو سامنے آیا اُس کو مار کر برابر کیا۔ راجہ کو زنجیر سے نکال کر گھوڑے پر سوار کیا۔ یہاں پدمنی کے اشتیاق میں بادشاہ خوش بیٹھا تھا۔ جو یکایک یہ غُل مچا کہ کل جو رانی کے آنے کی خبر اُڑی وہ سب بہانا تھا۔ غرض راجہ کا لیجانا تھا۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور

جس طرح ہو اُسے پکڑ کر لاؤ۔ راجہ کے پیچھے سوار پر لگا کر لگے اور کئی جگہ تلوار پر بھی نوبت پہونچی۔ اور بہت سے راجپوت مارے گئے مگر راجہ کی گرد کو کوئی نہ پہونچا۔ وہ صحیح و سالم اپنے اہل و عیال میں جا پہنچا اور اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا۔ بادشاہ کو تو پدمنی کی لو لگی ہوئی تھی اُس کے دل کو کب چین تھا۔ اور اُس پر یہ اور چوٹ لگی کہ راجہ ڈنکے کی چوٹ قلعہ سے باہر نکل گیا۔ بادشاہ نے پھر راجہ کا قلعہ لے لیا۔ مگر رانی پدمنی نے اپنی عصمت بچانے کے واسطے سات چتائیں صندل کی چنوائیں۔ اُن میں سارا خاندان ایک دن میں جل کر بھسم ہوا۔ بادشاہ قلعہ میں گھستے ہی پدمنی کے محل پر پہونچا۔ وہاں چند عورتیں ایک راکھ کے ڈھیر پر رو رہی تھیں۔ اُنہوں نے ایک مٹھی خاکستر کی اُڑا کر دکھائی کہ یہ پدمنی ہے بادشاہ رنج اور افسوس کرتا باہر آیا۔ اور دارالخلافہ کو چلا آیا۔ یہ دلچسپ واقعہ تاریخ فیروز شاہی میں نہیں لکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان شاعرانہ گھڑی گئی ہے۔

دکن کی مہمات

جب سے علاؤالدین تخت پر بیٹھا۔ شب و روز اور مہمات میں گو مصروف رہا۔ مگر ملک دکن کو کبھی نہیں بھولا۔ یہ وہی ملک تھا جس میں اُس نے اپنے عہد شباب میں کارہائے نمایاں کئے تھے اور اُن کے سبب سے آج اس رتبہ پر پہونچا تھا۔ ملک کافور کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بادشاہ اس خواجہ سرا پر دل و جان سے فدا تھا۔ اُس کو سب پر ممتاز اور سرافراز کرنا چاہتا تھا۔ جب رام دیو والیِ دیوگڈھ نے تین سال سے نذرانہ نہ بھیجا تو بادشاہ نے ایک سپاہِ جرّار اُس کے زیرِ حکم دکن کو روانہ کی اور بہت سے اُمرا اُس کے ہمراہ کئے۔ الغ خاں حاکم گجرات اور عین الملک ملتانی حاکم مالوہ کو بادشاہ کا تاکیدی حکم صادر ہوا کہ اس مہم میں وہ ملک کافور کی امداد اور کمک کریں۔ سارے برتاؤ جو افسران سپہ کے ساتھ سپہ سالار کو برتنے چاہئیں وہ سب ملک کافور کو بادشاہ نے خود بتلا دیئے۔ ملک کافور نے دکن میں جا کر دکنیوں پر بڑی شفقت کی اور کسی کو آزار نہ پہونچایا اور اُن کو مطیع منقاد بنایا۔ اور ولایت مرہٹہ کو امرا میں تقسیم کیا۔ اور خود ۷۰۶ھ میں مالوہ میں ہوتا ہوا گذرا۔ اور خاندیس کی راہ سے سلطان پور میں ہوتا ہوا دیوگڈھ میں آیا۔ رام دیو نے دیکھا کہ لڑنے

میں کچھ فائدہ نہیں اس لئے اپنے بڑے بیٹے سنگل دیو کو قلعہ میں چھوڑ کر اور بہت سے تحفہ تحائف لیکر ملک کافور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک کافور نے فتح نامہ لکھکر دلی بھیجا اور اس کے ساتھ رام دیو خود بہت سا نذرانہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان علاؤالدین نے راجہ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ چتر اور رائے رایان کا خطاب دیا۔ اور اپنے راج پر اُس کو رخصت کیا۔ اور ایک لاکھ ٹنکہ اُس کو دیا۔ اس مہم کے زمانے میں قابل لکھنے کے ایک سانحہ واقع ہوا کہ گجرات کے راجہ رائے کرن کی مہارانی کملا دیئی گجرات کی مہم میں گرفتار ہوئی۔ اور بادشاہ کے ہاں آئی اور اُس کی شاہانہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ بادشاہ اُس کی حُسن صورت اور سیرت پر دل و جان سے قربان تھا جب اُس نے سُنا کہ الغ خاں حاکم گجرات کو بھی دیو گڈھ جانے کا حکم ملک کافور کی امداد کے واسطے ہوا ہے تو اُس نے ایک رات بادشاہ کو خوش دیکھکر عرض کی کہ جب میں راجہ کرن کے گھر میں رانی تھی تو خدا نے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں۔ بڑی بیٹی تو خاک کے اندر منزل گزیں ہوئی۔ مگر دوسری لڑکی دیول دئی زندہ اور سلامت ہے۔ یہی میری شاخ جوانی کی دو کلیاں تھیں۔ مجھے اقبال کی ہوا وہاں سے یہاں لے آئی۔ مگر وہ دونوں گل اپنے گلشن ہی میں رہے۔ ایک گل پژمردہ ہوگیا۔ مگر دوسرا باقی ہے۔ میرا دل بغیر اُس کے مچھلی کی طرح تڑپتا ہے۔ اگر وہ کسی طرح سلامت آجائے تو آنکھوں ٹھنڈی کلیجے ٹھنڈک ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اُسی وقت الغ خاں اور ملک کافور کے نام فرمان سلطانی صادر ہوا کہ راجہ کرن دکن کی نواح میں آوارہ پھر رہا ہے اُس سے دیول دیئی کے لئے پیغام بھیجو۔ خواہ صلح سے خواہ لڑائی سے جس طرح ہو اُسے یہاں روانہ کرو۔ دو مہینے تک راجہ کرن سے اس بات پر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور الغ خاں نے شرائط صلح ایسی پیش کیں کہ وہ راجہ کے حق میں نافع تھیں۔ راجہ کو دیول دیئی کے حوالہ کرنے کے لئے سمجھایا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ راجہ رام دیو کا بڑا بیٹا بھی سنگل دیو اُس پر عاشق تھا۔ مگر وہ قوم کا مرہٹہ تھا۔ راجہ کرن رجپوت تھا۔ رجپوت مرہٹوں کو ذات کا ہیٹا جانکر بیٹی دینا بے عزتی جانتے تھے۔ جب بادشاہی فوج کے ساتھ یہ معاملہ پیش ہو رہا تھا۔ اُس نے یہ سب خبریں سُنیں۔ اور کچھ باپ سے نہ پوچھا۔ اپنے چھوٹے بھائی بھیم دیو کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر شادی کا پیغام راجہ کرن پاس بھیجا۔ راجہ مصلحت وقت اس نازک زمانہ میں یہی سمجھا کہ دیول دیئی کو کچھ سپاہ کے ساتھ

دیوگڈھ روانہ کیا۔ ادھر یہاں بادشاہی فوج میں بھی خبر آئی کہ پری کو دیو اُڑانے کو ہے اس لئے الغ خاں نے ایک کڑا حملہ راجہ کرن پر کیا۔ اور شکست دیکر فوج کو پریشان کر دیا۔ راجہ دیوگڈھ کی طرف بھاگا۔ غنیمت میں سب کچھ ہاتھ لگا۔ مگر گوہرِ مراد ہاتھ نہ آیا۔ اس لئے فتح کی کچھ مسرت نہ ہوئی۔ بلکہ بادشاہ کے عتاب اور کمل دیبی کے ملال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اسی تجسس میں وہ گھبراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دیوگڈھ ایک روز کا رستہ رہ گیا۔ کچھ سپاہی الورہ کے غاروں کے سیر و تماشے کے لئے گئے۔ ان غاروں کی بھی دستکاریاں عجب نمونہ انسان کی صنعت کا ہے۔ غرض یہ صنعت انسانی کا تماشا دیکھتے پھرتے تھے کہ وہاں قدرت کا تماشا اور نظر آیا۔ کہ کچھ سوار سامنے دوچار ہوئے۔ اُنہوں نے جانا کہ رام دیو کی فوج اُن کے تعاقب میں آئی مگر وہ درحقیقت بھیم دیو کی فوج تھی کہ دیول دیئی کو لئے جاتی تھی ناچار جان بچانے کی ضرورت سے اُن سے مقابلہ ہوا۔ ایک ہی حملہ میں تتر بتر کر دیا۔ دیول دیئی کے گھوڑے کے ایک تیر ایسا لگا کہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ ایک قدم آگے نہ چل سکا۔ سپاہی اُس پاس پہونچے اور بولے نکال جو کچھ پاس ہے۔ اتنے میں ایک لونڈی پکار کر بولی کہ یہ دیول دیئی ہے۔ جس وقت سپاہیوں نے دیول دیئی کا نام سُنا اُس کو سکھپال میں بٹھا الغ خاں پاس لائے۔ یہ دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہوگیا اور جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ بادشاہ کو ایک عرضی لکھی اور گجرات میں آکر یہاں سے پالکی میں دیول دیئی کو سوار کرا کے دلی بھیجا۔ جب دلی میں پہنچی تو ماں بے اختیار دوڑی گئی اور بیٹی کو اُتروا یا گلے لگایا۔

خضر خاں و دیول دیبی (دیول دئی) کی عاشق معشوقی

حضرت امیر خسرو نے مثنوی عشقیہ لکھی ہے جس میں خضر خاں و دیول دئی کے عشق کا حال بھی لکھا ہے۔ اُس کا لب لباب یہ ہے کہ جس وقت دیول دئی ماں پاس آئی ہے تو اسکی عمر آٹھ سال کی تھی۔ بادشاہ خضر خاں سے اُس کی شادی کرنی چاہتا تھا۔ کملا دئی (کولادیبی) نے بھی اُسے منظور کیا تھا۔ وہ خضر خاں کو اسی سبب سے زیادہ چاہتی تھی کہ اُس کے بھائی کے مشابہ تھا۔ غرض یہ دونو

نوعمر آپس میں ملتے جلتے اور پیار اخلاص کے ساتھ کھیلتے اور آپس میں کمال محبت رکھتے۔ خضر خاں کی ماں اس شادی کا ہونا نہیں چاہتی تھی وہ اپنے بھائی الپ خاں کی لڑکی سے بہت جلد بیاہنا چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے یہ دیکھکر کہ دیول دیی پر خضر خاں عاشق ہوگیا ہے اُن کو جُدا جُدا کرا دیا۔ اس جدائی کی حالت میں بھی اُن کے درمیان پیغام و سلام ہوتے رہے۔ خضر خاں روتا پیٹتا رہا۔ مگر اُسکی شادی الپ خاں کی بیٹی سے ہوئی۔ پھر جب عشق نے خضر خاں کا حال پتلا کیا تو اُس کی شادی دیول دیی سے بھی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا خضر خاں مرید ہوگیا تھا جس کے سبب سے اس کی یہ مشکل آسان ہوئی۔ پھر خضر خاں اور علاؤالدین میں رنجش ہو گئی باپ نے بیٹے کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ خاوند کی سب مصیبتوں میں دیول دیی ساتھ رہی جب گوالیار میں خضر خاں قتل ہوا تو دیول دیی کے دونوں ہاتھ خاوند عاشق کے گلے میں پڑے ہوئے زخمی ہوئے اور وہیں قتل ہو کر خاوند کے ساتھ دفن ہوئی۔ فقط

ان دونوں کا عشق بھی ایسا مشہور ہوا کہ ہندی فارسی شاعروں کا ایک شاعرانہ افسانہ بن گیا۔ بہت سے قصے اُس کے ہندی فارسی زبانوں میں موجود ہیں اور صدہا برس تک اُس کے گیت گائے گئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ دیول دیی اپنے عاشق کے مرنے کے بعد زندہ رہی اور اُسکی دو شادیاں ہوئیں ایک خاوند کے قاتل سے دوسری غاصب سلطنت خسرو سے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں ناطے رشتے ہونے لگے تھے۔ اس داستان کا بھی ذکر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی میں نہیں ہے۔ اس زمانہ کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر یہی تاریخ ہے۔

جھالور و سیوانہ کی فتوح

جب ملک کافور دکن میں تھا بادشاہ خود سیوانہ کی فتح میں مشغول ہوا۔ لشکر دلی نے کئی سال سے اُس کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ناکام رہا تھا۔ بادشاہ نے خود قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اہالی قلعہ کو تنگ کیا۔ یہاں کے راجہ ستل دیو نے اظہار عجز کے لئے اپنی سونے کی بیکر بھیجی اور اُس کے گلے میں زریں ریسمان ڈالی۔ اس کے ساتھ سو ہاتھی اور بہت سے تحف و نفائس بادشاہ پاس بھیجے اور بادشاہ سے عفو کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اِن سب چیزوں کو لیکر خوش طبعی سے پیغام بھیجا

کہ جبتک تم خود نہ آؤگے کچھ نفع نہیں ہوگا۔ ناچار ستل دیو قلعہ سے نکلا اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ میں جو کچھ تھا یعنی چھری و سوئی تک لے لیا اور جو چیز کام کی تھی اُن کو کارخانوں میں بھیجدیا اور باقی کو سپاہ و شاگرد پیشہ کی تنخواہ میں دیدیا۔ اور اس ولایت کو امرا میں تقسیم کردیا۔ خالی قلعہ ستل دیو کو دیدیا۔ انھیں سنوں میں قلعہ جھالور فتح ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس قلعہ کا راجہ کانیر دیو تھا۔ وہ دلّی میں بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا کہ ہندوستان میں کوئی زمیندار ایسا نہیں ہے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کرسکے۔ کانیر دیو نے جہالت سے کہا کہ اگر میں مقابلہ کروں اور کامیاب نہوں تو گردن مارا جاؤں۔ بادشاہ کو اس پر غصہ آیا مگر اس سے کچھ نہ بولا۔ چند روز بعد راجہ کو اپنے ملک کو رخصت کیا۔ جب دو تین ماہ گذرے تو اپنے اظہار قدرت کے لئے اپنی لونڈی گل بہشت کو مامور کیا کہ وہ قلعہ جھالور کو جبراً و قہراً فتح کرلے۔ گل بہشت نے جاکر قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایسی شجاعت و مردانہ کام کیا کہ کبھی کانیر کے تصوّر میں بھی نہ گذرا تھا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہوجائے کہ دفعتاً گل بہشت بیمار ہوکر بہشت کو رخصت ہوئی۔ اُس کا بیٹا شاہین ماں کی طرح محصوروں کو تنگ کرنے لگا۔ راجہ کانیر اپنے مارے جانے کو یقینی جانتا تھا وہ اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر شاہین سے باہر لڑنے نکلا اور اتفاق سے شاہین ہی اُس کے روبرو آیا جس کو اُس نے مار ڈالا۔ اور امرا بھی تاب مقابلہ نہ لاکر کئی منزل پیچھے ہٹے۔ بادشاہ اس بات کو سُنکر نہایت آشفتہ ہوا اور اُس نے سید کمال الدین کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا۔ سید نے کمال شجاعت سے قلعہ فتح کرلیا اور راجہ کو مع فرزندوں اور اتباع کے قتل کیا۔ اُس کے خزانوں پر قبضہ کیا۔ فتح نامہ دلّی کو بھیجا جس کے یہاں شادیانے بجے۔ جھالور اور سیوانہ مارواڑ میں گجرات کے شمال میں آباد ہیں۔

مہم تلنگانہ

۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء میں ملک کافور کو دوبارہ دیوگڈھ کی راہ سے ورنگل پر سلطان علاؤالدین نے روانہ کیا اور بہت سی سپاہ ساتھ کی۔ پہلے بھی فوج یہاں روانہ کی تھی۔ وہ بنگالہ کی راہ سے گئی تھی اُڑیسہ کا راجہ اپنے ہمسایہ کے زور اور قوت کو دیکھ دیکھ دل ہی دل میں جلتا تھا۔ اُس نے بادشاہ کی منت سماجت کرکے بنگالہ کی راہ سے فوج بھجوائی۔ مگر وہ ناکامیاب رہی لیکن ناکامیابی کی وجہ

کوئی نہیں لکھی۔ اور نہ بیان ہے کہ وہ کتنے دنوں تک رہی اور کتنا جان و مال کا نقصان ہوا۔ شاید یہ بری راہ سے گئی تھی اس لئے یہ مصیبت اُس پر پڑی۔ ملک کافور کو دوبارہ سلطان نے بھیجا اور اُس کو سمجھا دیا کہ اگر ورنگل کا راجہ روپیہ اور ہاتھی دے اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرے تو صلح کر لینا اور قلعۂ ورنگل اور ملک تلنگانہ کی فکر نہ کرنا۔ اور خواجہ حاجی سے صلاح و مشورہ کرنا۔ اور لشکر اور سپاہ کی نہایت خاطرداری کرنا۔ غرض ملک کافور اور خواجہ حاجی دونوں دیوگڈھ میں آئے رام دیو نے استقبال کیا۔ اور لشکر میں اپنا اُردو بازار بھجوایا۔ اور تاکید کردی کہ نرخ شاہی کے موافق اجناس فروخت ہوں۔ غرض تمام رسد کا سامان کردیا۔ ملک کافور نے دیوگڈھ سے شمالی تلنگانہ میں اندر کے اندر قدم رکھا۔ اور اُس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور اس قدر آدمیوں کو قید اور قتل کیا کہ ایک تہلکہ عظیم پڑ گیا۔ ورنگل کا راجہ اور گرد نواح کے راجے مارے خوف کے قلعہ ورنگل میں داخل ہوئے۔ یہ قلعہ باہر سے مٹی کا بنا ہوا تھا اور اُس کے اندر ایک قلعہ سنگین تھا۔ راجہ ورنگل قلعہ سنگین میں اور اور راجہ قلعہ گلی میں محصور ہوئے۔ یہ قلعہ بیرونی بڑی مشکل اور محنت سے کئی مہینے کے محاصرہ میں فتح ہوا اور سب راجہ مع زن و بچہ قید ہوئے۔ اور بہت خون ہوا۔ راجہ بہت سا روپیہ اور خراج دینے پر مجبور ہوا۔ اب ملک کافور نے مراجعت کی اور بادشاہ کو فتح نامہ لکھا۔ دلّی میں اُس کی بڑی خوشی ہوئی۔ علاؤالدین کا دستور تھا کہ جہاں لڑائی کے واسطے لشکر بھیجتا وہاں ڈاک کی چوکیاں بٹھاتا۔ اور قاصد مقرر کرتا۔ روز اُس پاس لشکر کی خبر آتی۔ جب ورنگل میں ملک کافور محاصرہ میں مصروف تھا تو تلنگانہ کی فوج کی کثرت کے سبب سے کئی ڈاک کی چوکیاں اُٹھ گئیں۔ اس لئے لشکر اور محاصرہ کی خبر نہ آئی۔ تو نہایت تردد پیدا ہوا۔ گھبرا کر حضرت شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں دو امیر قاضی غیاث الدین بیانوی و ملک قرابیگ بھیجے۔ اور دعا کی استدعا کی۔ اُس پر حضرت نے ایک بادشاہ کا ذکر فرمایا جس میں یہ کنایہ تھا کہ یہ فتح بھی ہو اور اور فتوحات بھی ہوں۔ اسی روز ورنگل کا فتحنامہ آیا۔ اس سے حضرت کی درگاہ میں بادشاہ کا اعتقاد اور راسخ ہوگیا۔ تعجب یہ ہے کہ کبھی شیخ اور سلطان میں ملاقات نہوئی۔ ہمیشہ عمائد و رسل و سائل کی معرفت اظہار اخلاص کر کے ان کی باطنی استمداد چاہی۔

کرناٹک و ملیبار سے راس کماری تک فتح ہونا

کابل اور سندھ سے لیکر بنگالہ اور گجرات کا سارا ملک فتح ہو گیا تھا اور دکن میں بھی فتوحات کاملہ حاصل ہوئیں۔ اب علاؤالدین کا ارادہ ہوا کہ ساحل سمندر کے ملکوں کو فتح کرے۔ دوسرے برس ۷۱۰ھ میں ملک کافور اور خواجہ حاجی کو کرناٹک کی فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ وہ دیوگڈھ کی راہ سے پٹن میں دریائے گوداوری کے کنارے پر پہونچے۔ اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو سے سخت لڑائی ہوئی اور مارتے دھاڑتے راجہ کی دارالسلطنت دوار سمندر پہنچے اور اُس کو بھی فتح کرلیا۔ اور راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُس کے خاندان کو تیس ناس کیا۔ اور تمام بُت خانوں کو توڑا اور چاندی سونے کے بتوں کو لے لیا۔ اور سیت بندہ رامیشور میں ایک مسجد بنائی۔ اُس میں اذان ہوئی اور علاؤالدین کا خطبہ پڑھا گیا۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ مسجد میرے زمانہ تک موجود تھی۔ اور مسجد علائی مشہور تھی یہاں سے ملک کافور کو بہت خزانے اور دفینے ہاتھ لگے۔ اور وہ اِن سب کو لیکر دلی میں ۷۱۱ھ میں واپس آیا۔ تین سو بارہ ہاتھی اور بیس ہزار گھوڑے اور چھیانوے من سونا اور موتیوں کے صندوق بہت سے کوشک ہزار ستون کے آگے بادشاہ کی نذر میں گذرانے۔ بادشاہ ان خزانوں کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور برخلاف اپنی عادت کے خزانہ کا دروازہ کھولدیا۔ امرا میں سے ہر ایک کو پانچ من سونا دیا۔ اور مشائخ و مستحقین میں سے ہر ایک کو ڈیڑھ من سونا یا اس سے کم علیٰ قدر مراتب دیا باقی طلاے مسکوک اپنے سامنے گلواکر مہر علائی بنوائی۔ کرناٹک کی فتوحات میں کہیں چاندی کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں چاندی کی قدر کچھ نہ تھی۔ یہاں چاندی کے زیور پہننے کو ذلت سمجھتے تھے۔ یہاں کے امرا متوسطین سونے کے برتنوں میں کھانا کھاتے تھے۔

نومسلم مغلوں کا قتل

اب علاؤالدین کی درشت مزاجی اور تند خوئی اور سخت گیری سے لوگ تنگ آگئے تھے۔ نومسلم مغلوں کو یک قلم موقوف کر دیا تھا۔ اور کہہ دیا تھا جہاں چاہو چلے جاؤ۔ جس امیر کی نوکری چاہو کرلو۔ ایک مدت تک بیکار رہنے سے وہ اپنی جان سے عاجز ہو گئے تھے۔ مغلوں کی اصل طبیعت فتنہ خیز اور فساد انگیز

ہوتی ہے۔ اُن میں سے چند بدمعاش مغلوں نے یہ ارادہ کیا کہ سیر گاہ میں روز بادشاہ جاتا ہے۔ اور اُکھرا لباس اُس کا ہوتا ہے وہ شکرہ اُڑاتا ہے۔ سب کی نظریں اوپر کو ہوتی ہیں۔ کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہوتا اس لئے یہ کوئی بات مشکل نہیں ہے کہ ہم دو تین سو سوار اکٹھے ہو کر اس سیر گاہ میں اُس کو اور اُس کے ہمراہیوں کو شکار کریں اس کے مارے جانے سے یقینی خلق خدا خوش ہوگی۔ کیونکہ اُس نے تمام دولت اُس کی زبردستی سے چھین لی ہے۔ محصول اور خراج بڑھا دیا ہے۔ شراب اور مسکرات بند کر دیئے ہیں۔ غرض طرح طرح کی تکالیف دے رکھی ہیں۔ اس تدبیر اور ارادہ کی خبر جب سلطان علاؤالدین کو ہوئی تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ سارے ملک میں ایک دن کے اندر نومسلم مغل قتل ہوں۔ اور کہیں اُن کا نام بھی باقی نہ رہے۔ اس فرعونی حکم سے بیس تیس یا سولہ سترہ ہزار نومسلم مغل جن میں سے اکثر کو خبر نہ تھی کہ کیوں مارے جاتے ہیں قتل ہوئے۔ اور اُن کے زن و بچہ برباد ہوئے۔ اور لونڈی غلام بنائے گئے۔

دیوگڈھ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان

جب دوبارہ دیوگڈھ میں ملک کافور ہو گیا تھا تو رام دیو وہاں کا راجہ مر گیا تھا۔ اُس کا بیٹا جانشین ہوا تھا۔ وہ باپ کی طرح بادشاہ کا مطیع نہ رہا تھا۔ بلکہ اُس پر بغاوت کا شبہ ہوا تھا۔ اور حقیقت میں بھی وہ باغی ہو گیا تھا۔ اور نذرانہ معمولی بھیجنا موقوف کیا تھا۔ اور کچھ ایسے فساد کرناٹک میں بھی برپا ہوئے تھے۔ ان سب جھگڑوں کے رفع دفع کرنے واسطے ۷۱۲ھ ۱۳۱۲ء میں ملک کافور روانہ ہوا۔ اس نے دیوگڈھ کے راجہ کو قتل کیا۔ اور تمام مہاراشٹر اور کرناٹک پر چڑھائی کی اور بعد اس کے جن راجاؤں نے خراج دینا قبول کیا۔ اُن کا ملک اُن کے حوالہ کیا اور سب طرح سے ان کاموں سے فارغ ہو کر دلّی میں واپس آیا۔ اور سارے دکن میں وہ رعب داب بٹھایا کہ کسی کو سرگوشی کا یارا مدت تک نہ ہوا۔ سب راجا باجگزار اور فرماں بردار ہو گئے۔

ملک کافور کی حکمتیں

عیاشی اور تماش بینی کی مارا مار سے علاؤالدین نہایت ضعیف اور ناتوان ہو گیا۔ اور سخت

امراض میں مبتلا ہوا۔ بی بی اس کی ملکہ جہاں کچھ اپنے میاں کی تیمارداری نہ کرتی۔ خضرخاں اُس کا بیٹا خبر نہ لیتا کہ باپ پر کیا گذر رہا ہے۔ شب و روز اپنی مجلس آرائی میں مصروف رہتا۔ اس بیماری کی حالت میں بادشاہ نے دکن سے ملک کافور کو اور گجرات سے الغ خاں کو بلایا۔ یہ دونوں بہت جلد آن موجود ہوئے۔ ملک کافور جیسا لائق تھا ویسا ہی مکار اور دغاباز تھا۔ بادشاہ کا مزاج بیماری میں چڑچڑا ہو ہی رہا تھا۔ بات بات پر غصہ اور غضب موجود تھا۔ اُس نے ملک کافور کو خلوت میں بلایا۔ اور بیوی بیٹے کی بے پروائی کی شکایت کی۔ ملک کافور کو خود بادشاہ ہونے کا خیال تھا اُس کو یہ موقع خوب ہاتھ لگا کہ جن کو وہ اپنا رقیب اور حریف سمجھتا تھا اُن کو برباد اور خراب کرے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کی جان کے خواہاں یہ اور الغ خاں بیشک ہیں۔ اس اثنا میں والدہ خضرخاں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ اجازت دیجئے کہ شادی خاں کی شادی الغ خاں کی بیٹی سے کی جائے۔ اس پر ملک کافور کو اور موقع ملا کہ بادشاہ کا دل بیوی بیٹوں سے بُرا کرے۔ بادشاہ نے احتیاطاً خضرخاں کو سیر و شکار کے واسطے رخصت کیا اور کہا کہ جب میں اچھا ہونگا بلا لونگا۔ اس شہزادے نے یہ منت مانی کہ اگر باپ اچھا ہو جائے تو حضرت نظام الدین کی خدمت میں دلی ننگے پاؤں جائے۔ جب اُس نے باپ کی کچھ صحت کی خبر سُنی تو وہ بغیر بلائے امروہہ سے پیادہ پا روانہ ہوا۔ جب وہ یہاں پہونچا ملک کافور کو ایک بہانہ ہاتھ آیا۔ بادشاہ کو یہ سمجھایا کہ دیکھئے خضرخاں بغیر حضور کی اجازت کے یہاں چلا آیا۔ اُس سے اس کا کچھ اور ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ علاؤالدین گو سنگ دل اور درشت مزاج تھا مگر اپنے اہل و عیال کو دل سے چاہتا تھا۔ ملک کافور کی اس بات پر کچھ خیال نہ کیا۔ بیٹے کو بلایا گلے لگایا۔ گھر میں جانے کو اور ماں بہنوں سے ملنے کو کہا۔

یہاں تک تو خیر گزری مگر آگے چل کر بیڈھب بگڑی اور ملک کافور کی بن پڑی۔ خضرخاں گھر میں جاتے ہی عیش و آرام میں ہمہ تن مصروف ہوا۔ اپنے یار دوستوں کا جدا ہی ایک دربار جمایا۔ اس پر ملک کافور نے بادشاہ کے کان خوب بھرے اور دل پر اُس کے اس امر کو منقش کر دیا کہ خضرخاں اس فکر میں ہے کہ شادی خاں اور اور امرا کے ساتھ سازش کر کے حضرت کا کام تمام کرے۔ غرض اس اپنی شیطنت اور حکمت سے خضرخاں اور شادی خاں کے لئے حبسِ دوام کا حکم دلوا ہی دیا اور قلعہ گوالیار میں بھجوا ہی دیا۔ خضرخاں کی ماں کو بھی محل سے نکلوا دیا۔ اور پُرانی دلی کے اندر قید میں ڈلوا دیا۔

الغ خاں بیچارے کو بے گناہ قتل کرایا۔ اور بہت سے امرا کو ذلیل اور خوار کر کے بُری گت سے اس دنیا سے رخصت کرایا۔

گجرات کی بغاوت اور چتور گڈھ کے نکل جانے کا حال

یہاں یہ حالات گذر رہے تھے۔ وہاں سب ملک میں غدر مچ رہے تھے۔ گجرات میں جو صوبہ بن کے جاتا، الغ خاں کے آدمی اُس کی گردن پکڑ کر بُری طرح گلا گھونٹتے۔ رانا ہمیر نے چتور گڈھ پر قبضہ کیا۔ رام دیو کے داماد ہرپال دیو نے دکن میں فساد کھڑا کیا۔ غرض اس طرح مسلمانوں کی سلطنت بہت جگہ اُکھڑ پکھڑ گئی۔

سلطان علاؤالدین کی وفات

جب ان بدنظمیوں کی متوحش خبر بادشاہ کے کان میں پھونچتیں۔ تو وہ انگلیوں کو دانتوں کے تلے دباتا۔ اس غم اور رنج میں بتاسے کی طرح گُھلتا جاتا۔ اطبا کا علاج کچھ اثر نہ کرتا۔ آخر کار ان صدمات نے موت کے پاس اُس کو پہنچایا۔ ۶؍ شوال ۷۱۶ھ مطابق ۱۹؍ دسمبر ۱۳۱۶ء کو پیمانۂ عمر لبریز ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک کافور نے زہر اُس کو دیا۔ بیس برس تختِ سلطنت پر جلوہ افروز رہا۔

سلطان علاؤالدین کی عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی عجیب و غریب باتیں اور انتظام ملکی کے ضوابط اور آئین

سلطان علاؤالدین کی عجیب عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی نرالی باتیں تھیں۔ بدخوئی اُس کی خصلت، سخت گوئی اُس کی عادت۔ بیمہری اور بے باکی اور ناخداترسی اور خود پرستی اُس پر ختم۔ جس وقت سیاست پر آتا نہ اپنے کو پہچانتا نہ پرائے کو جانتا۔ ملکی معاملات میں جن پر جُرم کا شبہ

وہم ظن یقین ہوا۔ ان سب کے لئے ایک حکم عام صادر ہوا۔ پھر اس میں مجرم اور غیر مجرم کردہ اور ناکردہ سب برابر تھے۔ سیکڑوں بے گناہ ایسے قتل ہو جاتے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوتی کہ ہم کس خطا پر مارے جاتے ہیں۔ اُس کی سطوت اور قہر کے روبرو کسی شخص کا مقدور بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بے گناہ بھائی کے واسطے بھی زبان سے کچھ کہہ سکتا۔ جس شخص سے وہ ایک دفعہ ناراض ہوا، عمر بھر ناراض ہی رہا۔ جس شخص کو جلاوطن کیا اُس کو وطن میں کبھی آنے نہ دیا۔ جس کو قید خانہ میں قید کیا اُس کو کہیں جانے نہ دیا۔ مگر یہ تشدد اور ظلم اُس کا ظلم کاہ تھا۔ کسی اور ظالم اور جفاکار کا مقدور نہ تھا کہ کسی مظلوم پر ہاتھ اُٹھا سکے۔ قزاق اور راہزن راہزنی کے عوض میں رہبری اور حفاظت کرنے لگے تھے۔ مفسدوں کا کیا مقدور تھا کہ فساد کا نام بھی لیں۔ چاروں طرف رستے کھلے پڑے تھے۔ مسافر بے خوف و خطر سفر کرتے تھے۔ کاروان کے کاروان اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے۔ تجارت کا بازار گرم تھا۔ بادشاہ خود سوداگروں کو ہزاروں روپیہ نقد اسباب و جنس کے لئے دیتا تھا۔

پہلے تو علاؤالدین الف کے نام بے نہیں جانتا تھا۔ مگر تخت سلطنت پر بیٹھ کر حرف آشنا ہو گیا تھا۔ مگر اس کم علمی پر وہ گھمنڈ تھا کہ کسی عالم کو اپنے روبرو کچھ نہ گنتا تھا۔ کسی فاضل کا مقدور نہ تھا کہ اُس کے آگے زبان ہلا سکے۔ اس جاہل کے سامنے عالموں کو جاہل اس خوف سے بننا پڑتا تھا کہ کہیں اُن کی تحصیل علم بادشاہ کی تحصیل علم سے زیادہ نہ ظاہر ہو جائے۔ جب سلطنت کی ابتدا تھی تو وہ امور ملکی میں صلاح اور مشورہ لیتا۔ مگر جب سب کام بن گئے تو پھر اُس نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ جو دل میں آیا وہ کیا۔ اُس کا یہ مقولہ تھا کہ بادشاہ دانا کی رائے ایک مجمع مختلف الرائے کی رائے پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لئے صلاح اور مشورہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ یہ علم کی کیفیت تھی اب مذہب کی یہ صورت تھی کہ نماز کے لئے کبھی سر نہ جھکاتا۔ رمضان کے روزوں کے چٹ کرنے سے نہ شرماتا۔ اُس کا یہ مقولہ تھا کہ مذہب کو سلطنت کے کاموں سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ مذہب فقط گھر کی باتیں اور دل بہلانے کے ڈھکوسلے اور چونچلے ہیں۔ غرض کسی کام میں شرع اُس کی رہنما نہ تھی کچھ وہ اپنے احکامات میں مشروع اور غیر مشروع کا پابند نہ تھا۔ آغاز سلطنت میں پیغمبری کی سوجھی تھی جب یہ بات بن نہ پڑی تو سکندری کی لَو لگی۔

کیا قدرت الٰہی ہے کہ جس بادشاہ کے علم اور مذہب کا یہ حال ہو اُسی کے عہد میں اسلام

کی وہ رونق ہوئی ہو کہ کسی اور بادشاہ دیندار اور عالم کے عہد میں نہ ہوئی ہو۔ جس بادشاہ کو ذرا رغبت علم کی طرف نہ ہو اُسی کے زمانہ میں وہ عالم اور فاضل جمع ہوں کہ جن کا جواب کہیں نہ ہو۔ جو بادشاہ خود ایسا لامذہب ہو اُسی کی بادشاہی میں مسلمانوں کو وہ پابندی احکام شرعی کی اور اتقیٰ اور پرہیزگاری ہو کہ پہلے کبھی ایسی نہ ہوئی ہو۔ اگر اُس کے عہد کے عالموں اور شیوخ الاسلام اور ہر فن کے ماہر اور ہر علم کے اُستاد اور اور صاحب کمالوں کا بیان کیا جائے تو اُس کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ حضرت نظام الدینؒ اور امیر خسروؒ کے حال لکھنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے۔

گو یہ بادشاہ شرع کا پابند نہ تھا مگر اُس کے بعض ضوابط اور آئین ایسے تھے کہ جنہوں نے فسق و فجور کا باب بند کر دیا تھا۔ اُن میں سے ایک ضابطہ مسکرات کے باب میں تھا۔ شراب کی بیع و شرا کی سخت ممانعت تھی۔ مے خواروں کے واسطے طوق زنجیر اور چاہ زندان موجود تھا۔ شراب کی بدمستی بھی ایسی ہے کہ ہزاروں گناہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں۔

دوم وہ ضوابط جن کے سبب امیر غریب زمیندار کاشتکار سب برابر ہو گئے تھے ہر زمیندار کے لئے زمین اور مویشی اور ہالی اور کمیروں کی تعداد معین تھی۔ کوئی اُن سے زیادہ رکھنے نہ پاتا تھا۔ ایسے ہی چرواہوں کے واسطے بھی چرائی اور ریوڑ کی تعداد مقرر تھی۔ عہدوں کی تنخواہیں تخفیف میں آئی تھیں۔ اراضیات کا محصول زیادہ کیا گیا تھا۔ اُن کی تحصیل کا طریقہ جبر و قہر کے ساتھ تجویز ہوا تھا۔ آخرکار یہاں تک نوبت پہونچی کہ ہندو مسلمانوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ اس طرح اُس نے تمام رعایا سے مال چھین لیا۔ یہ مال اور زر ہی سب سے زیادہ دین اور ملک میں فتنہ پردازی کراتا ہے۔ ہوا پرست اُس کے سبب سے معصیت میں دست درازی کرتے ہیں۔ حریص اور بخیل اور نامرد دولت کی بدولت رباخوار اور دغاباز بنتے ہیں۔ مفتری اور متفنی اور مفسد اُسی کے بل پر بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ مفتی اور مولوی اور متقی ذاکر عابد سب کے سب اُس کے پھندے میں پھنس کر اپنی عبادت اور پرہیزگاری کو کھوتے ہیں۔ غرض سب بُرے کاموں کی اصل دولت ہے۔ جب بادشاہ نے طرح طرح سے رعایا کے پنجے سے وہ چھڑا لی تو افلاس اور مصیبت کی حالت میں لوگوں کو مستیاں کہاں سے آئیں۔ بیچارے خدا خدا نہ کرتے تو کیا کرتے۔ بے بال و پر کیوں کر

اُڑتے۔

سوم ضابطہ بازاری اور دکانداروں کے لئے جب وہ دغا اور فریب کریں اور جھوٹ بولیں وہ سزائیں مقرر کیں کہ ان کو سوائے راست بازی اور درست کرداری کے کوئی چارہ نہ تھا جھوٹ بولنا کم تولنا گویا جان کا کھونا تھا۔ چہارم اگر کوئی شخص بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت پاس جاتا تو وہ بھی ایسی مصیبت میں پڑتا کہ ساری زندگی کا مزہ بھول جاتا۔ غرض یہ سب اسباب ایسے جمع ہوگئے تھے کہ جن سے مسلمانوں کو اپنے مذہب کی طرف زیادہ توجہ ہوگئی تھی۔ سوائے ان کے اولیائے کبار اور صوفیان بااقتدار کے انفاس قدسیہ کا بھی فیض ایسا تھا کہ اس وقت اسلام اسلام نظر آتا سلطان نظام الدین کی ذات بابرکات سے ہزاروں مسلمان فیضیاب ہوتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں یہ دس باتیں عجیب وغریب تھیں کہ کسی اور بادشاہ کے عہد میں سننے کے اندر نہیں آئیں۔ اول غلے اور کپڑے اور اشیائے ضروری کی ارزانی۔ دوم ہمیشہ لڑائیوں پر فتحیاب ہونا۔ سوم مغلوں کا استیصال۔ چہارم تھوڑے خرچ میں بہت سے لشکر کا نبھنا۔ پنجم متمردوں اور سرکشوں کو سخت سزا دینا اور اُن کا مطیع اور فرماں بردار رہنا۔ ششم چاروں طرف راہوں کا امن و امان۔ ہفتم بازاری آدمیوں کا سچ بولنا۔ ہشتم بہت سی عمارتوں کا بننا۔ مسجدیں اور منارے اور قلعے اور حوض ہزاروں بن گئے۔ ہر وقت ستر ہزار معمار اور کاریگر موجود رہتے تھے کہ دو تین روز میں ایک محل کھڑا کر دیتے تھے۔ نہم عہد علائی کے آخر دس سال میں مسلمان احکام شرعی کے پابند بہت تھے۔ عبادات اور معاملات میں نہایت صداقت برتتے تھے۔ دہم باوجودیکہ بادشاہ کو نہ علم کا خیال تھا نہ دین کا پاس تھا مگر پھر بھی اولیائے کبار اور زبردست عالم اور ہر فن کے باکمال اُس کے عہد میں موجود تھے۔

ذکر سلطنت شہاب الدین عمر

جب سلطان علاؤالدین نے انتقال کیا تو دوسرے ہی روز ملک کافور نے ایک سلطان کا نوشتہ اس مضمون کا دکھایا کہ بادشاہ نے شہاب الدین عمر کو ولی عہد سلطنت مقرر کیا اور خضر خاں کو ولی عہدی سے معزول کیا۔ اس پانچ چھ برس کے لڑکے کو گدا ابنا کے تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کاروبار سلطنت کا

اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ملک اختیار الدین سنبل کو قلعہ گوالیار روانہ کیا کہ وہاں جا کر خضر خاں اور شادی خاں بادشاہ کے نورچشموں کو اندھا کر دے۔ یہ کافر نعمت وہاں گیا اور اپنا کام کیا۔ ملکہ جہاں کہ خضر خاں کی ماں تھی اُس کو کافور نے قید کیا اور تمام زیور اور اسباب اُس سے چھین لیا۔ اور باوجود خوجہ ہونے کے سلطان شہاب الدین کی ماں سے نکاح کیا۔ دو چار گھڑی کے لئے اس بادشاہ خُرد سال کو بھی تخت پر بٹھاتا۔ اور تمام ارکان سلطنت کا سر اُس کے سامنے جھکواتا۔ اور پھر حرم سرا میں لیجاتا۔ محل میں اپنے ہم جنسوں اور جلیسوں سے اس باب میں صلاح اور مشورہ کرتا کہ کیونکر خاندان علائی کا خاتمہ کیجئے۔ ایک دن مبارک خاں کی مجلس میں چند پائکوں کو اس نظر سے بھیجا کہ اُس کو بھی ٹھکانے سے لگائیں مگر مبارک خاں کی نظر جونہیں ان پائکوں پر پڑی وہیں اپنے گلے کا ہار مرصع جواہرات کا اُن کی نذر کیا۔ اور اپنے باپ کے حقوق کو جتلانا شروع کیا۔ اس سبب سے یہ پائک اپنے آنے پر بڑے منفعل ہوئے۔ اور وہاں سے ہار لیکر چلے آئے۔ اور اپنے سردار مبشر اور بشیر کے پاس گئے اور سارا قصہ سُنایا ملک کافور کو تو کوئی اور موقع مبارک خاں کی جان لینے کا ہاتھ نہ آیا۔ مگر جن پائکوں کو مبارک خاں کی جان لینے کے لئے بھیجا تھا وہی اُس کے لئے پیکِ اجل بنے۔ بادشاہ کے مرنے پر پینتیس دن گذرے تھے کہ نہ وہ ملک کافور رہا اور نہ اُس کا کوئی مصاحب قتل ہونے سے بچا۔ سب کارخانہ ملک کافور کا کافور ہوا۔ شاہزادہ مبارک کو قید خانہ سے نکالا اور سلطان شہاب الدین عمر کا نائب بنایا دو مہینہ تک تو چُپ چاپ مبارک نیابت کا کام اس نظر سے کرتا رہا کہ سب ارباب سلطنت کو یار بنالے۔ پھر تخت سلطنت پر خود بیٹھا اور نہایت سنگدلی کا کام یہ کیا کہ اس ننھے سے بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر قلعہ گوالیار میں بھیجدیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اُنگلی کٹوا کر قلعہ گوالیار بھیجدیا۔ تین مہینے کئی روز تک اس لڑکے نے بھی مزہ بادشاہی کا چکھ لیا۔ اب اس مبارک خاں کا خطاب سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی ہوا۔

سُلطان قطب الدین مُبارک شاہ خلجی

۷ محرم ۷۱۷ھ ہجری مطابق ۲۲ مارچ ۱۳۱۷ء کو اس بادشاہ نے تخت شاہی پر قدم رکھا۔ مبشر اور بشیر جنہوں نے ملک کافور کو گور میں پھونچایا تھا اب اُن کا وہ دماغ آسمان پر چلا کہ اپنے تئیں یہ

یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ بنانا ہمارا ہی کام ہے سب ارباب سلطنت سے مرتبہ ہمارا برتر ہے۔ اُن کی برابر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ ان گستاخانہ حرکات پر اول بادشاہ نے اُنہی کو قتل کیا۔ اور باقی اور پائکوں کو اِدھر اُدھر تتر بتر کردیا۔ ان کا پہرہ پادشاہی توڑدیا۔ غرض جن لوگوں کی بدولت سلطنت ہاتھ آئی تھی اول اُنھیں درست کیا۔ پھر امیروں کو بقدر مراتب سرفراز کیا۔ اور اپنے غلاموں کو بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کئے۔ ایک نوعمر پرواری حسن نامی تھا اور ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ اور اُس کو بادشاہ کے نائب حاجب ملک شادی نے پرورش کیا تھا۔ اس پر بادشاہ کا دل آیا اور اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال میں اُس کو خسرو خاں کا خطاب دیا۔ اور ملک کافور کا تمام لشکر و ملک اُس کے سپرد کیا۔ اور آخر کو وزارت کا منصب اُس کو عنایت ہوا۔ سلطان علاؤالدین تو کیا ملک کافور کا دم بھرتا تھا جو یہ بادشاہ خسرو خاں پر جان دیتا تھا۔ ایک ساعت ایک لمحہ اُس سے جُدا ہونا قیامت تھا۔

قطب الدین کے بُرے بھلے کام

قطب الدین ابھی قیدخانہ کی کوٹھری سے نکلا ہی تھا اور موت کے مُنہ سے نکلکر ابھی بچا تھا اُس کی آنکھیں نکلتے نکلتے ابھی بچی تھیں۔ غرض ان سب آفتوں کو بھگتا بیٹھا تھا۔ اس لئے اول اول خوش خلق اور رحم دل تھا۔ تخت شاہی پر بیٹھتے ہی سارے ملک میں فرمان جاری ہوئے کہ قیدخانہ سے قیدیوں کو جو سترہ ہزار کے قریب تھے رہائی ہو۔ اور جلا وطنوں کو وطن آنے کی اجازت ہو۔ اگرچہ یہ کام ناعاقبت اندیشی کا تھا۔ مگر سلطان علاؤالدین کی سلطنت کے بعد تو یہ کام بڑے ہی درجے کا اچھا گنا گیا۔ سپاہ کو چھ مہینے کی تنخواہ کا انعام مرحمت ہوا۔ اور امرا و ملوک کی جاگیریں اور منصب بڑھائے۔ مال کے کاموں میں کڑے کڑے محصولوں کو موقوف کیا۔ اور تحصیل محصول کے جو یہ طریقے تھے کہ باج گزاروں پر جوتے پڑرہے ہیں لاتیں لگ رہی ہیں۔ کہیں قید میں بھیجے جاتے ہیں کہیں زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں۔ کہیں تختوں میں شکنجہ ہوتے ہیں۔ ان سب کو یک قلم موقوف کردیا۔ عہد علائی کے جو قواعد سخت نہایت تکلیف رساں تھے اُن سب کو کالعدم کردیا اور ان سب سختیوں کو اُٹھا دیا کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو۔ یہ کہو اور وہ نہ کہو۔ یہ کھاؤ وہ نہ کھاؤ۔ یہ پیو وہ نہ پیو۔ یہ پہنو وہ نہ پہنو۔ یہاں بیٹھو وہاں نہ بیٹھو۔ ان قیدوں سے خلق کا ناک میں دم

آرہا تھا۔ اب خدا نے اُنکے حال پر رحم کیا کہ اُنکو آزادی حاصل ہوئی۔ اجناس کے بیچنے میں جو بازاری مجبور تھے اُنکے بھی نصیب کھل گئے کہ اپنے مال کو خاطر خواہ بیچنے لگے۔ نوکر جو اپنی کمی تنخواہ پر رو رہے تھے اُنکا بھی اضافہ تگنا چوگنا ہو گیا۔ محصولوں کے کم ہو جانے سے ہندوؤں کے ہاں بھی گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اناج کی گرانی سے دکانداروں کے ہاں شادیانے بجنے لگے جن ہندوؤں کے بدن پر پہلے ایک چیتھرا نہ تھا اب باریک لباس اور تن زیب زیب تن کرنے لگے۔ جنکے پیر میں ٹوٹی جوتیاں نہ تھیں وہ اب رانوں تلے گھوڑا انچلانے لگے۔ غرض علاء الدین کے مرنے سے ہندوؤں کے بھاگ جاگ گئے۔ انکی مصیبت اور نکبت کا زمانہ ختم ہوا عیش و عشرت کا وقت آپہنچا۔ ہر شخص عیش اور نشاط میں اپنی بساط کے موافق مصروف ہوا۔ جیسی اس سلطنت کی ابتدا اچھی تھی ایسی اُسکی انتہا بُری ہوئی۔ اس بادشاہ کے اِن بھلے کاموں کو ہوا پرستی اور شہوت رانی اور بیحیائی نے خاک میں ملا دیا۔ جو جو کام اس بیحیا بادشاہ نے بیحیائی کے کئے ہیں اُنکا بیان کرنا بھی کسی بے حیا کا کام ہے۔ اُسنے ساری اپنی سلطنت میں ایسے جنگی کام کئے جو تھوڑے بہت تعریف کے قابل ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔

گجرات اور دیوگڈھ کی مہم

گجرات میں الپ خاں نے کمال الدین گرگ انداز کو مار ڈالا اور کل گجرات میں فساد ایسا مچادیا کہ وہ بادشاہ کے قبضے سے بالکل نکل گیا۔ وہاں عین الملک ملتانی کو سپہ سالار بناکر سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ اس جوانمرد منتظم سپہ سالار نے دشمنوں کو شکست دی اور نہر والہ اور تمام ملک گجرات کو تسخیر کیا اور سب زمینداروں کو تابعدار بنا لیا۔ اور انتظام کرنے پر بادشاہ نے ظفر خاں کی بیٹی سے شادی کی۔ اور اُسکو صوبہ دار گجرات کا مقرر کیا اُسنے تین چار مہینے میں تمام فساد اور جھگڑوں سے گجرات کو پاک صاف کر دیا اور اس خوش اسلوبی سے انتظام کر دیا کہ لوگ الپ خاں کو بالکل بھول گئے اور بہت سا روپیہ تحصیل کرکے بادشاہی خزانہ میں روانہ کیا۔

جب ملک نائب کافور مر گیا تو وہ دیوگڈھ کے بادشاہ کی عملداری سے نکل گیا اور رام دیو نے دکن کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کرکے تمام مرہٹوں کے ملکوں پر اپنا تصرف اور قبضہ کر لیا۔ اور

بادشاہی آدمیونکو سارے دکن سے مار کر نکال دیا تھا۔ قلعہ دیوگڈھ لے لیا۔ ۲ سنہ جلوسی اور ۷۱۹ ۱۳۱۹ع میں قطب الدین بذات خود بہت سا لشکر لیکر دکن پر چڑھا۔ اور دلی میں ایک ناتجربہ کار کم عمر غلام بچہ شاہین نامی کو وفاء الملک کا خطاب دیکر نائب اپنا مقرر کیا۔ ہرپال دیوا اور راجا جو دکن میں جمع ہوئے تھے وہ بادشاہ سے نہ لڑ سکے اور اِدھر اُدھر بھاگے۔ بادشاہ نے اپنے آدمی اُنکے تعاقب میں روانہ کئے۔ اور وہ ہرپال کو زندہ پکڑ کر لائے۔ بادشاہ نے نہایت بے رحمی سے جیتے جی کھال اُسکی کھچوائی۔ اور دیوگڈھ کے دروازہ پر لٹکوائی۔ برسات کے سبب سے سلطان نے دیوگڈھ (دولت آباد) میں توقف کیا اور مہاراسٹر یعنی مرہٹوں کے ملک کا بندوبست بخوبی کیا۔ اور ملک یک لکھی کو جو سلطان علاء الدین کے غلاموں میں سے تھا یہاں انکا بندوبست سپرد کیا اور خود دہلی کی مراجعت کا قصد کیا۔ اور ملے بار (معبر) کے فتح کرنیکے لئے بھیجا

دولت آباد اور دہلی کے درمیان سڑک

جسوقت قطب الدین دولت آباد گیا ہی اُسوقت کا حال اس سڑک کا ابن بطوطہ نے یہ لکھا ہی کہ دہلی سے دولت آباد تک چالیس روز کا رستہ تھا ان دونوں شہروں کے درمیان سڑک بنی ہوئی تھی جسکے دونو طرف بید وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے اگر مسافر اُسپر چلتے تو اُنکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ ہر میل پیا داوہ یعنی ڈاک کی چوکیاں تھیں جسکی ترتیب کا ذکر آئیگا۔ ہر داوہ میں مسافر کو کل مایحتاج اتنی ملتے تھی کہ مسافر یہ جانتا تھا کہ اس چالیس دن کے سفر میں سڑک پر نہیں چلتا بلکہ بازار میں پھر رہا ہوں۔ یہاں سے اور سڑکیں چھ مہینے کی راہ کی معبر (ملیبار) و تلنگ تک بنی ہوئی ہیں۔ ہر منزل پر بادشاہ کے اُترنیکے لئے ایک مکان بنا ہوا ہے اور مسافروں کے لئے ایک گوشہ بنا ہوا ہی مفلس مسافرونکو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ وہ زادراہ اپنے ساتھ لیجائیں اُنکو سب چیزیں مفت ملتی تھیں۔

قلعہ گوالیار کا حال

اس قلعہ کا حال ابن بطوطہ یہ لکھتا ہی کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہی اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ پہاڑ میں سے کاٹ کے بنایا گیا ہی۔ اُسکے محاذی کوئی پہاڑ نہیں ہی۔ اُسکے اندر زمین دوز حوض ہیں اور بیس خشتی کنوئیں ہیں فصیل پر منجنیق اور رعادے لگے ہوئے ہیں۔ قلعہ میں جانے کے لئے ایک

بڑا رستہ بنا ہوا ہے جسمیں ہاتھی گھوڑے آتے جاتے ہیں۔ قلعہ کے دروازہ کے پاس ایک فیل مع فیلبان پتھر کا ترشا ہوا رکھا ہے جو دور سے سچ مچ کا ہاتھی معلوم ہوتا ہے قلعہ کے نیچے خوبصورت شہر بستا ہے جسمیں مکانات اور مساجد سنگ سفید کی بنی ہوئی ہیں۔ سوا دروازوں کے کہیں کاٹ کا کام نہیں یہی حال محل سلطانی کا ہے اسمیں گنبد اور مجالس بنی ہوئی ہیں اکثر دکاندار یہاں ہندو ہیں اور بادشاہی چھ سو سوار رہتے ہیں جو ہمیشہ ہندوؤں سے لڑتے رہتے ہیں اس قلعہ کا حال ہمنے آخر میں ایک ضمیمہ میں لکھا ہے وہ دیکھو۔

دہلی میں سلطان قطب الدین کا مراجعت کرنا و خویش و اقارب کا قتل کرنا۔ اور بیہودہ حرکات

دہلی کو قطب الدین شراب پیتا اور عیش اڑاتا ہوا روانہ ہوا۔ وہ راہ ہی میں تھا کہ سلطان علاء الدین کے چچا ملک اسد الدین پسر یغرش خاں کو یہ خیال آیا کہ بادشاہ تو رات دن بدمست رہتا ہے اور امور بادشاہی اور مصالح شہریاری سے خبر نہیں ہوتا۔ چند نوجوان نو دولت دنیا کے کاموں میں ناتجربہ کار اور اسرار ملکی سے ناواقف صلاح ملک میں رائے زن ہوتے ہیں۔ بادشاہی کو لڑکوں کا کھیل بناتے ہیں تو اسنے دیوگڈہ میں چند اور مفسدوں کے ساتھ سازش کر کے یہ تجویز کی کہ منزل گھٹی ساکون میں جب بادشاہ اپنی محلسرائے میں جائے اور شراب پیکر بدست ہو اور کوئی پہرہ کا سپاہی بھی اُس پاس نہو تو چند آدمی حرم سرائے میں گھسکر اُسکا کام تمام کریں اور پھر میں اور سلطان علاء الدین کا بھائی تخت و تاج کے مالک ہوجائیں۔ سب لوگ قطب الدین سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے اسکے بعد ہم سے رغبت کرنے لگینگے۔ مگر ابھی سلطان قطب الدین کی اجل نہیں آئی تھی عیش اڑانیکے دن ابھی اُسکے کچھ باقی تھے کہ اس سازش کا سارا حال ایک شخص نے اُس سے کہدیا۔ اسنے رات ہی کو منزل گھٹی ساکون میں ملک اسد الدین اور اسکے ساتھیوں کو پکڑوا بولایا اور اپنی دہلیز کے آگے اُنکی گردن اُڑوائی اور دہلی حکم بھیجکر ملک اسد الدین کے انیس بچے کچے جنھوں نے اپنی خرد سالی کے سبب سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا اس سازش کی تو انکو کیا خبر ہوتی وہ بھیڑ بکری کی طرح ذبح کرائے اور اُنسے سلطان علاء الدین کے چچا کے زمانہ کا سارا مال اسباب جمع کیا ہوا چھین لیا اور عورتوں کو گھر سے باہر بازار میں نکال دیا کہ دربدر

خاک بسر بھیک مانگیں۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین دیوگڈہ کی مہم میں مصروف ہوا تو دلی میں امرا نے سازش کر کے یہ چاہا کہ اُسکے قیدی بھائی خضر خاں کے بیٹے کو جسکی عمر دس برس کی تھی تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ یہ نوعمر لڑکا بادشاہ کے پاس تھا جب سلطان کو اس سازش کی خبر لگی تو اُسنے اپنے بھتیجے کی ٹانگیں پکڑ کر دیوار پر ایسا اُس کو ٹپکا کہ بھیجا اُسکا پاش پاش ہوگیا اور اُسنے اپنے ایک امیر ملک شاہ کو گوالیار بھیجا کہ جہاں اس لڑکے کے باپ اور چچا قید تھے اور اسکو حکم دیا کہ انکو قتل کرڈالے۔ اس واقعہ کو قاضی نے جسکا نام زین الدین تھا ابن بطوطہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جس صبح کو یہاں ملک شاہ آیا ہے تو میں خضر خاں کے مجلس میں تھا جب خضر خاں نے اُسکے آنیکی خبر سنی تو وہ ڈرا کہ چہرہ کا رنگ فق ہوگیا جب ملک پاس آیا تو اس شہزادہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں میری جان کی خیر ہے تو اُسنے جواب دیا کہ خداوند عالم کا ایک کام ہے اُسکے لئے آیا ہوں آپ کی جان کی خیر ہے بعد اسکے ملک شاہ باہر گیا اور اُسنے کوتوال کو جو صاحب الحصن تھا بلایا اور اپنے مفردین یعنی سپاہیوں کو جو تین سو تھے طلب کیا اور قاضی زین الدین کو بھی حکم شاہی کی تصدیق کے لئے بلایا اور فرمان شاہی دکھلایا۔ اہل قلعہ نے اُسکو پڑھا اور سلطان معزول شہاب الدین کے پاس وہ آئے اور اُس کی گردن اُڑائی۔ وہ ایسا مستقل مزاج تھا کہ اُسنے اپنی گردن اُڑنے پر اُف نہیں کی پھر انہوں نے ابوبکر و شادی خاں کی گردن کاٹی۔ پھر خضر خاں کا سر اُڑانے آئے تو وہ خوف زدہ ہوا اور واویلا مچائی اُسکی ماں وہاں موجود تھی مگر دروازے ایسے بند کردئے تھے کہ وہ اُس پاس نہ آنے پائے۔ ان چاروں لاشوں کو بغیر غسل و کفن کے خندق میں ڈال دیا جہاں وہ برسوں سوکھا کیں اُسکے بعد وہ اپنے بزرگوں کی ہڑواڑ میں دفن ہوئیں۔ یہ بیان تو ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔ اب حضرت امیر خسروؒ جنکا بیان بہ نسبت ابن بطوطہ کے زیادہ وقعت رکھتا ہے اپنی مثنوی عشقیہ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ سلطان مبارک شاہ نے اپنی صلاح ملک اس میں دیکھی کہ ملک کے جو دعویدار ہیں ان کی تیغ تیز سے خونریزی کرے۔ اُس نے خضر خاں پاس آدمی بھیجا اور یہ عذر کیا کہ ؎

کہ اے شمع ز مجلس دور ماندہ — تنت بیتاب و رُخ بے نور ماندہ
تو میدانی کہ از من نیست این کار — ستمکش ماند و یک سو شد ستمگار
گرت بندیست از گیتی خداوند — چو وقت آید ہموں بکشاید این بند

تجھ کو میں کسی ملک پر کار فرما کر دیتا لیکن تیرے دل میں دول رانی کی محبت پیدا ہوئی ہے جو تیری علوے ہمت کے لایق نہیں ہے وہ تیری لونڈی ہے۔ بھلا یہ کب تجھکو سزاوار ہے کہ تو پرستار کی پرستاری کرے۔ وہ یہیں سے گئی ہے یہیں اس کو بھیجدے۔ جب خضر خاں نے اپنی دلارام کی طلبی کا پیغام سُنا دل بے آرام ہوگیا۔ اُسنے یہ پیغام کا جواب دیا کہ پہلے میرے سر کو جدا کرو اور پھر اس میرے ہمسر کو مجھسے جدا کرو۔ جب بادشاہ نے اُسکا یہ جواب سُنا تو وہ آگ بگولا ہوگیا اور سر سلاحی کو طلب کیا اور حکم دیا کہ گوالیار جلد جا اور شمشیر سے اُنکا سر اُڑا ؎ کہ من امین شوم زانباری ملک ✢
حسب الحکم وہ گوالیار دوڑ گیا۔ وہاں جاکر شادی خاں اور خضر خاں کو ہلاک کیا گل اندام دول رانی کہ خضر خاں کے لئے آب حیات تھی اپنے عاشق خوں فشاں کے گرداگرد پھرتی تھی اور اپنا خون اُسپر نثار کرتی ؎

بجائے آب ازاں گل خوں کشیدند نگہ کن تا گلابش چوں کشیدند

قطب الدین مبارک شاہ کو اس خونریزی کا خیال خواہ ان شارشوں کے سبب سے جو اوپر بیان ہوئیں پیدا ہوا ہو یا حضرت امیر خسروؒ کے بیان کے موافق اس سبب سے پیدا ہوا ہو کہ دول رانی کو خضر خاں نے اس پاس نہ بھیجا اُسنے اپنے نزدیک یہ ہوشیاری کا کام کیا کہ جب سفر کرتا ہوا جھائیں میں آیا تو شادی کتہ کو گوالیار بھیجا اور اس کتہ سے شیرونکو شمشیر سے قتل کرا دیا۔ وہاں جو عورتیں تہیں انکو دلی بھجوایا قطب الدین کے دماغ میں وہ فرعونیت سمائی کہ حضرت سلطان نظام الدین سے اس سبب سے بیر باندہا کہ خضر خاں کے وہ پیر تھے۔ انکی جان کے درپے ہوگیا منع کر دیا تھا کہ کوئی اُنکی زیارت کو غیاث پور نہ جانے پائے۔ شراب کے نشہ میں انکو بے نقط سناتا اور کہتا کہ جو کوئی اُنکا سر کاٹ کر لائے ہزار تنکہ انعام پائے۔ ایک دن اتفاق سے جو دونوں کی ملاقات ہوگئی تو اسنے حضرت کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے بڑے بڑے افسروں کو شراب کے نشہ میں گالیاں دیتا تھا۔ اپنے خسر ملک شاہین کا خون گردن پر لیا اور بغیر کسی جرم کے ظفر خاں والی گجرات کو اُسنے قتل کیا اور اُسکی جگہ گجرات میں خسرو خاں کے ماموں حسام الدین کو بھیجا۔ مگر اُسنے وہاں جاکر امیرونکو ایسا تنگ کیا کہ انہوں نے اُسے پکڑ کر سلطان پاس بھیجدیا سلطان نے ایک طمانچہ اُسکے منہ پر مار کر چھوڑ دیا اور اپنا مقرب بنایا مگر اس مدہوشی میں یہ ہوش کا کام کیا کہ گجرات میں ملک وحید الدین کو حاکم مقرر کیا جسنے سب طرح سے یہاں کا بند و بست خوب کر لیا۔ اور سب

سرکشوں کو مٹا دیا وہ ہر طرح سے یہاں کی حکومت کے لایق تہا۔

ملیبار خسرو خاں کا جانا۔ ملوک علائی کو دہلی بھیجنا۔ بادشاہ کا اُنکے ساتھ بدسلوکی کرنا

جب دیوگڈہ سے ملیبار میں خسرو خاں آیا تو برسات شروع ہوگئی ناچار توقف کرنا پڑا۔ خواجہ تقی ایک سُنی سوداگر تھا اور مال کثیر اسکے پاس تھا وہ یہ سمجھکر نہیں بھاگا کہ لشکر اسلام آیا ہی۔ مگر اسنے یہ نہ جانا کہ خسرو خاں نام کا مسلمان بڑا کافر ہی اسنے اس سوداگر کو دہڑا دہڑ لوٹا اور اس کو پکڑ کر بہت مال اُس سے لیا۔ ایک سال میں سارے ملک پر اُسنے اپنا خوب قبضہ کرلیا اور یہاں کے دولتمندوں سے خوب دولت چھین کر دلی بھیجی۔ مگر جب سے یہاں وہ آیا تھا اُسکی نیت میں یہ فساد تھا کہ بادشاہ سے بغاوت کرکے یہیں بادشاہ بن بیٹھوں اور دہلی نہ جاؤں۔ جب بادشاہ کے خیرخواہوں ملک تمر اور ملک ملتبغہ تغدہ کو یہ نیت اسکی معلوم ہوئی تو انہوں نے اس پاس پیغام بہیجا کہ ہم ایسا سنتے ہیں کہ تیرا ارادہ دہلی جانے کا نہیں ہے اور یہیں بغاوت کرنے کا ہی اگر یہ سچ ہو تو ہم ابھی تجھے باندھ کر دہلی بھیجدینگے۔ بادشاہ کے پاس اس نمک حرامی کی اطلاع کی عرضیاں گئیں مگر بادشاہ اُسپر دل وجان سے فدا تھا کب کسیکی سنتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ خسرو خاں جہاں ہو اسکو پالکی میں بٹھا کر جس طرح جلد ممکن ہو یہاں لاؤ۔ سات روز کے عرصہ میں دیوگڈہ سے دلی میں خسرو خاں آیا۔ اور بادشاہ کے روبرو گیا تو رو کر عرض کرنے لگا کہ میری اطاعت کو امرا اپنا ننگ سمجھتے ہیں اور حضور کی عنایت کے سبب سے میری جان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ اور میری نمک حرامی کی شکایت کرتے ہیں۔ غرض اس لگانے بجھانے پر وہ امیر جو اس مہم میں انعام واکرام کی توقع میں بیٹھے تھے گردن مارےگئے یا قید خانہ میں ڈالےگئے۔ آیندہ کیلئے ہوا خواہوں کو معلوم ہوگیا کہ سلطان کی خیرخواہی کا صلہ یہ ہی۔

خسرو خاں کے اختیارات اور ہندوؤں کا پادشاہ کے دربار میں بھرتی ہونا

اب خسرو خاں دلی میں آکر بالکل سلطنت کے کاموں کا مالک ہوگیا۔ ہر ایک آدمی کی جان و مال اُسکے قبضے میں تھی جسے چاہے نہال کرے جسے چاہے پامال کرے۔ بہت سے امراء عظام کی

گردن اڑوائی۔ بہت سے رئیسوں کو ایسا ذلیل اور خوار کیا کہ زندوں کو مردوں سے بدتر کر دیا۔ باقیوں پر ایسا رعب داب بٹھایا کہ اُن بیچاروں نے دربار سے علٰحدہ ہونیکو غنیمت جانا۔ اب اسکو رات دن یہ دُھن لگی رہتی کہ کسطرح خود بادشاہ بنئے اور خاندان علائی کا کام تمام کرائیے۔ مگر یہ سب منصوبے دیکھ دیکھ کر بادشاہ کے ہواخواہ دل ہی دل میں جلتے۔ مگر کسی کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے خسرو خاں کے معاملہ میں چوں بھی کر سکے۔ جب بادشاہ یہ کہتا ہو کہ اسکے سر کا ایک بال مجھے سلطنت اور بادشاہی سے زیادہ عزیز ہے تو کس کی کم بختی آئی تھی کہ وہ اُس کافر نعمت کی نسبت بادشاہ سے کچھ کہتا۔ غرض خسرو خاں کو ایسا میدان خالی ملا سارے مقربین درگاہ اُسنے اپنے بھائی بند مقرر کرادئے۔ محل شاہی سارا ہندو سپاہیوں سے محصور تھا۔ ساری سلطنت میں اُسی کے آورڈے اور رشتہ دار معزز عہدوں پر مقرر ہوگئے۔ جب یہ سارا کام پختہ ہوگیا تو اُسنے بادشاہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

سلطان مبارک کا قتل ہونا اور علاءالدین کے خاندان کا بالکل مٹ جانا

پانچویں ربیع الاول ۷۲۱ھ؁ مطابق ۲۴۔ مارچ ۱۳۲۱ء؁ کی رات کو ایک نمک حرام نے سلطان مبارک کو قتل کیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ کچھ رات رہی تھی کہ قاضی ضیاءالدین چوکیداروں کی تحقیقات کے واسطے آئے تھے۔ خسرو خاں کے چچا مندل نے قاضی سے ملاقات کی اور کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کر نیلگا پان اپنے ہاتھ سے قاضی صاحب کو دیا کہ اتنے میں جاہریا پرداری نے ایک تلوار پیچھے سے آنکر منہ پر لگائی اور کام تمام کیا۔ دو تین آدمی جو انکے ساتھ تھے انہوں نے غل مچایا کہ قاضی صاحب مارے گئے آدمی تلواریں لیکر قصر ہزار ستون میں بادشاہ کے قتل کے لئے چڑھ آئے۔ خسرو خاں بادشاہ کے ساتھ سوتا تھا۔ بادشاہ نے یہ غل سنکر خسرو سے کہا کہ دیکھ یہ کیا ہو رہا ہے اس ہنے پردہ اٹھا اور برلب بام آیا۔ اور جاکر بادشاہ سے کہہ دیا کہ گھوڑے چھوٹ گئے تھے انکے پکڑنے کے واسطے غل مچ رہا ہے اب جاہریا اور قاتل بادشاہ کے روبرو ہی آگئے تو اُسوقت وہ سمجھا کہ وقت آپہنچا۔ محل سرا کی طرف بھاگا۔ مگر خسرو نے اسکے بال پکڑے۔ اگرچہ بادشاہ اُسے نیچے لے آیا مگر بالوں کو نہ چھڑا سکا۔ جاہریا نے ایک ہاتھ میں بادشاہ کا کام تمام کیا۔ جسم بے جان کو

خسرو خاں کی چھاتی سے اُتارا - اور سر کاٹ کر نیچے پھینک دیا - پھر وہ محل میں گھس گئے - وہاں جو چاہا سو کیا سلطان علاء الدین کے بیٹوں فرید خاں و منگو خاں کو ماؤں سے چھین کر مار ڈالا - اور خاندان علاء الدین کے پس ماندوں کو بالکل قتل کر کے اس خاندان کو ملیامیٹ کر دیا - گویا خاندان خلجی کا منقطع نامبارک یہ مبارک تھا - اُسنے چار برس چار مہینے سلطنت کی -

ابن بطوطہ خسرو خاں ناصر الدین کا حال اسطرح لکھتا ہے کہ وہ سلطان قطب الدین کے امراء کبار میں سے تھا اور شجاع و حسین تھا - اُسنے چندیری اور شاداب ملک معبر (ملیبار) کو جو دہلی سے چھ مہینے کی راہ تھا فتح کیا تھا - قطب الدین اُس پر عاشق زار تھا اس لئے وہ معشوق کے ہاتھ سے قتل ہوا - قطب الدین کا معلم قاضی خاں صدر الجہاں تھا وہ امراء کبار میں سے ایک تھا اور کلید دار تھا یعنے محل کی کنجیاں اُسکے پاس رہتی تھیں - اُسکی عادت تھی کہ باب سلطانی پر وہ رات کو رہتا تھا - اور اُس کے ساتھ ہزار آدمی اہل النوبت (باری باری سے پہرہ دینے والے) رہتے تھے وہ چار رات تک پہرہ باری باری سے دیتے تھے - ابواب قصر کے درمیان انکی دو صفیں مسلح رہتی تھیں - اور وہ کسی غیر آدمی کو اپنی صفوں کے اندر داخل نہیں ہونے دیتے تھے - جس وقت رات تمام ہوئی تو دن کو اہل نوبت آئے اور ان اہل نوبت کے افسر امراء ہوتے - جو رات کی اہل نوبت کی حاضری وغیر حاضری لکھتے - خسرو خاں اصل میں ہندو ہونے کے سبب سے ہندوؤں کی طرف میلان رکھتا تھا اور انپر عطا و بخشش کرتا تھا - قاضی خاں اسی سبب سے اُسکو اور اسکے امثال کو دل سے بُرا جانتا تھا اور اُنکی بدافعالیوں پر ہمیشہ بادشاہ کو مطلع کرتا تھا - مگر وہ کب سنتا تھا - خدا کو تو یہ منظور تھا کہ اُسکے ہاتھ سے قطب الدین قتل ہو - سلطان سے خسرو خاں نے کہا کہ ہندوؤنکی ایک جماعت کا ارادہ ہے کہ مسلمان ہو - اسوقت ہند میں یہ دستور تھا کہ جو ہندو اسلام میں آتا وہ بادشاہ کے روبرو جاتا اور علیٰ قدر مراتب اُس کو لباس فاخرہ سونے کے کنٹھے و کڑے بادشاہ دیتا - جب بادشاہ نے اُنکے آنیکی اجازت دی تو یہ عرض اُسنے کی کہ وہ دن کو آتے ہوئے شرماتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں اور ہم مذہبوں سے ڈرتے ہیں تو سلطان نے کہا کہ رات کو اُنکو میرے پاس لے آؤ - اُسنے شجاع ہندوؤنکی جماعت کو جمع کیا جنمیں سب سے بڑا امیر خان خاناں

اسکا بھائی تھا۔ گرمی کا موسم تھا بادشاہ چھت پر سوتا تھا اور اُسوقت اُس پاس سوا چند جوانوں کے کوئی اور نہ تھا۔ ہندو ہتیار بند ہوکر چار دروازوں سے تو گذر گئے مگر جب پانچویں دروازے پر پہونچے یہاں قاضی خاں موجود تھا اُنکی صورت کو دیکھکر اُسکو شبہ ہوا کہ ان کا ارادہ شرارت کرنے کا ہے اسلئے انکو اندر جانے سے منع کیا اور جب تک بادشاہ کا حکم صاف صاف نہیں لاؤگے میں اندر نہیں جانے دونگا۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ ہم کو وہ اندر نہیں جانے دیتا تو اُسکو مار ڈالا۔ جب اس ہنگامہ کا غل شور ہوا اور بادشاہ کے کان تک وہ پہونچا تو اُسنے پوچھا کہ کیا ہے تو خسرو خاں نے کہا کہ ہندو جو مسلمان ہونیکے لئے آئے تھے اُنکو قاضی خاں نے آنے سے روکا ہے۔ اسبات کے سننے سے بادشاہ خائف ہوا اور چاہا کہ محل کے اندر چلا جائے مگر دروازہ بند تھا اور جوان اُسپر کھڑے تھے بادشاہ نے دروازہ کو کھٹ کھٹایا کہ خسرو خاں اُسکے پیچھے لپک کر پہنچا۔ بادشاہ زبردست تھا وہ خسرو خاں کو نیچے لے بیٹھا مگر اُسنے ہندوؤں کو پکار کر کہا کہ جو مجھپر سوار ہے اُسے قتل کرو پس انہوں نے قتل کیا اور اُسکا سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا۔

خسرو خاں کی سلطنت

جب یہ نمکحرام خسرو رات کو اپنے عاشق زار کو قتل کرچکا اور خاندان خلجی کے متعلقین کو مار چکا تو صبح کو تخت پر بیٹھا۔ اور ناصر الدین خسرو خاں اپنا لقب رکھا۔ اور خطبہ میں یہ نام پڑھوایا۔ اور سکہ میں بھی یہی نام جاری کرایا۔ اہل اسلام کی پیشانی پر یہ ایک داغ لگا کہ یہ ہندو بچہ بادشاہ ہوگیا اُسنے دیول دئی سے نکاح کیا۔ اور بڑے بڑے باعصمت امیروں کی بی بیوں کو ہندوؤں کے حوالہ کیا اگرچہ بظاہر لقب اور نام اُسکا مسلمانوں کا تھا۔ مگر باطن میں کٹا ہندو تھا۔ مسجد کی محرابوں میں بُت رکھواتا اور ہندوؤں سے پُجواتا۔ قرآنوں کو اوپر تلے رکھکر مونڈھے کرسی بنواتا اور ان پر ہندوؤں کو بٹھاتا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اسنے گاؤ کا ذبح ہونا بند کردیا۔ اگر یہ خسرو خاں کوئی عالی خاندان ہوتا تو ضرور ایسا زبردست راجہ ہوتا کہ مسلمانوں کو پھر سلطنت کا ہاتھ آنا مشکل ہوتا۔ مگر ذات اُسکی پرواری تھی اور پرواراایسی قوم ناپاک ہندوؤں کی ہے کہ اُنکو شہر میں ہندو گھر تک نہیں بنانے دیتے تھے اسلئے ہندو اُسکے ساتھ دینے کو بے عزتی گنتے تھے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس خسرو خاں کی تین چار مہینے کی بادشاہی میں مسلمان تین چار قسم کے ہو گئے تھے۔ ایک قسم کے تو وہ مسلمان تھے جو حرص و طمع دنیا کی شدت اور ضعف ایمان اور سستی اعتقاد کے سبب سے خسرو خاں کے دل و جان سے دوست و یار تھے۔ اور وہ اُسکی دولت و ملک کی افزائش چاہتے تھے۔ اور اس سے خوب دولت لیتے تھے۔ دوسری قسم کے مسلمان ایسے تھے کہ وہ خسرو خاں سے انعام و اکرام خوب لیتے تھے اور بیع و شرا سے خوب روپے کماتے تھے لیکن دلمیں اس سے وہ ناراض رہتے تھے اور اُسکی سلطنت سے خوش نہوتے تھے ایسے مسلمان بہت تھے۔ تیسری قسم کے مسلمان ایسے بہت تھوڑے تھے کہ جب سے خسرو خاں تخت پر بیٹھا تھا نہ اُنکو دن کا کھانا خوش معلوم ہوتا تھا نہ رات کی نیند۔ رات دن وہ اسی اُدھیڑ بُن میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسکا قلع قمع کیجیے۔

ملک فخر الدین جونا خاں کا (جو آخر کو سلطان محمد تغلق ہوا) خسرو خاں کے پاس سے بھاگنا اور اپنے باپ غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پاس دیبالپور جانا اور پھر وہانسے دہلی میں فتح پاکر اور خسرو خاں کو قتل کر کے غازی ملک کا بادشاہ ہونا

خسرو خاں نے اپنی سلطنت کے استحکام کیواسطے یہی نہیں کام کیا تھا کہ اپنے ہندو بھائی بندونکو بڑے بڑے عہدونپر مقرر کیا تھا بلکہ مسلمان پرانے امیرونکو بھی اعلیٰ عہدونپر سرفراز کیا تھا۔ منجملہ اُنکے ملک فخر الدین جونا خاں تھا جسکو میر آخور مقرر کیا تھا۔ اُسکو بہت انعام و اکرام دیتا تھا اور سبب اسکا یہ تھا کہ جونا خاں کا باپ ملک غازی تھا جسنے بڑی بڑی لڑائیوں میں مغلونکو شکست دی تھی وہ دیبالپور میں حاکم تھا خسرو خاں اس سے بہت ڈرتا تھا بیٹے کی اسلئے وہ خاطر کرتا تھا کہ باپ دہلی میں آجائے تو وہ دام میں پھنس جائے اور یہ کانٹا بھی جو کھٹکتا ہے نکلجائے۔ خسرو خاں کی حرکات ناملائم کو جو اسلام کی نسبت وہ کرتا جب ملک غازی سُنتا تو اُسکی چھاتی پر سانپ لوٹتا اور سلطان قطب الدین کے قتل کے انتقام کا جوش اُٹھتا۔ مگر وہ دیوپال پور (دیبالپور) سے حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ بیٹا جونا خاں دہلی میں پھنسا ہوا تھا۔ اب اس بیٹے نے یہ جوانمردانہ کام کیا کہ خدا پر توکل کر کے چند نفر غلام ہمراہ لیکر دہلی سے بھاگ گیا۔ اسنے جمعیت خسرو خاں کا

خیال اسی طرح نہیں کیا جسطرح سے کہ کوئی صف شکن کارزار میں دشمن کے پیادہ و سوار کا خیال نہیں کرتا وہ تن تنہا دیبال پور کو رواں ہوا جب خسرو خاں کو اُسکی خبر ہوئی تو اُسکی جان نکل گئی۔ سوار اس کے پیچھے دوڑائے مگر اُسکا پتا نہیں لگا۔ سوار خاک چھان کر اُلٹے چلے آئے۔ جونا خاں رات درمیان سرستی میں پہونچا۔ یہاں باپ نے محمد سرتیہ کو دو سو سوار کے ساتھ دیوپال پور سے بھیجکر قلعہ سرستی کو محفوظ کر رکھا تھا۔ جونا خاں سرستی سے سوار ہو کر اپنے باپ پاس دیوپال پور پہنچا۔ باپ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خوشی کے شادیانے بجوائے۔ وہ اپنے ولی نعمت کے خون کے انتقام لینے پر آمادہ ہوا خسرو خاں نے اپنے بھائی کو جسے خانخاناں کا خطاب دے رکھا تھا اور یوسف صوفی کو جسکا خطاب یوسف خاں تھا لشکر کا سردار بنا کے دہلی سے دیوپال کی طرف روانہ کیا۔ وہ سرستی پہونچے مگر اپنی مستی کے سبب سے اُسکو غازی ملک کے سواروں سے خلاص نہ کر سکے۔ غازی ملک نے پہلے اس سے کہ خسرو خاں کا لشکر دہلی سے روانہ ہو ملک بہرام ایبہ کو اچہ سے بلایا اور وہ سوار و پیادوں سمیت دیوپال پور میں غازی ملک سے آن ملا۔ اور رستہ میں ملتان کے حاکم مغلطی کا کام تمام کر تا گیا۔ اس نے ملک غازی کو طلب معاونت کا جواب یہ دیا تھا کہ مجھے اور تجھے دہلی کے بادشاہ سے لڑنا نہیں چاہیئے۔ ملک غازی تغلق نے ملک یک لکھی حاکم سمانہ سے بھی معاونت کی درخواست کی تھی مگر اُس نے یہ دغا بازی کی کہ تمام خط و کتابت ملک غازی کی خسرو خاں پاس بھیجدی۔ اور خود ملک غازی پر لشکر کشی کی مگر اول ہی حملہ میں شکست پائی۔ خسرو خاں پاس جانا چاہتا تھا کہ زمینداروں نے رستہ ہی میں اُسے مار کر ہلاک کیا۔ اب ملک غازی اور جو امراء نمک حلال تھے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ سرستی کے قریب پہونچے تو دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ خسرو خاں کے لشکر کے سردار ناآزمودہ کار تھے بھلا وہ کب ملک غازی جیسے تجربہ کار جوانمرد لشکر کے سامنے ٹھیر سکتے تھے۔ فتح کے بعد ملک غازی ایکہفتہ تک میدان جنگ میں مقیم رہا۔ اور دشمنوں سے جو غنائم ہاتھ آئیں وہ لشکر کو تقسیم کرتا رہا۔ اور اب وہ لشکر لے کر کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کے قریب پہنچا۔ خسرو خاں مضطرب ہو کر دہلی سے باہر نکلا۔ مگر سفر نہ کر سکا حوض علائی کے پہلو میں مقیم ہوا حصار پس پشت اور باغات روبرو تھے۔ ملک غازی کمال تجمل کے ساتھ دہلی میں آیا۔ زمانہ اُسکی تعریف میں یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

مسیحا یار و خضر ش رہنما و ہمعناں یوسف — فغانی آفتاب من بایں اعزاز می آید

اب خسرو خاں خزانہ سے تمام روپیہ نکالکر لشکر میں لایا اور سارا لشکر کو تقسیم کر دیا۔ دو دو ڈھائی ڈھائی سال کی تنخواہ پیشگی دیدی۔ غرض اس فیاضی میں یہ تھی کہ غازی خاں ملک کو خزانہ میں کوڑی ہاتھ نہ لگے اس طرح خزانہ میں جھاڑو دیدی۔ سپاہی جو صادق الاعتقاد مسلمان تھے وہ اس طرح ہزار ہا روپیہ لیکر اور خسرو خاں پر سیکڑوں لعنتیں بھیجکر اپنے گھر کو چلے گئے وہ اپنے عقیدہ کے موافق ملک غازی سے لڑنے کو کفر سمجھتے تھے۔ خسرو خاں کا یہ منصوبہ نہ بن پڑا کہ میں بھی علاء الدین کی طرح زر پاشی کر کے ہر دل عزیز ہو جاؤنگا خسرو خاں سے عین الملک ملتانی باغی ہو کر اجین و دہار کو روانہ ہوا۔ اس سے خسرو خاں کا دل اور بھی شکستہ ہو گیا۔ مگر باوجود اسکے وہ اندرپت کے میدان میں غازی ملک سے صف آرا ہوا ملک تلبغہ ناگوری جو دل و جان سے خسرو خاں کا یار غار تھا۔ وہ مارا گیا اُسکا سر غازی ملک کے روبرو لایا گیا۔ اور پسر قرۂ قیمار کہ شائستہ خاں و عرض ممالک تھا۔ اُسنے جب دیکھا کہ کام بگڑا تو وہ بھاگا اور اثناء راہ میں غازی ملک کی بہیر بنگاہ کو غارت کرتا گیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ کے بعد غازی ملک نے دشمن کے لشکر پر حملہ کیا اور اُس کو پریشان کر دیا۔ خسرو خاں بھاگ کر تلپت میں گیا تو ایک آدمی اس کے ساتھ نہ تھا ؎

صد یار بود بناں شکے نیست — چوں کار رفتہ بجاں یکے نیست

تلپت سے وہ اپنے مالک ملک شادی غلانی کے باغ میں چھپا اور ایک رات وہیں چھپا رہا۔ اسکے آدمی جہاں گئے وہاں کے لوگوں نے نہیں مار ڈالا۔ اور گھوڑے اور ہتھیار اُنکے چھین لئے۔ دوسرے روز باغ میں خسرو خاں گرفتار ہوا۔ ۲۳۔ رجب سنہ ۷۲۱ مطابق ۲۲۔ اگست سنہ ۱۳۲۱ کو یہ غاصب کافر نعمت جان سے مارا گیا۔ اوپر جو کچھ بیان ہمنے کیا ہے وہ زیادہ تر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی سے لکھا ہے اُس زمانہ کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر وہی ہے۔ مگر ابن بطوطہ نے جسکا ذکر ہم آئندہ کریں گے اس اوپر کے بیان کو اسطرح لکھا ہے۔

جب قطب الدین بادشاہ ہوا تو غازی ملک تغلق کو شہر و ضلع دیپال پور کا حاکم مقرر کیا اور اُسکے بیٹے جونا (آفتاب) کو میر آخور مقرر کیا جسنے بادشاہ ہونے پر اپنا لقب محمد تغلق رکھا۔ قطب الدین مر گیا اور خسرو خاں بادشاہ ہوا اُسنے جونا کو میر آخور کے عہدہ پر بدستور برقرار رکھا جسوقت تغلق نے بغاوت کا

ارادہ کیا تو اسکے پاس صرف تین سو سپاہی تھے جنپر وہ میدان کارزار میں پورا اعتماد رکھتا تھا۔ اُسنے کستلو خاں جو ملتان میں دیپال پور سے تین روز کے رستہ پر تھا لکھا کہ میری امداد کو آؤ اور قطب الدین کے احسانوں کو یاد کرو اور اسکے قاتلوں سے انتقام لو۔ کشلو خاں کا بیٹا دہلی میں تھا اس سبب سے اُسنے یہ جواب تغلق کو دیا کہ اگر میرا بیٹا میرے پاس ہوتا تو ضرور میں آپکی مدد کرتا۔ تغلق نے اپنے بیٹے جونا کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا اور اُس سے درخواست کی کہ تم دہلی سے بھاگ کر میرے پاس چلے آؤ اور اپنے ساتھ کشلو خاں کے بیٹے کو بھی لاؤ۔ یہ نوجوان اشراف ایک دانو چلا اور وہ چل گیا۔ اُسنے خسروخاں سے کہا کہ گھوڑے موٹے اور بھاری بہت ہو گئے اگر پھرائے نہ جائینگے تو بیکار ہو جائیں گے خسروخاں نے گھوڑونکے پھرانے کی اجازت اُسکو دیدی۔ پس یہ میر آخور ہر روز گھوڑے پر سوار ہوتا اور اپنے ماتحتونکو اپنے ساتھ لیجاتا۔ اور ایک گھنٹے سے تین گھنٹے تک گھوڑے پھرا کر شہر میں آجاتا پھر وہ چار گھنٹے تک اسی طرح غیر حاضر رہنے لگا۔ پھر ایک دن گھوڑے پھرانے ایسے گئے کہ دوپہر کے بعد تک وہ پھر کر نہ آئے۔ یہ وہ وقت ہی جسمیں اہل ہند کھانا کھاتے ہیں۔ بادشاہ نے ہر چند اُسکے پیچھے گھوڑے دوڑائے مگر اُسکی گرد کو نہ پہونچے۔ وہ اپنے باپ پاس مع کشلو خاں کے بیٹے کے پہنچ گیا

اب تغلق نے کھلی بغاوت اختیار کی اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ کشلو خاں بھی اپنی سپاہ لیکر اُس سے آن ملا۔ خسروخاں نے اپنے بھائی خانخاناں کو اُس سے لڑنے بھیجا مگر وہ شکست کھا کر اپنے بھائی پاس اُلٹا چلا آیا۔ اُس کی سپاہ کے افسر قتل ہوئے۔ خزانہ چھینا گیا۔ پھر تغلق دہلی میں گیا وہاں خسرو آسیاباد (ہواچکی) کے پاس اس سے لڑنے کھڑا ہوا۔ اُسنے خزانہ کا روپیہ گن کر نہیں دیا بلکہ تھیلیونمیں لٹا دیا۔ لڑائی دونونمیں شروع ہوئی۔ ہندو بڑی خوشی سے لڑے۔ تغلق کی سپاہ کو شکست ہو گئی اور اُسکا خیمہ ڈیرہ لٹ گیا۔ اوھر فقط اُسکی ذات خاص کے تین سو سپاہی اُسکے گرد رہ گئے۔ جنکو اُسنے چلا کر کہا کہ کہیں تم بھاگ کر جا سکتے ہو۔ جہاں جاؤ گے مارے جاؤ گے خسروخاں کے سپاہی لوٹ پر ایسے جھکے کہ پراگندہ ہو گئے کہ چند ہی آدمی اُسکے پاس رہ گئے۔ تغلق اور اُسکے سپاہی پھر اُسپر حملہ آور ہوئے۔ اور مسلمانوں اور ہندوؤنمیں لڑائی ہوئی۔ خسروخاں کے لشکر کو شکست ہوئی اور کوئی آدمی اُس پاس باقی نہیں رہا سو وہ اپنے گھوڑے پر سے اُتر کر بھاگا اپنے کپڑے اور ہتھیار اُتار کر پھینکدئے صرف قمیص پہنے رہا اور اپنے بالونکو کندھے پر پھیلا دیا۔ اور جوگی کی صورت بن گیا

پاس ایک باغ تھا اُس میں چلا گیا۔ تغلق کے گرد خلقت کا ہجوم ہوا۔ اور وہ شہر کیطرف چلا حاکم قلعہ کنجیاں لایا۔ وہ محل میں داخل ہوا اور اُسکے ایک جانب میں بیٹھ گیا۔ اُسنے کشلو خاں سے کہا کہ تو بادشاہ ہو خان نے جواب دیا کہ آپکے ہوتے مجھے کیا سلطنت زیبا ہی۔ غرض یہ دونوں آپسمیں بحث کرنے لگے کہ تو بادشاہ ہو خاں نے کہا کہ اگر آپ بادشاہی نہیں قبول کرتے تو آپ کا بیٹا سارے اختیارات بادشاہی لیتا ہی۔ تغلق کو بیٹے کی بادشاہی پسند نہ تھی۔ اسلئے اُسنے بادشاہی اختیار کی اور تخت سلطنت پر ہو بیٹھا۔ کل امرا نے اُس سے بیعت کی۔

خسرو خاں تین دن تک اسی باغ میں چھپا رہا۔ بھوک کے مارے جب بُرا حال ہوا تو وہ باہر آیا اور باغ کے محافظ سے کھانے کو کچھ مانگا۔ اُس پاس کچھ کھانے کو نہ تھا کہ دیتا۔ خسرو نے اُسکو اپنی انگوٹھی دی کہ اسے بیچکر کھانے کو خرید لائے۔ جب یہ شخص بازار میں انگوٹھی بیچنے گیا تو لوگوں کو اُسپر شبہ ہوا۔ وہ اُسکو پکڑکر کوتوال پاس لے گئے۔ کوتوال اُسکو تغلق پاس لے گیا۔ اُس شخص نے تغلق کو بتلا دیا کہ کسنے انگوٹھی دی تھی۔ تغلق نے اپنے بیٹے جونا کو بھیجا کہ خسرو کو پکڑ لائے اُس نے خسرو کو گرفتار کیا اور ٹٹو پر سوار کرا کے باپ پاس اُس کو وہ لایا۔ جب خسرو تغلق کے روبرو آیا تو اُس نے کہا کہ میں بھوکا ہوں کچھ کھلاؤ۔ تغلق نے اسکو کھانا کھلوایا شربت پلوایا۔ پان بھی دیا۔ جب خسرو کھانا کھا چکا تو وہ کھڑا ہوا اور بولا اے تغلق تو مجھے ذلیل نہ کر میری مدارات ایسی کر جیسی کہ بادشاہوں کو سزاوار ہے۔ تغلق نے کہا بہت اچھا اس کے حکم سے خسرو کی گردن اسی طرح اُسی مقام پر اُڑائی گئی جس طرح اور جس مقام پر قطب الدین کی گردن اُسنے اُڑائی تھی۔ اُسکا سر اور دھڑ محل کی چھت سے اسی طرح پھینکا گیا جس طرح کہ اُسنے بادشاہ کا پھینکا تھا۔ بعد ازاں تغلق نے اسکی لاش کو حکم دیا کہ اُسی قبر میں دفن کیجائے جو اُسنے اپنے لئے بنوائی تھی (از ابن بطوطہ) سلطان تغلق کا یہ کام نہایت انسانیت اور قابلیت کا تھا۔

غرہ شعبان ۷۲۱ھ کو سب امیر اور شریف مبارکباد فتح کی دینے کو آئے۔ اور قلعہ دار نے کنجیاں دروازوں کی پیشکش کیں۔ غازی ملک سوار ہوا اور شہر میں آیا۔ جب قصر ہزار ستون کے پاس پہنچا تو بے اختیار رونے لگا اور قطب الدین اور اُسکی اولاد کی تعزیت کی۔ بعد ازاں با آواز بلند یہ

ارشاد کیا کہ اے امیرو اور شریفو میں بھی ایک تم میں سے ہوں - خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہینے اپنے ولی نعمت کا انتقام ایک بے ایمان سے لیا - اگر کوئی شخص ہمارے آقا کے خاندان کا باقی ہو اُسکو لے آؤ اور تخت پر بٹھاؤ - اور سب متفق ہو کر اسکی خدمت بجالاؤ - اور اگر کوئی باقی نہ رہا ہو تو جس کو لایق جانو اُس کو بادشاہ بناؤ - میں بھی اس کی فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوں - میرا مطلب یہاں آنے سے فقط انتقام لینا تھا - کچھ تخت اور سلطنت حاصل کرنا مقصود نہ تھا - اس بات کو سُنکر سب امیروں نے عرض کیا کہ خاندان خلجی میں کوئی شخص باقی نہیں رہا - ہم سب کا تو ہی سرتاج ہے تو ہی ہم سب اہل ہند کی سپر بنا رہا ہے - مغلوں کو تو نے یہاں نہیں آنے دیا ہے یہ تخت اور سلطنت تیری ہی لیاقت کا حق ہے - ہم سب تیرے غلام ہیں - یہ کہکر سب نے غازی خاں کا ہاتھ پکڑا اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا - اور غیاث الدین تغلق کا خطاب دیا -

باب دوم

شاہان تغلق کا بیان

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شاہان تغلق کے اصل و نسب کو نہ متقدمین نہ متاخرین مورخوں نے تحقیق کر کے لکھا ہے - مینے لاہور کے آدمیوں سے جو تاریخ سے شوق رکھتے تھے اور سلاطین ہند کے حال سے مطلع تھے دودمان تغلق کی اصل و نسب کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے بھی کسی کتاب میں بالتصریح لکھا ہوا نہیں دیکھا - مگر اس ملک میں مشہور یوں ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کا باپ ملک تغلق سلطان غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام تھا اُسنے یہاں کی کسی جاٹنی سے نکاح کر لیا تھا اُس سے سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پیدا ہوا تھا - ملحقات میں مسطور ہے کہ تغلق اصل میں قتلغ تھا یہ ترکی لفظ تھا ہندیوں نے اُسے مقلوب کر کے تغلق بنا لیا ہے اور بعض نے تغلق کا قتلو بنا لیا ہے -

ابن بطوطہ یہ لکھتا ہے کہ ملتان کی خانقاہ میں مجھسے شیخ امام رکن الدین نے یہ بیان کیا کہ سلطان تغلق کی قوم ان ترکوں میں سے ہے جنکو عرف میں کرونہ کہتے ہیں اور وہ سندھ اور ترکستان کے

پہاڑوں کے درمیان رہتی ہے پہلے وہ ضعیف الحال تھا۔ سندھ میں آنکر ایک سوداگر کی نوکری گھوڑوں کے چرانے کی کی جنکو گلوانی یا حلویان کہتے ہیں۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ سلطان علاء الدین کا بھائی الغ خاں سندھ کا حاکم تھا۔ اُسکو اپنے ہاں پیادوں میں اُسنے نوکر کر لیا۔ اُس نے اپنی نجابت و شرافت ایسی دکھائی کہ سواروں میں بھرتی ہوگیا اور امراء صغار میں سے ہوگیا اور میر آخور مقرر ہوا اور آخر کو امراء کبار میں سے ہوگیا۔ اُس نے ملتان میں مسجد بنائی ہے اُسکے مقصورہ (جاء امام) پر یہ لکھا ہے میں نے خود پڑھا ہے کہ میں تاتاریوں سے انتیس دفعہ میں لڑا ہوں اور ان کو شکست دی ہے اس واسطے غازی ملک میرا لقب ہوا۔ ۷۲۰ھ میں کوشک سیری میں تخت سلطنت پر سلطان غیاث الدین تغلق نے جلوس فرمایا۔ خسرو خاں اور خسرو خانیوں کے سبب سے جو انتظام ملکی میں خلل پڑ گئے تھے اور کارخانے کے کارخانے درہم و برہم ہوگئے تھے ان کا انتظام ایک ہفتہ میں کر لیا۔ اس نے رعیت کی صلاح و فلاح کی طرف ایسی رغبت کی کہ وہ خاص و عام کا مقبول دلی ہوگیا۔ اور طغیان و تمرد جو ہر طرف اُٹھ رہا تھا وہ اطاعت و انقیاد سے مبدل ہوگیا۔ جس روز وہ تخت پر بیٹھا اس نے حکم دیکر خاندان علائی اور قطبی میں سے جو حرام خوروں کے ہاتھ سے بچکر باقی رہے تھے ان کو جمع کیا اور ان کا حق خدمت ادا کیا اور اپنے ولی نعمتوں کے اہل حرم کی وہ حرمت کی جو اسپر واجب تھی اور سلطان علاء الدین کی لڑکیوں کے نکاح بڑے اونچے گھرانوں میں کر دئے۔ اور جن لوگوں نے کہ سلطان قطب الدین کی بیوی کا نکاح تیسرے روز خاوند کے مرنے کے بعد خلاف شرع کر دیا تھا اُنکو سخت سزا دی اور علائی ملوک اور امراء و کارداروں کے جو اقطاع و مواجب و انعامات و عہدے تھے مستقل برقرار رکھے اور ان کو اپنا خواجہ تاش سمجھا۔ اسکی ذات میں نہایت وفاداری اور حق گذاری تھی اپنے ملکی کے عہد میں جیسے کہ وہ شناسائی رکھتا تھا یا کسی وقت میں کسی نے اسکی خدمت کی تھی یا اُس سے اخلاص رکھتا تھا تو اپنی پادشاہی میں انسے سلوک جو اُنکے مناسب حال تھے ضرور کئے۔ اور کسی کا حق خدمت ضائع نہیں کیا وہ جمیع معاملات ملکداری میں طریقہ اعتدال اور رسم میانہ روی کو مرعی رکھتا تھا صاحب حق کو محروم نہ رکھتا تھا اور نا مستحق کو سرفراز نہیں کرتا۔ اسکے ہاں یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک شخص کو ہزار روپئے دیدیں اور دوسرے کو جو اسکی برابر کا مستحق ہو کوڑی نہ دیں۔ اُسکے بڑے بیٹے جونا نے بڑے دلیرانہ کام دکھائی تھی

اسکو الغ خاں کا خطاب اور چتر دیا اور ولیعہد کیا - اور اپنے اور چار بیٹوں کو یہ خطاب عطا کئے بہرام خاں ظفر خاں - محمود خاں - نصرت خاں - بہرام ایبہ کو اپنا بھائی بنایا اور کشلو خاں کا خطاب دیا - اور ملتان اور سندہ کی حکومت اس کو دی - اور اپنے بھتیجے ملک اسد الدین کو نائب باربک اور اپنے بھانجے ملک بہاء الدین کو عرض ممالک مقرر کیا اور سمانہ جاگیر میں دیا اور اپنے داماد ملک شادی کو دیوان وزارت کا کارفرما بنایا - اسنے اپنی فراست سے اپنی ساری سلطنت میں نہ کسی کو یکبارگی سرفراز کیا کہ وہ اپنے آپے میں نہ رہے اور جو کام نہ کرنے کے ہیں وہ کرنے لگے اور نہ کسی شخص کی خدمت قدیم اور استحقاق ذاتی کو فروگذاشت کیا کہ جس سے وہ آزردہ خاطر اور دل شکستہ ہو - حضرت امیر خسرو کا یہ شعر اُس کے حسب حال تھا کہ ؎

کارے نکرد جز بکمالات علم و عقل   گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

سلطان غیاث الدین کی طینت میں انتظام و التیام و ائتلاف و فراہمی و زیادتی عمارت اور آبادی کی کثرت تھی کہ بمقتضائے طبیعت خراج بلاد و ممالک کے باب میں اُس نے عدل و انصاف سے دیوان وزارت کو حکم دیا کہ اقطاعات اور زمینوں پر تخمینہ سے ساعیوں کی سعایت سے قیمت زیادہ کرنے والوں کے بتلانے سے ایک دسویں اور ایک گیارہویں حصہ سے زیادہ خراج نہ بڑہایا جایا کرے - دیوان وزارت ایسی کوشش کرے کہ ہر سال زراعت کی افزائش ہوتی جائے - یہ نہ ہو کہ خراج پر کچھ نہ کچھ ایسا ہمیشہ بڑہتا رہے کہ خراج کی گرانی سے دفعتہً ملک خراب ہو جائے یا اسکی ترقی کی راہ مسدود ہو جائے - رعایا سے خراج اسطرح لیا جائے کہ رعیت کی جو زراعت بالفعل ہے وہ قائم رہے اور اُسپر کچھ اور اضافہ ہر سال ہوتا جائے اس سے اسقدر خراج نہ لیا جائے کہ حال کی زراعت کا تنزل ہو اور آیندہ زراعت کی ترقی نہو - جب بادشاہ ملک سے زیادہ خراج طلب کرتا ہے تو وہ ویران ہو جاتا ہے - ہندوں پر اتنا خراج مقرر کیا کہ نہ وہ ایسے تونگر ہو گئے کہ دولت کے نشہ سے بدمست ہو کر سرکش ہو جائیں نہ ایسے بینوا اور مفلس ہو گئے کہ زراعت و حراثت نہ کر سکیں اور جاگیرداروں کو حکم تھا کہ وہ خراج لینے میں اس امر کی طرف توجہ رکھیں کہ خوطی و مقدم خراج سلطانی سے خارج رعایا سے کوئی حبہ نہ لے سکیں - خوطیوں اور مقدموں کے عہدے ایسے ہیں کہ اُنکی گردن پر بہت بوجھ رہتا ہے اسلئے اگر وہ خاص اپنی زراعت و چرائی نہ دیتے ہوں

تو یہ اُن کا حق مقدمی سمجھنا چاہیئے اگر وہ اور رعایا کی طرح خراج دیں تو پھر اپنی خوطی و مقدمی سے اُنکو فائدہ کیا حاصل ہو۔ جن امرا و ملوک کو وہ اقطاع دیتا اُنکو وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مال و خراج کے طلب میں دیوان وزارت میں اُنکی ذات کی طلبی ہو جس سے ان کی بے عزتی و بے حرمتی ہو بلکہ اُنکو وہ نصیحت کرتا کہ وہ اپنے اقطاع میں طمع کو کام میں نہ لائیں اور اپنے کارکنوں کو ان کا معمول دیتے رہیں اور جو لشکر کے مواجب مقرر ہیں اس میں ایک دام و دانگ بھی کم نہ کریں۔ اپنی طرف سے لشکر کو کچھ دو یا نہ دو اس کا تم کو اختیار ہے مگر ان کی تنخواہ کی کوڑی باقی نہ رکھو جو امیر نوکر کی تنخواہ کھا جائے اس سے بہتر ہے کہ خاک کھائے۔ اُس کو امیر نہیں کہنا چاہیئے۔ لیکن اگر بیسواں یا بائیسواں یا دسواں پندرہواں حصہ خراج کا ولایت اور اقطاعات سے وہ لے لیں تو اُسکی ممانعت نہیں ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ مطالبہ خرچ کی علت میں امیر ماخوذ کئے جائیں۔ اگر اقطاع داروں پر دس پانچ ہزار کی باقی ہو تو اس کے لئے وہ فضیحت نہ کئے جائیں اور لت و شکنجہ و بند و زنجیر کی تعزیر سے معاف رکھے جائیں مگر جو بالکل نا دہند و خائن رو چور ہوں اُنکی خوب فضیحت و رسوائی کرنی چاہیئے۔ اور جو کچھ انکے ذمہ چاہیئے ہو اُنکے گھر بار سے وصول کیا جائے غرض اس بادشاہ نے جاگیرداروں اور مقدموں اور خوطیوں کی رسوم ایسی مقرر کر دیں کہ اُن کی وہ فضیحت و رسوائی جو ہوتی تھی پھر نہ ہوئی اور اُسنے دیوان وزارت میں کار وار د کارکن نیک نام مقرر کئے تھے کہ جو کام وزارت اور مقدموں اور اقطاع داروں سے متعلق تھے وہ نہایت خوش اسلوبی سے ہونے لگے چونکہ خزانہ شاہی پر خسرو خاں نے جھاڑو پھیر دی تھی اسلئے سلطان غیاث الدین نے ایک دو سال تک ان لوگوں پر جو اس خزانہ کو ناحق اُڑا کر لے گئے تھے طلب مال میں تشدد کیا۔ اس لوٹ کے مال کے واپس دینے والوں کے کئی فریق تھے۔ ایک فریق نے تو خدا ترسی سے جو مال خسرو خاں سے لیا تھا خزانہ سلطانی میں بے کم و کاست داخل کر دیا ایسے ایماندار تھوڑے تھے۔ دوسرا فریق مال کو دوست رکھتا تھا وہ مطالبۂ زر کو تاخیر میں ڈالتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ منت سماجت رشوت سے اس مطالبہ کو سر سے ٹالئے مگر سلطان تغلق شاہ اُنکے عذرات کو سنتا نہ تھا اور بڑی سختی سے اُن سے روپیہ لیتا تھا۔ تیسرا فریق طماع و حریص و غارت گر و بے دیانت و چور تھا۔ اسمیں بہت آدمی تھے ہر چند وہ ذلیل و رسوا کئے جاتے مگر روپیہ ہاتھ سے نہ دیتے۔ جوتیاں کھاتے قید ہوتے پٹتے تو کہیں

انسے روپیہ وصول ہوتا۔ ایک سال میں اسطرح روپئے کے واپس لینے سے خزانے علائی جیسے پہلے معمور تھے ویسے ہی اب پھر پُر ہو گئے۔ سلطان میں یہ صفت تھی جو محل روپیہ کے لینے کا ہوتا وہاں لیتا اور جو محل دینے کا ہوتا وہاں دیتا۔ نہ بے وجہ کسی سے لیتا نہ ناحق کسی کو دیتا۔ انعام میں توسط کا طریقہ اختیار کیا تھا نہ یہ کہ ایک شخص کو اسقدر انعام ناحق دیدیا کہ اُسکے اور ساتھی حسد کے مارے مرے جانے لگے نہ یہ کہ مستحق کو انعام سے محروم رکھا کہ وہ آزردہ خاطر ہوا۔ غرض اس انصاف سے انعام تقسیم کرتا کہ انعام پانیوالوں میں حسرت و حسد نہ پیدا ہوتی۔ کل خواص عام کو وہ اپنے انعام سے مستفید کرنا چاہتا تھا جب کوئی فتحنامہ آتا یا بیٹا پیدا ہوتا یا شاہزادوں کی اور تقریبات شادی ہوتیں تو وہ شہر کے صدور و اکابر و علماء و مفتیوں و مدرسوں و متعلموں کو اپنی دولت سرا میں طلب کرتا اور اُنکے مرتبے کے موافق ہر ایک کو انعام دیتا اور جو مشایخ و گوشہ نشین حاضر نہو سکتے تھے اُنکے پاس یہ فتوح بھجوا دیتا۔ غرض بادشاہ کو جو خوشی ہوتی اُسکا حصہ سب کو پہونچا دیتا۔ اگرچہ تھوڑا دیتا تھا مگر بہت آدمیوں کو دیتا تھا اور بار بار دیتا تھا۔ اس سبب سے ہر شخص کو بہت کچھ ملجاتا تھا۔ سلطان غیاث الدین کی ذات میں عجب نیک خواہی عام تھی کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اہل مملکت آسودہ اور غنی ہوں اور رعایا اور لشکری کل طوائف سب فراغت سے رہیں اور راحت سے زندگی بسر کریں اور کوئی محتاج و بے نوا نہ رہے۔ ساری رعایا خواہ ہندو ہو یا مسلمان اپنے کاموں کی اجرت ایسی پاتے تھے کہ جسے آسودہ حال ہوتے تھے اور سائل اور بیچارہ اور درماندہ نہ ہوتے تھے۔ سلطان یہ چاہتا تھا کہ لوگ گدائی چھوڑ دیں اور کسب معاش میں مشغول ہوں۔ لوگوں کے دروازوں پر فقیروں کا اجتماع نہ ہو۔ اس گدائی سے جو اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ نہ ہوں۔

سلطان غیاث الدین لشکر پر جو سرمایہ ملکداری ہے مادر و پدر سے زیادہ مہربان تھا۔ وہ وصلاح کی کیفیت کو خود دیکھتا اور کبھی اسکا روادار نہ تھا کہ کوئی امیر سپاہی کی کوڑی مار رکھے۔ وہ لشکر کے زن و فرزند کے خرچوں کو خوب سمجھتا تھا اسلئے اُسنے حلیہ و امتحان تیر و داغ و قیمت اسپ کے باب میں جو قواعد علائی تھے وہ بدستور قائم رکھے۔ خسرو خاں نے جو لوگوں کو روپیہ دیا تھا وہ سب واپس لیا اور یہ روپیہ لشکر سے اسطرح وصول کیا۔ ایک سال کی تنخواہ لشکر کی تنخواہ میں سے وضع کی اور لشکر کو جو واجب سے زیادہ ملگیا تھا اُسکی نسبت حکم دیا کہ اُسکو ابھی نہ طلب کریں فاضلات حشم کے دفتر میں درج کریں اور بتدریج وصول کریں

کہ لشکر کو گراں نہ معلوم ہو۔ سلطان نے خود بھی لشکر کو بہت کچھ روپیہ دیا اور ہمیشہ اسکا اہتمام رکھا کہ کوئی ان کے زر واجب میں سے پیسا نہ کھا جائے۔ عہد علائی میں جو کسی کے لئے زمین اور زر وانعام و وظیفے مقرر تھے وہ سب بدستور رہنے دئے۔ وہ زر مطالبۂ دیوانی کے وصول کرنے میں نرم بہت تھا۔ لاکھوں میں سے ہزاروں اور ہزاروں میں سے سیکڑوں وصول کرتا۔ اگر ایک شخص پر مطالبۂ دیوانی دو لاکھ روپے ہوتے اور وہ مقید ہوتا اگر دس پانچ ہزار روپیہ کا بھی کوئی ضامن ہو جاتا تو اُسے چھوڑ دیتا اور اتنے روپیہ پر راضی ہو جاتا غرض وہ دل سے چاہتا تھا کہ ملک و دولت کے سارے کام قانون کے حکم کے موافق جاری رہیں۔ اور اس نے اعوان انصار دولت ایسی باتیں نہ پیدا کریں کہ جس سے خلق کے خواص و عوام مشوش ہوں۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ رعایا کو کسی طرح کی ناامیدی اُس کے نوکروں کی ناہنجاری سے پیدا ہو اور وہ اسپر تحکم بے وجہ کریں۔ مگر باوجود اس انصاف و عدالت کے بھی غیاث الدین کے بُرا کہنے والے۔ سلطان قطب الدین اور خسرو خاں کے یاد کرنے والے سلطنت میں موجود تھے اُن کے نزدیک بادشاہ اچھا وہی تھا جو ناحق لوگوں سے ہزاروں لے اور ناحق لوگوں کو ہزاروں دیدے۔ سلطان غیاث الدین کی ذات میں یہ صفات جمع تھیں شجاعت۔ شہامت۔ درایت رزانت داد دہی۔ انصاف ستانی۔ دین پروری۔ دین پناہی۔ صلاح نوازی۔ تمرد گدازی حق گذاری۔ حق شناسی۔ اُسنے مغلوں کے آنیکے رستے سرحد پر ایسے بند کئے کہ کبھی مغلوں نے اُسکے عہد سلطنت میں اسطرف آنیکے لئے رُخ نہیں کیا۔ اُسنے بہت سی نہریں کہدوائیں۔ باغات کو اُسنے سرسبز کیا حصار تعمیر کرائے۔ عام رعایا پر زراعت و حراثت کو آسان کیا ویرانوں کو آباد کیا۔ جو زمینیں کہ بالکل مردہ ہو گئی تھیں اُنکو زندہ کیا۔ اگر وہ زیادہ دنوں زندہ رہتا تو معلوم نہیں کتنے ویران بیابانوں کو میوؤں کا باغ اور پھولوں کا بوستاں بناتا اور گنگا جمنا جیسی نہریں کہدوا دیتا اسکو عمارات کی تعمیر میں بڑا اہتمام تھا۔ حصار تغلق آباد اس بادشاہ کی یاد دلائیگا۔ اسکے عہد میں رہزن پاسبان بن گئے تھے انہوں نے کمانیں بیچڈالیں۔ تلواروں کو توڑکر آلات زراعت بنا لئے۔ سوا اسکے سلطان غیاث الدین تغلق مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اسکا اعتقاد پاکیزہ تھا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت پڑہتا تھا۔ جمعہ کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتا۔ رمضان کے روزہ رکھتا۔ اور تیسوں دن تراویح کی نماز پڑہتا۔ اکثر اوقات باوضو رہتا۔ کبھی اُسنے زنا نہیں کیا۔ کبھی شراب نہیں پی۔ اور سب خواص و عوام کو شراب پینے کی سخت ممانعت کرتا

کبھی وہ لغو وجھوٹ اور اپنی شیخی ونمود کی باتیں نہ بنایا کرتا - غرض کودکی سے جوانی تک اور جوانی سے پیری تک نیکی کے ساتھ زندگی بسر کی - اپنے اہل وعیال پر ہمیشہ نظر شفقت رکھی کبھی اُن سے نخوت بادشاہی نہیں کی -

مہم تلنگانہ

ورنگل کے راجہ لدر دیو نے خراج نہ بھیجا اور بغاوت اختیار کی اور دیوگڈہ کی طرف میں بھی انتظام ملکی میں طرح طرح کی بدنظمیاں وقوع میں آئیں اُنکی اصلاح اور درستی کیواسطے ۷۲۱ھ ۱۳۲۱ء میں سلطان نے اپنے بڑے بیٹے الغ خاں کو چتر سر پر رکھکر اور لشکر دیکر ورنگل اور تلنگ کے فتح کرنیکے لئے بھیجا - دونو علائی اور تغلقی خاندان کے امیر مثل ملک تیمور و ملک تگین و ملک کافور مہردار و ملک بیرم خاں ساتھ گئے - شاہزادہ نے بڑی حشمت وشوکت کے ساتھ سفر شروع کیا اور دیوگڈہ میں پہنچا یہاں کے افسر مع لشکر کے اُسکے ہمراہ ہوئے اور اُسکے ساتھ تلنگ کو روانہ ہوا - یہاں کا راجہ لدر دیو سلطان اور خان کے خوف سے بھاگا اور وہ اور رئیس و مقدم قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے - میدان میں اُنہوں نے الغ خاں سے لڑنیکا خیال نہیں کیا - الغ خاں نے ورنگل میں پہونچکر گلی قلعہ کا محاصرہ کیا اور اپنے چند افسروں کو بھیجا کہ وہ ملک تلنگ کو غارت کریں اور غنائم اور علف لشکر اسلام میں لائیں - لشکر اسلام کی اس غارت گری سے لشکرگاہ میں غنائم اور علف بہت پہنچے تھے اور لشکر اسلام حصار کے لینے میں اہتمام کرتا تھا - تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ یہاں راجہ لدر دیو ایسی لڑائیاں لڑا کہ پہلی نامردی کی بھی تلافی کی مگر آخر کو ناچار عاجز ہو کر حصار ورنگل میں محصور ہوا - اُس نے اپنے قلعہ کے برج وبارہ کو مستحکم کر لیا تھا - الغ خاں نے جب اُسکا محاصرہ کیا اور خوب اپنی جلادت وشجاعت دکھائی اور کسی آثار عجز کا اظہار نہیں کیا - ہر روز طرفین سے جمع کثیر قتل ہوئی مگر الغ خاں نے سرکوب ونقب ایسے تیار کرلئے تھے کہ ورنگل کا قلعہ فتح ہونے کے قریب تھا - راجہ نے عاجز ہو کر اپنے معتمدوں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ میں مال وافیال وجواہر ونفائس دینے کا اقرار کرتا ہوں - اور آیندہ سالوں میں جو پیشکش کہ سلطان علاء الدین کے عہد میں بھیجتا تھا دیتا رہونگا - لیکن الغ خاں اس صلح پر راضی نہ ہوا - اور حصار کے فتح کرنے میں اور زیادہ اہتمام کرنے لگا اس اثنا میں برسات سر پر آئی - عفونت اور آب وہوا کی ناسازی سے لشکر میں طرح طرح کی وباؤں وبیماریوں کا بازار گرم ہوا - بہت سے آدمی اور

کثرت سے گھوڑے ہاتھی اس دنیا سے چلنے شروع ہوئے۔ اس آفت سے سپاہ تنگ ہوئی تو آدمیوں نے منحوس خبریں اُڑانی شروع کیں۔ راہوں کے بند ہونیکے سبب سے ایک مہینے سے دلی سے کچھ خبر نہ آئی حالانکہ ہر ہفتہ میں دلی کی ڈاک دو دفعہ قاصد لاتے تھے۔ اور بادشاہ کے دو تین فرمان آتے تھے شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے جو الغ خاں کے گہرے مصاحبین میں سے تھے خوش طبعی سے یہ مضمون تراش کر مشتہر کیا کہ دلی میں ایک حادثہ عظیم ایسا برپا ہوا کہ اسمیں سلطان غیاث الدین مارا گیا اور کوئی اور تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ ان شریر مفسدوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہوں نے امراء علائی ملک مل افغان و ملک کافور و ملک تگین و ملک تمر کے گھروں پر جاکر یہ کہا کہ دلی کا حال یہ ہے اور الغ خاں تمکو برابر کا شریک سلطنت جانتا ہے اسلئے اُسکا یہ ارادہ ہے کہ تم چاروں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالے۔ ان باتوں کو سنکر وہ بہت مضطرب ہوئے اور الغ خاں سے الگ ہو گئے اور اپنی اپنی سپاہ کی ٹولیاں ہمراہ لیکر اِدہر اُدہر چلے گئے۔ اس سے سپاہ کو ہراس عظیم ہوا اور اسمیں بھگی پڑ گئی۔ الغ خاں نے بھی سراسیمہ ہو کر اپنے خاص امرا کے ساتھ دیوگڑہ کی راہ لی۔ دشمنوں نے قلعہ سے نکلکر ملک کی سرحد تک تعاقب کیا۔ اور بہت آدمیونکو قتل کیا۔ اسی حال میں دلی سے ڈاک میں فرمان شاہی آیا جس سے بادشاہ کی خیر و عافیت معلوم ہونیسے اطمینان ہوا۔ اور الغ خاں صحیح سلامت دیوگڈہ میں پہونچ گیا۔ اور وہاں اپنی منتشر سپاہ کو جمع کیا۔ اور وہ چاروں سردار جو متفق ہو کر لشکر سے نکلے تھے آپس میں جدا ہو گئے اور ان کی سپاہ و نوکر بھی ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اور ان کا سارا اسباب اور ہتھیار ہندوؤں کے ہاتھ لگے۔ ملک تمر تو چند آدمیوں کے ساتھ زمیندار ان تلنگ میں جاکر دنیا سے رخصت ہوا۔ ملک تگین کی مرہٹوں نے کھال کھچوا کر الغ خاں پاس بھجوا دی۔ اور ملک مل افغان اور عبید شاعر و ملک کافور اور اور فتنہ پردازوں کو زندہ گرفتار کر کے الغ خاں پاس بھیجدیا۔ اُسنے ان سب کو مقید سلطان غیاث الدین پاس دلی بھیجدیا بادشاہ نے ان سب کو سیری میں زندہ در گور کیا۔ اُسوقت انکو اپنی خوش طبعی کا مزہ آیا ہوگا انکی اولاد جو پہلے سے گرفتار تھی ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالی جس سے سارا شہر لرز گیا۔ بعد ان خرابیوں کے الغ خاں دہلی میں آیا۔ اور اپنے لشکر عظیم میں سے صرف دو تین ہزار آدمیونکو بچا کر لایا اس لشکر کی بربادی کو الغ خاں کی ناتجربہ کاری پر محمول کرنا ایسا سزاوار نہیں ہے جیسا اسکی خود رائی پر جس کا اظہار اسنے اپنی سلطنت میں کیا۔

ابن بطوطہ اس واقعہ کو اور ہی طرح سے بیان کرتا ہی کہ جب الغ خاں ملک تلنگ میں پہونچا تو اُسنے بغاوت کا ارادہ کیا اور اپنے مصاحب عبید شاعر فقیہ کو یہ سکھایا کہ وہ مشتہر کردے کہ دلی میں غیاث الدین مرگیا اسکو یہ گمان تھا کہ اس خبر کے سننے سے سب اُسکی جلد بیعت کرینگے۔ سپاہ میں جب یہ خبر پھیلی تو امیروں نے اسے یقین نہیں کیا ہر ایک امیر نے اپنا نقارہ بجوایا اور اُس سے سرکشی کی۔ کوئی شخص اُسکے ساتھ نہ رہا اور اسکے قتل کے درپے ہوئے۔ ملک تمر نے انکو روکا اور الغ خاں کی حمایت اُسنے کی۔ وہ باپ پاس بھاگا صرف دو سوار اُسکے ساتھ تھے جنکا نام اسنے یاران موافق رکھا۔ باپنے اسکو سپاہ و دولت دی اور ملک تلنگ کو پھر روانہ کیا۔ سلطان کو اپنے بیٹے کے ارادہ پر علم تھا اُسنے عبید کو قتل کیا اور ملک کافور کو اسطرح مارا کہ زمین میں ایک میخ کو گاڑکر اُسکی نوک کو اوپر تیز کیا اور کافور کو اُلٹا کرکے اُس کے حلق میں گھسائی گئی جو اُسکی پسلی سے باہر نکل گئی۔ باقی امرا سلطان شمس الدین بن ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین پاس بھاگ گئے وہاں لکھنوتی کے دربار میں اپنا نقشہ جمایا۔

دوبارہ مہم تلنگانہ کے لئے الغ خاں کا ورنگل جانا

اس شکست پر چار مہینے کا عرصہ گذرا تھا کہ سلطان غیاث الدین نے الغ کو پھر لشکر عظیم دیا اور وہ دیوگڈہ کی راہ سے ورنگل روانہ ہوا اور تلنگانہ کی سرحد پر شہر بیدر کے حصار کو جو راجہ ورنگل سے متعلق تھا فتح کیا اور اثناء راہ میں جو اور قلعے آئے وہ بھی مسخر و مفتوح کئے اور اپنے معتمدوں کے حوالہ کئے اور راہوں کی حفاظت اُنکے سپرد کیں اور خود ورنگل گیا اور دوبارہ اُسکے حصار گلی کا محاصرہ کیا اور چند روز میں تیر و ناوک و سنگ اندازی سے جبراً حصار بیرونی اور اندرونی دونوں کو فتح کرلیا اور بہت ہندوؤں کو قتل کرکے انتقام لیا اور راجہ لدر دیو رائے کو بال بچوں و رایوں و مقدموں کے ساتھ اسیر کیا اور انکو گھوڑوں اور ہاتھیوں اور خزانہ کے ساتھ جو ہاتھ لگے تھے ہمراہ ملک بیدار المخاطب بقدر خاں و خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کے فتحنامہ لکھکر دہلی بھیجدیا۔ یہاں اس فتح کی خوشی میں تغلق آباد اور سیری اور دہلی میں قُبّہ بندی ہوئی اور نوطرح کے طبل بجے۔ الغ خاں نے ورنگل کا نام سلطان پور رکھا اور سارے ملک تلنگ پر قبضہ کیا اور اُسکو مقطعوں اور ولات کو دیا اور متصرف و عمال نصب کیے اور ایک سال کا خراج کل ملک تلنگ سے لیا اور ورنگل سے جاج نگر لشکر لیکر الغ خاں گیا اور چالیس زنجیر فیل یہاں سے لئے اور پھر ملک

تلنگ میں آیا اور ہاتھیوں کو دہلی سلطان پاس بھجوایا۔

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی مہم بنگالہ

جن دنوں میں ورنگل فتح ہوا اور جاج نگر سے ہاتھی آئے۔ سرحد پر مغلوں نے حملہ کیا مگر لشکر اسلام نے اُنکو اسیر کرکے زیر وزبر کیا اور اُنکے دو سرداروں کو پکڑ کر بادشاہ پاس لائے۔ سلطان غیاث الدین نے تغلق آباد کو اپنا دار الملک بنایا تھا اور یہاں امرا و ملوک و معارف و اکابر مع اہل و عیال کے آباد ہوئے اور مکانات اپنے بنائے۔ ان ہی دنوں میں ۷۲۴ھ میں لکھنوتی و سنار گانو سے بادشاہ پاس عرضیاں آئیں کہ یہاں کے حکام و امرا نے ظلم کا ہاتھ دراز کر رکھا ہے۔ اور یہاں کے مسلمان اس بیداد سے عاجز ہو رہے ہیں اسلئے بادشاہ غیاث الدین تغلق نے لکھنوتی کا عزم مصمم کیا اور الغ خاں کو ورنگل سے ڈاک میں دہلی بلا کر نیابت غیبت و ساری ہوملک داری کی تفویض کئے اور خود لشکر کے ساتھ لکھنوتی کو کوچ کیا۔ بڑے بڑے دریاؤں سے عبور کرکے اس دور دراز راہ لکھنوتی کو اسطرح طے کیا کہ کسی کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔ تغلق شاہ کی ہیبت و سطوت کا وہ شہرہ سارے ہندوستان میں پھیل رہا تھا کہ جوہی اُسنے ترہت میں قدم رکھا سلطان ناصر الدین ضابط لکھنوتی اسکی قدم بوسی کیلئے دوڑا اور بہت سے تحفے پیشکش کئے۔ یہ سلطان ناصر الدین سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا تھا۔ عہد خلجیہ میں اسکی سلامت روی کے سبب سے اسکی اقطاع میں تغیر نہیں ہوا تھا اور لکھنوتی میں ایک گوشہ میں پڑا ہوا چالیس برس سے حکومت کر رہا تھا۔ تغلق شاہ کی تلوار میان سے باہر نہ ہوئی کہ اس دیار کے رایوں اور راجوں نے اُسکی اطاعت قبول کرلی۔ سلطان تغلق شاہ کا منہ بولا بیٹا تاتار خاں تھا اور اقطاع ظفر آباد اس پاس تھے وہ یہاں کا منتظم مقرر ہوا۔ سنار گانو کا ضابط بہادر شاہ تھا اور بہت انانیت کا دم بھرتا تھا اسکو مغلوب کرکے اور گلے میں رسی ڈال کے سلطان کی خدمت میں اُسنے بھیجدیا۔ اور اس ملک کے تمام ہاتھیوں کو بادشاہی فیل خانہ میں داخل کیا لشکر اسلام کو یہاں کی تاخت سے بہت غنائم ہاتھ لگیں۔ سلطان تغلق شاہ نے سلطان ناصر الدین ضابط لکھنوتی کو جسنے اطاعت میں سبقت کی تھی چتر و دورباش عنایت کیا اور لکھنوتی اسکے حوالہ کی اور واپس جانیکی اجازت دیدی۔ سنار گانوں (ڈھاکہ) و گور کی محافظت بھی اسکی سپرد کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ بنگالہ میں پہلے ڈھاکہ داخل نہ تھا۔ یہ واقعہ بھی کیا زمانہ کا انقلاب دکھاتا ہے کہ بادشاہ کی خاص اولاد کو اپنے خانہ زاد غلاموں کے ہاتھ سے ملک اور چتر و دورباش ملتا ہے۔ فتوح السلطان

میں لکھا ہے کہ جب تغلق شاہ ترہٹ میں آیا تو یہاں کا راجہ جنگل میں بھاگ گیا۔ سلطان اُسکے تعاقب میں جنگل میں آیا اور خود اُسنے اپنے نفسِ نفیس سے تبر ہاتھ میں لیکر چند درخت کاٹے۔ جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو سب چھوٹے بڑے درخت کاٹنے لگے اور کچھ دنوں میں جنگل ایسا صاف کر دیا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پہلے کبھی گھاس بھی نہیں اُگی تھی۔ دو تین روز میں بادشاہ قلعہ ترہٹ پر پہنچا تو اُس نے یہاں دیکھا کہ قلعہ کے گرد سات خندقیں پانی سے بھری ہوئی ہیں اور قلعہ کی راہ صرف ایک نہایت باریک ہے باوجود اسکے اُسنے دو تین ہفتے میں اس قلعہ کو فتح کر لیا اور وہاں کے راجہ کو پکڑ لیا۔ اور ترہٹ کو احمد خاں پسر تلبغہ کے حوالہ کیا۔ یہ سب کام بادشاہ نے سنہ ۷۲۴-۲۵ھ ۱۳۲۴-۲۵ء کے درمیان کئے

ابن بطوطہ جو اس مہم کی نسبت ایک ایسی بات لکھتا ہے کہ وہ اور تاریخوں سے نہیں ملتی۔ اُسنے اس مہم کی نسبت یہ لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین پاس امیر بھاگ کر گئے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ مر گیا اور اپنے بیٹے شہاب الدین کو اپنا جانشین کر گیا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو اسکے بھائی نے اُسکی سلطنت چھین لی اور اپنے بھائی قتلو خاں اور اور بھائیوں کو قتل کیا مگر انمیں سے اُسکے دو بھائی سلطان شہاب الدین اور ناصر الدین سلطان تغلق شاہ پاس آئے۔ وہ سلطان اپنے بیٹے سلطان محمد کو دہلی میں اپنی جگہ مقرر کر کے لکھنوتی لڑنے کو بہت جلد گیا۔ غیاث الدین کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیکر دہلی کو چلا (یاد رکھو کہ جونا خاں۔ الغ خاں۔ سلطان محمد یہ سب نام ایک ہی شخص کے ہیں)

وفات تغلق شاہ

ترہٹ سے چند منزلیں طے کر کے بادشاہ اپنے لشکر سے جدا ہو کر خود دہلی کی طرف روانہ ہوا جب الغ خاں نے سُنا کہ باپ ایلغار کرتا ہوا دہلی آتا ہے تو اُسنے افغان پور کے قریب دریا کے کنارہ پر تغلق آباد سے تین چار کوس پر ایک کوشک تین چار روز میں تیار کرایا کہ جب بادشاہ آئے تو رات کو وہاں آرام فرمائے اور صبح کو جب شہر سب طرح سے آراستہ ہو اور سب لوگ رنگ سواری مہیا ہو تو شاہانہ جلوس کے ساتھ تغلق آباد میں آئے۔ غرض بڑی خوشی بادشاہ کے آنے کی یہاں ہو رہی تھی کہ بادشاہ آپہنچا۔ اور اسی چوبی محل میں شب باش ہوا۔ دوسرے روز الغ خاں اور اور امرا بادشاہ کی ملازمت سے سرافراز ہوئے۔ اور بادشاہ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ جب کھانا تناول کر چکے تو سب امیر اس

جلدی میں کہ بادشاہ اسی دم سوار ہونیکو ہی بغیر ہاتھ دھوئے باہر نکل آئے۔ الغ خاں جو گھوڑے ہاتھی پیشکش کے لئے لایا تھا انکی درستی میں باہر آکر مصروف ہوا۔ کہ اتنے میں چوبی محل کی چھت گری۔ اور بادشاہ اور اُسکے پانچ رفیق دب کر مر گئے۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۷۲۵ھ مطابق ماہ فروری ۱۳۲۵ء میں واقع ہوا۔ اب اس واقعہ پر مورخ مختلف آرا لگاتے ہیں جب اصل حال نہیں معلوم ہوتا تو ایسے ہی قیاسات صاحب الرائے لگایا کرتے ہیں۔ بعض مورخ تو یہ کہتے ہیں کہ مکان نیا تھا۔ ہاتھی گھوڑے جو دوڑے اُسکے صدمہ سے گر پڑا حاجی محمد قندہاری یہ لکھتا ہے کہ بجلی مکان پر گری۔ اسکے صدمہ سے یہ حال ہوا۔ بعض مورخ یہ رائے دیتے ہیں کہ اس نئے مکان کا بے ضرورت بنانا اور پھر اسکا اسوقت گرنا کہ الغ خاں باہر ہو۔ اور اُسکا چھوٹا بھائی کہ بادشاہ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اندر ہو ان باتوں سے یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ الغ خاں نے باپ کے کام تمام کرنے کے لئے یہ مکان بنایا تھا۔ مگر یہ امر عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے الغ خاں دستر خوان پر موجود تھا۔ یہ کرامت اس میں کہاں سے آئی تھی کہ جس وقت وہ وہاں سے اُٹھ کر باہر آئے اسی وقت مکان گر جائے۔ سب سے زیادہ لطیفہ صدر جہاں گجراتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ الغ خاں نے ایک طلسم بنایا تھا۔ جس وقت اُس کو توڑا اُسی وقت مکان گر پڑا۔ غرض کچھ ہی ہوا ہو بادشاہ نے اب چار گز زمین کے اندر آرام کیا ۔ اور چار سال کچھ مہینے بادشاہی کی۔ ابن بطوطہ سیاح افریقہ اس واقعہ کو دلچسپ طور پر یوں بیان کرتا ہے کہ اُس زمانہ میں دہلی میں ایک ولی اللہ نظام الدینؒ رہتے تھے ان کی خدمت میں اکثر سلطان کا بیٹا جایا کرتا تھا اور اُن کے مریدوں کے سامنے بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا اپنے حق میں دعاء خیر کی استدعا کرتا تھا۔ حضرت پر بعض اوقات بیخودی کی حالت طاری ہوتی تھی کہ وہ اپنے آپے میں نہیں رہتے تھے۔ الغ خاں نے اپنے نوکر متعین کر رکھے تھے کہ جب حضرت پر یہ حالت طاری ہو تو اُسے اطلاع ہو۔ چنانچہ ایک دن یہ حالت جب طاری ہوئی تو اُسکو اطلاع ہوئی اور وہ آیا۔ جو ہیں اُس پر شیخ کی نظر پڑی تو انہوں نے چلا کر کہا کہ ہم نے تجھ کو تخت دیا۔ دہلی میں سلطان نہ تھا کہ حضرت کا انتقال ہو گیا۔ اُنکے جنازہ کو اس شہزادہ نے کندھا دیا۔ باپ کو یہ سارا حال معلوم ہوا تو بیٹے سے بدگمان ہوا۔ اور اُسکو دھمکایا۔ اور بعض اور حرکات بھی شہزادہ سے ایسے سرزد ہوئی تھیں کہ جس سے باپ کا دل اُس سے صاف نہیں رہا تھا اور رنجیدہ ہو گیا تھا۔ اُسنے بہت سے غلام خرید لئے تھے۔ اور امرا کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر اپنا دوست بنا لیا تھا۔ اب اور بھی بیٹے سے زیادہ باپ خفا ہو گیا

سلطان کو یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ منجموں نے پہلے سے کہہ دیا ہی کہ دہلی میں سلطان دوبارہ اپنی مہم سے پھر کر نہیں آئیگا۔ اسپر سلطان نے منجموں کی تہدید خوب کی تھی۔ مہم پر مراجعت کرکے جب سلطان اپنی دارالسلطنت کے قریب آیا۔ تو اُسنے بیٹے کو حکم دیا کہ اُسکے واسطے ایک کوشک دریا کے کنارہ پر افغان پور کے پاس تیار کرے بیٹے نے اس کوشک کو تین دن میں تیار کرایا۔ اکثر حصہ اُسکا چوبی بنوایا۔ وہ زمین سے اونچا تھا اور کاٹھ کے ستونوں پر قائم تھا۔ اسکی تعمیر کا اہتمام ملک زادہ کو جو اسوقت میر عمارت تھا سپرد کیا۔ اور اُسکو ایک حکمت بتادی کہ اسکے موافق مکان کو بنائے اور یہ حکمت یہ تھی کہ مکان کے خاص حصّہ کو ایسا بنائے کہ جب ہاتھی کے پیر کی دہمک اُسکو پہونچے تو وہ دھم دینی گر پڑے۔ بادشاہ آن کر اس کوشک میں اُترا اور دسترخوان بچھا۔ لوگوں نے اُسکے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اُسکے بیٹے نے جنگی ہاتھیوں کی قواعد کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اجازت دیدی۔ شیخ رکن الدین ملتانی نے مجھسے کہا ہے کہ میں سلطان غیاث الدین کے پاس تھا اور اُس کا سب سے پیارا چھوٹا بیٹا محمود بھی اُس کے ساتھ تھا الغ خاں نے مجھ سے کہا کہ اُستاد آپ کی نماز کا وقت آگیا ہے جائیے نماز پڑہئے۔ شیخ کہتا ہے میں نماز کو گیا ہی تھا کہ شہزادہ کے آدمی اس طرف کہ پہلے سے ان کو بتلادی تھی ہاتھیوں کو لائے ہاتھیوں کے آتے ہی مکان گرا۔ اور سلطان اور اس کا بیٹا محمود اس کے اندر دبا۔ جب شیخ نے گرنے کی آواز سُنی بے نماز پڑہے وہ آیا اور دیکھا کہ عمارت گری پڑی ہے اور الغ خاں زبان سے تو یہ حکم دے رہا ہے کہ لوگ جلد اوزار لاکر عمارت کے اندر سے سلطان کو نکالیں۔ مگر اشارے یہ کر رہا ہے کہ اس کام میں دیر لگائیں۔ غروب آفتاب کے بعد یہ آلات آئے سلطان کی لاش نکالی گئی جس کی ہیئت سے معلوم ہوتا تھا کہ جب مکان گرا تو سلطان اپنے بیٹے کی جان بچانے کے لئے اُسپر جہکا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نکلا تہا پھر اس کا کام تمام کیا گیا ہے۔ رات ہی کو اسکا جنازہ شہر تغلق آباد میں لے گئے اور یہاں جو قبر اُسنے اپنی بنوائی تھی اُسی میں دفن کیا۔ یہ حکمت مکان گرنے کی ملک زادہ کی تھی جسکا اصل نام احمد بن ایاس تھا۔ اسی وجہ سے خواجہ جہاں اس کا خطاب ہوا۔ وزیر اعظم کا عہدہ ملا اور سلطان اسکا طرفدار ہمیشہ رہا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہی کہ صاحب تاریخ فیروز شاہی نے اپنی تاریخ سلطان فیروز کے عصر میں تصنیف کی ہے اور سلطان فیروز کو سلطان محمد تغلق (الغ خاں) سے اعتقاد بہت تھا اُسکے ملاحظہ کے سبب سے اس واقعہ کو نہیں لکھا کہ الغ خاں نے

عمارت کو باپ کے مارنیکے لئے بنایا تھا اور نہ اُسکے بنانیکی ضرورت کیا تھی۔ مگر فقیر نے مکرر ثقات سے یہ بات سُنی ہے اور وہ مشہور ہی کہ شیخ نظام الدین سے سلطان تغلق رنجیدہ تھا اُسنے شیخ پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں دہلی کے اندر آیا ہوں۔ آپ اس سے باہر چلے جائیے تو شیخ نے فرمایا ہنوز دہلی دور است جو اب تک ضرب المثل ہی۔ مگر ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت کا انتقال اس سے پہلے ہوچکا تھا۔

قلعہ تغلق آباد

اس بادشاہ کی یہ یادگار دلی کے قریب موجود ہے۔ اسکی متانت اور استحکام کا شہرہ خاص و عام میں ہے یہیں اسکی قبر ہی۔ ایک ضمیمہ میں اہل اسلام کی عمارتوں کا ذکر کرینگے وہاں اس قلعہ کا حال مفصل لکھیں گے۔

سلطان مجاہد ابوالفتح محمد شاہ تغلق کی سلطنت

غیاث الدین تغلق اس جہان سے وداع ہوا تہا تو سوم کے بعد تغلق آباد میں جوناخاں بڑا بیٹا اور ولیعہد اُسکا ۷۲۵ھ میں مسند شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور سلطان محمد شاہ اپنا خطاب رکھا چہلم کے بعد تغلق آباد سے دہلی میں وہ آیا۔ اور پُرانے بادشاہوں کی تخت گاہ پر جلوس فرمایا۔ اور یہ اجلاس اس جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ تھا کہ وہ کسی اور تخت نشین کو نصیب نہوا اُسنے چاندی کا مینہ اس طرح برسادیا کہ امرا ہاتھیوں پر سوار تھے اور طشت روپے اشرفیوں سے بھرے ہوئے آگے رکھے تہے وہ شہر کے بازاروں کے فرش اور کوٹھوں پر مُٹھیاں بھر بھر کے پھینکتے تہے اور لوگ اُنکو چُنتے تہے۔ جسنے غریب مفلسوں کو مالا مال کردیا۔ عمر بھر کی روٹیوں سے انکو انفراغ ہوا۔ رفقا امرا کو بڑے بڑے جاہ و منصب دئے اور علما، اور فضلا کے بڑے بڑے وظیفے مقرر کئے۔

سلطان محمد شاہ تغلق کی عادات

یہ بادشاہ عجائب روزگار سے تھا۔ اُسکی ذات جامع اضداد تھی۔ بھلائیاں بُرائیوں پر پردہ ڈالتی تھیں۔ اور بُرائیاں بھلائیوں کو خاک میں ملاتی تہیں۔ فیاض ایسا کہ روپیہ کو ٹھیکری سمجھتا تھا عالموں اور فاضلوں کو لاکھوں روپیہ دیدیتا۔ یہی سبب تہا کہ جیسے اُسکی لیاقت اور محامد میں دفتر کے دفتر سیاہ ہوئے ہیں ایسے کسی اور بادشاہ کے نہیں ہوئے اس سخاوت کا حال سنکر سب اطراف کے

صاحب کمال اسکے دربار میں آتے اور اپنی آرزو سے زیادہ دولت پاتے ایک ایک دن کا خرچ اُسکا اور بادشاہوں کے برسوں کے خرچ کے برابر تہا محتاجوں کے واسطے محتاج خانے۔ بیماروں کے واسطے شفاخانے مسافروں کے واسطے مسافر خانے بنوائے۔ اسلام اس کو وراثت میں ہاتھ لگا تہا۔ پانچوں وقت کی نماز پڑہتا۔ کبھی رمضان کے روزے ناغہ نہ کرتا۔ نشہ کو کبھی نہ چھوتا۔ حرام کاری سے کوسوں بہاگتا۔ قمار بازی کے پاس کبھی نہ جاتا۔ مگر باوجود اس اطاعت شریعت کے پاک اور مقدس بھائیوں کا خون کرنا اُس کا پیشہ تھا۔ کوئی ہفتہ جاتا ہوگا کہ جس میں کوئی مولوی۔ مفتی۔ قاضی۔ صوفی۔ قلندر قتل نہ ہوتا ہو۔ مسلمان کے مارنے کا اُس کو اتنا بھی افسوس نہ ہوتا کہ جتنا پانوں تلے چیونٹی کے پس جانے کا ہوتا ہے۔ فرعونی اور نمرودی ارادوں سے بھی اس کا دماغ خالی نہ تھا۔ حضرت سلیمانؑ کی طرح چاہتا تھا کہ پیغمبری اور سلطانی دونوں اُس کی ذات میں جمع ہوجائیں اور جن وانس پر فرمانروائی کرے۔ شیریں گفتار ایسا کہ منہ سے پہول جہڑتے تھے اُس کی باتوں سے کبھی دل نہ بہرتا۔ خوش نویس ایسا کہ جس کو اُستادان خط اُستاد کہتے تہے۔ زبان عربی فارسی میں ایسا منشی تہا کہ اور دبیر اسپر رشک کرتے تہے۔ غرض اپنے وقت میں تحریر و تقریر میں بےنظیر تھا۔ بعد مرنے کے بھی اسکا کلام یادگار روزگار رہا۔ فارسی شعر خود خوب کہتا۔ اور متقدمین کے اشعار کو خوب سمجہتا۔ قوت حافظہ اسکی ایسی قوی کہ جو بات کہ ایک دفعہ سُن لے عمر بہر یاد رہے۔ اشعار ہزارہا یاد تھے۔ کتابیں کی کتابیں بر زبان تہیں۔ شاہنامہ۔ سکندر نامہ اور قصہ ابومسلم اور امیر حمزہ حفظ تھا۔ معقولات میں منطق اور الہیات اور طبعیات اور ریاضیات سے طبیعت کو خوب لگاؤ تھا۔ خصوصاً فن طب میں کمال تھا مریضوں کا علاج کرتا۔ اور تشخیص امراض میں اطبا سے طالب علمانہ بحث کرتا۔ اور اُنکو قائل کرتا۔ اکثر صرف اوقات علم فلاسفہ میں کرتا معقول مولویوں کی صحبت میں رہتا۔ فقہا اور ارباب منقول کو اسکی مجلس میں بار کم تھا۔ وہ اُنہیں منقولات کو معقول جانتا جو عقل کے موافق اور فطرت کے مطابق ہوتیں۔ باقی سب منقول کو نامعقول گنتا اسکے دل میں معقولی خیالات ایسے بس گئے تہے کہ منقولات کے لئے کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ لطیفہ سنجی اور بذلہ گوئی سے بھی اسکی صحبت خالی نہ تھی۔ ایک شاعر عبید ہزلہ گوئی کے واسطے موجود تہا۔ سپاہ گری سے خوب آگاہ تہا۔ گو یہ سب خوبیاں اُس کی ذات میں کمال درجہ کی تھیں۔ مگر بہت سی حرکات اور اُسکی عادات ایسی تھیں کہ جس سے اُسپر جنون کا شبہ کرنا اور اُسکو خونی بادشاہ کہنا بیجا نہیں ہے۔ اپنی

خود رائی سے عقل مصلحت اندیش کے خلاف مہموں اور کاموں ارادوں کے منصوبے باندھتا۔ اور اُنکے پورا کرنے کے لئے کسیکی صلاح اور مشورہ نہ لیتا۔ اور رعایا کی تکلیف کا ذرا خیال نہ کرتا۔ اس سبب سے جو جو مصیبتیں اور آفتیں اور بلائیں رعایا کے سر پر پڑیں وہ کسی ظالم بادشاہ کی سلطنت میں بھی نہیں واقع ہوئیں۔ ان منصوبوں اور مہموں کا بیان دوچار صفحوں کے بعد آئیگا۔

مغلوں کے حملے روکنے کی عجب تدبیر

تیمور شین خاں یا ترمش زین خاں بن داؤد خاں حاکم الوس چغتائی ایک بڑا مشہور اور نامور سردار مغلوں کا تہا اُسنے ۷۲۷ھ میں ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور بہت سی مغلوں کی فوج لیکر پنجاب میں گھس آیا۔ لمغان سے ملتان تک لوٹ مار کرتا ہوا دلی کے دروازہ پر آپہنچا۔ بادشاہ نے لڑنا مصلحت نجانا اور اس بلا کو یوں ٹالا کہ بیچ میں لوگوں کو واسطہ بنایا۔ اور انکی معرفت تیمور شین خاں پاس بہت سے جواہرات اور بہت سا چاندی سونا بہجوایا۔ اور اس بات پر راضی کیا کہ وہ ہندوستان سے جلد چلا جائے۔ یہ سردار دلی سے روانہ ہوا۔ اور گجرات کو لوٹ مار کرتا ہوا اور سندہ اور ملتان میں ہوتا ہوا اپنے وطن میں پہنچ گیا۔ یہ ہندوستان میں پہلی ہی دفعہ تہی کہ یہ تدبیر کام میں آئی۔ اور ایسی راس آئی کہ پہر مغلوں نے ہندوستان پر حملہ نہ کیا۔ حالانکہ مغلوں کی لالچی اور طامع اور حریص ہونیسے یہ نظر آتا تہا کہ یہ دولت اُن سے ہندوستان پر پہر حملہ کرائے گی۔

بادشاہ کی عمدہ تدبیریں

اب سلطان محمد تغلق کو ترتیب لشکر کا خیال ہوا۔ اور اسکو خوش اسلوبی کے ساتھ مرتب کیا اور ممالک ہندوستان گجرات مالوہ۔ مرہٹوں کا ملک تلنگ۔ کنبلہ۔ دوار۔ سمدر ملیبار۔ لکھنوتی۔ چٹ گانو۔ سنار گانو ترہت کو اپنے قبضہ میں لایا۔ اور خوب انکا انتظام اور بندوبست کیا۔ سب اجہ راے۔ زمیندار باجگزار فرمانبردار تہے۔ کوڑی کوڑی پیسا پیسا خراج کا ادا کر دیتے تہے۔ اور ایک ادہی باقی نہ رہتی تہی۔ اسقدر روپیہ خزانوں میں آتا کہ باوجود بادشاہ کی شاہ خرچی کے انمیں کمی نہ ہوتی۔ کسی متمرد اور سرکش کو طاقت سر اٹہانیکی نہ تہی۔ اسوقت دور دراز کے صوبوں میں بھی ایسا ہی اچہا انتظام تہا جیسا کہ دار السلطنت کے قرب و جوار میں۔ دور و نزدیک کے ملکوں سے خراج بے خرخشہ وصول ہوتا تہا۔ اس بادشاہ نے

تھوڑے دنوں میں وہ انتظام کرلیا کہ پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں برسوں میں نہ ہوا تھا۔اب یہ حال تو اوائل سلطنت میں تھا مگر بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ سلاطین سابق کے ضوابط کو منسوخ کرے اور قواعد جدید اختراع کرے ہر روز ایک ضابطہ تازہ اور حکم جدید صادر ہوتا۔ مگر چونکہ وہ آئین عدالت و انصاف سے بعید ہوتا اور مضرت عام وخاص کا سبب ہوتا اس لئے جاری نہ ہوتا۔ عمال کی کمبختی آتی۔ اگر کوئی حکم اتفاقیہ جاری ہوا تو عام خلایق تباہ ہوتی کار مملکت میں خلل عظیم پڑتا۔

بادشاہ کے نامعقول منصوبوں اور تدبیروں کا بیان

بادشاہ نے دلمیں تین چار منصوبے ایسے سوچے کہ جس سے ساری دنیا فتح ہوجائے۔اور ان منصوبوں کے پورا کرنیکے لئے کسی سے کچھ صلاح اور شورہ نہ لیا۔جو منصوبہ دل میں آیا اُسی کو صواب جانا۔اُسکا عیب کسی سے نہ پوچھا۔نتیجہ اسکا یہ تھا کہ رعایا برباد ہوئی۔خزانہ خالی ہوا۔جگہ جگہ بغاوتیں اور سازشیں ہونے لگیں۔ابتری پر بدتری اور درہمی پر برہمی بڑھتی چلی گئی۔ طرفہ یہ ہے کہ جسقدر انتظام بگڑتا گیا۔ بادشاہ کا مزاج بھی بگڑتا گیا۔جس کام کو بادشاہ نے چاہا جب وہ نہوا تو بادشاہ کو غصہ آیا۔ اور رعایا کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ساری رعایا اس سے برگشتہ ہوگئی۔اور سوا گجرات اور دیوگڈھ کے اور سارا ملک اُس سے پھر گیا اور قبضہ سے نکل گیا۔ اب ان منصوبوں و تدبیروں کی تفصیل یہ ہے۔

اول نامعقول تدبیر

بادشاہ کے دلمیں بعض خیالات ایسے پیدا ہوئے کہ اُسنے دوآبہ کے خراج کو تگنا چوگنا اضافہ کردیا اس سے رعایا کے سر پر خراج کا بار ایسا پڑا کہ اسکی گردن لچک گئی اور کمر ٹوٹ گئی۔غریب کاشتکار کھیت چھوڑ چھوڑ کر بھاگے۔آسودہ حال رعایا نے سرکشی پر کمر چست کی۔غرض ایسا ملک برباد ہوا کہ کبھی کسی ظالم بادشاہ کے عہد میں بھی نہیں خراب ہوا تھا۔ادہر کاشتکاروں نے کھیتی سے ہاتھ اٹھایا اُدہر اللہ میاں نے مینہ نہ برسایا اس سبب سے دہلی اور حوالی دہلی میں ایک قحط عظیم مہلک پڑا۔کئی برس تک یہ قحط عام رہا۔ہزاروں آدمی مرگئے اناج چھ دینار فی من بکنے لگا۔گو بادشاہ نے حکم دیا کہ اہل شہر کو اتنا غلہ دیدیا جائے کہ وہ چھ مہینہ تک کھائیں۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے اہلکاران شاہی نے پہلے شہر کے محلوں کے آدمیوں کی فہرست بنائی پھر ہر یک شخص کو اتنا غلہ دیدیا کہ وہ چھ مہینے تک کھائے۔ مگر اس سے مصیبت نہ ٹلی۔ گھر کے گھر اور

خاندان کے خاندان ملیامیٹ ہو گئے۔ بادشاہی کے سارے کام بے رونق ہو گئے۔

دوم نامعقول تدبیر

بادشاہ کو یہ تمنا تھی کہ میں سکندر کی طرح ساتوں اقلیم کو تسخیر کروں مگر اس سے اوّل لشکر کی ضرورت تھی اور لشکر کے لئے خزانہ درکار تھا وہ کافی پاس نہ تھا۔ اسکے بڑہانے کی یہ تدبیر کی کہ تانبے کا سکہ چلایا۔ یہ تدبیر سوجھی یوں تھی کہ اُسکو معلوم ہوا کہ چین کے اندر زرِ جاد چلتا ہے (جاد ایک کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے اُسپر خاقان چین کا نام ولقب منقش ہوتا ہی) تو اُسنے یہ ارادہ کیا کہ میں بھی بجائے اس کاغذ زر کے تانبے کا سکہ چلاؤں۔ چنانچہ دار الضرب میں تانبے کا سکہ بننا شروع ہوا۔ مگر اُسنے یہ نہیں سوچا کہ ایسے سکوں کا چلنا سلطنت کے اعتبار پر اور استقلال پر موقوف ہوتا ہی جیسے کہ آجکل ہندوستان میں کاغذ زر برٹش گورمنٹ میں چل رہا ہے۔ بھلا اسکی بے اعتبار سلطنت میں وہ کب چل سکتا تھا۔ اس تانبے کے سکے کو دور کے ملکوں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا وہ تو اُسکو تانبے کے بدلے میں لیتے تھے ؎

براں زر کہ با مس بود ہم عیار　　　　به نرخ مس آرندش از ہر دیار

مگر ہندوؤں نے اور باہر تاجروں نے دار الضرب میں تانبے کے ڈہیر لا کر لاکھوں کروڑوں سکے ڈہلوائے اور انسے اجناس اور ہتیار خرید کر کے اطراف میں لیجا کر سونے چاندی کے سکوں میں بیچے یوں کیمیا اُنکے ہاتھ آگئی کہ تانبے کو سونا بنانے لگے۔ زرگروں نے بھی اپنے گھر میں دار الضرب کی نقل اتاری۔ تانبے کے سکے بنائے۔ اور بازار میں سونے چاندی کے سکوں سے بدل لیا۔ ممالک دوردست میں تو یہ تانبے کا سکہ چلا ہی نہیں مگر رفتہ رفتہ ایسا ہوا کہ تخت گاہ کے قریب مواضع میں بھی وہ درجہ اعتبار سے گر گیا۔ بادشاہ یہ حال دیکھکر اپنے حکم سے پشیمان ہوا۔ اور کوئی چارہ اِسکے سوا نہ تہا کہ اُسنے حکم دیا کہ جس شخص کے پاس سکہ مس ہو وہ خزانہ میں داخل کر کے تنکہ نقرہ و زر لیلے۔ اس سے اسکو یہ امید تھی کہ ٹنکہ مس کا اعتبار ہو جائے اور داد و ستد میں اسکا رواج ہو جائے۔ مگر لوگوں نے تنکہا مس کہ گہروں میں کلوخ و سنگ کی طرح پڑے ہوئے تھے خزانہ میں لا کر ٹنکہا زر و نقرہ سے بدلوا لئے پس اسطرح خزانہ شاہی تو خالی ہوا مگر ٹنکہ مس بے رواج رہا۔ تجارت، داد و ستد میں خلل پڑا روز بروز رعایا کا افلاس اور بڑہا۔ آمدنی میں گھاٹا آیا محاصل شاہی غیر منتظم ہو گئے۔ غرض یہ تدبیر بھی

زوال دولت میں معاون ہوئی۔ بقول شخصے کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ جو چال چلا وہ ٹیڑھی چلا جو تدبیر کی اس سے دولت ملک کا انتظام بگڑ گیا۔ زوال آیا۔ خرابی۔ ابتری۔ پریشانی پیدا ہوئی خواص و عام رعایا اس سے متنفر ہوئی۔

سوم نامعقول تدبیر

بادشاہ کو ربع مسکوں کی تسخیر کا اور لشکر کے بڑہانے کا خبط تھا۔ امیر نوروز داماد ترمشیرین خاں شاہزادہ چغتائی بہت سے امیران ہزار وصدہ کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قوم اس کا ملازم ہوا۔ عراق اور خراسان سے اور امیر اور شاہزادے بھی یہاں آنکر بادشاہ کے ملازم ہوئے انھوں نے بادشاہ کو ایران و توران تسخیر کرنے کی راہ نہایت آسان بتائی۔ یہاں کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس است + جو اس طرف سے آیا بادشاہ نے تالیف قلوب کے لئے اُسکو سونیکا ڈلا حوالہ کیا۔ اسطرح سرحدوں اور ممالک کی حفاظت کے واسطے جس سپاہ کی ضرورت تھی اُسکے سوا تین لاکھ ستر ہزار سوار نوکر تھے۔ اول سال میں توانکی تنخواہ خزانہ شاہی سے دیگئی۔ اسکی فرصت نہ ملی کہ اس لشکر سے کوئی ولایت تازہ فتح کرتا کہ اُسکی آمدنی سے لشکر کا وظیفہ دیا جاتا۔ کوئی غنیمت بھی ہاتھ نہ لگی جس سے لشکر کی تسلی ہوتی گھر کے خزانہ میں بھی کوڑی باقی نہیں رہی۔ روپیہ ہی لشکر کو تھامتا ہے۔ جب وہ نہ رہا تو لشکر بھی متفرق اور منتشر ہوا اور بادشاہ کا دوالا نکلا۔ اور بادشاہی کا مونہیں بے رونقی ہوئی۔ عراق خراسان بھی ہاتھ نہ آیا

چہارم تدبیر نامعقول

بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ کوہ ہماچل (ہمالیا) جو چین اور ہندوستان کے درمیان ہے اُسکی راہ سے ملک چین کو فتح کیجئے۔ اور وہاں کی دولت و غنیمت سے خزانوں کو معمور کیجئے۔ اسلئے ۷۳۸ھ میں امراء نامدار اور سرداران آزمودہ کار اور ایک لاکھ سوار اپنے بھانجے خسرو ملک کے ماتحت روانہ کئے اور کہہ دیا کہ اول کوہستان ہماچل کو تصرف میں لائیں اور جہاں ضرورت ہو وہاں قلعہ بنائیں اور اُسمیں لشکر کو چھوڑ کر آگے قدم بڑہائیں اور سرحد چین میں پہونچکر وہاں ایک قلعہ عظیم نہایت مستحکم و استوار تعمیر کرائیں اور وہاں رہیں۔ اور ولایت ہماچل کا انتظام کریں اور مجھے اطلاع دیں۔ اور جب اور لشکر کمک کیلئے بھیجوں تو بتدریج آگے بڑہکر ملک چین کی تسخیر کے درپے ہوں۔ ہر چند ارکان دولت نے بکنایہ و تصریح

معروض کیا کہ یہ تدبیر مناسب نہیں ہے۔ چین کی زمین ایک چپہ ہاتھ نہ آئیگی۔ یونہیں لشکر کی جان جائیگی مگر وہ کب سنتا تھا۔ جب خسرو ملک اور لشکر جسکو سوا اطاعت کے کوئی اور چارہ نہ تھا روانہ ہوکر کوہستان میں آئے اور مناسب مقامات پر قلعے بنائے۔ انکی حفاظت سوار پیادوں کو سپرد ہوئی۔ اب آگے بڑھے جب بہت سے پہاڑوں کو طے کر کے سرحد چین پر پہونچے اور امرا چین کی عظمت و شان کو اور قلعونکی استواری اور راہونکی تنگی اور علف کی کمی کو دیکھا تو اُنکے دلوں میں خوف و ہراس پیدا ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ لیکن برسات آگئی تھی۔ اور تمام راہیں پانی کے تلے ڈھک گئی تھیں۔ باہر جانے کی راہ معلوم ہوتی تھی یوں ہی سراسیمہ لشکر لیس دامن کوہ میں چلتے تھے۔ پہاڑیوں کو یہ موقع ملا کہ مسلمانوں کو انہوں نے قتل و غارت کرنا شروع کیا۔ ادہر یہ مصیبت تھی اُدھر قحط کے آثار ظاہر ہوئے۔ ایک ہفتہ میں مشقت شاقہ اٹھا کر لشکر اسلام ایک میدان میں آیا اور استراحت کے لئے اس مکان میں توقف کیا۔ اتفاق سے رات کو ایسا موسلا دہار مینہ برسا کہ لشکر کے گرد پانی اتنا گہرا ہو گیا جس سے نہ تیر کر گذر سکتے تھے نہ گھوڑے پر سوار ہوکر۔ خسرو ملک اور اسکے لشکر کے بہت سے آدمی دس پندرہ روز میں آذوقہ و قوت لایموت کے نہ بہم پہونچنے سے ہلاک ہوئے۔ اور جو لشکر نیچے اُترے پڑے تھے انہوں نے ہندوستان کی راہ لی۔ جب ہماچل کے آدمیوں کو اسکی خبر ہوئی تو وہ کشتیوں میں بیٹھکر لشکر کے مقامات پر پہونچے اور اُنکے سارے ہتیار اور اسباب چھین لئے اور وہ سپاہ جو بر سر راہ پاسبانی کے لئے چھوڑی تہی اُس کو انہوں نے قتل کیا۔ اور کوئی نشان اُسکا باقی نہ رکھا اور جو قلیل آدمی آدمی ہزار جر ثقیل جان سلامت لیکر بادشاہ سلامت پاس آئے وہ اس جرم میں تیغ قہر سے قتل ہوئے کہ بادشاہ کے نزدیک انہیں کے سبب یہ شکست ہوئی تھی۔

پنجم نامعقول تدبیر

بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے علم کے سایہ میں بہت سے ملک آگئے ہیں دارالملک ایسی جگہ مقرر کرنا چاہیئے کہ اُسکو اطراف مملکت سے وہ نسبت ہو جو مرکز کو دائرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ تاکہ ممالک محروسہ اطراف میں جو خیر و شر و صلاح و فساد واقع ہوں انکی خبر علی السویہ دارالملک میں پہونچے اور اگر کسی دیار میں کوئی حادثہ واقع ہو تو اسکا جلد تر علاج کیا جائے۔ دانشمندوں نے جو اقلیم کے طول و عرض سے

واقف تھے اس کام کیواسطے اُجین کو تجویز کیا اور یہ بتلایا کہ وہ وسط ہند میں واقع ہے اور بکرماجیت نے جو کل ہند کا راجہ تہا اسی سبب سے اُسکو اپنا پایہ تخت مقرر کیا تہا۔ بعض نے بادشاہ کا میلان خاطر دیکھ کر کہا کہ دیوگڈہ وسط ہند میں واقع ہے۔ بادشاہ تو خدا سے یہ چاہتا تہا۔ اُس نے مطلق یہ خیال نہیں کیا کہ بڑے بڑے قوی دشمن ہمسایہ میں ایران و توران کے بادشاہ موجود ہیں۔ حکم دیدیا کہ دہلی میں جو چھوٹے بڑے نوکر ہے نوکر مرد عورت بچے ہیں وہ سب کوچ کر کے دیوگڈہ میں جاکر متوطن ہوں بہت آدمیونکو اُسنے خرچ راہ دیا۔ اور اُنکے گھرونکی قیمت خزانہ سے دلائی مشہور ہے کہ الجلا اشد البلاء والغربۃ اصعب الکربۃ۔ اہل دہلی کو اس انتقال سے بڑی تکلیف ہوئی۔ اکثر ضعیف و مسکین و بچے عورتیں رستہ ہی میں مر گئے اور جو جاکر وہاں آباد ہوئے بیقرار رہے۔ اُسنے دولت گڈہ کا نام دولت آباد رکھا اور دہلی اور دولت آباد کے درمیان سڑک بنوائی دورویہ اسکے سایہ دار درخت لگائے اور ہر منزل پر مکان اور سرائے تیار کرائی اور اسمیں آدمی متعین کئے کہ مسافروں کے واسطے ہمیشہ کھانے پینے کا سامان تیار رکھیں رہبانونکو حکم تہا کہ مسافر کو کسی طرح کی ایذا نہ ہونے پائے۔ انکا اثر مدتوں باقی رہا۔ غرض اسطرح دہلی جو ایک سو ساٹھ یا ستر برس میں آباد ہو کر بغداد و مصر سے مساوات کا درجہ رکھتی تھی اور ایک قصر جامع تھی وہ ایسی ویران ہوئی کہ کتے بلی تک اسمیں آباد نہ رہے۔ جو مصیبت زدہ یہاں سے دولت آباد میں زندہ پہنچے انہوں نے دولت آباد کو ایسا آباد نہیں کیا جیسا کہ گورستان کو۔ دولت آباد کے آباد کرنے کے لئے امراء و رؤساء کو حکم تھا کہ وہ یہاں آنکر اپنے مکانات بنوائیں اور آباد ہوں۔ اسلئے بڑے بڑے صاحب کمال وہاں آباد کرائے۔ اور نہایت عمدہ عمارات وہاں تعمیر کرائیں۔ قلعہ اس شان و عظمت کا بنوایا جو اُسکی اولوالعزمی و عالی ہمتی کی آجتک شہادت دیتا ہے۔ اس قلعہ میں سوا ایک راستہ کے دوسرا راستہ نہیں رکھا گیا اور یہ راہ اس راہ سے بنائی ہے کہ ایک پہاڑی ہے پہاڑ کا ٹکڑا ۱۰۰ فیٹ کا عمود وار ہموار تراشا ہے اور اس کے عین وسط میں ایک چکردار راہ بنائی ہے۔ قلعہ کے گرد پہاڑ میں سے کاٹ کر ایک عمیق خندق بنائی ہے۔

دہلی کی بربادی کا بیان ابن بطوطہ نے جو لکھا ہے

دہلی کے کچھ آدمی باغی ہونے تھے باقی اُنکے مددگار۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ دلی کے آدمیوں نے

چند صفحوں کا خط لکھا اور اُسپر مہر لگاکر لفافہ پر یہ الفاظ لکھے اے شاہ عالم تجہے اپنے سر کی قسم ہے جو اس مکتوب کو سوا اپنے کسی اور کو پڑہنے دے پہر اس خط کو اُسکے محل کے دروازہ پر پہینک دیا جنہوں نے اس خط کو پڑا دیکھا اُن کو سوا اس کے چارہ نہ تہا کہ وہ سلطان کو دیں۔ سلطان نے اس خط کو کہولا تو اس میں بالکل گالیاں اور لعن طعن لکہی ہوئی تہیں۔ اسلئے اُسنے دہلی کے غارت کرنے کا قطعی ارادہ کیا۔ اُسنے دلی کے رہنے والوں سے تمام اُنکے گہر اور سرائیں خریدلیں اور پہر اُنکو حکم دیدیا کہ اب دولت آباد میں جاکر آباد ہو۔ اول باشندے حکم عدولی پر مائل ہوئے مگر سلطان نے حکم دیدیا کہ تین روز بعد کوئی آدمی دہلی میں زندہ نہیں دکھائی دیگا۔ یہ سنکر بہت سے آدمی دولت آباد کو روانہ ہوئے۔ بعض گہروں کے کونے کہدرے میں چہپ رہے۔ سلطان کو اُنکی خبر ہوئی تو اُنکی تلاش کے واسطے سخت حکم دیا اور غلام بہیجے۔ اُسکے غلاموں نے دو آدمیوں کو شہر میں پایا ایک اپاہج تہا اور دوسرا اندہا دونوں کو بادشاہ کے روبرو لائے اُسنے اپاہج کو تو منجنیق سے اُڑا دیا اور اندہے کو حکم دیا کہ اسکی ٹانگ میں رسی ڈال کر دہلی سے دولت آباد گہسیٹ کر لیجائیں۔ چالیس دن کا سفر تہا۔ اس سفر میں اس بیچارے اندہے کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ ایک پاؤں دولت آباد میں پہنچا۔ غرض دہلی کے بالکل باشندے شہر سے باہر نکل گئے۔ اپنے گہر کے اسباب اور تجارت کے مال کو چہوڑ گئے۔ شہر بالکل جنگل ہوگیا۔ ایک شخص جسکے کہنے کا مجہے اعتبار ہے اُسنے مجہسے کہا کہ یہ امر تحقیق ہے کہ سلطان نے اپنے محل کی چہت پر چڑہکر دیکہا کہ سارے شہر میں نہ کہیں آگ جلتی تہی نہ دہواں اٹہتا تہا نہ کہیں روشنی تھی تو اُسنے کہا کہ اب میرے کلیجے میں ٹہنڈک پڑی اور دل کو مسرت ہوئی۔ بعد ازاں اُسنے مختلف اضلاع کے باشندوں کو لکہا کہ وہ دہلی میں جاکر آباد ہوں اس حکم کے موافق گو انہوں نے اپنے شہروں وقصبوں کو ویران کیا۔ مگر وہ اس بڑے وسیع شہر کو آباد نہ کرسکے۔ وہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے ایک تہا۔ جب میں یہاں آیا تہا تو اسکو دنیا کے بڑے شہروں میں سے دیکہا تہا یا اب اس کو ویران خالی پڑا دیکہا۔

بغاوتیں وستم

جب بادشاہ کے ہاتھ سے رعایا کا ناک میں دم آیا تو اُسنے جابجا بغاوتیں اختیار کیں جنکی تفصیل یہ ہی

مالوہ کی بغاوت ۷۳۹ھ ۱۳۳۸ء

سب سے پہلے بغاوت مالوہ میں بہاءالدین نے اختیار کی۔ وہ بادشاہ کا بہانجا تہا اور گرشاسپ اُس کا لقب تہا اور ممالک دکن میں سے ساگر میں وہ حاکم تہا جب اُسنے ماموں کے سارے کاروبار کو بگڑتے ہوئے دیکھا اور اپنے پاس دیکہا کہ قلعہ ساگر مستحکم اور لشکر و زر وافر موجود ہے تو اُس کا ارادہ ہوا کہ خود بادشاہ بن جاؤں بادشاہ سے بگڑ بیٹھا اور امراء دکن کو اپنے ساتھ متفق کرکے دکن کے آبا اور عمدہ حصّہ کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور بہت صاحب قدرت ہوگیا جن امراء دکن نے اسکے ساتھ اتفاق نہیں کیا تہا وہ اسکی تاب مقاومت نہیں رکھتے تھے اسلئے حیران و پریشان ہوکر منڈو اور شادی آباد میں چلے آئے۔ جب اسکی خبر بادشاہ کو پہنچی تو خواجہ جہاں و بعض امراء کو لشکر گجرات کے ساتھ اس بغاوت کے دور کرنیکے لئے بہیجا جب خواجہ جہاں دیوگڈہ میں آیا تو گرشاسپ بھی اس سے لڑنے کو آگے بڑہا۔ یہاں دونوں لشکروں کی مٹ بہیڑ ہوئی اور لڑائی شروع ہوئی۔ اس اثنا جنگ میں خضر بہرام کہ گرشاسپ کے بڑے امراء میں سے تہا اس سے روگرداں ہوکر خواجہ جہاں سے آن ملا اسلئے خواجہ جہاں قوی ہوگیا اور بہاءالدین کے لشکر میں فتور پڑ گیا۔ بہاءالدین نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ میدان جنگ میں توقف نہیں کیا اور سیدہا ساگر کو آیا۔ یہاں بھی جب دشمنوں نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا تو وہ مع زن و فرزند کنبیلہ میں کہ کرناٹک میں ہے چلا گیا۔ یہاں کا راجہ اسکا دلی دوست تہا۔ اسی اثنا میں بادشاہ بھی دولت آباد میں آگیا اور اسنے خواجہ جہاں کو کنبیلہ پر بہاری لشکر کے ساتھ بہیجا۔ یہاں خواجہ جہاں نے گرشاسپ سے دو شکستیں کہائیں۔ لیکن جب دولت آباد سے ایک اور نیا لشکر اسکی کمک کو آیا تو وہ تیسری دفعہ غالب ہوا اور رائے کنبیلہ کو گرفتار کرلیا۔ گرشاسپ بہاگ کر بلال دیو پاس پہنچا۔ بلال سپاہ اسلام کے خوف سے مضطر ہوا اور گرشاسپ کو گرفتار کرکے خواجہ جہاں پاس بہیجا اور اپنے تئیں بادشاہ کے دولت خواہوں میں شمار کرایا۔ خواجہ جہاں نے گرشاسپ کو پابزنجیر بادشاہ پاس بہجوایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکی کھال کہچوا کر گھاس بہری جائے اور شہر میں پہرائی جائے اور یہ منادی کی جائے ؎

ہر آنکس بتابد سر از شہریار ۔۔۔ سزا ایش ہمیں است انجام کار

اس بغاوت کا بیان ابن بطوطہ اسطرح کرتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کا ایک بہانجا بہاءالدین تہا وہ کسی صوبہ میں امیر مقرر ہوا تہا جب اسکا ماموں مرگیا تو اسنے ماموں کے بیٹے کی بیعت سے انکار کیا

وہ بڑا شجاع لڑنے والا تہا۔ سلطان نے اس کے لئے لشکر بہیجا جس میں امراء کبار مثل ملک مجیر و وزیر خواجہ جہان۔ سب امیروں پر امیر تہا۔ لشکر میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ پہر دونوں لشکر بڑہ گئے دو بار لڑائی میں لشکر سلطان کو فتح ہوئی اور بہاءالدین راجہ کنبیلہ پاس بہاگا۔ اس راجہ کا ملک بلند پہاڑوں کے درمیان تہا اور وہ ہندؤں کے بڑے راجاؤں میں سے تہا جب بہاءالدین اس پاس بہاگا تو لشکر سلطانی اُسکے پیچہے گیا اور اُسنے راجہ کے ملک کا محاصرہ کرلیا۔ اور اُس کی زراعت کو برباد کردیا۔ اور راجہ کا ناک میں دم کیا جس سے اسکو خوف ہوا کہ کہیں میں گرفتار نہو جاؤں اُسنے بہاءالدین سے کہا کہ تو دیکہتا ہی کہ ہم تیرے سبب سے کس حال کو پہنچے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اپنے اہل و عیال و تابعین کو اپنے سمیت ہلاک کروں تو فلاں راجہ پاس جسکا نام اُس نے لیا چلا جا اور وہاں ٹہیر۔ وہ راجہ تجہے بچالیگا۔ اور اپنا لشکر اُس کے ساتھ کردیا کہ وہاں اُس کو پہنچا دے۔ پہر رائے کنبیلہ نے حکم دیا کہ بہت سی آگ جلائی جائے۔ اس میں اس نے اپنا سارا مال و اسباب جلا دیا۔ پہر اسنے اپنی رانیوں اور بیٹوں سے کہا کہ میں مرنے کو جاتا ہوں جنکو میرے ساتھ موافقت کرنی ہو وہ اس آگ میں جل جائیں۔ رانیوں میں سے ہر ایکنے اشنان کیا اور بدن پر صندل ملا۔ اور راجہ کے آگے زمین کو چوما اور آگ میں اپنے تئیں ڈالکر خاکستر کیا اور یہی راجہ کے امراء وزراء اور ارباب دولت کی بیویوں نے اور باقی ساری عورتوں نے کیا۔ پہر راجہ نے غسل کیا اور بدن پر صندل ملا اور سب ہتیار لگائے مگر زرہ نہیں پہنی۔ یہی اسکے آدمیوں نے کیا جنہوں نے مرنے کا ارادہ کرلیا تہا۔ وہ لشکر سلطانی سے جاکر لڑنے لگے اور جب تک لڑتے رہے کہ سب نہ قتل ہو گئے۔ مسلمانوں نے شہر فتح کرلیا اور اہل شہر کو اسیر کیا اور راجہ کے گیارہ بیٹے اسیر کرکے سلطان پاس لائے۔ سلطان نے اُن کی عالی خاندانی اور راجہ کی شجاعت کے سبب سے بہت تعظیم کی اور انکو مسلمان کیا اور بڑا امیر بنا دیا۔ ان بہائیوں میں سے ابن بطوطہ نے سلطان کے پاس ناصر بختیار کو دیکہا کہ وہ مہردار سلطانی تہا۔ اس پاس وہ مہر رہتی تہی جو بادشاہ کے پینے کے پانی پر لگتی تہی اور ابو مسلم اسکی کنیت تہی اور اُسکے ساتھ ابن بطوطہ کی بڑی صحبت رہتی تہی ایمیں آپسمیں بڑی محبت تہی۔ رائے کنبیلہ سے لڑنیکے بعد بادشاہ کے لشکر نے اُس راجہ کو جا گہیرا جس پاس بہاءالدین بہاگ کر گیا تہا۔ اس راجہ نے بہاءالدین سے کہا کہ مجہسے وہ کام تو نہیں ہو سکتا جو رائے کنبیلہ نے کیا۔ اُسنے بہاءالدین کو پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالہ کیا

اُسکی ٹانگیں کسکر اور گلے سے ہاتھ باندہکر سلطان کے روبرو لائے اُسنے حکم دیا کہ اسکو اسی صورت سے اس کی رشتہ دار عورتوں میں لیجاؤ۔ جب وہاں گیا تو عورتوں نے اُسکے اوپر لعنت ملامت کی اس کے منہ پر تہوکا سلطان نے زندہ کی کہال کہچوائی اور اُسکے گوشت کو چاولوں کے ساتھ پکوایا اور اُسکے اہل وعیال کے پاس کچھ یہ پلاؤ بہجوایا اور باقی پلاؤ ایک برتن میں ہاتہیوں کے روبرو رکہا جنہوں نے اُسے بالکل نہ چکھا پہر سلطان نے بہاء الدین کی کہال میں بہوسہ بہروایا اور اسکو بہادر بورا دغیاث الدین بوراشاہ بنگال جسکو اُسنے سلطنت بنگال پر بحال کیا تہا پہر اُسکو شکست دیکر قتل کیا اور اسکی کہال میں بہوسہ بہرا رکہا تہا، کے کہال کے ساتھ سارے ملک میں پہرانے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں کہالیں بلاد سندہ میں آئیں جسکا حاکم کشلوخان تہا وہ سلطان تغلق کا بڑا دوست تہا اور ملک کی تسخیر میں اسکا معین تہا اور سلطان اُس کو اپنا چچا کہتا تہا، اور اسکی نہایت تعظیم کرتا تہا اور اُسکے استقبال کو جاتا جب وہ اپنے بلاد سے اُس پاس آتا اُسنے ان دونوں کہالوں کے دفن ہونے کا حکم دیا۔ جب سلطان پاس اُسکی خبر پہونچی تو اُسکو نہایت شاق گذری اور اُسکے انتقام کے درپے ہوا۔

قلعہ کندہانہ

یہ قلعہ نہایت مستحکم بلند پہاڑ پر نواح دولت آباد میں واقع تہا۔ ناک نایک کہ لیوں کا سردار تہا یہاں قلعہ دار تہا۔ بادشاہ دولت آباد سے یہاں آیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ ناک نایک نے بہی اُسکی مدافعت میں جنگ مردانہ کرکے نام پیدا کیا۔ مگر بادشاہ نے آٹھ مہینے تک قلعہ کے گرد ساباط بنائے اور مغربی لگائے نقب کہدوائے اور بہت سعی اور کوشش کی تو ناک نایک نے مضطرب ہوکر اپنے تئیں بادشاہ کے حوالہ کیا بادشاہ نے اُسکو اپنے امراء اعظم میں منسلک کیا۔ پہر دولت آباد میں بادشاہ آیا اور چین و آرام سے زندگی بسر کرتا تہا کہ لاہور سے خبر آئی کہ ملک بہرام ایبہ حاکم ملتان نے مخالفت اختیار کرکے پنجاب کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور جمعیت عظیم بہم پہنچا کر ملک گیری کا داعیہ کیا۔

ملتان کی بغاوت ۷۴۰ھ ۱۳۳۹

ملک بہرام ایبہ جسکا خطاب کشلوخاں تہا اور وہ بادشاہ کے باپ کا بڑا دوست بہائی کی برابر تہا وہ ملتان کا حاکم تہا۔ بادشاہ نے جب دولت آباد کو آباد کرکے پایہ تخت بنایا ہی تو تمام امرا و منصبداروں کو

فرامین بھیجے کہ اپنے زن و فرزند یہاں دولت آباد میں بھجدیں اور گھر بناویں۔ اسیواسطے علی نامی محصلی کو ملتان بھیجا تھا کہ وہ بہرام ایبہ کو کہے کہ اپنا گھر بار دولت آباد میں بنائے جیسا کہ محصلوں کا دستور ہے اُس نے کشلو خاں پر درشتی کی اور تہدید و وعید کے الفاظ درشت کہے۔ ایک دن بہرام ایبہ کا داماد گھر سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں جاتا تھا کہ علی نے اُسے کہا کہ کس واسطے تم گھر بار کو دولت آباد نہیں بھیجتے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دل میں حرمزدگی ہے۔ اس نے کہا کہ حرام زادہ کسکو کہتے تو علی نے جواب دیا حرام زادہ اُسکو کہتے ہیں کہ گھر میں بیٹھ کر احکام شاہی کی تعمیل نہ کرے۔ غرض اس طرح ان میں جھگڑا بڑھ گیا کہ علی نے ملک بہرام کے داماد کے بال پکڑ کر چند گھونسے لگائے اُسنے اپنے بال چھٹا کر علی کو زمین پر دے مارا اور اسکے حکم سے ایک سلاح دار نے اس کا سر اُڑا دیا اور سارے شہر میں اُسکو پھرایا۔ جب بہرام ایبہ نے یہ حال دیکھا تو سلطان محمد تغلق کے قہر و غضب سے ڈر کر کوئی چارہ سوا بغاوت کے نہیں دیکھا۔ بادشاہ خود اس بغاوت کے دبانے کے لئے دولت آباد سے ملتان کو لشکر لیکر روانہ ہوا۔

ملک ایبہ بھی بہت سا لشکر لیکر بادشاہ کے ساتھ صف آرا ہوا اور سخت لڑائی ہوئی طرفین کے بہت آدمی مارے گئے۔ بادشاہ کو فتح ہوئی اُس کا ارادہ ہوا کہ ملتان میں قتل عام کرے مگر شیخ رکن الدین جو یہاں بڑے ولی اللہ تھے اُنکی شفاعت سے وہ اس حرکت سے باز رہا قوام الملک کو ملتان میں حاکم مقرر کیا اور ایک جماعت ملک بہرام ایبہ کے تعاقب میں گئی تھی اُسنے اسکا سر کاٹ کر ملتان میں بادشاہ پاس بھجدیا۔ بادشاہ دہلی آیا۔

اس واقعہ کو ابن بطوطہ یوں بیان کرتا ہے کہ جو ہیں سلطان کو یہ خبر ہوئی کہ کشلو خاں نے بہاء الدین اور بہادر بورا کی بھس بھری کھالونکو دفن کرایا ہے تو اُسنے کشلو خاں کو بلایا۔ کشلو خاں اُسے سمجھا کہ سلطان مجھے سزا دینی چاہتا ہے سو اُسنے جانے سے انکار کیا۔ اور مخالفت کی۔ روپیہ دینا شروع کیا اور لشکر جمع کیا اور ترکوں اور افغانوں اور خراسانیوں کو جاسوس بھیجکر بلایا۔ اس پاس ایک جم غفیر اُنکا ایسا جمع ہو گیا کہ اسکا لشکر سلطان کے لشکر کے برابر یا اُس سے برتر ہو گیا سلطان خود اُس سے لڑنیکو گیا ملتان سے دو منزل پر ابوہر کے صحرا میں یہ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے۔ اس لڑائی میں سلطان بڑا دانو کھیلا کہ شیخ عماد الدین کے سر پر جو اُسکا ہم شکل تھا چتر شاہی لگایا اور ہنگامہ جنگ جسوقت

خوب گرم ہوا تو خود چار ہزار فوج لیکر جدا ہو گیا۔ اب دشمنون کو یہ دہوکہ ہوا کہ اُس چتر کے نیچے سلطان ہے اُس کے لینے کے لئے پیچھے پڑے اور عماد الدین کو اُنہون نے قتل کر ڈالا اور یہ سمجھے کہ ہم نے سلطان کو قتل کر ڈالا جب یہ خبر لشکر مین مشہور ہوئی کہ سلطان مارا گیا تو سارا لشکر لوٹ پر جھک پڑا اور اپنے سپہ سالار کو چھوڑ دیا اس پاس چند آدمی رہ گئے کہ سلطان اُس کے سر پر جا چڑھا اور اُس کا سر کاٹ لیا جب لشکر کو یہ معلوم ہوا تو وہ بھاگ گیا۔ سلطان ملتان مین داخل ہوا اور کریم الدین وہان کے قاضی کو گرفتار کر کے جیتی کھال کھچوائی اور حکم دیا کہ کشلو خان کا سر شہر کے دروازہ پر لٹکا یا جائے ابن بطوطہ جب ملتان مین آیا ہے تو اس سر کو لٹکتے ہوئے دیکھا۔ سلطان نے عماد الدین کے بھائی رکن الدین اور اُس کے بیٹے صدر الدین کو سو قریے انعام دئے کہ وہ اُن سے اپنا گذارا کیا کرین۔ ابن بطوطہ اس مہم کا بیان جو ہم نے چوتھی نامعقول تدبیر مین بیان کی اس طرح لکھا ہے۔

جبل قراچیل (ہمالیہ) مین جو جیش سلطان پر آفت آئی

جبل قراچیل (ہماچل یعنی ہمالیہ) بڑا وسیع پہاڑ ہے اُسکا طول تین مہینے کی راہ ہے اور دہلی سے دس روز کی راہ پر ہے۔ ہندو راجاؤن مین وہان کا راجہ بڑا قوی اور زبردست ہے۔ سلطان ہند نے ملک نکبیہ جو امیر دوات دار تھا اس پہاڑ پر لڑنے کو بھیجا۔ اس لشکر مین ایک لاکھ سوار اور بہت سے پیادے تھے۔ پہاڑ کی ترائی مین اس لشکر نے شہر جدیہ کو اور اُس کے آس پاس کے ملک کو لیلیا۔ لوگون کو قید کیا اور ملک کو ویران کیا اور جلایا اور پہاڑیون کی بلندیون پر بھگا یا۔ انہون نے اپنا ملک اپنی مویشی کے گلے اور اپنے راجہ کے خزانے یہین چھوڑ دئے۔ پہاڑ کا ایک ہی رستہ تھا جس کے نیچے وادی تھی اور اوپر پہاڑ تھا اور اُس مین سوار اس طرح جا سکتے تھے کہ ایک ایک سوار آگے پیچھے ہو۔ اس راہ سے سلمانونکا لشکر اس پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ کے سب سے زیادہ بلند حصہ پر جو شہر ورنگل تھا اُسے لے لیا۔ جو چیز وہان تھی اپر اپنا قبضہ کر لیا اور اپنی فتح سے سلطان کو مطلع کیا۔ سلطان نے قاضی و خطیب بھیجے اور اُنکو حکم دیا کہ وہین ٹہیرے رہو۔

جب برسات آئی اور بارش کی کثرت ہوئی تو لشکر پر امراض کا غلبہ ہوا اور نہایت ضعیف ہو گیا گھوڑے مر گئے کمانین ڈھیلی ہو گئین امراء نے یہ حال سلطان کو لکھ کر اس سے درخواست کی کہ برسات

کے موسم مین اُن کو پہاڑ پر سے اُترنے کی اور بعد برسات کے پہاڑ کے اوپر پہر جانے کی اجازت ملجائے سلطان نے انکی یہ درخواست منظور کرلی۔ امیر نکبیہ کے پاس جو خزانے و بیش قیمت جواہر یعنی معادن کی قسم سے مال تہا وہ سب اُس نے آدمیونکو تقسیم کردیا کہ انکو پہاڑ کے نیچے لیجائین جب دشمنون نے دیکھا کہ مسلمان یون اُلٹے جارہے ہین تو وہ پہاڑون کی تنگ راہونمین گھات لگا کے بیٹھے اور مسلمانون کے آگے کی راہین روکنے لگے اور بڑے بڑے درختون کو کاٹ کر پہاڑونکی بلندیون سے اُن پر پہینکنے لگے جو اُن کی زد مین آیا وہ پہر زندہ نہ رہا بہت مسلمان اسطرح ہلاک ہوئے اور باقی مسلمان کفار کے ہاتھہ مین گرفتار ہوئے جن سے انہون نے سارا مال متاع گھوڑے و ہتیار چہین لئے کل لشکر مین سے یہ تین امرا ایکبار سلامت آئے نکبیہ و بدرالدین الملک دولت شاہ اور تیسرے کا نام مین بہول گیا۔ اس واقعہ سے لشکر ہند پر بڑا اثر ہوا اور بہت ضعیف ہوگیا سلطان نے جلد ان پہاڑیون سے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ کچھ مال اُس کو بطور خراج دیا کرین اور اپنے ملک مین پہاڑ کی ترائی کے اندر عمارت بغیر سلطان کی اجازت کے نہ بنائین ساحل کارومنڈل کی بغاوت کا بیان جو آگے آئیگا اس طرح لکھا ہے۔

(ملیبار) کی بغاوت اور وزیر کے بھانجے کا قتل

سلطان نے شریف جلال الدین حسن شاہ کو معبر مین جو دہلی سے چھ مہینے کی راہ پر ہے مامور کیا تہا مگر اُس نے مخالفت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان کے نائبون اور عمال کو مار ڈالا اور دینار اور درہم پر اپنا سکہ جمایا۔ دینار کے ایک طرف یہ عبارت ہوتی طہ ولیس ابو الفقراء والمساکین جلال الدنیا والدین دوسرے صفحہ پر الواثق بتائید الرحمن شاہ السلطان جب اس بغاوت کی خبر ہوئی تو سلطان اُس کے قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا اور کوشک زر مین اُترا اور آٹھہ روز قیام کیا تاکہ آدمی اپنی سب حوائج سے فارغ ہو جائین۔ انہین دنون مین وزیر خواجہ جہان کا بہانجہ معہ اور چار یا تین امرا کے مقید او مغلول آیا اس کا سبب یہ تہا کہ سلطان نے اپنے وزیر کو اپنے آگے بہیجا تہا جب وہ شہر ظہار مین جو دہلی سے چوبیس دن کی راہ پر تہا پہنچا۔ یہان کچھہ دنون قیام کیا اس کا بہانجہ بڑا شجاع اور لڑنے والا تہا اُس نے اور امراء کے ساتھ اتفاق کے ماموں کے قتل کا ارادہ کیا اور اُسکے تمام خزانون اور مال کو اڑا کر معبر مین شریف جلال الدین سے ملنے کا قصد کیا ملک نصرت حاجب نے

جو اس سازش مین شریک تہا وزیر کو اُس کی خبر کردی اور تبلا دیا کہ جو شخص تیرے قتل کیلیے مقرر ہوا ہے لباس کے نیچے زرہ پہنے ہوئے ہے۔ وزیر نے اپنے آدمی بھیجکر اُسکو گرفتار کرایا اور سلطان کے پاس ان سازش کرنے والون کو بھیجدیا ہین انمین سے ایک آدمی کو دیکھا کہ لمبی داڑھی کا تہا اور سورۂ یٰس کی تلاوت کرتا تہا کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھیون کے آگے وہ سب ڈالے جاہین ہاتھیون کو انسان کا قتل کرنا سکھایا جاتا ہی اور یہ ہاتھی اس طرح قتل کرتے ہین کہ ان کے دانتون پر لوہا چڑھا ہوتا ہی جس کی پھال ہل کی سی ہوتی ہے اور دہار اُسکی چاقو کی سی تیز ہوتی ہے ہاتھی پر فیل بان بیٹھا ہوتا ہے جب آدمی اسکے سامنے پہیکا جاتا ہے تو وہ اپنی سونڈ مین اُسکو پکڑ کر ہوا مین پہرا کر زمین پر پٹکتا ہی اور اُسکی چھاتی پر اپنا پاؤن رکھ دیتا ہے اور پہر سلطان کا حکم جو فیلبان کو ہوتا ہی اُس کے موافق وہ ہاتھی کو ہدایت کرتا ہی۔ اگر سلطان کا حکم یہ ہوتا ہی کہ مجرم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائین تو ہاتھی اس لوہے سے جسکا اوپر ذکر ہوا اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتا ہی۔ اور اگر سلطان یہ چاہتا ہی کہ وہ مقتول چہوڑ دیا جائے تو ہاتھی اُس کو زمین پر چہوڑ کر الگ ہوجاتا ہی اور لاش کی کہال اُتاری جاتی ہے مین نے ان مردون کی لاشون کو کتون کو کہاتے دیکہا ہے۔ سلطان ملک تلنگ مین پہنچا اور بلاد معبر مین شریف جلال الدین کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو وہ شہر بدر کوٹ مین جو ملک تلنگ کا دارالسلطنت تہا مقیم ہوا جو معبر سے تین مہینے کی راہ پر تہا۔ یہان اس کے لشکر مین وبا پہیلی جس سے سلطان کے بہت غلام اور بڑے بڑے امیر مثل ملک دولت شاہ کے جسکو سلطان چچا کہتا تہا اور امیر عبداللہ ہروی کے مرگئے اور بادشاہ دولت آباد مین آگیا۔ اس سفر مین بادشاہ بیمار ہوگیا۔ اور اُس کے مرنے کی شہرت ہوگئی۔ امیر ہوشنگ سا نے جب یہ افواہ سنی تو راجہ بورا ہرہ پاس جو کانکن کا راجہ ٹانا مین رہتا تہا چلاگیا۔

بادشاہ کا دلی مین رہنا اور رعایا کا سزا دینا

ہم نے بیچ مین ابن بطوطہ نے جو حال اس بادشاہ کا لکھا تہا وہ نقل کیا ہی۔ اب پہر ہم ملتان کی بغاوت سے سلسلہ وار حال بیان کرتے ہین۔ مہم ملتان سے فارغ ہوکر بادشاہ دہلی مین آیا اور دو برس رہا۔ چونکہ ان دونون دوآبہ مین تحصیل خراج مین جبر اور قہر بہت سا ہوتا تہا۔ اسلئے وہان کے ہندو کاشتکارون نے زمین کا تردد چہوڑ کر تمرد اختیار کیا۔ گہرون کو آگ لگادی

کھلیانون کو پھونکدیا اور بستی کو اجاڑکر جنگلون مین چلے گئے۔ اسپر حکم شاہی نازل ہوا۔ ان کاشتکارون کو جہان فوجدار و سردار پائین قتل کرڈالین۔ چنانچہ انہون نے کسی مقدم کو گردن سے مارا۔ کسیکو اندھا کیا۔ کسی کو زندہ زمین مین دفن کیا۔ غرض ان بیچارون کو جنگل مین بھی بسنے نہ دیا پھر برن مین شکار کھیلنے کے لئے بادشاہ آیا۔ اور سارے صوبہ برن کو بے چراغ کیا۔ ہزارون ہندوؤن کے سر کٹوالئے اور قلعہ برن کے کنگرون پر لٹکوائے۔

بنگالہ کی بغاوت

انہین دنون مین ایک ہنگامہ بنگالہ مین برپا ہوا۔ بہرام خان حاکم سُنار گانو نے انتقال کیا۔ سنہ ۷۴۰ھ ۱۳۴۰ع مین ملک فخر الدین نے جس کو فخرو کہتے تھے اُس نے اور اُس کے لشکر نے بغاوت اختیار کی اور لکھنوتی کے حاکم قدرخان کو قتل کیا۔ اُس کے زن و بچہ کے ٹکڑے اڑائے خزانہ لکھنوتی پر قبضہ کیا غرض سُنار گانو او چٹ گانو اور لکھنوتی پر فخرو کا ایسا قبضہ ہوگیا کہ بادشاہ یہ ملک اُس سے پھر اُلٹا نہ لے سکا۔

چھوڑ دیا جائے تو ہاتھی اُسکو زمین پر چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہی اور لاش کی کھال اتاری جاتی ہی مین نے ان مُردون کی لاشون کو کتون کو کھاتے دیکھا ہے۔ سلطان ملک تلنگ مین پہونچا اور معبر مین شریف جلال الدین کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ شہر بدر کوٹ مین جو ملک تلنگ کا دار السلطنت تھا مقیم ہوا۔ جو معبر سے تین مہینے کی راہ پر تھا۔ یہان اُس کے لشکر مین وبا پھیلی جس سے سلطان کے بہت غلام اور بڑے بڑے امیر مثل ملک دولت شاہ کے جسکو سلطان چچا کہتا تھا اور امیر عبد اللہ ہروی کے مر گئے اور بادشاہ دولت آباد مین آگیا اِس سفر مین بادشاہ بیمار ہو گیا اور اُس کے مرنے کی شہرت ہو گئی۔ امیر ہوشنگ نے جب یہ افواہ سُنی تو راجہ بوراہرہ پاس جو کانگن کا راجہ تھا مین رہتا تھا چلا گیا۔

بادشاہی عمال اور امیرونکو مار ڈالا اور ساری حکومت اپنے اختیار مین کر لی۔ بادشاہ یہ خبر سُنکر دلی گیا اور وہان سے لشکر مرتب کر کے دیوگڈہ کو روانہ ہوا تاکہ وہان سے اس بغاوت کا تدارک کرے دو چار ہی منزل چلا تھا کہ غلہ کی گرانی شروع ہوئی اور قحط کی صورت نظر آئی۔ راہین سب ہر نون کی رہزنی نے مسدود کر دین۔ غرض جب بادشاہ دیوگڈہ مین آیا۔ تو ملک مرہٹہ پر ابواب و محصول سخت جاری کئے

اور اُنکا مطالبہ سختی سے شروع کیا احمد ایاز کو اپنا نائب مقرر کر کے دلی بہیجا اور خود ملک تلنگ کو روانہ ہوا۔ جب یہ نائب دلی مین آیا۔ تو وہان لاہور مین فساد برپا تہا اِس نے اس فساد کو رفع دفع کر دیا اور سلطان خود ورنگل پر پہونچا تو وبا شروع ہوئی اور بڑے بڑے آدمی اسُ باد سے مر گئے بادشاہ اس مرض وبائی مین مبتلا ہوا۔ ناچار ملک نائب وعماد الملک نائب وزیر کو ملک تلنگ کا کام سپرد کیا اور خود حالت مرض ہی مین دیوگدہ مین آیا۔ رستہ مین یہ اتفاق ہوا کہ جب موضع بیر مین پہونچا تو ایک دانت اپنا نکلوایا اور بڑی دہوم دہام سے اُسکو دفن کرایا اور ایک گنبد بڑا پرتکلف اُس پر بنوایا وہ ابتک موجود ہے اور گنبد دندان محمد تغلق مشہور ہے۔ جب بادشاہ پٹن مین پہنچا تو چند روز ٹہیر کر اپنا علاج کرایا۔ شہاب سلطان کو لقب نصرت خان کا دیا اور ملک بید راُس کے سپرد ہوا اور ایک لاکھ ٹنکہ اس ملک کی آمدنی کا اس سے ٹہیرالیا۔ ادہر دیوگدہ سے بادشاہ مریض ہی دلی کو روانہ ہوا ادہر دلی کے آدمی جو دیوگدھ مین آباد ہو گئے تہے اُنکو پہر اپنے وطن مین آباد ہونے کی اجازت دی مگر جنکو دیوگدہ پسند آگیا تہا وہ وہین رہے۔ باقی اپنے گہر آئے دیوگدھ سے چلکر بادشاہ دہار مین آیا۔ مرض کے سبب سے کچھہ دنون یہان اقامت کی۔ پہر مالوہ مین ہوتا ہوا دلی کی طرف چلا۔ سارے قصبے اور قریے اور دہات راہو نپر سنسان ویران پڑے تھے۔ ڈاک چوکیون کے سب پایک بہاگ گئے تھے۔ غرض بادشاہ دہلی مین پہونچا۔ اور اُسکو دیکہا کہ کیا شہر تہا یا اب جنگل ہے جن مین جنگلی جانورون کے سوا کوئی آباد نہین۔ قحط نے اور آفت اٹہار کہی ہے ایک سیر غلہ سترہ درم کو بکتا حضرت گندم بہی آدم سے کم قیمت نہ تھے اور چانول سونے کے مول بکتا۔ زمین کہین سبز نظر نہین آتی ہرچند بادشاہ نے زراعت کے آباد کرنے کی طرف کوشش کی اور خزانہ شاہی سے تقاوی دی مگر رعیت کی ہمت ایسی پست اور ضعیف ہو گئی تہی کہ کچھہ کام نہین چلا۔ تقاوی کا روپیہ کہانے پینے مین صرف کیا۔ بارش کی کمی نے اور خون خشک کیا۔ اناج کی گرانی نے آدمیون گہوڑون اور مویشی کا کام تمام کر دیا اور یہ خرابیان ہو رہی تہین بادشاہ بہت جلد تندرست ہو گیا۔

شاہو افغان کی بغاوت

بادشاہ زراعت کی اصلاح کر رہا تہا کہ خبر آئی کہ شاہو افغان باغی ہو گیا اُس نے ایک گروہ افغانونکا

جمع کیا۔ اور ملتان کو آنکر لے لیا۔ اور بہزاد نائب کو مار ڈالا۔ ملک قوام الدین صوبہ ملتان بہاگ کر بادشاہ پاس آیا۔ اسپر بادشاہ اپنا لشکر آراستہ پیراستہ کرکے خود ملتان کی طرف روانہ ہوا دو چار منزل ہی چلا تہا کہ مان کی سنا تونی آئی۔ اِس سے اُسکو بہت رنج و ملال ہوا۔ اس پاک دامن عورت کا نام مخدومہ جہان تہا۔ اور اُس کے سببسے بہی سیکڑون گہر آباد تہے۔ اور ہزارون آدمیون کی آرام اور راحت سے اوقات بسر ہوتی تہی۔ وہ دولت آباد مین لوگون کے ساتہہ بہت سلوک کرتی تہی۔ بادشاہ اپنی مان کا نہایت تابعدار تہا۔ جب ملتان تہوڑی منزل باقی رہا تو شاہو افغان کی عرضداشت آئی۔ اُس مین لکہا تہا کہ مین نے بغاوت سے ہاتھ اٹہایا اور غاشیہ اطاعت سر پر کہا اور جو کچہہ کیا اُس سے پشیمان اور نادم ہوا اب آیندہ توبہ کرتا ہون کہ پہر ایسی حرکت نہ کرونگا۔ اور اپنے افغانون کو لیکر افغانستان چلا گیا اور بادشاہ دلی مین چلا آیا۔ اور زراعت کی تدبیر مین مصروف ہوا۔

بادشاہ کا سنام اور سامانہ کے متمردون کا سزا دینا

سنام اور سامانہ کے متمردون کے سزا کیواسطے بادشاہ کو وہان جانا پڑا۔ یہان مینا اور جوہان ہنڈائر وغیرہ سرکشون نے منڈل یعنی گڈہیان بنالی تہین اور خراج کی کوڑی بادشاہ پاس نہین بہیجی تہی۔ اور راستے لوٹتے تہے۔ غرض سارے ملک مین ایک اُندمچا رکہی تہی۔ بادشاہ خود وہان گیا اور سب گڈہیان توڑ تاڑ کر برابر کین اور اُنکی جمعیت کو پریشان او متفرق کر دیا اور سرغنون کو گرفتار کرکے دلی لے آیا۔ اُن مین سے بعض کو مسلمان بنایا بعض کا سر اڑایا بعض کو امیرون اور سردارون کے حوالہ کیا۔ اور اپنے بال بچون سمیت دلی مین رہنے لگے اور اپنی قدیمی زمینون اور مسکنون سے جدا ہو گئے۔ غرض یہ شر و فساد رفع ہوا اور امن و امان ہو گیا۔

گہکرون کی بغاوت

سنہ ۷۴۳ھ مین گہکرون کے سردار تلک چند نے علم مخالفت بلند کیا لاہور کے حاکم تاتار خان کو مار ڈالا بادشاہ نے خواجہ جہان کو سرکشون کی سرکوبی کے لیے بہیجا اُسنے گہکرون کو خوب ٹہیک بنایا۔

خلیفہ مصر کا خلعت

اب دلی کے بادشاہ کے دل مین بیٹہے بیٹہے یہ ترنگ آئی کہ بغیر اجازت خلیفہ عباسی کے سلطنت کرنی

کسی کو جائز نہین ہے۔ اب اِس اجازت کے فکر مین ہوا اور مسافرون سے اُسکو دریافت ہوا کہ حکام مصری کسی مصلحت کے سبب سے خاندان عباسیہ مین سے کسیکو خلیفہ بنا رکھا ہی۔ غرض بادشاہ نے غائبانہ اس خلیفہ سے بیعت کی اور سکہ مین اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام کندہ کرایا اور شہر مین جمعہ و عیدین کی نماز کو موقوف کرایا۔ اور تین مہینہ مین ایک عرضی لکھکر تیار کی اور خلیفہ پاس ایلچی کے ہاتھ وہ بھجوائی سنہ ۷۴۴ھ ۱۳۴۳ء مین بادشاہی ایلچی کے ساتھ حاجی سعید صرصری منشور حکمت اور خلعت خلافت لایا۔ بادشاہ نے معہ امراء کے چھہ سات کوس تک اُسکا استقبال کیا۔ منشور خلیفہ کو سر پر رکھا اور حاجی سعید کو قدمون پر بوسہ دیا اور چند قدم اُسکی جلو مین چلا۔ اور شہر مین قبہ بندی ہوئی اور زر نثار کیا گیا۔ جمعہ و عیدین کو نماز کا حکم دیا۔ اور خطبہ مین سے اُن بادشاہون کا نام نکلوا دیا جنہون نے خلیفہ کے حکم بغیر سلطنت کی تھی یہانتک کہ اپنے باپ کا نام بھی۔ خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حاجی سعید کو بہت عمدہ جواہر اور اپنی عرضی خلیفہ کے نام دیکر رخصت کیا۔ بادشاہ کی اس تعظیم و تکریم مین بھی وہ مبالغہ ہوا۔ کہ بادشاہ کی یہ حرکت بھی مجنونانہ معلوم ہوئی۔ قصاید بدر چاچ مین بہت سے قصیدے اور اشعار اُس خلعت کے جو ہر سال آتا تھا اور اُسکی تعظیم و تکریم کے باب مین لکھے ہین۔ اِس شاعر کا نام اصل بدر الدین ہے وہ چاچ تاشقند مین ہے یہ اِس بادشاہ کے عہد مین ہندوستان کے اندر آیا تھا۔ جب بادشاہ کو خلعت خلیفہ کی طرف سے آتا تھا۔ ایک قصیدہ اُسکی تہنیت مین وہ لکھتا تھا۔ ان قصاید سے خوب معلوم ہوتا ہی کہ خلعت کے آنے پر کیا کیا ہوتا تھا۔ چند اشعار لکھتے ہین۔ ؎

جبرئیل از طاق گردون ابشرو گوہان رسید | کز خلیفہ سوئے سلطان خلعت فرمان رسید
ہمچنان کز بارگاہ کبریائے لایزال | از پئے عز محمد آیت قرآن رسید

کرناٹک کی بغاوت

انہین دنون مین کشنا مانک پسر لدر دیو کہ ورنگل کے نواحی مین پڑا تھا۔ جریدہ بلال دیو راجہ کرناٹک کے پاس آیا اور کہا کہ تلنگ اور کرناٹک دونون مین مسلمان گھس آئے ہین اور اُنکا ارادہ ہی کہ ہم تم دونون کو نیست و نابود کرین۔ اس باب مین مشورہ اور فکر کرنا چاہیئے۔ بلال دیو نے سب اعیان سلطنت کو بلا کر مشورہ پوچھا سو یہ قرار پایا کہ بلال دیو اپنے ملک کو چھوڑ کر سپاہ اسلام کی راہ مین اپنا پایہ تخت

مقرر کرے اور بھیرا ور دوار سمندر اور کنپلہ کو مسلمانون کے تصرف سے نکال لے اور کشنا نائک ورنگل کو مسلمانون کے قبضہ سے نکال لے یہ وقت بڑی فرصت کا ہے ایسا پھر نہین ملیگا۔ چنانچہ بلال دیونے ایک شہر اپنے بیٹے بیجن راے کے نام سے آباد کیا اور اُس کا نام بیجن نگر رکھا مگر پھر وہ بیجاپور مشہور ہوگیا اور یہ شہر پہاڑون کے اندر گویا سپاہ اسلام کی راہ روکنے کیواسطے بنا اور کشنا نائک نے بہت سی سپاہ بلال دیو سے لیکر ورنگل کو مسلمانون سے چھین لیا۔ یہان کا حاکم ملک مقبول نائب وزیر بادشاہ پاس دلی بھاگ گیا غرض تلنگانہ اور اور کرناٹک کے راجاؤن نے باہم اتفاق کرکے ۱۳۴۴ء مین دوبارہ آزادی حاصل کرلی اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو نے ایک ایسے شہر کی بنیاد ڈالی جس کے راجہ بعد بلال بنس کے ختم ہونے کے بھی سولھوین صدی تک مسلمانون سے لڑتے رہے خلاصہ یہ ہے کہ اسوقت سوا گجرات اور دیوگڈہ کے کہین امن نتھا۔ رعایا کا دل بادشاہ سے بالکل منحرف ہوگیا تھا۔ اور بادشاہ اپنی سیاست کے کامون سے باز نہ آتا تھا جسقدر یہ سیاست بڑھتی گئی اُسی قدر بادشاہ سے رعایا بگڑتی گئی۔

بادشاہ کا سرگ دواری مین رہنا

دلی مین بادشاہ نے دیکھا کہ جبتک خلق پر خدا کی رحمت نازل نہ ہوگی روز بروز زحمت زیادہ ہوتی جائیگی اور میری تدبیر کوئی کام نہ کرے گی اس لئے اُسنے حکم دیدیا کہ شہر کے دروازہ کھول دیے جائین اور شہر مین جو باشندے بجبر روکے گئے انکو آزادی دیجائے کہ جہان چاہین چلے جائین جب رعایا اس خبر سے رہا ہوئی تو افتان خیزان بنگالہ کیطرف روان ہوئی اور بادشاہ خود بھی پٹیالی اور کنپلہ (ضلع فرخ آباد مین یہ قصبے ہین) سے ہوتا ہوا قصبہ کھور کے پاس بر لب دریائے گنگ خیمہ زن ہوا اور تھوڑے دنون یہان ٹھیرا اور آدمیون کو حکم دیدیا کہ جھونپڑے چھپر کے مزروعہ زمین کے قریب ڈال لین اس مقام کا نام سرگ دواری (یعنی جنت کا دروازہ رکھا) اب یہان کڑہ اور اودہ سے غلہ آنے لگا اور دلی کی نسبت ارزان بکنے لگا۔ اسوقت ملک اودہ اور ظفرآباد مین عین الملک صوبہ دار تھا اُسنے اور اُسکے بھائیون نے بہت طرح سے امن امان کر رکھا تھا نقد جنس و غلہ و کپڑے سے بادشاہ کیخدمت خوب اسوقت کر رہا تھا۔ اس سبب سے بادشاہ کے دل مین اُسکی جگہ ہوگئی تھی اور اعتبار بڑھ گیا تھا

اور اُس کی لیاقت کا یقین ہوگیا تھا۔

بغاوتین

اِس عرصہ مین کہ بادشاہ سرگ دواری مین تھا چار بغاوتین پے در پے واقع ہوئین۔ اوّل کڑہ مین نظام پائین نے فتنہ کھڑا کیا۔ یہ ایک شخص بھنگڑ اور یاوہ گو اور ہرزہ کار تھا اپنے عہدہ کا انصرام نہ کرسکا ۷۴۵ھ (۱۳۴۵ء) مین بغاوت اختیار کی اور سر پر تاج لگایا اور سلطان علاء الدین اپنا لقب کہا پہلے اس کے کہ بادشاہ کا حکم اِس معاملہ مین پہونچے عین الملک وراسکے بھائی لشکر لیکر چڑھ گئے اور اُس کو قید کرلیا اور سر اوسکا بادشاہ پاس بھیجدیا اور جو اور شریک اس بغاوت مین تھے اُن کو سزا دی دوسری بغاوت اُسی سال مین دکن کے اندر یہ ہوئی کہ شہاب سلطان جسکو نصرت خان کا خطاب دیکر بیدر مین صوبہ بناکر بادشاہ نے بھیجا تھا اور ایک لاکھ ٹنکہ خراج کا ٹھیرا تھا۔ اپنے عہدہ کا انصرام نہ کرسکا اور ہزاروں روپیہ غبن کرگیا۔ علانیہ بادشاہ سے برگشتہ ہوگیا۔ قتلغ خان کے نام حکم شاہی نازل ہوا کہ دیوگڈھ سے جاکر اس بغاوت کا علاج کرے اور دہلی سے اور امیر بھی اُس کی کمک کو بھیجے گئے قتلغ خان نے جاکر حصار بیدر کا محاصرہ کیا اور قول قرار کرکے نصرت خان کو حصار سے باہر لایا اور بادشاہ پاس بھیجدیا۔ تیسری بغاوت اسی مہینہ مین یہ ہوئی کہ علی شاہ نے کہ امیران صدہ سمو تھا اور ظفر خان کا بھانجا تھا۔ دولت آباد سے گلبرگہ مین محصول سلطانی کی تحصیل کیواسطے گیا جب اُس نے دیکھا کہ یہ ملک عمال و فوج سے خالی ہے تو سب اپنے بھائیونکو کہ منجملہ اُنکے حسن کانگوئی بھی تھا جمع کیا اور سنہ ۷۴۶ھ (۱۳۴۶ء) مین گلبرگہ کے صوبہ دار کو مار ڈالا اور غدر مچادیا۔ اور لوٹتا مارتا بیدر مین آپہونچا۔ وہان بھی نائب کو مار ڈالا اور سارے ملک کو دبا بیٹھا۔ اسپر بادشاہ نے مالوہ کے لشکر کو بھی قتلغ خان کی امداد کیواسطے متعین کیا۔ جب قتلغ خان حوالی بیدر مین پہنچا تو علی شاہ نے پہلے آپ ہی لڑائی شروع کی۔ مگر شکست کھائی اور حصار بیدر مین پناہ لی۔ مگر قتلغ خان نے اُسے اوسکے بھائیونکو قول قرار کرکے اس حصار سے نکالا۔ اور سرگ دواری مین بادشاہ پاس لایا۔ بادشاہ نے علی شاہ اور اُسکے بھائیونکو ہندوستان سے نکال کر غزنین بھیجدیا۔ مگر کمبخت اجل گرفتہ بے حکم بادشاہی کے غزنین سے چلے آئے اور بادشاہ کی سیاست مین گرفتار ہوئے۔ اب چوتھی بغاوت یہ تھی کہ عین الملک کی خدمات بادشاہ کو

پسند تھین اور اُسپر بہت کچھ عنایت تھی قتلغ خان کے اہلکارون کی برابر شکایتین بادشاہ سنتا تھا اور جانتا تھا کہ اُنکی رشوت ستانی وخودغرضی سے دولت آباد کی آمدنی کم ہوگئی ہو اس لئے اُس کا ارادہ ہوا کہ عین الملک کو مع اُس کے متعلقین کے دولت آباد بھیجدے اور قتلغ خان کو یہان بلالے اس پر عین الملک کو طرح طرح کے وہم پیدا ہوئے اور اُسکو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ بادشاہ اپنے اوستاد قتلغ خان کو جس نے تمام دکن کا انتظام کر رکھا ہو یہان کیون بلاتا ہے اور مجھے وہان کیون بھیجتا ہے - اسمین ضرور یہ بات ہو کہ مجھے بادشاہ یہان سے یون اکھیڑ کر ضایع کرائیگا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ انہین دنون بعض محرر کہ خیانت سے جرم مین ماخوذ ہوئے اور اُنپر قتل کا حکم صادر ہوا تھا وہ دلی سے بھاگ یہان عین الملک کے سایۂ حمایت مین پرورش پانے لگے یہ بات بادشاہ کو شاق گذری اور وہ کچھ دنون ضبط کئے ہوئے بیٹھا رہا لیکن ایک دن عین الملک کے پاس حکم بھیجا کہ جو دلی کے آدمی خوف سے بھاگ کر تمہارے پاس چلے آئے ہین اُنکو باندھ کر میرے پاس سرگ دواری مین بھیجدو - غرض اس حکم سے اور خطرہ عین الملک کو پیدا ہوا اور اب اُسکو کوئی چارہ سوائے اسکے نہ سوجھا کہ بادشاہ سے بغاوت اختیار کرے یہ ارادہ ٹھانکر بادشاہ بظاہر حکم حاصل کیا کہ اُسکے بھائی لشکر سمیت سرگ دواری مین آئین ابھی یہ لشکر آنے نہ پایا تھا کہ عین الملک آدھی رات کو چھپ چھپا کر بھاگا اور اپنے بھائیونکے لشکر مین جاملا - اور اُسکے بھائی تین چار ہزار سوارون کے ہمراہ قریب سرگ دواری کے اُترے اور بادشاہ کے تمام ہاتھی گھوڑے جو جنگل مین چر رہے تھے اُنکو پکڑ کر اپنے لشکر مین لیگئے - اس بغاوت اور فتنہ کو دیکھکر بادشاہ سراسیمہ ہوا اور سمانہ اور امروہہ اور برن اور کوئل سے لشکر کو بلایا - اور احمد آباد سے بھی لشکر آپہونچا - غرض چند روز تو بادشاہ نے توقف کیا - پھر قنوج کیطرف روانہ ہوا اور وہان اُس کی نواح مین خیمہ جمائے جس بادشاہ نے بیس مغلون کا مُنہ پھیر دیا ہو - اُس کے سامنے عین الملک جیسے ناتجربہ کارون کی کیا اصل تھی باغیون نے دریاء گنگ سے بانگر مور کے قریب دریا سے عبور کیا اور اس توقع مین تھے کہ بادشاہ سے لشکر ناراض ہے وہ ضرور ہم سے آنکر ملے گا - غرض جسوقت اس بادشاہ نے غضب مین آکر ایک حملہ کیا سب کے ہاتھ پیر چھوٹ گئے تھوڑی دیر مین بھاگ گئے سیکڑون قتل ہوئے ہزارون دریا مین ڈوب گئے جو دریا سے پار ہوئے اُن کے ہتیار اور گھوڑے

اور ون نے چہین لئے - عین الملک زندہ گرفتار ہوا - مگر بادشاہ نے یہ کہا کہ اُس کی ذات مین کوئی شرارت نہ تھی یہ فقط لوگون کے بہکانے سکھانے مین آگیا تہا - اُسکو خلعت دیکر مناصب جلیلہ پر سرافراز کیا - جب یہ بغاوت بالکل مٹ گئی تو بادشاہ بہرائچ مین گیا یہان سلطان محمود کے سپہ سالار مسعود شہید کی قبر تھی اور ان دنون مین وہ ایک زیارتگاہ سمجھی جاتی تھی یہہ ۵۵۷ھ مین شہید ہوا تہا بادشاہ نے اُس کی زیارت کی اور مجاورون کو کچہہ روپیہ دیا اور خواجہ جہان کو آگے بہیجا کہ جو کچہہ سپاہ عین الملک کی بچی کہچی ہو اُسکو بہی نہ چہوڑے اور جو لوگ قحط یا بادشاہ کے خوف سے اودہ اور ظفر آباد مین آ بسے ہین اُنکو پہر اوطن کو روانہ کرے اور خود دہلی مین آیا اور خواجہ جہان بہی ان سب باتون کا انتظام کر کے دہلی مین چلا آیا ان دنون حاجی رجب و شیخ الشیوخ مصری بادشاہ پاس آئے اور خلعت و منشور خلیفہ کا ساتھ لائے جس کی تعظیم و تکریم نہایت مبالغہ کے ساتھ کی گئی - اسی خلعت کی تاریخ بدر چاچ نے یہ لکھی ہے کہ ؎

ہم تبار یخے کہ ماہ از ہفتصد شد فزون	زین سفر ماہ محرم سابق شعبان رسید

سات سو پر ماہ کے عدد یعنی ۴۴ زیادہ کرو تو ۷۴۴ھ ہوتے ہین اور ماہ شعبان سے پہلے رجب آتا ہے سو حاجی رجب اس خلعت کو لائے تھے - بادشاہ قرآن شریف و کتاب مشارق و حدیث کو منشور خلیفہ کے ساتھ اپنے آگے ہمیشہ رکہتا اور خلیفہ کے نام سے لوگون کو مرید کرتا اور جو حکم بادشاہ صادر کرتا وہ خلیفہ سے منسوب ہوتا اور وہ کہتا کہ امیر المومنین نے یہ حکم دیا ہے کچہہ دنون بعد شیخ الشیوخ مصری کو بہت انعام و اکرام دیکر رخصت کیا اور خلیفہ کی خدمت مین بہت مال اور جواہر بہیجے - اور مخدوم زادہ بغدادی بہی ان دنون مین یہان آئے وہ بظاہر خاندان عباسیہ سے معلوم ہوتے تھے - پالم تک بادشاہ اُن کے استقبال کو گیا اور دو لاکھ ٹنکہ و ایک پرگنہ و کوشک سیری اور داخل حصار کی زمین کے محصول اور باغات اون کو دئے - جس وقت مخدوم زادہ بادہ کی ملاقات کو آتا تو سلطان تخت سے اُترتا اور چند قدم استقبال کرتا اور تخت پر اپنے پہلو مین بٹہاتا اور باادب تمام پیش آتا - اب خلیفہ امیر المومنین کا جنون ایسا اسکے سر پر سوار ہوا کہ کوئی کام نہ کرتا امیر المومنین کا نام نہ لیتا اُٹہنے بیٹہنے لیٹنے کہنے سننے مین کہانے پینے

مین اس نام کا ورد تھا۔

دہلی مین بادشاہ کا رہنا اور اُس کے اشغال

اب تین چار برس تک دہلی مین اِن اشغال مین بادشاہ مصروف رہا۔ اولاً شغل زراعت کی ترقی کرنے کا اور عمارتون کے تعمیر کرنے کا زراعت کیواسطے اُس نے بہت کچھہ سوچ بچار کیا اور جو اسلوب اُس نے اختراع کئے اور وہ رعایا کے نزدیک محالات سے نہ ہوتے تو ضرور کچھہ نتیجہ ہوتا۔ اُس نے چاہا کہ تیس تیس کوس مربعون کے حلقون مین زمین تقسیم ہو اور خزانہ شاہی سے اُسکا تردد ہو۔ زمین غیر مزروعہ مزروعہ ہو اور مزروعہ زمین کی زراعت کی اور ترقی ہو مگر یہ روپیہ جن اہلکارون کے سپرد ہوا وہ کم بخت ایسے طامع و حریص تھے اور فاقون سے مارے بھوکے بیٹھے تھے کہ اُنہون نے اِس روپیہ کو خود اُڑایا۔ اور تردد زمین کیواسطے خاک نہ دیا اور جو کچھہ روپیہ صرف ہوا اُسکا سوواں حصہ کیا ہزاروان حصہ بھی وصول نہوا۔ دو سال مین سات لاکھہ ٹنکہ خزانہ کا خرچ ہو گیا۔ اگر بادشاہ ٹھٹہ کی مہم سے زندہ پھرتا تو اِن اہلکارون سے خوب حساب سمجھتا اور ایک کو زندہ نہ چھوڑتا دوسرا شغل یہ تھا کہ مغلون پر عنایت بیغایت کرتا اور عطیہائے عظمےٰ عطا کرتا۔ جاڑیکے موسم مین تمن کے تمن مغلون کے بادشاہ کی خدمتمین آتے اور خلعت اور گھوڑے اور لاکھون روپئے انعام پاتے تیسرا شغل یہ تھا کہ لشکر کو آراستہ کرے اور محصول درآمدنی ملک کو بڑہائے۔ چوتھا شغل یہ تھا کہ سیاست کو ایسا بڑہایا کہ سارا ملک ستیاناس ملا یا اور تمام خلق کا دل اُس سے پھر گیا۔ ملک کے ملک اُسکے قبضہ سے نکلگئے۔ پانچوان شغل اُن سالون کے آخر مین تھا کہ مرہٹون کے ملکون اور دیوگڈھ کا خوب بندوبست کر کے اُسنے مرہٹون کے ملکونکو چار شقون یعنی چار ضلعونپر تقسیم کیا اور ہر ضلع مین جدا جدا حاکم مقرر کئے اور اُنکو حکم دیا کہ بادشاہ سے جو مخالف الرائے ہو وہ زندہ رہے۔ آخر سال مین قتلغ خان کو معہ اہل و عیال دلی مین بُلا لیا اور عزیز حمار خبیث احمق کو دہار مین بھیجا۔ اور تمام مالوہ اُسکے سپرد کیا۔ قتلغ خان کے بلا لینے سے دیوگڈھ والون کی بڑی دلشکنی ہوئی۔ وہ اُس کو بادشاہی سیاست کے لئے سپر جانتے تھے اور اُس سے نہایت مانوس تھے۔ اور بڑے چین اور آرام سے رہتے تھے اُس کے چلے آنیسے اُنکا دل ٹوٹ گیا اور ہمت بیر چھوٹ گئے اور اجل کے فرشتے دکھائی دینے لگے غرض اِسکا نتیجہ یہ تھا کہ ہندو مسلمان دونو بادشاہ سے دلوںمین بگڑ گئے اور بعض نے علی الاعلان بغاوت اختیار کی۔ قتلغ خان کی

جگہ اُس کا بھائی مولوی نظام الدین بھڑونچ سے دیوگڈھ مین بھیجا گیا - مگر یہ مولانا سیدھے سادے آدمی تھے ملک کے انتظام کا تجربہ نرکھتے تھے جو روپیہ کہ دیوگڈھ مین جمع تھا اُس کو بھی راہون کا بندوبست کر کے دلی نہ بھیج سکے -

ملک عزیز حمار کا دہار اور مالوہ جانا اور بغاوتون کا ہونا

جب ملک عزیز جیسا کمینہ اور رذیل دہار مین بھیجا گیا اور ملک مالوہ اُسکو تفویض ہوا تو اس کمبخت کو بادشاہ نے یہ صلاح دی کہ جسقدر دہار مین بغاوتین اور شورشین اور فتنے فساد کھڑے ہوتے ہین اُسکی اصل بانی مبانی امیر صدگان ہوتے ہین (امیر صدگان مغلون مین اس امیر کو کہتے ہین جس کے زیر حکم سو سوار ہون) پس جنکو تو شریر اور فتنہ انگیز دیکھے اُن کے دفع کرنے مین کوشش کیجیو - عزیز جب دہار مین آیا تو اُس نے مشیر کار بھی اپنے تمام رذیل اور ذلیل بھرے - اس کم اصل نے کیا کام کیا کہ اَسّی امیر صدگان کو دعوت مین بلا کر علے الاعلان لعنت ملامت کرنی شروع کی کہ تم ہی ساری فتنہ پردازیون کے سبب اور موجب ہو اور کہہ سنکر اُن کی گردن اپنے دروازہ کے آگے اُڑادی جب یہ خبر اور امیر صدگان کے کانون تک پہونچی آگ بگولا ہوگئے اور سمجھ گئے کہ ہمارا امیر صدگان ہونا ہی باعث ہونا ہے - تو بالاتفاق سب نے علم بغاوت بلند کیا - بادشاہ کو جب عزیز کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو اُس کو خلعت مرحمت کیا اور بہت خوش ہوا - ضیاء الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی جو سترہ برس تین مہینے سے بادشاہ کی ملازمت مین رہتے تھے اسبات پر نہایت تعجب کرتے ہین کہ مین نے بادشاہ کو ہمیشہ رذیل اور ذلیل اور بدنسل اور کم اصل کمینون سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا تھا اور ہمیشہ اُنکی بُرائی مُنہ سے اُس کے سنتے تھے - مگر اب معلوم نہین کہ کیا ہوگیا تھا کہ اُس نے تمام کُنجڑے جولاہے اور ایسے ہی کمینے معزز عہدون پر ممتاز کر رکھے تھے یہ حرکت بھی منجملہ اُس کی عجیب حرکتون کے ہے - سواء اس کے بادشاہ شریرون کا بڑا دشمن تھا اور اُنکو ہلاک کرتا تھا - مگر تعجب ہے کہ اُس نے اپنے پاس نہایت اشرار الناس جمع کر رکھے تھے -

گجرات اور دکھن کی بغاوتین

انہین دنون مین کہ یہ واقعہ وقوع مین آیا مقبل نائب وزیر گجرات خزانہ اور بادشاہ کے خاصے کیلئے

گھوڑے گجرات سے لیکر بڑودہ کی راہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا کہ اثنار راہ مین بڑودہ کی امیران صدہ نے یہ سب خزانے اور گھوڑے چھین لئے اور جو تاجر اُسکے ہمراہ تھے اُنکا اسباب بھی لوٹ لیا غرض یون لُٹ لُٹا کر ملک مقبل نہروالہ مین آیا۔ راستہ مین ساری جمعیت اُسکی پریشان ہوگئی امیران صدہ کو جو یہ دولت خرچ کرنے کے لیئے اور گھوڑے سواری کیواسطے حاصل ہوئی تو انکو بڑی تقویت ہوئی اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا اسباب ہاتھ آیا اب وہ سپاہ کو جمع کرکے کھمبات پر چڑھ گئے اور بغاوت کا ایک شور وغل ساری گجرات مین مچا دیا اور سب کارخانے تہ وبالا کر دیئے اس خبر کے سننے سے بادشاہ بہت غضب مین آیا اور گجرات پر خود چڑھنے کا ارادہ کیا۔ ہرچند قتلغخان نے معرفت ضیاء الدین برنی کے یہ پیغام بھجوایا کہ گجرات کی شورش دبانے کیواسطے میرا بھیجنا کافی ہوگا مگر اُس نے کچھہ نہ سُنا اور خود گجرات پر چڑھنے کا سامان کیا اور دلی کو ملک فیروز اپنے بھتیجے کو سپرد کیا اور خود سنہ ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء مین یہان سے روانہ ہوا۔ پندرہ کوس چلکر سلطان پور مین مقیم تھا کہ لشکر سب جمع ہوجائے کہ اس اثناء مین عزیز حمار کا عریضہ آیا کہ مین امیران صدہ کے دفع کرنے کے لئے لشکر کو مرتب کرکے روانہ ہوا ہون۔ اسپر بادشاہ کو یہ خطرہ ہوا کہ یہ ناتجربہ کار حمار ضرور اس لڑائی مین مارا جائیگا چنانچہ یہ خطرہ آنکھون کے سامنے آیا کہ جسوقت عزیز باغیون کے سامنے آیا ہاتھ پیر اوس کے چھوٹ گئے اور گھوڑے سے نیچے گرا اور امیران صدہ کے ہاتھ سے بہت بُری گت سے مارا گیا۔ اب بادشاہ سلطانپور سے بھی روانہ ہوا راہ مین بلا کر ضیاء الدین برنی سے کہنے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ میری اس سیاست سے یہ سارے فتنے برپا ہوتے ہین تو بتا کہ متقدمین نے سیاست کی کتنی قسمین لکھی ہین تو انہون نے عرض کیا کہ تاریخ کسرے مین یہ سات سیاستین لکھی ہوئی ہین اوّل جو شخص دین حق سے پھر جائے اُسکی سیاست لازم ہے۔ دوم عمداً خون ناحق کرے۔ سوم مرد زندار یا زن شوہردار زنا کرے۔ چہارم جو سلطان کے ساتھ غدر کا اندیشہ کرے۔ پنجم اہل فتنہ کا سرغنہ بنے اور فتنہ برپا کرے۔ ششم رعایا مین سے جو اہل بغاوت کی اعانت روپیئے یا ہتیارون سے کرے۔ ہفتم بادشاہ کے حکم کو ذلیل جانے اور ما وجب طاعت نہ کرے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اس مین کتنی قسمین موافق حدیث کے ہین۔ مولانا نے جواب دیا۔ کہ ان سات مین سے تین ارتداد قتل مسلم و زنائے محصنہ موافق حدیث ہین باقی چار سیاستین صلاح ملک سے مخصوص بادشاہون کے ہین تو اسپر

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانے کے لوگ بھولے بھالے سیدھے سادھے سچے ہوتے تھے اُن کے واسطے یہ سیاستین کافی تھین مگراب کے زمانے مین ایسے شریر مفسد اور مفتری لوگ ہین کہ اُن کے واسطے اِن میری سیاستون کا ہونا واجب ہے۔ اب خدا سے یہ دعا ہے کہ یا مجھے اس دُنیا سے اُٹھالے یا رعایا کے دلون کو فتنہ و شر سے خالی کردے۔ میرے پاس کوئی وزیر ایسا مدبر نہین کہ اپنی حسن تدبیر سے اس ملک کو سنبھال لے۔ اب بادشاہ گجرات کے متصل کوہ آبو پر پہونچا۔ اور وہان سے شیخ معزالدین کو باغیون کی سرکوبی کے واسطے بھیجا دیوی کے نواح مین لڑائی ہوئی اور باغیون کو ہزیمت ہوئی اور سب پراگندہ اور منتشر ہوگئے۔ ملک قبول اور عمادالملک وزیر ممالک بھڑوچ کے امیران صدہ کے ہمراہ باغیون کے تعاقب مین روانہ کیا۔ عمادالملک نے دریائے نربدا تک باغیون کو بھگادیا۔ اور جو امیر صدہ ہاتھ لگا اُسکو قتل کیا۔ اور اون کے بال بچون کو پکڑلیا۔ غرض جو زندہ امیر صدہ بچے وہ مانڈیو ضابطہ بگلانہ پاس بھاگ کر گئے اُس نے بادشاہ کے لحاظ سے اُنکو خراب خستہ کردیا۔ نربدا کے کنارہ پر عمادالملک چندے مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے حکم سے امیران صدہ کو قتل کرتا رہا اور جو باغیون مین سے تلوار سے بچ گئے تھے۔ اطراف مین آوارہ اور پریشان ہوگئے۔ اب بادشاہ بھڑوچ مین چندروز مقیم رہا اور تمام ملک گجرات اور کھنبات اور بھڑوچ سے اپنی باقی کا روپیہ بجبر وصول کیا۔ اور فتنہ پردازون کو اپنے کیفر کردار کو پہونچاتا رہا۔ اس طرح فتنہ خوابیدہ کو بیدار کرتا رہا۔ زین الدین رند کو جسکا خطاب مجدالدین تھا۔ اور پسر رکن الدین تھانیسری کو کہ چھٹا ہوا شریر تھا۔ دولت آباد مین اس غرض سے بھیجا کہ امیران صدہ مین سے اہل فساد کو گرفتار کرکے سزا دین۔ مگر پھر اس اپنے حکم سے خود ہی وہ پشیمان ہوا۔ اور اُس نے یہ چاہا کہ امیران صدہ کو خود بلاکر اپنے سامنے سزا دے۔ چنانچہ ملک علی جامدار اور ملک احمد لاچین کے ہاتھ عالم الملک برادر قتلغ خان کے پاس اِس مضمون کا فرمان بھیجا کہ جو امیران صدہ معروف اور مشہور ہون اُنکو حضور کے پاس بھیجدو اور اُن کے ہمراہ پندرہ سو سوار بھی کردو۔ عالم الملک نے حسب الحکم شاہی بیجاپور اور گلبرگہ وغیرہ مقامات سے امیران صدہ کو جمع کرکے اِن دونون امیرونکے ہمراہ کیا اور پندرہ سو سوار ساتھ کئے اِن امیرونکو سیاست سلطانی کا نہایت خوف تھا آپسمین مشورہ کیا کہ بادشاہ کا بلانا سوائے اس غرض کے نہین ہے

کہ وہ ہم کو مارے اس لئے کیا ضرور ہے کہ ہم گوسفندون کی طرح اس خونخوار قصاب بیرحم کے ہاتھ مین جائین اور ہاتھ پیر بند ہوا کر گلے پر چھری پھروائین بہتر ہے کہ الٹے پھر چلین اور بغاوت اور مخالفت اختیار کرین اور ہاتھ پیر ہلا کر جان دین - غرض یہ صلاح و مشورہ کرکے کوچ کیوقت ملک احمد لاچین کو مار ڈالا بیچارا ملک علی جاندار جان بچا کر الٹے پاؤن بھاگا اور دولت آباد مین ان امیران صدہ نے اپنا جھنڈا گاڑا اور عالم الملک کا محاصرہ کیا اور قلعہ کی سپاہ کو اونچ نیچ سمجھا سمجھو کر اپنا ساتھی کرلیا - عالم الملک کو جان سے نہ مارا مگر قید خانہ مین ڈالدیا - باقی کسی عمال کو نہ چھوڑا اور پھر رکن الدین تھانیسری کو بھی قتل کیا - اور سارے ملک مرہٹہ کو اقطاع مین تقسیم کیا - اور ہر ایک اقطاع کے ساتھ ایک امیر صدہ نامزد ہوا - اور سب اطراف کے امیران صدہ جمع ہو گئے اور جو جو بادشاہ سے برگشتہ خاطر تھے ان سب کا دولت آباد گویا مرجع بنگیا - رعایا بھی انہین کی ساتھی ہو گئی - اسمٰعیل مخ برادر کل یامل افغان بھی امیران صدہ مین سے تھا - اور نہایت مروت مزاج مین رکھتا تھا اور بڑا دانشمند بلند ہمت تھا اس کو اپنا بادشاہ بنایا - اور نصیر الدین اسکو خطاب دیا جب اس فتنۂ عظیم کی خبر بادشاہ کو بھڑوچ مین پہونچی - تو وہان سے کوچ پر کوچ کرتا ہوا دولت آباد مین آیا - امیران صدہ نے بھی لڑائی کیواسطے صفین باندہ کر استقبال کیا اور بڑی مردانگی اور جوانمردی سے لڑے مگر آخر کو شکست کھائی - پھر آپسمین یہ صلاح ٹھیرائی - کہ اسمٰعیل مخ تو اسقدر آدمیونکو ہمراہ لیکر قلعۂ دیوگڈہ مین چلا جائے کہ اسکی حفاظت کیواسطے کافی ہون اور باقی اور امیر اپنے اپنے اقطاع متعینہ پر چلے جائین اور اسی صلاح کیموافق عمل بھی کیا - اسمٰعیل مخ تو دیوگڈہ کے قلعہ مین چلا گیا وہان سب احتیاج بافراط موجود تھی اور اور امیر جن مین سے ایک حسن کانگوئی بھی تھا اپنے اپنے اقطاع کو روانہ ہوئے بادشاہ نے تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا - ان باغیونکے پکڑنے کیلئے عماد الملک کو گلبرگہ بھیجا غرض بادشاہ تین مہینے سے قلعہ کی تسخیر کیواسطے لڑ ہی رہا تھا اور یہ کام ختم نہ ہوا تھا کہ گجرات مین فساد عظیم برپا ہو گیا ملک طغی نے ان امیران صدہ کو کہ کوہستان مین تھے شریک کرلیا - اور نہروالہ مین آنکر ملک مظفر کو کہ شیخ معز الدین حاکم گجرات کا نائب تھا مار ڈالا اور سب عمال شاہی کو قید کرلیا اور کھنبات کو غارت کیا اور قلعہ بھڑوچ کو گھیر لیا - اس خبر کو سنتے ہی بادشاہ خود گجرات کی طرف دوڑا - اور قلعہ دیوگڈہ محاصرہ کا کام اور امیرون کے تفویض کیا - جب بادشاہ گجرات کو چلا تو دکھنیون نے تعاقب

کیا اور غزانہ اور ہاتھی بادشاہ کے لشکر سے چھین لئے اور بہت سے آدمیونکا کشت وخون کیا آخر سلطان بھڑوچ مین پہونچا اور دریائے نربدا کے کنارہ پر مقیم ہوا تو بھڑوچ کھنبات مین طغی چلا گیا۔ بادشاہ نے ملک یوسف کو اُسکے تعاقب مین بھیجا۔ کھنبات کی حوالی مین لڑائی ہوئی جسمین لشکر شاہی کو شکست فاش ہوئی ملک یوسف کی جان گئی بھاگی ہوئی فوج بادشاہ پاس دوڑی آئی۔ اسپر بادشاہ جھلا کر کھنبات پر بڑھا تو طغی وہان سے بھاگ اساول مین جسکو اب احمد آباد کہتے ہین چلا آیا۔ بادشاہ بھی اُسکے پیچھے دوڑا گیا نہروالہ مین طغی بھاگ آیا۔ بادشاہ کو بارش کی کثرت کی سبب سے ایک مہینہ احمد آباد مین رہنا پڑا۔ اس عرصہ مین خبر آئی کہ طغی اپنی جمعیت درست کرکے بادشاہ سے لڑنے کیواسطے احمد آباد آتا ہی۔ بادشاہ بھی اُسکی طرف روانہ ہوا۔ دونون مین لڑائی ہوئی اور طغی باغی شکست کھا کر بھاگا اور فرصت پاکر ملک سندھ مین ٹھٹھہ مین چلا گیا۔ اب بادشاہ گجرات مین آیا اور نہروالہ مین رہا اور خوب انتظام کیا اب یہ فساد فرو ہوا۔ مگر اور گل کھلا۔ امیران صدہ کا پھر اجتماع ہوا۔ اور حسن کانگوئی سرگروہ بنا اور عماد الملک بادشاہ کے داماد کو قتل کرڈالا۔ اور تمام اُسکی سپاہ پریشان کردی اور سارے دکن پر قبضہ و تصرف کرلیا۔ حاکم مالوہ کو اپنا شریک بنالیا۔ دیوگڈہ کا محاصرہ جو امیر کررہے تھے انکو بھی نکال باہر کیا اور اسمعیل مخ دولت آباد سے باہر آکر شریک مجمع ہوا۔ مگر سلطنت سے مستعفی ہوا سب امیران صدہ نے بالاتفاق حسن کانگوی کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور سلطان علاء الدین خطاب دیا یہ سب خبرین سُن سُنکر بادشاہ متردد ہوا اور سمجھہ گیا کہ اب سلطنت ہاتھ سے گئی اور حسن کانگولی سے لڑنے کیواسطے دہلی سے لشکر بلایا جب یہ لشکر بادشاہ پاس پہونچا تو حسن کانگوئی پاس جمعیت فراوان جمع ہوگئی تھی۔ اسلئے اس لشکر کو وہان لڑائی پر نہ بھیجا اور یہ ارادہ ہوا کہ گجرات کی مہم سے انفراغ کلی حاصل کیجئے اور کرنال جسکو اب جونہ گڈہ کہتے ہین مسخر کیجئے پھر خاطر جمع سے حسن کانگولی سے لڑئے ان ترددات مین ایکدن بادشاہ نے ضیاء الدین برنی کو بلایا۔ اور فرمایا کہ میرا ملک ایسا مریض ہوگیا ہی کہ ایک مرض جاتا ہی دوسرا آتا ہی اگر درد سر گیا بخار چڑھا اور بخار اترا تو پیٹ مین سدہ پڑا کسی عنوان صحت نہین پاتا تو نے بہت کچھہ تاریخین دیکھی ہین بتا کہ متقدمین نے کیا اس مرض کا علاج لکھا ہے ضیاء الدین برنی نے عرض کیا کہ حضور اس مرض کے نسخے بہت لکھے ہوئے ہین دو اُن مین سے عرض کرتا ہون۔ اول یہ کہ جب بادشاہون نے دیکھا کہ بغاوت اور انحراف کا مرض

متعدی رعایا مین پیدا ہوا تو انہون نے سلطنت سے ہاتھ اٹھا لیا اور اپنی اولاد مین جسکو لائق و فائق جانا تخت پر بٹھا دیا اور اپنی زندگی گوشۂ عزلت مین چند جلیسون کے ساتھ بسر کی۔ دوسرا نسخہ یہ ہو کہ عیش و عشرت مین ایسے بدمست ہو گئے کہ انکو خبر نہو گی کہ رعایا کس مرض مین مبتلا ہو۔ امیرون نے وزیرون نے جو چاہا سو کیا غرض ان نسخون مین سے اکثر ایک ایک نسخہ رعایا کے مزاج کیموافق پڑا ہو۔ امراض ملکی مین بادشاہ کے واسطے بڑا مرض مہلک یہ ہو کہ خاص و عام اُس سے برگشتہ ہو جاوین جب ضیاء الدین برنی یہ کہہ چکا تو بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ملک کا علاج میری آرزو کیموافق ہو گیا۔ گو میرا کوئی بیٹا ایسا نہین کہ میرا قایم مقام ہو سکے مگر مین دلی کی سلطنت سلطان فیروزشاہ اور ملک کبیر اور احمد ایاز کو حوالہ کرونگا اور خود مکہ معظمہ چلا جاؤنگا۔ مگر ان دنون مین خلق مجھسے آزردہ ہو اور خلق سے آزردہ ہون مین اُسکے مزاج سے اور وہ میرے مزاج سے آگاہ ہے اُسکا علاج میرے نزدیک تلوار ہے جس سرکش کو مخالف اپنے مزاج کے دیکھونگا اُسکا سر اوڑاؤنگا۔ اس کے سوا مجھے کوئی دوا یاد نہین خلقت اپنی بغاوت سے جب تک باز نہ رہے مین سیاست سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا۔ ہرچہ شدنی است گو بشو مصرع شود شود نشود گو مشو چہ خواہد شد اب بادشاہ کو دو برس گجرات مین رہنا پڑا اول سال مین لشکر کی آراستگی اور ترتیب مین مصروف رہا۔ دوسرے سال مین کرنال کے تسخیر کا کام رہا۔ یہان سب مقدمون اور رعایا نے اطاعت اختیار کی اور راجہ کچھہ بھی بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا مین اختلاف ہے کہ حصار کرنال بھی فتح ہوا یا نہین اب بادشاہ کوندل مین کہ کرنال سے پندرہ کوس ہے مریض ہوا اور کوندل مین بادشاہ پہونچا تھا کہ ملک کبیر نے دہلی مین انتقال کیا اور خواجہ جہان اور عماد الملک نائب وزیر الممالک کو دہلی مین بھیجا اور مخدوم زادہ اور خداوند زادہ کو دہلی سے کوندل مین بلایا۔ جب بادشاہ کوندل مین آیا تو یہ لشکر معہ اہل و عیال وہان آ پہونچا اور بادشاہ کو آرام بھی ہو گیا۔ دیبال پور اور ملتان اور راجہ اور سیوستان سے کشتیان ٹھٹہ کی جانب طلب کین اور کوندل سے روانہ ہوا۔ اور دریائے سندھ سے عبور کیا اور اس وقت التون بہادر بھی پانچہزار سوار مغل ہمراہ لیکر امداد کے لئے آ پہونچا۔ بادشاہ اس لشکر کو لیکر ٹھٹہ کی جانب اس ارادہ سے چلا کہ قوم سومرہ کو جنہون نے طغی باغی کو پناہ دی تھی استیصال کرے کہ ایک دن مچھلی کھائی اس سے بخار نے پھر معاودت کی۔ خدا خدا کر کے

ٹھٹہ مین پہونچا کہ ۲۱ محرم ۷۵۲ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ع کو اجل کا حکم نامہ پہونچا حالت نزع مین یہ اشعار زبان پر تھے۔ اشعار

بسیار درین جہان چمیدیم	بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپان بلند بر نشستیم	ترکان گران بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط آخر	چون قامت ماہ نو خمیدیم

یہ بادشاہ ستائیس برس سلطنت کر گیا اور اپنی یادگار چھوڑ گیا کہ بنی آدم مین ایسے آدمی بہی ہوتے ہین کہ پرلے درجہ کے فضایل اور رذایل جن کی ذات مین جمع ہوتے ہین وہی ایک آدمی ہو کہ اپنے در دولت پر ہر روز غریبون اور محتاجون کو دولتمند کرے اور وہی آدمی ہو کہ ہر روز بیگناہون کے کشتون کے پشتے اپنے دروازہ پر لگایا کرے۔

محمد تغلق کے عہد مین مسلمانون کی وسعت سلطنت

طالب علمون کو ہمیشہ اس بات مین غور کرنی چاہیے کہ جسوقت کوئی نیا بادشاہ ہو تو دل مین سوچین اور نقشہ مین دیکھین کہ اس وقت کسقدر ملک اُس کے تصرف مین تہا اور جب مرا تو کس قدر چھوڑ مرا۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اُس کی سلطنت کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس بادشاہ کی آغاز سلطنت مین دریاے سندہ کے مشرقی جانب مین جیسی مسلمانون کی سلطنت وسیع اور فراخ ہوئی ایسی کبہی کسی اور بادشاہ کے زمانہ مین نہین ہوئی مگر آخر عہد مین اُسکی عملداری سے جو صوبے نکل گئے وہ اورنگ زیب کی سلطنت تک پہر قبضہ مین نہ آئے جن صوبونمین بغاوت نہین ہوئی تہی وہان بہی بادشاہی حکومت کو ایسے صدمے پہونچے کہ مغلون کی سلطنت تک پہر نہ پنپی اس کے کئی سبب معلوم ہوتے ہین۔ اول ترکون کے عہد مین جو ایک قوی اتحاد نمک حلال اور دولت خواہ صوبہ دارون اور بادشاہون کے درمیان تہا خلجیون اور ترکون کے عناد فساد سے جاتا رہا۔ دوم سلطنت وسیع ہو گئی تہی مگر فوج بادشاہ کے قابو مین نہ تہی یہ سچ ہے کہ بادشاہ جہان جاتا وہان فتح پاتا۔ مگر جہان سے دُور فاصلہ پر ہوتا وہین جھگڑا کھڑا ہوتا۔ سوم رستون اور راہون کا انتظام کچہہ نہ تہا۔ سارا ملک بے امن و امان تہا۔

جان و مال کی حفاظت نہ تھی۔ غرض اس وسعت سلطنت سے مسلمانون کی حکومت کا حال ایسا ہو گیا کہ جیسا کوئی آدمی بہت موٹا ہو کر ایسا لتھڑ پتھڑ ہو جائے کہ کوئی عضو اس کے قابو مین رہے ایک اور بات اس بادشاہ کی سلطنت سے سمجھنی چاہیئے کہ مشرقی ملکو مین اسبات کا بہت کم خیال ہوتا ہے کہ وہ بدکردار اور ستمگار ظلم شعار بادشاہونکے پنجے سے رہائی حاصل کرین نہایت صبر و تحمل سے اُسکے ظلمونکو وہ سہا کرتے ہین اور کان نہین ہلاتے اگر یہ عادت یہان نہوتی تو کیون ایک آدمی کے بدنظم اور ظالم ہونے سے ایسی مصیبتین اور نقصان لوگ اٹھاتے۔

ابن بطوطہ نے جو ہندوستان مین پایا ہے اُنکا اور ہندوستان کا حال لکھا ہے

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم اللواتی الطنجی المعروف بابن بطوطہ اور بلاد شرقیہ مین معروف بہ شمس الدین ایک نامور سیاح افریقہ کا رہنے والا تھا جس نے زمین کا طواف کیا اور بہت ملکون اور شہرون کو دیکھا بہت قومون سے ملا چلا کل ایشیا کو چھان مارا عرب و عجم کی سیر کر کے ہند مین اپنا قدم رکھا یہان کے بادشاہ کی خدمت مین آیا عہدہ قضا پایا اس نے ایک کتاب مسمی تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار جس کو ہم کتاب رحلۃ ابن بطوطہ یعنی سفرنامہ ابن بطوطہ کہتے ہین تصنیف کی جس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے صدہا امصار و دیار کا سلاطین و امراء و علماء و اولیاء کبار کا اور عجائب و غرائب اشیاء کا بیان کیا ہے اور اسنے جو ہندوستان اور اُسکے بادشاہ سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا بیان لکھا ہے اسکو انگریزی مورخ نہایت معتبر اور سچ جانتے ہین۔ چنانچہ الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند مین تحریر کرتے ہین کہ افریقہ مین جا کر ابن بطوطہ نے یہ حال لکھا ہے کہ یہان اسکی کوئی اپنی ذاتی غرض جھوٹ ملانے کی تھی اسلئے اُسنے صحیح اور درست بے کم و کاست لکھا ہے یہ کہنا صرف ان کا خیال ہے۔ اُس نے جو مفصل حالات بیان کئے وہ اور محقق مورخون کے بیانات تاریخی کے ساتھ بہت کم ملتے جلتے ہین اور مطابقت نہین کھاتے۔ لیکن اس کے بیان کے طرز سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اسکا یقین ہوتا ہے افریقہ مین اپنے گھر کے اندر بیٹھ کر وہ حالات نہایت احتیاط و خوبی سے لکھے ہین جو بیان اسکو تحقیق کرنے سے اور معتبر اور باخبر آدمیونکی ملاقاتون اور گفتگو ون مین معلوم ہوئے

ہونگے بیشک اُس نے یہان ایسے واقعات اور حالات اور رائین سُنے ہونگے جن کے کہنے والے انکے لکھنے کی اور اشاعت کرنیکی خود جرآت نہ کرتے تھے مگر اُسنے انکا بیان بے باکانہ اور دلیرانہ بغیر اس کے کیا ہی کہ عام رائے و فیصلہ کی معیار امتحان پر اُنکو کسا ہو چنانچہ اس بیان کی صداقت ان بیانوں سے جو اوپر لکھے ہین ہوتی ہی مقدمہ مین اس سفرنامہ اور سیاحون کے سفرنامہ سے ایک بحث لکھی ہی اسے دیکھو

ابن بطوطہ کا ہندوستان مین انا

یہ لکھا ہی کہ غرہ ماہ محرم کو جسے آغاز ۷۳۴ھ ۱۳۳۳ء کا ہوتا ہے وادی سند مین جو پنجاب مین مشہور ہے مین آیا یہ وادی دنیا کے وادیون مین سب سے بڑا ہے اور موسم گرما مین سے ملک ہند مین زرعت اسی طور سے ہوتی ہے جس طور سے کہ مصر مین دریاء نیل سے اسی دریا سے سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا آغاز ہوتا ہے۔ مخبر جو یہان متعین رہتے ہین میرے پاس آئے اور انہون نے ملتان کے امیر سر تیز کو جو سلطان کی طرف سے یہان حاکم ہے میرے آنیکی خبر لکھی مین سیوستان مین اتما تھا جسکا فاصلہ ملتان سے دس دن کا رستہ تھا۔ اور دار السلطنت دہلی کا فاصلہ سند سے پچاس دن کا رستہ تھا مگر برید (ڈاک) کے ذریعہ سے میرے آنے کی خبر سلطان کو پانچ ہی روز مین ہوگئی۔

برید یعنی ڈاک کا بیان

برید یعنی ڈاک ہندوستان مین دو قسم کی چلتی ہی ایک برید الخیل یعنی گھوڑے کی ڈاک ہے جسکا نام الوالاق یا[1] اولاق ہے کل مسافت مین چار چار میل پر گھوڑون کی چوکیان ہین یہ ڈاک سلطان کیواسطے ہی دوسرے برید الرجالہ یعنی پیدل قاصدون کی ڈاک ہے ایک میل کی مسافت مین اسکی تین چوکیان ہوتی ہین اور اسکو داوہ کہتے ہین اور میل کو کردہ (کوس) یہان کہتے ہین اور ان چوکیون کی ترتیب یہ ہی کہ ایک کوس کے اندر تین گانون آباد ہین اور اس کے باہر تین تے یعنی خیمے لگے ہوتے ہین جنمین قاصد چلنے کے لئے تیار رہتے ہین وہ اپنے کمرون کو کستے ہین اور اپنے ہاتھون مین اور ایک مقرعہ (چابک) دو درع لمبا لیتے ہین جس کے سرے پر تانبے کے گھونگرو لگے ہوتے ہین جب قاصد چلتے ہین تو ایک ہاتھ مین خطوط لیتے ہین اور دوسرے ہاتھ مین چابک جسکی آواز دوسری چوکی پر جہان قاصد کے کان مین پہونچی فوراً چلنے کو تیار ہوتا ہے اور دوسرے قاصد سے خطوط کو لیکر جسقدر جلد چل سکتا ہے چلتا ہے اور چابک کو ہلاتا جاتا ہے

[1] الق کو بگاڑ کر اولاق اور دوان کو بگاڑ کر داوہ بنایا ہی ولق کے معنی عربی مین تیز روی اور پیوستہ چلنے کے ہین اور دوان کے معنی فارسی مین دونے کے ہین ۱۲

خطوط منزل مطلوب پر پہونچتی ہین یہ قاصدون کی ڈاک گھوڑون کی ڈاک سے زیادہ تیز رو تھی۔ اسی ڈاک کے ذریعہ سے خراسان کے میوے جو ہندوستان مین بڑے نامور سمجھے جاتے تھے انکو طباقون مین قاصد بند کرکے دہلی کے بادشاہ پاس پہونچاتے تھے۔ معزز خطاوار مجرم قیدی ایک سریر پر بٹہائے جاتے تھے اور اُنکے سر پر برقعہ اوڑہایا جاتا تہا اور یہ سریر قاصدون کے سر پر رکہا جاتا تہا اس طرح وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہیجے جاتے تھے۔ سلطان کے لئے گنگا کا پانی پینے کے لئے چالیس دن کے رستہ سے لایا جاتا تہا جو کوئی اجنبی مسافر سلطان کی عملداری مین آتا تو اس ڈاک کے مخبر خبر بہیجتے کہ فلان شخص آیا ہے جس کی صورت اور لباس ایسا ہی اس کے ساتھ مصاحب غلام وخادم ودواب اتنے ہین اور اس کے قیام وسفر کی ترتیب اس طرح ہے اور اسکا خرچ اتنا ہے ان باتون کی تفصیل مین کوئی بات چہوڑی نہین جاتی۔ جب ملتان مین جو ملک سندہ کا قاعدہ الملک ہے یہ مسافر پہونچتا تو اُسکو یہان جتبک قیام کرنا پڑتا کہ حکم شاہی آگے بڑہنے کا اور دربار شاہی مین حاضر ہونیکا آتا اور اس کے ساتھ یہ بہی لکہا آتا کہ اس مہان مسافر کی ضیافت حسب حیثیت اُسکے کی جائے گو یہ نہ معلوم ہو کہ اسکا حسب کیا ہے اوسکا باپ کون ہے ابو مجاہد محمد شاہ کی عادت یہ ہے کہ وہ غریب الوطن کے ساتھ اکرام ومحبت کرتا ہے اور اپنی ولایت مین اُنکو مناصب جلیلہ ومراتب نبیلہ پر ممتاز ومخصوص کرتا ہے اکثر اسکے خواص حجاب ووزراء وقضاۃ اور داماد غریب الوطن ہی ہین دربار شاہی مین جب اجنبی مسافر جائیگا تو اُسکو ضرور ہے کہ وہ کوئی ہدیہ نذر مین پیش کریگا۔ اُس کے عوض مین سلطان نذر سے دوچندسہ چند قیمت خلوت میں دیگا۔ سلطان کی یہ عادت ایسی مشہور ہوگئی ہے کہ ملک سندہ وہند کے تجار جو مسافر آتا ہے اُسکو سلطان کی نذر کے لئے ہزارون دینار قرض دیدیتے ہین اور جن ہدیونکو سلطان کی نذر مین وہ دینا چاہتا ہے وہ اور گہوڑے اونٹ اور اسباب متاع اور خادم سب کچہ مہیا کردیتے ہین جب یہ غریب الوطن بادشاہ کو نذر دیتا ہے اور اُسکے عوض مین عطایا گران بہا پاتا ہے تو وہ تجار کا کل قرض ادا کردیتا ہے اور اُنکے حقوق ایسے ادا کرتا ہے جس سے ان تجار کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ غرض جب مین نے یہ عادت مستمرہ دیکہی اور بلاد سندہ مین وارد ہوا تو مین نے بہی اسی طریقہ کو اختیار کیا کہ تجار سے گہوڑے اور اونٹ اور غلام وغیرہ خریدے۔ محمد الدوری ایک تاجر عراقی اہل تکریت سے تہا۔ اُس سے

مین نے شہر غزنین مین تیس گھوڑے اور اونٹ خریدے۔ اس تاجر نے اُنکی قیمت مجھسے ایسی لی کہ جس کے سبب اُس کو فائدہ عظیم ہوا۔ اور بڑے تاجرونمین ہو گیا۔

دریاے سند کے عبور کرنے کے بعد مین شہر جنانی مین آیا۔ دریاے سند کے کنارہ پر یہ شہر نہایت خوبصورت ہے اور اس مین بڑے بڑے بازار عمدہ ہین اور یہان کے باشندون مین ایک گروہ سامرہ (سومرہ) کا ہے جو یہان مدت سے آباد ہے۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین جب ملک سند فتح ہوا ہے تو فتح سندہ کی تاریخ مین لکھا ہے کہ اُنکے باپ دادا یہان آباد ہوئے تھے جنکی اولاد یہان بڑہ کر ایک بڑا گروہ بن گیا انکا نام سامرہ مشہور ہے نہ وہ کسیکے ساتھ کھاتے مین نہ اپنے کھانے کو کسی کو دیکھنے دیتے ہین نہ وہ غیر قومون سے خود شادی بیاہ کرتے ہین اور نہ اورون کو وہ اپنے ہان بیاہ کرنے دیتے ہین اس زمانہ مین انکا جو امیر ہے اسکا نام انار ہے۔

وہ کہتا ہے کہ جب مین دار السلطنت ہند دہلی مین آیا تو بادشاہ دس دن کی راہ پر قنوج مین گیا ہوا تھا اس لئے بادشاہ کی حضرۃ والدہ مخدومہ جہان کی خدمت مین گیا بادشاہ کا وزیر خواجہ جہان تھا جب بادشاہ کو میرے آنیکی خبر بھیجی گئی تو تین دن مین ڈاک مین جواب آگیا۔ پھر تو میری زیارت کے لئے بڑے بڑے امیر وزیر فقیہ عالم آئے۔ مینے دیکھا کہ دہلی ایک مشہور عظیم الشان شہر ہے اور اس مین دونون حسانت اور خصائت موجود ہین اور اسکے گرد ایسی فصیل ہے کہ دنیا مین اسکی نظیر نہین ہے اور مشرق مین اسلام کے شہرون مین کوئی شہر دہلی سے بڑا نہین ہے۔

دہلی کے اوصاف

شہر دہلی بہت وسیع اور نہایت آباد شہر ہے اسمین چار شہر آپسمین ملے جلے ایک دوسرے کے ہمسایہ مین ہین اول دہلی یہ شہر قدیمی ہے جسکو ہندؤون نے آباد کیا تھا اسکو مسلمانون نے ۵۸۴ھ مین فتح کیا ہے۔ دوم سیری جسکو دار الخلافہ بھی اس سبب کہتے ہین اسکو مستنصر العباسی کے پوتے غیاث الدین کو جب وہ یہان آیا تھا سلطان نے دیدیا تھا۔ اس شہر مین سلطان علاء الدین اور اُسکا بیٹا قطب الدین رہتے تھے۔ سوم تغلق آباد ہے جو اُس سلطان الہند کے

کے باپ نے آباد کیا تھا جس کے دربار مین ہم آئے ہین - چہارم جہان پناہ اسی سلطان محمد تغلق نے آباد کیا ہے اس بادشاہ کا ارادہ ہوا تھا کہ ان چارون شہرون کے گرد فصیل بناکر ایک شہر بنادے اور خود اسمین رہے کچھہ حصہ اُس نے بنوایا لیکن خرچ عظیم کے سبب سے فصیل نہ بنی

دہلی کی فصیل اور اُس کے دروازے

دہلی کے گرد جو فصیل ہی وہ اپنا جواب نہین رکھتی - گیارہ گز کی دیوار عریض ہی اُسکے اندر مکانات بنے ہوئے ہین جنمین دروازونکے محافظ اور رات کے چوکیدار رہتے ہین اور انہین مین غلون کے مخازن ہین جنکو انبار کہتے ہین اور انہین مین مخازن اسباب جنگ اور مخازن مجانیق و رعد رہتے ہین انمین غلہ مدتون تک نہین بگڑتا - انمین چاول کالے ہو گئے تھے مگر مزے مین کچھہ نہین بگڑے تھے یہی حال اور اناجون کا تھا سلطان بلبن کے عہد سے جبکو نوّے برس گذرتے ہین غلونکی بھرتی ہوتی ہی - اس فصیل کے اندر گھوڑے اور پیدل شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکتے ہین اس کے اندر شہر کی طرف کھڑکیان روشنی کے لئے بنی ہوئی ہین اسکا نیچے کا حصہ پتھر کا اور اوپر کا اینٹ کا بنا ہوا ہے اور کثرت سے برج نزدیک نزدیک بنے ہوئے ہین اور اس شہر کے اٹھائیس دروازے ہین جنمین سے سب مین بڑا بداؤن دروازہ ہے اور اسی طرح اور دروازونکے نام ہین

دہلی کی جامع مسجد

دہلی کی جامع مسجد بڑی وسیع ہے اور اُسکا احاطہ اور چھت اور فرش بالکل سنگ سفید سے بنا ہوا ہی جو نہایت عمدہ طرح سے تراشا گیا ہی اور سیسے سے جوڑا گیا ہی اور کہین کہین لکڑی کا نام نہین ہے اسمین پتھر کے بنے ہوئے تیرہ گنبد ہین محراب سنگین ہین اسمین چار صحن ہین اور عین وسط مین ایک گول مینار ہی جو یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس دھات کا بنا ہوا ہی - بعض حکمانے ساتون دھاتون کو آمیزش کرکے ہفت جوش بنایا ہی اور اُس سے اس مینار کو بنایا ہی اگر کہین سے اسکو انگلی کی برابر جلا کرو تو اسمین بجلی کی چمک نظر آتی ہی - لوہا اسپر اثر نہین کرتا طول اسکا تین درع ہی اور اُسکا دَور آٹھہ درع اور مسجد کے ورع اور مسجد کے دروازون مین سے شرقی دروازہ پر دو بڑے بت زمین پر پڑے ہوئے ہین جو مسجد کے آنے جانیوالون کے پانون تلے آتے ہین یہان پہلے بتخانہ

بنایا ہے اور اُس مین پچی کاری کا کام کیا ہے اور سونے سے منقش کیا ہو اتنا اونچا ہو کہ ہاتھی اُس کے اندر آسکتا ہے اُس کو معز الدین بن ناصر الدین ابن سلطان غیاث الدین بلبن نے تعمیر کرایا ہو صحن جامع مین بڑا ایک اور عبادتخانہ بنانا چاہا تھا تہائی بنا تھا کہ پھر وہ چھوڑ دیا گیا سلطان محمد تغلق نے اُس کے پورا بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر پھر اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ یہ عبادتخانہ بھی عجائبات دنیا سے ہے گو وہ تہائی بنا ہوا ہے مگر ارتفاع مین سب سے بلند ہے۔ اِسپر چڑھ کر سارا شہر نظر آتا ہے اور نیچے بڑے آدمی بچون کے سے نظر آتے ہین سلطان قطب الدین نے بھی سیری مین ایسی مسجد جامع بنانیکا ارادہ کیا تھا اور اُسکو سفید و سیاہ و سُرخ و سبز پتھرون سے بنانا شروع کیا تھا مگر اُسکے احاطہ اور محرابین بننے پائی تھین کہ سلطان قتل ہو گیا سلطان محمد تغلق نے اُسکے پورا بنانیکا ارادہ کیا تہا مگر اس سبب سے کہ ۳۵ لاکھ روپیہ اس مین خرچ ہوتا نہ بنایا یا اُس کو منحوس اس سبب سے سمجھ کر کہ بانی اول قتل ہوا تھا چھوڑ دیا۔ اگر یہ مسجد پوری تعمیر ہو جاتی تو دنیا مین اُسکا جواب نہ ہوتا۔

دو حوضون کا بیان

دلی سے باہر دو حوض تھے جنمین سے ایک حوض سلطان شمس الدین التمش سے منسوب ہے اسی کا پانی جو برسات مین بھرتا ہے سارا شہر پیتا ہو اسکا طول دو میل و عرض اس سے آدھا ہو غربی جہت مین اس کے پتھر کے مکانات مثل دکانون کے بنے ہوئے ہین جنکے ایک درجے مین پانی جاتا ہو اور کل دکانون پر سنگین گنبد بنے ہوئے ہین جنمین لوگ بیٹھ کر تفریحاً سیر دیکھتے ہین وسط حوض مین ایک بہت بڑا گنبد منقش پتھرون کا بنا ہوا ہو اور اس کے دو طبق ہین جب پانی کی کثرت ہوتی ہو تو کوئی بغیر کشتی کے اُسکے پاس نہین جاسکتا جب پانی کم ہو جاتا ہو تو اُسمین آدمی جاتے ہین اُسکے اندر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اور اس مین اکثر اوقات وہ فقیر گوشہ نشین ہوتے ہین جو دنیا سے انقطاع اور اللہ پر توکل کرتے ہین اور اس کی اطراف مین جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اسمین نیشکر و کھیرا ککڑی خربوزہ تربوز کی زراعت ہوتی ہے یہ میوے شدید الحلاوۃ اور صغیر الجرم ہوتے ہین دہلی اور دار الخلافۃ کے درمیان حوض خاص ہے جو اس حوض شمسی سے بڑا ہے اور اُس کے چارون طرف چالیس گنبد ہین اور اس کے گرد اہل طرب رہتے ہین اسلئے طرب آباد اُنکے رہنے کی جگہ کو کہتے ہین اس مین بڑے بڑے بازار ہین اور جامع مسجد کے سوا اور

مسجدین کثرت سے ہین مجھ سے لوگون نے کہا کہ جو عورتین گانیوالی اسمین رہتی ہین وہ رمضان کے مہینے مین تراویح پڑھتی ہین اور مسجدون ہین اُن کی جماعت ہوتی ہے اور اُنمین سے ایک عورت امام ہوتی ہے اور اسکی مقتدی کثرت سے عورتین ہوتی ہین جو مرد گانے والے ہین انکو مین نے خود ایک شادی مین دیکھا کہ جسوقت نماز کا وقت آیا تو اُنھون نے اوسیوقت وضو کرکے نماز پڑھی ۔

مزارات کا ذکر

ان مزارون مین سے ایک مزار حضرت شیخ الصالح قطب الدین بختیار ککی کا ہی وہ ظاہر البرکۃ کثیر التعظیم ہے ۔وجہ تسمیہ ککی کی یہ ہے کہ جب قرضدار اپنے قرض کی شکایت لیکر اور فقیر اور آدمی جنکی لڑکیان جوان ہوگئی تھین مگر وہ اُن کے جہیز کا سامان نہین کرسکتے تھے اپنی احتیاج لیکر حضرت کے پاس آتے تو وہ انکو چاندی سونے کے کعک دیتے تھے اسی سبب سے حضرت کا نام ککی رحمت اللہ علیہ ہوگیا ۔کعک معرب کاک کا ہے جس کے معنی ہین خشک آٹے کی روٹی بغیر دودھ وگھی کے یہ کاک اب بھی وہان ملتی ہین غرض پہلے وہان کاک سونے یا چاندی کا ملتا اب خشک آٹے کا ۔

ابن بطوطہ نے جو سلطان ابو المجاہد محمد شاہ کا حال لکھا ہے ہمین سے انتخاب کرکے لکھتے ہین ۔

وصف سلطان محمد تغلق

وہ لکھتا ہے کہ عطا کے دینے مین اور دماء (خون) کے بہانے مین سب آدمیون سے بڑھا ہوا ہے اُسکا دروازہ کسی روز اس سے خالی نہین رہتا کہ کوئی فقیر غنی نہ ہو اور کوئی زندہ آدمی مردہ نہ بنایا جائے اُس کے کرم اور شجاعت کی مجرمون پر غیظ وغضب کرنے کی اور اُنکے قتل کرنے کی حکایات خلق مین مشہور ہین ۔باوجود اشد الناس ہونے کے وہ متواضع بھی ہے اور عدل وحق کیلئے اکثر تشدد کرتا ہے کل شعائر دین کو وہ محفوظ رکھتا ہے ۔احکام صلوٰۃ مین اشتداد کرتا ہے اور تارک الصلوٰۃ پر بڑی عقوبت رکھتا ہے ۔اُن بادشاہون مین سے تھے جنکی سعادت شاذ ونادر اور جنکی کامیابی خرق عادت ہوتی ہے مگر سخاوت کی صفت اُسکی اور تمام صفات پر غالب ہے اس کی جُود کی برابر کسی اور پہلے بادشاہ کی سخاوت نہین سُنی ۔مین خدا کو گواہ کرکے کہتا ہون کہ مین اسکی سخاوت کا حال سچا سچا آگے بیان کرونگا گو آدمیون کو وہ خرق عادت معلوم ہو اور اُسپر یقین نہ آئے ۔

ذکر بادشاہ کے ابواب مشور و آرایش گاہ کی ترتیب کا

سلطان نے دہلی مین دار سرا بنائی ہے اُس کے ابواب (دروازے) بہت سے ہین باب اول پر سپاہ متعین ہے اور وہان نفیری و ڈہول و قرنا بجانے والے رہتے ہین جب کوئی امیر کبیر آتا ہے تو ان باجون کو بجاتے ہین اور انہین کی آواز مین کہتے ہین کہ فلان فلان شخص آیا ہے یہی حال باب دوم و سوم کا ہے۔ باب اول کے باہر دکانین ہین جہان جلاد کہڑے رہتے ہین اور آدمیون کو قتل کرتے ہین۔ عادت یون ہی کہ جب سلطان کسی کے قتل کا حکم دیتا ہے تو وہ اسکو باب المشور پر قتل کرتے ہین اور لاش کو تین روز تک یہین پڑا رکہتے ہین باب اول اور دوم کے درمیان ایک بڑی دہلیز ہے اور اُسکی ایک جہت مین دکانین ہین جنہین اہل النوبت حفاظ ابواب کہڑے رہتے ہین اور دوسرے دروازہ پر بواب کہڑے رہتے ہین اور باب دوم و سوم مین دکان کبیر ہے جنہین نقیب لنقبا کہڑا رہتا ہی۔ اُس کے ہاتہہ مین سونے کی جریب ہوتی ہے اُس کے سر پر کلاہ زرین مرصع بجواہر جس کے اوپر مورون کے پر لگے ہوئے ہوتے ہین اور جو نقیب اُسکے پاس ہوتے ہین اُن مین سے ہر ایک کے سر پر دستار زرین اور کمر مین پٹکا اور ہاتھ مین کوڑا جسکا دستہ سونیکا یا چاندیکا ہوتا ہے اس باب ثانی کا فضا باب مشور تک ہی اور بڑا وسیع ہی اسمین آدمی کہڑے رہتے ہین۔ باب ثالث پر دکانین ہین اسمین کتاب لباب اور معزز آدمی کہڑے رہتے ہین کوئی شخص اس دروازہ مین نہین داخل ہوتا جو بادشاہ کی آنکھون کے سامنے نہین آتا۔ ہر شخص کے واسطے اُس کے اصحاب و رفیقون کی تعداد مقرر ہے کہ وہ اُنکو ساتھ لیکر داخل ہو۔ بس جو شخص اس دروازہ پر آتا ہی اُسکو کتاب لکھتا ہی۔ کہ فلان ساعت مین فلان شخص ان کو آخر ساعت تک آئے بعد عشاء کے سلطان جلوہ افروز ہوتا ہے جو کچہہ حال گذرتا ہے وہ بہی لکھا جاتا ہے اور ابناء الملوک جو سلطان پاس آتے ہین وہ بہی لکھے جاتے ہین اور اُنکے عوائد بہی۔ جو شخص تین روز تک خواہ کسی عذر کے سبب یا بغیر عذر کے غیر حاضر رہتا ہے وہ پہر اس دروازہ پر بغیر سلطان کے حکم نہین داخل ہو سکتا۔ اگر کسی شخص کا مرض یا کسی اور عذر کے سبب آنا نہین ہوتا تو جب وہ آتا ہے تو سلطان کی خدمت مین مناسب ہدیہ پیش کرتا ہے۔ سلطان کی خدمت مین جو سفیر و فضلا آتے ہین وہ مصحف و کتاب یا مثل اُس کے

اور کوئی چیز اور جو فقرا آتے ہین مُصلّے و تسبیح و مسواک اور جام آتے ہین وہ گھوڑا اونٹ ہتیار سلطان کو نذر دیتے ہین باب ثالث کا فضا قصر ہزار ستون تک پہیلتا ہی۔ وجہ تسمیہ اس قصر کی یہ ہی اس مین ہزار ستون چوبی ہین اور اسکی چہت بہی چوبی ہی اور اسپر نہایت عمدہ نقش و نگار بنے ہوئے ہین اُس کے نیچے آدمی بیٹھتے ہین اور بادشاہ جلوس عام کرتا ہے۔

جلوس عام مین آدمیون کے نشست برخاست کی ترتیب

یہ جلوس اکثر عصر کے بعد ہوتا ہے کبھی کبھی اول روز مین بہی۔ ایک مصطبہ (چبوترہ) جسپر سفید فرش بچھا ہوتا ... اور اُسکے پیچھے کی طرف بڑے بڑے گاؤ تکیے اور دائین بائین چھوٹے گاؤ تکیے لگے ہوتے آدمی اس طرح بیٹھتے جیسے کہ نماز کی تشہد مین یعنی التحیات پڑہنے مین۔ جس وقت بادشاہ کا اس چبوترہ پر اجلاس ہوتا تو وزیر اول امام کی طرح آگے کہڑا ہوتا اور اُس کے پیچھے اسی ترتیب سے آدمی کہڑے ہوتے۔ کتاب حجاب و کبیر الحجاب (فیروز ملک ابن عم سلطان) اسکا نائب جو اولی الحجاب سلطان کا ہے پہر خاص حاجب اور اسکا نائب و وکیل الدار اسکا نائب و شرف الحجاب اسکے ماتحت جماعت پہر سو حجاب النقباء جو وقت بادشاہ تخت پر بیٹھتا تو حجاب و نقباء بلند آواز سے بسم اللہ پکارتے اور سلطان کے سر پر ملک کبیر مورچھل جھلتا کہ مکھیان نہ بیٹھین۔ پہر سلطان کے دائین بائین طرف سو سو سلحدار کہڑے ہوتے جن کے ہاتھون مین تلوارین اور کمانین ہوتین۔ پہر طول شور کے دائین بائین طرف قاضی القضاۃ و خطیب الخطباء پہر کل قضاۃ پہر کبار الفقہاء۔ پہر کبار الشرفاء پہر مشائخ پہر سلطان کے بھائی اور داماد پہر امرا و کبار پہر کبار الاعزہ و کبار الغرباء (معزز مسافر) پہر اُس کے بعد ساٹھ کوتل گھوڑے کہڑے ہوتے جنکی شاہانہ لگامین اور زین پوش ہوتے اور انمین سے بعض کے زین پوش کالے زرین حریر کے ہوتے اور بعض سفید زرین حریر کے اور انپر سوا سلطان کے کوئی اور شخص نہین سوار ہو سکتا تھا اور انمین آدھے دائین طرف ہوتے اور آدھے بائین طرف اسطرح کہڑے ہوتے کہ سلطان انکو دیکھ سکتا۔ پہر انکے بعد پچاس ہاتھی کہڑے ہوتے جنکی جھولین حریر کی زردوزی کے کام کی ہوتین اور اُنکے دانتو نپر لوہا لگا ہوتا کہ وہ مجرمون کو قتل کرسکین اور ہر ہاتھی کی گردن پر فیلبان سوار ہوتا اور اُسکے ہاتھ مین انکس ہوتا جس سے وہ ہاتھی کی تادیب کرتا اور اُسکو اٹھاتا بٹھاتا اور جسامت و ضخامت فیل کے موافق اسکی پیٹھ پر ہودہ

ہوتا اور اُسکے چار کونون پر چار علم کہڑے ہوتے اور ہر ایک ہاتھی کا ایک علم ہوتا وہ جسوقت بادشاہ کا مجرا بجا لاتا تو ہاتھی کے سروںپر سے اترتا اور حجاب پکارتے بسم اللہ اور بعد اس مجرے کے وہ آدہے دائین طرف اور آدہے بائین طرف استادہ آدمیون کے پیچھے جا کہڑے ہوتے جب دائین بائین طرف سے آدمی جنکے کہڑے ہونے کی جگہ تعین ہوتی ہے حجاب کے موقف کے قریب آکر مجرا بجا لاتے اور حجاب اور نقیب بسم اللہ اتنی بلند آوازی سے کہتے جتنا کہ مجرئی بلند مرتبہ ہوتا۔ بعد اس مجرے کے وہ اپنے موقف پر مراجعت کرتا اور پہر اسکا اعادہ نہین ہوتا اور اگر یہ مجرئی ہندو ہولتے تو حجاب اور نقیب بجائے بسم اللہ کے ھداک اللہ (ہدیت کرے اللہ تجہے) آواز لگاتے اور سلطان کے غلام سب پیچھے کہڑے رہتے اور ہر ایک کے ہاتھ مین تلوار اور سپر ہوتی ممکن نہین تہا کہ کوئی شخص اُنکے درمیان گذر سکے مگر حجاب انکے اور سلطان کے درمیان گذر سکتا تہا۔

غربا یعنی مسافرین اور اصحاب ہدیہ کا داخل ہونا

جب کوئی شخص سلطان کے دروازہ پر ہدیہ دینے کیلئے آتا تو موافق ترتیب کے حجاب سلطان کی پاس جاتے۔ اول امیر حاجب اُسکے بعد نائب اسکے بعد خاص حاجب اور اسکے بعد اسکا نائب پہر وکیل الدار اور اُسکا نائب پہر سید الحجاب شرف الحجاب اور یہ تین جگہ مجرا بجا لاتے اور سلطان کو مطلع کرتے کہ کون دروازہ پر آیا ہے پہر سلطان حکم دیتا تو امام الناس اس ہدیہ کو اس طرح پکڑتا کہ بادشاہ اُسے دیکھہ لیتا۔ اور پہر صاحب ہدیہ کو بلاتا۔ وہ پہلے اس سے کہ سلطان سے ملے تین جگہ مجرا بجا لاتا پہر موقف الحجاب پر پہونچکر مجرا کرتا۔ اگر یہ کوئی بڑا آدمی ہوتا تو امیر حاجب کی صف مین کہڑا ہوتا اور اگر ایسا نہوتا تو امیر حاجب کے پیچھے کہڑا ہوتا تو پہر سلطان خود اُس سے لطف کیساتھ مخاطب ہوتا اور مرحبا کہتا اور اگر شخص مستحق تعظیم ہوتا تو اس سے بادشاہ مصافحہ یا معانقہ کرتا اور اُس کے بعض ہدیون کو منگا کر دیکہتا اور اگر وہ ہتیار اور کپڑے کی قسم کے ہوتے تو اُنکو ہاتھ لگا کر دیکہتا ہدیہ دینے والے پر خاطر خواہ احسان کرکے اُسکو خلعت دیتا اور اپنی عادت کے موافق سرشستی کے لئے مال دیتا جسکا ہدیہ دینے والا مستحق ہوتا۔

عمال کی ہدیونکا سلطان تک پہنچنا

جب ملکون سے لڑائیون کی فتح کے بعد عمال ہدئے لاتے ہین تو وہ چاندی سونے کے برتن اور

خشتین یعنی اینٹین بنا لیتے ہین اور اُنکو فراش جو بادشاہ کے غلامون کی ایک صف ہوتی ہی ہاتہون مین اٹھا کر سلطان پاس لے جاتے ہین اور اگر ان ہدایا مین ہاتھی بھی ہوتے ہین تو پہر وہ پیش ہوتے ہین اُنکے بعد گھوڑے جنپر زین کسے ہوئے ہوتے ہین اور لگامین لگی ہوئی۔ بعد اس کے سانڈنیان اور مال کے لدے ہوئے اونٹ پیش ہوتے ہین۔ ابن بطوطہ لکھتا ہی کہ مین نے ایک فوخواجہ جہان جو دولت آباد سے ہدایہ لایا تہا اس ترتیب سے پیش ہوتے دیکھا۔ ان ہدایہ مین ایک سینی یاقوتون سی اور دوسری سینی زمردون سی اور تیسری سینی بیش قیمت موتیون سے بھری ہوئی دیکھی۔

عیدین مین بادشاہ کا سوار ہونا

جب عید کی رات ہوتی تو ملوک وخواص کو ارباب دولت واہل عزت وکتاب وحجاب ونقبا وغلامون واہل الاخبار کو بادشاہ خلعت دیتا ہے۔ جب صبح عید ہوتی ہے تو ہاتھی آراستہ کئے جاتے ہین انپر زردوزی کی جھولین ڈالی جاتی ہین اور زر وجواہر سے وہ آراستہ کیے جاتے ہین۔ سولہ ہاتھی بادشاہ کی سواری کے لئے مخصوص ہین کہ انپر کوئی دوسرا سوار نہین ہو سکتا۔ اور انپر سولہ چہتر جواہر سے مرصع لگائے جاتے ہین اور ہر چہتر کی ڈنڈی خالص سونے کی ہوتی ہے۔ اور بادشاہ ان ہاتہیون مین سی کسی ایک ہاتی پر سوار ہوتا ہی اسکے مستک کے آگے ستارہ روشن لگا ہوتا ہی جس کے اندر نفیس جواہر لگے ہوتے ہین پہر اس ہاتھی کے آگے بادشاہ کے غلام وممالیک ہوتے ہین جن کے سرونپر سونے کی کلغیان لگی ہوتی ہین اور کمر مین پٹکا ہوتا ہی جنمین بعض جواہر سے مرصع ہوتے اور انکے آگے تین سو نقیب چلتے جنکے سر سونے سے ڈھکے ہوتے ہین اور کمر مین سونیکا پٹکا پڑا ہوتا اور اسکے ہاتھ مین مقرعہ ہوتا ہی جسکا دستہ سونیکا ہوتا۔ پہر امراء ہاتہیون اور گھوڑونپر سوار ہوتے اور سپاہ ہمراہ ہوتی۔ اور ماہی مراتب ساتھ چلتے۔ جب بادشاہ عیدگاہ کے دروازہ پر پہونچتا ہے تو ٹہیر جاتا ہی اور ثقاۃ اور امراء کبار کو اُس کے اندر جانے کا حکم دیتا اور پہر خود اترتا اور امام نماز پڑہاتا اور خطبہ پڑہتا اور عید الضحٰے ہوتی ہی تو بادشاہ کے ساتھ ایک اونٹ آتا ہے اور اسکے سینہ پر نیزہ مار کر بادشاہ قربانی کرتا ہے اور اپنے کپڑون پر حریر کا ایک غلاف چڑہا لیتا ہے کہ اونٹ کے خون کی چھینٹین او سپر نہ پڑین اور پہر ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے قصر کو چلا جاتا ہے۔

جلوس عید و سریر اعظم و منجرہ عظمےٰ

قصر مین فرش بچھایا جاتا اور اُسکی بڑی آرائش و زیبایش ہوتی اور مشور کے اوپر ایک بارگاہ یعنے خیمۂ عظیم لگایا جاتا اور وہ بڑی بڑی چوبون پر کھڑا کیا جاتا اور اُس کے ہر طرف قبے لگائے جاتے اور حریر کے درخت جنمین کلیان بھی لگی ہوتین بنا کے لگائے جاتے اور مشور مین اُنکی تین صفین لگائی جاتین اور ہر دو درختون کے درمیان ایک سونے کی کرسی بچھائی جاتی اور اُسپر گدّا بچھایا جاتا اور صدر مشور مین سریر اعظم قایم کیا جاتا جو خالص سونے کا تھا اور ہر ایک پایہ اِسکا جواہر سے مرصّع اور طول اسکا ۲۳ شبر (بالشت) تھا اور عرض اس کا نصف طول تھا۔ اس کے اجزا ایسے ہوتے کہ جب چاہو اُن کو چھپا لو اور جب چاہو جوڑ لو ہر قطعہ سونے کا وزن رکھتا۔ پھر اُس کی چھت مرتب کی جاتی اور بادشاہ کے سر پر ایک چھتر لگایا جاتا جو جواہرات سے مرصع ہوتا تھا۔ جب سلطان تخت پر قدم رکھتا تو نقیب بسم اللہ کا آوازہ بلند لگاتے اور پھر اس ترکیب سے بادشاہ کے سلام کو لوگ جاتے اول قضاۃ و خطباء۔ علماء۔ شرفا مشایخ اور سلطان کے بھائی اور اقارب داماد پھر اعزہ پھر وزیر امرا لشکر پھر شیوخ الممالیک پھر کبار الاجناد ایک دوسرے کے پیچھے سلام کرتے اور کوئی اُنکی مزاحمت و مدافعت نہین کرتا عید کے دن کی عادات مین سے یہ عادت ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی قریہ عطیہ شاہی ہو وہ اشرفیونکی تھیلی کہ جسپر اسکا نام لکھا ہوتا لاتا اور اُسے سونے کے طشت مین کہ وہان رکھا ہوتا ڈال دیتا۔ یون بہت مال اکٹھا ہو جاتا اور بادشاہ وہ مال جس کو چاہتا دیدیتا۔ جب آدمی سلام سے فارغ ہوتے تو ہر ایک کے حسب مراتب طعام کی ضیافت کی جاتی اور عید کے دن ایک منجرہ عظمےٰ نصب کیا جاتا اُس کی شکل برج کی سی ہوتی اور خالص سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کے اجزاء کو چاہو جدا جدا کر لو اور چاہو جوڑ لو اور اسکے ہر قطعہ کو آدمی اٹھا کر لاتے اور اُس کے اندر تین گھر ہوتے اور اُن مین عود قماری و قاقلی اگر و عنبر اشہب و جاوی جلائے جاتے اور کل مشور اِس دھونی سے بھر جاتا اور خواجہ سرایون کے ہاتھون مین سونے چاندی کے برتن گلاب دھولون کے عرق سے بھرے ہوتے اور وہ آدمیون پر

چھڑکے جاتے یہ سرپر و مبخرہ سوا عیدین کے کسی اور روز نہین نکلتا - عید کے دن اس تخت پر بادشاہ بیٹھتا - باقی اور دنون مین سونے کے تخت پر بیٹھتا - ایک بارگاہ (خیمۂ عظیم) لگایا جاتا جس کے تین دروازے ہوتے اور اُس کے اندر بادشاہ جلوس کرتا - اور باب اول پر عماد الملک سرتیز اور باب دوم پر ملک نکبیہ اور باب سوم پر یوسف بغرہ داہین بائین طرف امراء ممالیک سلحدار اور اور آدمی اپنے مرتبے کیموافق بیٹھتے - اور بارگاہ کا شحنہ ملک طغی کے ہاتھ مین سونے کا عصا اور اس کے نائب کے ہاتھ مین چاندی کا عصا ہوتا وہ آدمیون کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بٹھاتے اور صفونکو برابر کرتے - اول وزیر اور اُسکے پیچھے کتاب حجاب و نقبا کھڑے ہوتے - پھر اہل طرب آتے اور اُن کے اول ہندو ملوک کی لڑکیان جو سنہ حال مین کنیزک بنائی جاتین وہ آنکر گاتین ناچتین - سلطان اُنکو اپنے امرا اور اعزا کو بخش دیتا - اور بعد اُن کے اور ہندوؤن کی لڑکیان آنکر گاتین و ناچتین انکو سلطان اپنے اخوان اور اقارب و امادون اور ابناء ملوک کو عطاء کرتا یہ جلوس بعد عصر ہوتا اور پھر دوسرے دن بھی اسیوقت یہ جلوس ترتیب مذکور کے موافق ہوتا اور گانے والی عورتین آنکر گاتین اور ناچتین اور امراء ممالیک کو ہبہ کی جاتین اور تیسرے دن بادشاہ اپنے اقارب کے بیاہ کرتا اور اُنکو انعام دیتا چوتھے روز غلامون کو آزاد کرتا اور پانچوین دن لونڈیون کو عاق کرتا چھٹے روز لونڈی اور غلامون کے نکاح کرتا - ساتوین روز صدقات جو کثرت سے ہوتے تقسیم کرتا -

بادشاہ کا سفر سے آنا

جب سفر سے اپنی دار السلطنت مین بادشاہ آتا تو ہاتھی آراستہ کئے جاتے سولہ ہاتھیون پر سولہ ہودے مرصع لگائے جاتے اور انکے مستکو نیز ایک تارہ مرصع با جواہر و گوہر لگایا جاتا اور کئی کئی منزل کے چوبی قبے بنائے جاتے اور انپر ریشمی کپڑے لپیٹے جاتے اور انکی ہر منزل مین خوبصورت لونڈیان پر تکلف کپڑے اور زیور پہنکر گاتین ناچتین اور ہر قبے کے وسط مین ایک بڑا حوض کھالکو بناتے اور انہین گلاب اور پانی نہر سے بھر اور شربت اور صادر و شہری و مسافر اُسے پیتے - اور اُن کو پان اور چھالیا دیجاتی اور قبون کے اندر ریشمی فرش بچھایا جاتا اور اُسپر سلطان کی سواری

چلتی اور شہر کے دروازہ سے لیکر قصر کے دروازے تک رستے آراستہ کیے جاتے اور اُنپر ریشمی فرش بچھائے جاتے۔ بادشاہ کے آگے ہزار غلام ہوتے اور بادشاہ کے پیچھے پیادہ ہوتی۔ بادشاہ کیساتھ ہاتھیوں پر رعادے رکھے ہوتے جو دینار و درہم چاروں طرف آدمیوں پر پھینکے جاتے اور لوگ اُنکو جب تک چنتے رہتے کہ بادشاہ شہر میں ہو کر قصر میں داخل ہوتا۔

طعام خاص کی ترتیب کا ذکر

سلطان کے گھر میں طعام دو طرح کے ہوتے ایک طعام خاص دوسرا طعام عام۔ طعام خاص وہ جس میں سے بادشاہ بھی کھاتا۔ اُسکی عادت تھی کہ وہ مجلس میں حاضرین کے ساتھ کھاتا۔ اور یہ حاضرین امرار خاص ہوتے جیسے امیر حاجب ابن عم سلطان و عماد الملک سرتیز و امیر مجلس۔ اور سلطان جن اپنے اعزا اور امرار کبار کی تشریف و تکریم چاہتا اُنکو دعوت میں کھانے کو بلاتا اور اُنکے ساتھ کھاتا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ جب بادشاہ کو حاضرین میں سے کسی خاص شخص کی تشریف منظور ہوتی تو وہ ایک کاسۂ بزرگ لیتا اور اُسپر روٹی رکھتا اور اُس شخص کو اپنے ہاتھ سے دیتا اور یہ شخص اُس کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر دائیں ہاتھ کو زمین سے لگا کر سلام کرتا۔ بعض دفعہ اُس آدمی پاس یہ کھانا بھیجا جاتا جو مجلس سے غائب ہوتا وہ ایسا ہی سمجھا جاتا کہ گویا حاضر ہی تھا۔ میں نے جب بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا ہی تو اُسکے دسترخوان پر اکثر آدمی دیکھے ہیں۔

طعام عام کی ترتیب کا ذکر

جب مطبخ سے طعام عام آتا تو امام نقبار بسم اللہ کی آواز لگاتا اور نقیب النقبار جسکے ہاتھ میں سونے کا عصا ہوتا اور اُسکے نائب کے ہاتھ میں چاندی کا عصا ہوتا وہ جب چوتھے باب سے داخل ہوتے تو وہ مشور میں یہ آواز لگاتے کہ سب کھڑے ہو جائیں اور سوائے بادشاہ کے کوئی بیٹھا نہ رہے۔ پھر کھانا زمین پر رکھا جاتا اور نقبار اُس کو صفوں میں چنتے اور اُن کا امیر و پیشوا کھڑا ہوتا اور سلطان کی مدح و تعریف کرتا۔ پھر وہ اور نقیب اور سب چھوٹے بڑے بادشاہ کو مجرا کرتے۔ عادت یوں ہے کہ جس وقت نقیب النقبا کا کلام لوگ سنتے تو اپنے موقف پر کھڑے ہو جاتے اور ذرا حرکت نہیں کرتے جب وہ نقیب النقبار اپنے کلام سے فارغ ہوتا تو پھر نائب اُس کا اسی کلام کو مکرر کہتا۔ پھر سب کے سب

دوسری مرتبہ مجرا بجالاتے - پھر سب بیٹھ جاتے - ان سب حاضرین کی فہرست کتاب الباب لکھتا اور اُسکو بادشاہ پاس کوئی شہزادہ لے جاتا اور کوئی امیر اُسکو پڑھتا - پھر کھانا شروع ہوتا - طعام طرح طرح کے ہوتے - مُرغ و مچھلی و حلوا و روٹیاں کئی کئی طرح کی عادت یوں تھی کہ دستر خوان کے صدر پر قضاۃ و خطبا فقہا و شرفا و مشائخ ہوتے بعد اُن کے بادشاہ کے اقارب و امراء کبار بعد اُس کے اور تمام آدمی - ہر شخص اپنے معین مقام کے سوا کہیں اور نہیں بیٹھتا - اور ایک دوسرے کا مزاحم نہیں ہوتا - جب وہ بیٹھ جاتے تو شربدار آتے وہ سقے ہوتے - جس کے ہاتھ میں سونے چاندی تانبے سیسے کے برتن ہوتے اور اُن میں مصری کا شربت بھرا ہوتا ہے اور پہلے کھانا کھانے سے سب آدمی اس شربت کو پیتے - جب یہ پی چکتے تو حجاب کہتا کہ بسم اللہ تو کھانا شروع ہوتا اور سب آدمی جو دسترخوان پر بیٹھے ہوتے اُن میں سے کوئی ایک دوسرے کے آگے برتن میں نہیں کھا سکتا یعنی دو شخص ایک برتن میں نہیں کھا سکتے - جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو پھر پینے کے لیے فقاع (شراب خام کہ جو اور مویز وغیرہ سے بناتے) کوزوں میں آتی جب آدمی اُن کوزوں کو پی لیتے تو حجاب کہتا بسم اللہ پھر طبقوں میں گلوریاں آتیں جنمیں سے ہرایک میں پندرہ پان اور چھالیاں لگی ہوئی ہوتی اور ریشمی تاگہ سے بندھی ہوئی - جب سب آدمی یہ گلوریاں لے لیتے تو حجاب کہتا بسم اللہ پھر آدمی کھڑے ہو جاتے اور جو امیر اس خدمت پر مقرر ہوتا اُس کو سلام کرکے اپنے اپنے گھر چلے جاتے - دنکو دو مرتبہ یہ کھانا کھلایا جاتا اول مرتبہ قبل ظہر اور دوسری مرتبہ بعد عصر -

بادشاہ کی فیاضی کی حکایات

ابن بطوطہ لکھتا ہی کہ زمین ہند سے جو ملک متصل ہیں جیسے کہ یمن - خراسان - فارس - اِن میں اس بادشاہ کی جود و سخا کی حکایات بہت مشہور ہیں - وہ مسافروں پر ایسی نوازش کرتا تھا کہ اہل ہند پر اُنکو فضیلت ہو جاتی تھی - مواہب عظیمہ اور عطایا جزیلہ سے اُنکو ممتاز کر دیتا اور کسی مسافر کو شکستہ خاطر نہیں ہونے دیتا - شہاب الدین کازرانی جو ہدیہ بادشاہ کے لیے لاتا تھا وہ لُٹ گیا اور اُس کا حال سلطان کو معلوم ہوا تو اُس پاس نہروالہ میں تیس ہزار دینار بھجوائے مگر اُس نے اُنکے لینے سے انکار کیا اور یہ عرض کی کہ میرا قصد بادشاہ کی زیارت کا ہی - بادشاہ نے اُس کو آنے کی اجازت دی - جب وہ آیا تو

خلعت وانعامات کے سوا، چھ ہزار ٹنکہ دینے کا حکم دیا اسپر بہاء الدین ابن فلکی نے کہا ای خداوند عالم
نمی دانم بادشاہ نے کہا کہ شنیدم زحمت دارد۔ پہر سلطان نے کہا کہ بروہمین زمان در خزانہ یک لک ٹنکہ
زر بگیری وپیش او بہ بری تا دل او خوش شود بعد ازاں شیخ الشیوخ رکن الدین کو خلیفہ ابو العباس
نے حسب الطلب سلطان کے یہان بہیجا تہا تو اُسکو بہت کچہ مال دیکر رخصت کیا مگر اُس کا سارا
مال قاضی جلال الدین نے چہین لیا تو وہ سلطان پاس آیا تو اُس نے مزاح کے طور پر کہا کہ آمدی
کہ زر بری تا با دلربائے صنم خوری زر نہ بری وسر نہی۔ بادشاہ نے پہلے سے اُس کو دو چند دیدیا
ناصر الدین واعظ ترمذی جب سلطان پاس معبر (ملیبار) مین گیا تو اُس کے وعظ
سُننے کا شوق ہوا اُس کے واسطے ایک منبر سفید صندل کا بنایا اور اُس مین سونے کی میخین اور
پترے جڑوائے اور اُس کے سرے پر بڑا یاقوت جڑوایا اور واعظ کو خلعت گران بہا دیکر اُسپر
بٹہایا اور وعظ سُنا اور جب منبر سے واعظ اترا تو اُس سے معانقہ کیا اور ہاتھی پر بٹہایا اور بہت کچہ
مال اور بڑے بڑے سونے کے برتن عطا کئے۔

شمس الدین اندکانی حکیم وشاعر عام پسند تہا اُس نے سلطان کی مدح مین ایک قصیدہ فارسی
زبان مین لکہا جس کے ستائیس شعر کے صلہ مین لاکہ دینار انعام کے دئے جو اب تک کسی بادشاہ نے
ایک شعر کے صلہ مین لاکہہ درہم بھی کبھی نہین دئے تہے۔

عضد الدین شونکارنی کو جو اپنے ملک مین بڑا فاضل کبیر القدر عظیم اللقب وشہیر الذکر تہا۔
جب اُسکی خبر سلطان کو پہونچی تو اس کے پاس شہر سونکار مین دس ہزار دینار درہم بہیجدئے اور
ایسے ہی قاضی مجد الدین شیرازی کی شہرت سنکر دس ہزار دینار دراہم بہیجدئے واعظ برہان الدین
صاغرجی جو اپنی سخاوت کے سبب قرضدار ہو گیا تہا اس کے قرض کی خبر جب سلطان کو معلوم
ہوئی تو چالیس ہزار اس پاس بہیجدئے جس سے اُس کا سارا قرض اتر گیا۔

خواجہ جہان وزیر نے سلطان کو جب تین سینیان یاقوت وزمرد ومروارید سے بہری پیش
کین تو اُنکو حاجی کاوان کو دیدیا۔ ایسی سخاوت کی بہت سی حکایتین لکہی ہین۔

سلطان کی تواضع اور انصاف کی حکایات

کسی امیر ہندو نے قاضی کے ہان نالش کی کہ سلطان نے اُسکے بھائی کو بے سبب قتل کیا ہے قاضی نے سلطان کو بلایا۔ قاضی کی مجلس مین وہ گیا کوئی ہتیار ساتھ نہ لے گیا۔ قاضی کو سلام کیا جبتک قاضی نے بیٹھنے کو نہ کہا نہ بیٹھا اور قاضی کی مجلس مین ٹھیرا رہا کہ وہ امیر ہندو اپنے بھائی کے خون پر راضی ہوگیا اور ایسی اور چند حکایتین لکھی ہین۔

اقامت صلوٰۃ و احکام شریعت مین سلطان کا تشدد

اقامت صلوٰۃ مین سلطان بڑا تشدد کرتا تھا اور ملازمون کو جماعت کیساتھ نماز پڑہنے کا حکم دے رکھا تھا جو تارک الصلوٰۃ ہوتا اُسے سخت سزا دیتا ایک دن تین سو آدمیون کو تارک الصلوٰۃ ہونے کے سبب مار ڈالا جن مین سے ایک ڈوم تھا اُس نے بازارون مین آدمی متعین کر رکھے تھے کہ وہ نماز کے وقت تارک الصلوٰۃ آدمیونکو سزا دین اُسنے حکم دے رکھا تھا کہ آدمیون کو بُلا بُلا فرائض وضو و نماز و شرائط اسلام سکھائین کوچہ و برزن مین یہ احکام شرعی عوام الناس کو سکھائے جاتے تھے۔ سوائے نماز کے اور احکام شرعی کی پابندی کے لئے بھی وہ تشدد کرتا تھا۔

بادشاہ کے ناگاہ قتل کرنے اور کینے و انتقام کے افعال

بادشاہ کے اوصاف تواضع و انصاف کے مساکین کے ساتھ رفاقت کے کرم و سخا کے جنکی نوبت خرق عادت پر پہونچ گئی اُس نے بیان کئے ہین مگر اسکے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بہت لوگون کی جانین لیتا تھا شاذ و نادر کوئی دن ایسا ہوتا ہوگا کہ اُسکے دروازہ پر کوئی مقتول نہ پڑا ہو۔ اُس نے اکثر مقتولون کی لاشون کو پڑا ہوا دیکھا۔ ایکدن قصر شاہی کو جاتا تھا کہ اُسکا گھوڑا جھجکا اُس نے اپنے آگے ایک سفید قطعہ زمین کو دیکھا جب اُس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو اُس کے ہمراہیون مین سے ایک شخص نے جوابدیا کہ وہ ایک آدمی کا دھڑ تین ٹکڑے کیا ہوا ہے اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ جرم صغیرہ کی بھی سزا مثل گناہ کبیرہ کے دیتا اور اہل علم و صلاح و شرف کا احترام قتل کرنے کیلئے کچھہ نہ کرتا تھا ہر روز اسکے مشور پر سیکڑون قیدی گلے مین طوق پڑے ہوئے آتے تھے اور اُنکے ہاتھہ اُنکی گردنون سے بندھے ہوئے ہوتے تھے اور اُنکے پانون بندھے ہوئے ہوتے تھے انمین سے بعض قتل ہوتے بعض کو عذاب دیا جاتا تھا بعض پر ضربین لگتین یہ دستور تھا کہ جمعہ کے سوا ہر روز

اسطرح قیدی قیدخانہ سے آتے جمعہ کا دن قیدیون کے لئے تعطیل کا تہا اُس روز وہ نہاتے دہوتے اور آرام کرتے اعاذنا اللہ فی البلاءِ

سلطان کا قتل کرنا اپنے بھائی کو

سلطان کا ایک بہائی مسعود خان تہا جس کی ماں سلطان علاءالدین کی بیٹی تہی وہ ایسا خوبصورت تہا کہ ابتک مین نے دنیا مین اُسکی مثل نہین دیکہا۔ بادشاہ نے اُسپر یہ تہمت لگائی کہ وہ اس سے بغاوت کرنی چاہتا ہے۔ اس سے یہی سوال پوچہا اُس نے عذاب کو خوف سے اس جرم کا اقرار کیا جب کوئی اس جرم سے جسکا الزام بادشاہ لگاتا تہا انکار کرتا تہا اُسکو عذاب ایسا دیا جاتا تہا کہ وہ موت کو اس عذاب سے آسان سمجہتا تہا سلطان کے حکم سے اُس کی گردن کاٹی گئی اور بازار کے بیچ مین پہینکی گئی اور حسب دستور لاش تین روز تک پڑی رہی اس سے دو برس بعد مسعود کی ماں بہی زنا کے اقرار کرنے کے سبب سے سنگسار کی گئی۔ قاضی کمال الدین نے اُسپر یہ فتوے لگایا تہا۔

ساڑھے تین سو آدمیون کا قتل ایک ساعت مین

ایک دفعہ سلطان نے ملک یوسف مغیرہ کے ساتھ ایک حصہ سپاہ کا ہندؤون سے لڑنے کیلئے دہلی کے قریب کے پہاڑون مین بہیجا وہ ایک لشکر عظیم کے ساتہہ روانہ ہوا مگر ایک گروہ اس سے پیچھے رہ گیا جسکی اطلاع سلطان کو یوسف نے کی سلطان نے حکم دیا کہ سارے شہر مین ان آدمیون کو تلاش کر کے گرفتار کرے ساڑھے تین سو آدمی گرفتار ہوئے ان سب کو قتل کرا دیا۔

ایک واعظ اعظم جنکو جواہر سپرد تہے وہ ہندؤون کی دغابازی سے رات کو ان جواہر کو چرا کر لیگیا اُسپر سلطان نے خود اپنے ہاتہہ سے مار مار کر دم نکالدیا۔ ایک امیر فرغانہ جسکو بہت کچہہ انعام و اکرام دیا تہا جب اُس نے بہاگنے کا ارادہ کیا تو ایک مخبر نے سلطان کو اسکی خبر کی جسپر امیر تو مارے گئے اور ساری دولت مخبر کو ملی یہ دستور تہا کہ جب دوسرے آدمی کے بد ارادے کی کوئی مخبر خبر دیتا اور وہ سچ ہوتی تو وہ شخص مارا جاتا اور اُسکا سارا مال اسباب مخبر کو ملتا۔

ابن بطوطہ نے جو اپنا حال دہلی مین آنے کا لکھا ہے اُس کا مختصر بیان

جب ابن بطوطہ مع اپنے ہمراہیون کے دہلی مین آیا تو وزیر و قاضی اُس کے استقبال کو آئے اور

مخدومہ جہان مادر سلطان کے قصر پر اُسکو لے گئے۔ قصر پر اول وزیر و قاضی نے اور پھر اُس نے اور اُسکے ہمراہیون نے مراسم تعظیم ادا کین ان مین سے ہر ایک نے حسب حیثیت اپنے اپنے ہدیے پیش کیے دبیر ملکہ نے اُنکو لکھا اور ملکہ کو اُس کی اطلاع دی۔ ہدیے منظور ہوے اور انکو بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر کھانا آیا وہ نہایت ادب سے اُن سب نے کھایا پھر خلعت دیکر اُن کو رخصت کیا کہ وہ اُن مکانون مین جو اُنکی سکونت کے لیے تجویز ہوے تھے جائین۔ رخصت کیوقت سر جھکا کر اور ایک ہاتھ زمین پر لگا کر انہون نے سلام کیا اور اپنے اپنے مکانون پر آئے یہ مکان سب طرح سے فرش اور اسباب سے آراستہ تھے اور کل ضروری چیزین اُنمین موجود تہین۔ مادر سلطان کی طرف سے اُنکے لیے کھانا آتا۔ وزیر کی خدمت مین روز حاضر ہوتے اُس نے ایک دن اُنکو دو ہزار دینار دیے اور کہا کہ یہ آپ کی سرشتے کے لیے ہین اور ایک خلعت گران بہا ابن بطوطہ کو عطا کیا اور اُس کے ملازمین کو جو چالیس تھے دو ہزار دینار دیے۔

ڈیڑھ مہینہ یہان آئے ہوئے ہوا تہا کہ ابن بطوطہ کی بیٹی مر گئی۔ جب وزیر کو اُس کی وفات کی خبر ہوئی تو اُس نے حکم دیا کہ پالم دروازہ کے باہر مقبرہ شیخ ابراہیم مین وہ دفن کیجائے اور سلطان کو بھی اُسکی خبر کی وہ اُسوقت دہلی سے دس دن کی راہ پر تہا اُسکے جواب آنے پر اُسکی بیٹی کا سوم امیرانہ ہوا اور سارا خرچ وزیر نے اٹھایا۔ مخدومہ جہان نے اُسکی بیوی کو بلا کر زیور و لباس اور ایک ہزار دینار عطا کیے اور ایک دن مہمان رکھا۔ یہ ملکہ افضل النسا اور کثیر الصدقات تہی مگر آنکھون سے معذور تھی۔

اس کے بعد خبر آئی کہ دہلی سے سات کوس پر بادشاہ کی سواری آن پہونچی ہے۔ وزیر وہان گیا اور اپنے ساتھ ان مسافرونکو لیگیا۔ جنکو بادشاہ کے روبرو پیش کرنا چاہتا تہا ہر شخص اپنی نذر ساتھ لیتا گیا۔ بادشاہ جس قصر مین فروکش تہا وہان یہ سب پہنچے۔ سب کی نذرونکو دبیر لکھہ کر بادشاہ کے روبرو لے گیا پھر ان نذرون کو آدمی اٹھا کر لے گئے اور اہل ہدیہ سب بادشاہ کے روبرو بالترتیب پیش ہوئے ابن بطوطہ بھی سامنے آیا اور مراسم تعظیم بجالایا۔ بادشاہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر سب طرح کی عنایت فرمانیکا وعدہ فرمایا۔ ہر مسافر کو بادشاہ نے خلعت دیکر رخصت کیا۔ قصر کے باہر ہماری ضیافت ہوئی وزیر معہ امرا اُسکے خادمون کی طرح کہڑا رہا۔ پہر بادشاہ نے اپنی خاصہ کا گہوڑا اصطبل سے منگا کر ہر مسافر کو دیا اُنکو اپنے ہمراہ لیکر قصر دہلی مین تشریف فرما ہوا تیسرے دن یہ سب مسافر پہر قصر سلطان کے

دروازہ پر حاضر ہوئے بادشاہ نے اِن مسافرون سے دریافت کیا کہ کوئی امینین سے عہدہ منشی دبیر قاضی وغیرہ کا چاہے تو مین اسپر مقرر کردون ہر شخص نے اپنے مناسب حال جواب دیا۔ ابن بطوطہ نے کہا کہ میرے باپ دادا عہدہ قضاء کا کام کرتے چلے آئے ہین وہ مجھے عطا ہو۔ یہ سب جواب بادشاہ کے روبرو پیش ہوئے پہر ہر مسافر بادشاہ کے روبرو آیا اور ہر ایک کو اُس کے حسب حال عہدہ عنایت ہوا خلعت و اسپ دیا گیا اور ہر ایک کو زر نقد عہدہ کی تنخواہ کے موافق دیا گیا اور کچہہ دہات کی آمدنی اُس کو عنایت ہوئی جب ابن بطوطہ بادشاہ کے روبرو پیش ہوا تو وزیر نے کہا کہ حضور نے تجہکو دہلی کا قاضی مقرر کیا اور خلعت و اسپ عنایت کیا ہے اور بارہ ہزار دینار بالفعل خرچ کے لئے دیے اور سالانہ تنخواہ بارہ ہزار دینار مقرر ہوئی اور اسی قدر آمدنی کے دہات مرحمت ہوئے جب اِس موقع پر بادشاہ نے اُس سے کہا کہ دہلی کے عہدہ قضا مین ایسی محنت کی ضرورت نہین ہے جیسی کہ تونے کی۔ اس کا جواب عربی زبان مین بادشاہ کو اُس نے دیا مین امام ابن مالک کا مقلد ہون اور اہل دہلی امام ابو حنیفہ کے اور مین اُن کی زبان نہین سمجہتا اس پر بادشاہ نے کہا کہ مین نے دو عالم تیرے نائب مقرر کر دئے ہین جو تجکو یہان کے آدمیون کی زبان سمجہا دیا کرین گے اُس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گہر چلا آیا وہ پچپن ہزار دینار کا قرضدار ہوگیا تہا بادشاہ نے یہ قرض بہی ادا کر دیا۔ بادشاہ کی مدح مین ابن بطوطہ نے ایک قصیدہ پڑہا جس کو بادشاہ سُنکر نہایت متعجب ہوا۔ اِس زمانہ مین یہان اہل ہند عربی قصائد کی بڑی قدر کرتے تہے۔

بادشاہ معبر کی مہم سے جب واپس آیا تو ایک شیخ سے جسے پہلے بہت عقیدت تہی خفا ہوگیا اور اُس کو قید خانہ مین بہیدیا اور اُس کے بچّون سے پوچہا کہ شیخ پاس کون کون آتا تہا آنے والون مین ابن بطوطہ کا نام بہی تہا وہ شیخ سے اُس کے غار مین ایک دفعہ ملا تہا۔ اس پر اُس کی طلبی ہوئی چار روز وہ حاضر رہا کوئی شخص شیخ پاس جانے والا موت سے نہ بچا تہا۔ اسی صورت مین چار روز بڑے سخت اُس پر گذرے اور اُس نے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کو تینتیس ہزار دفعہ پڑہا۔ چوتہے دن رہائی ہوئی شیخ اور سب اُس کے پاس جانے والے قتل ہوئے صرف ابن بطوطہ بچا۔ اس سبب سے اُس نے عہدہ قضا سے استعفا دیدیا جو کچہہ پاس تہا وہ فقیرون کو تقسیم کر دیا اور فقط کرتہ پہنکر

شیخ کمال الدین عبداللہ الغاری کی خدمت مین رہنے لگا۔ پانچ مہینے شیخ کی خدمت مین رہا پانچ دن کا ایک روزہ رکھا اور چاول ہی سے اسے کھولا کہ بادشاہ نے اُسے بلایا وہ اپنا کرتہ پہنے ہوئے بادشاہ کی خدمت مین گیا بادشاہ نے اُس پر مہربانی کی اور فرمایا کہ تمکو سیاحی کا بڑا شوق ہی ہم تمکو خاقان چین پاس اپنا سفیر بنا کے بہیجتے ہین اُس نے یہ سفارت قبول کی۔ اُس کے لئے ضروری سامان سفر تیار ہوا۔

خاقان چین کا تحفہ تحایف بہیجنا اور ابن بطوطہ کا روانہ ہونا

اس زمانہ مین خاقان چین نے سلطان پاس یہ تحائف بہیجے تھے ایک سو غلام پچاس لونڈیان۔ پانچسو لباس المکلبخہ۔ پانچسومن مشک۔ پانچ لباس جواہرنگار۔ پانچ ترکش زرین۔ پانچ تلوارین مرصع کار۔ اور یہ درخواست سلطان سی کی کہ ہم اپنا بتخانہ جو کوہ قراد ہماچل مین تھا اُسکو دوبارہ بنالین ہندو پہاڑ کی چوٹی پر جہان جانا بہی مشکل ہے اور میدان سی تین مہینے کی راہ تہی رہتے تہے اور وہان ہی سے ہندو راجہ بہی راج کرتے تہے اس ملک کی حدود تبت سے ملی ہوئی ہین جہان غزالان مشکی پیدا ہوتے ہین یہان کے پہاڑو نمین سونے کی کانین بہی ہین اور ایسی زہریلی گہاسین پیدا ہوتی ہین کہ جب بارش ہوتی ہے اور اُسکا پانی بہتا ہی تو ان زہریلی گہاسون کے اثر سے پانی ایسا ہو جاتا ہے کہ کوئی آدمی نہین پیتا اور جو پی لیتا ہے وہ مرجاتا ہے جب مسلمانون کا اس ملک پر قبضہ ہوا تو اُنہون نے یہان کے بتخانہ کو جو یہ کوہ مین تہا مسمار کر دیا مسلمانون سے میدان مین پہاڑی ہندو لڑ نہین سکتے تہے اور میدانون کی ضرورت کہیتی کیلئے پہاڑیونکو ہوتی تہی۔ اسلئے خاقان چین نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ میدان اُسکو دیدیا جائے کہ بتخانہ پہر بنالیا جائے سو اس بتخانہ کے اہل چین جاترا کیلئے سہل ہین بہی آتے تہی۔ بادشاہ نے خاقان چین کو یہ جواب لکھا کہ وہ مسلمانون کی آبادی مین بتخانہ بننے کی اجازت نہین دیسکتا اور نہ اُسکی عملداری مین جب تک جزیہ نہ دیا جائے کلیسا اور بُت خانہ قایم رہ سکتا ہی اگر خاقان کو یہ جزیہ دینا منظور ہو تو بُت خانہ بننے کی اجازت ہو سکتی ہی اس جواب کے ساتھ خاقان کیواسطے تحفے جو اُسکے تحفونسے زیادہ قیمت کے تہی۔ ظہیر الدین الزنجانی والفتی کافور کو دیکر ابن بطوطہ کے ہمراہ کئے جو راہ مین لٹ لٹ گئے۔ ابن بطوطہ مصر کی راہ سے اپنے گہر افریقہ مین پہونچا۔

ذکر سلطنت فیروز شاہ تغلق

فیروز شاہ ۷۰۹ھ ۱۳۰۹ء میں پیدا ہوا اُسکی ولادت کا حال اِس طرح لکھا ہے کہ اِس کے باپ کا نام سپہ سالار رجب تھا وہ سلطان غیاث الدین تغلق غازی کا بھائی تھا۔ سلطان علاؤالدین کے زمانہ میں تین بھائی تغلق۔ رجب۔ ابوبکر خراسان سے دہلی میں آئے اور اِس بادشاہ کی عنایتوں اور اپنی لیاقتوں کے سبب مناصب جلیلہ پر وہ سرافراز ہوئے سلطان نے اِنکی دلاوری دیکھکر مشہور شہر دیپالپور کا حاکم تغلق کو مقرر کیا اور اور بھائیوں کو اچھے عہدے دیدیئے تغلق یہ چاہتا تھا کہ دیپالپور کے رایوں میں کسی رانا کی لڑکی سے اپنے بھائی سپہ سالار رجب کی شادی کروں۔ اِس تلاش میں تھا کہ اُسکو دوستوں نے بتلایا کہ رانامل بھٹی کی بیٹیاں بڑی صاحب جمال و باکمال ہیں۔ اِس زمانہ میں تمام ریاستیں اعلیٰ ادنیٰ اور سارا جنگل مینوں اور بھٹیوں کا قصبہ ابوہر مضافات دیپالپور سے متعلق تھا تغلق نے چند عاقل آدمیوں کو رانامل پاس بھیجکر اِس شادی کا پیغام اُسکو دیا۔ رانا اپنی رعونت و نخوت کے سبب سے اِس پیغام سے خفا ہوا۔ اور الفاظ ناہموار اور کلمات ناشائستہ زبان پر لایا۔ یہ خبر تغلق کو پہنچی کہ رانامل انکار کرتا ہے۔ بعد مشورہ کے یہ صلاح ٹھیری کہ تغلق شاہ موضع تلونڈی میں جو رانامل کے علاقہ میں ہے جائے اور اِس سے ایک سال کا مال طلب کرے۔ دوسرے روز تغلق شاہ تلونڈی میں گیا اور کل علاقہ کے مقدموں اور چودھریوں پر تشدد کیا اور تمام مال سالیانہ نقد طلب کیا۔ رانامل کے سارے آدمی عاجز ہوگئے۔ سلطان علاؤالدین کا عہد تھا۔ چیں چپڑ بھی نہیں کرسکتے تھے۔ دو تین روز میں اُن کا ناک میں دم آگیا اور سختی ایسی اُن پر ہوئی کہ وہ بتنگ ہوگئے۔ رانامل کی ماں بڑہیا نے جب سُنا کہ خلق پر تغلق سختی کر رہا ہے تو وہ مغرب کی نماز کے بعد رانامل پاس گئی اور روئی پیٹی بال بکھیرے اسوقت رانامل کی بیٹی جو سلطان فیروز شاہ کی ماں بنی صحن میں کھڑی تھی۔ جب اِس نیک اختر دختر نے دادی کو گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو اُس سے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت ایسی کیوں ہے دادی نے کہا کہ میں تیری جان کو روتی ہوں کہ نہ تو ہوتی نہ ہماری رعایا کی چھاتی پر تغلق شاہ مونگ دلتا۔ تو اِس لڑکی نے دادی سے کہا کہ اگر میرے دیدینے سے تمہاری رعایا کو خلاصی ہوتی ہے تو فوراً اسکا پیغام قبول کرلو اور مجھے اُس پاس

بھیجدو اور یہ سمجھو کہ ہماری ایک لڑکی کو مغل لے گئے۔ یہ لڑکی کی بات رانا مل سے جا کر اُسکی ماں نے کہی۔ رانا مل نے بھی اُس بات کو مان لیا۔ اور تغلق شاہ پاس بیاہ کے منظور کرنے کا پیغام بھیجدیا اور لڑکی دیبال پور میں آگئی۔ پہلے میکے میں اس کا نام بی بی نائلہ تھا اور سسرال میں سلطان بی بی کدبانو خطاب ملا چند سال بعد فیروز شاہ پیدا ہوا۔ اِس خوشی میں تغلق شاہ نے خاص و عام کو انعام اکرام دیا۔ فیروز شاہ سات برس کا نہ ہوا تھا کہ باپ کا سایہ سر پہ سے اُٹھ گیا۔ بیچاری بیوہ ماں یہ کہہ کہہ کر روتی اور پیٹتی تھی کہ ہائے میرا یہ بچہ کیونکر پلے گا اور کون پالے گا جب تغلق نے اِسکا یہ حال سُنا تو اُسکی بڑی دلداری کی اور فرمایا کہ لڑکے کیطرف تو غم نہ کرو وہ میرا فرزند جگر گوشہ ہے جبتک جیتا ہوں اِسکی پرورش کرونگا۔ بی بی کدبانو کے کوئی اور اولاد نہ تھی۔ فیروز شاہ کے بھائی ملک قطب الدین اور ملک نائب باربک اور ماؤں سے پیدا ہوئے تھے۔

فیروز شاہ کا قوانین و آئین سلطنت میں تعلیم پانا

آئین ملک داری اور قوانین بادشاہی میں فیروز شاہ نے دو بادشاہوں سے تعلیم پائی ایک سلطان تغلق شاہ سے۔ دوم سلطان محمد شاہ سے۔ تاتار خان بزرگ کہا کرتا تھا کہ رسوم شہر یاری میں فیروز شاہ کے تعلیم پانے سے کسیکو کچھ خطرہ نہیں ہے۔ جسوقت سلطان تغلق شاہ بادشاہ ہوا ہے تو فیروز شاہ کی عمر چودہ برس کی تھی۔ سلطان ساڑھے چار سال تک اپنے ملک میں جولاں گری کرتا پھرا اِس میں فیروز شاہ کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور اسرار سلطنت اور رموز حکومت سے اُسے ماہر کرتا تھا۔ جب سلطان تغلق کا انتقال ہوا اور سلطان محمد شاہ بادشاہ ہوا تو فیروز شاہ اٹھارہ برس کا تھا۔ سلطان نے اسکو امیر نائب مقرر کیا اور نائب باربک کا خطاب دیا اور بارہ ہزار سوار اُسکی سپاہ میں متعین کئے سلطان اُس پر ہمیشہ مرحمت اور شفقت بہت کرتا تھا اور ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا اور معاملات سلطنت جو اُسکو پیش آتے اُنکو وہ فیروز شاہ کو بتلاتا اور سمجھاتا۔ اِس زمانہ میں عام خلائق پر فیروز شاہ لطف و احسان کرتا اور حاجتمندوں کی حاجت روائی جلد کرتا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص ایک معاملہ کے فرائض کو اچھی طرح ادا کریگا وہ مملکت کے کاموں اور سلطنت کے معاملوں کو بھی اچھی طرح سرانجام دیگا اسی لئے سلطان محمد نے جب مملکت دہلی کو چار حصوں میں منقسم کیا۔ تو ایک ربع فیروز شاہ کو حوالہ کیا کہ وہ ماشاء اللہ

امور مملکت رانی اور آئین شہریاری میں کامل ہوجائے۔ عوام جو یہ کہتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ فیروزشاہ کو اکثر اوقات محنت ومشقت میں رکھتا تھا تو اس کا سبب کوئی عداوت حسد نہ تھا اگر یہ ہوتا تو اُس کو اپنے تخت سے فوراً جدا کر دینا کیا مشکل تھا بلکہ وہ فیروزشاہ کو معلمانہ آداب شاہی سکھاتا تھا کہ آئین جہانداری سے وہ ماہر ہوجائے۔ اِس بادشاہ کے زیر تعلیم وہ پینتالیس برس کی عمر تک رہا۔

سلطان فیروزشاہ کی تخت نشینی

جب ملک ٹھٹہ میں سلطان محمد شاہ کا بُرا حال بیماری سے ہوا تو اُسکے علاج اور خدمت اور تیمار داری میں فیروزشاہ ایسا مصروف ہوا کہ بادشاہ کی عنایت اور رحمت اُسکے حال پر دہ چند ہوگئی اور وقت رحلت جب قریب آیا تو یہ وصیت کی کہ میرے بعد فیروزشاہ پادشاہ ہو اور یہ شعر پڑھا

تو سر سبز باشی بہ شاہنشہی — کہ من کردہ ام سر ز بالیں تہی

جب محمد تغلق نے اِس دنیا سے کوچ کیا تو دنیا میں ایک شور شغب مچا۔ فساد برپا ہوا۔ ملک فیروز اور امیر اِسکے دبانے اور مٹانے میں مصروف ہوئے۔ اِس فساد کے بانی مبانی مغل تھے۔ بادشاہ کی اعانت کے واسطے امیر فرغن نے التون بہادر اور امیر بھیجے تھے اُنکو ملک فیروز نے انعام خلعت دیکر سمجھایا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اپنے وطن کو تشریف لیجائیں۔ مبادا ہمارے تمہارے لشکروں میں اَن بَن و مٹ بھیڑ نہو جائے۔ التون بہادر آدمی دانشمند تھا وہ بات سمجھ گیا اور چلدیا۔ مگر ترم شیرین خاں داماد امیر نوروز گرگین جو یہاں کے امراء سلطنت میں سے تھا اُس نے جا کر التون بہادر کو فہمایش کی کہ تو کس وقت گھر چلا ہے دیکھ بادشاہ ہند مرگیا ہے اُسکی جگہ کوئی تخت پر بیٹھا نہیں لشکر بے سر و سامان شتر بے مہار ہو رہا ہے سپاہیانہ کام یہی ہے کہ کل الٹا چل اور خزانہ اور اسباب نقد و جنس چھین چھین پھر چین سے اپنے ملک کو جا۔ اِس بہکانے میں التون بھی آگیا۔ دوسرے روز اُلٹا پھر آیا

مغل را بغارت اشارت دہی — ازاں بہ کہ جنت بشارت دہی

اُس نے چلتے لشکر پر کہ غیر مرتب تھا اور کاروان کی طرح جاتا تھا حملہ کیا اور اُس میں ایک ہل چل ڈالدی۔ خزانہ کے اونٹ چھین لئے۔ خوب دِل کھولکر ہاتھ صاف کئے۔ ہزاروں بچے اسیر کئے ٹھٹہ کے مفسدوں نے بھی لشکر پر دست درازیاں کیں۔ لشکر میں دو روز تک کھانا پینا سونا حرام ہوگیا

اِس حال میں خواتین ملوک۔ علماء۔ مشائخ اہل سلوک جو سلطان محمد کے ساتھ ٹھٹے میں تھے جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ بغیر کسی پیشوا کے چارہ نہیں ہے۔ ہنوز دہلی دور سلطان محمد جنت میں آرام کرتا ہے۔ طائفہ مغل ہم سے دو بدو لڑتا ہے اور لوٹ مچاتا ہے۔ غرض بعد بہت بحث و تکرار کے فرقہ ملوک اور اہل سلوک کا اتفاق اِس پر ہوا کہ فیروز شاہ کو بادشاہ بنائیں۔

جب بادشاہی کے لئے فیروز شاہ کے منتخب ہونے کی خبر خداوند زادہ کو پہنچی تو اُس نے ملوک پاس پیغام بھیجا کہ باوجودیکہ اس کا بیٹا ملک داور ملک خسرو سے موجود ہے اُسکے ہوتے یہہ انصاف نہیں ہے کہ تم اُس پر بادشاہی کے لئے امیر حاجب کو ترجیح دیتے ہو میں سلطان تغلق شاہ کی بیٹی اور سلطان محمد شاہ کی بہن ہوں۔ جب میرا بیٹا موجود ہے تو دوسرا غیر کیسے بادشاہ ہو سکتا ہے بعض راوی روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کچھ الفاظ نامناسب کہکر دل کی بھڑاس نکالی۔ جب ملوک پاس خداوند زادہ کا پیغام پہنچا تو کسی نے اُسکو پسند نہ کیا اور سب سانپ کی طرح بل کھانے لگے۔ جمیع ملوک اور اہل سلوک نے متفق ہو کر نغز گفتار سحر کلام ملک سیف الدین خوجو کو خداوند زادہ پاس بھیجا اِس نے خداوند زادہ پاس جاکر یہ تقریر فصیح تصریح کے ساتھ کی۔ اے عورت اگر فیروز شاہ کے ہوتے تیرے بیٹے کو بادشاہی کے لئے اختیار کریں تو نہ تجھکو اپنا گھر دیکھنا نصیب ہوگا نہ ہمکو اپنے گھر میں بیوی بچوں کے دیکھنے سے خوشی خرمی ہوگی۔ تیرا نالائق بیٹا بادشاہی کے لائق نہیں ہم پردیس میں پڑے ہوئے ہیں مغلونکی سپاہ ہماری جان کھا رہی ہے۔ اگر تو اپنی جان کی سلامتی اِس سپاہ کے ساتھ سے چاہتی ہے تو جو ہم نے تجویز کی ہے اُس سے راضی ہوجا۔ تیرے بیٹے کو نائب باربک کا خطاب ملجائیگا۔ یہ تقریر سُنکر خداوند زادہ ساکت ہوئی اور ملک سیف الدین نے واپس آیا۔

ملوک و اہل سلوک نے متفق ہو کر فیروز شاہ سے کہا کہ بادشاہ نے آپکو ولیعہد مقرر کیا تھا سوا آپ کے کوئی سلطنت کے لائق بھی نہیں ہے۔ پس بہتر ہے کہ سلطنت کے کاموں کو معطل نہ کیجئے اور تخت پر رونق افروز ہوجیئے۔ اِس پر خدا ترس ملک فیروز نے فرمایا کہ میرا ارادہ حج کا ہے مجھے معاف کیجئے اور اِس بار سلطنت کو میرے سر پر نہ رکھئے۔ مگر لوگوں نے اِسکا یہ عذر نہ مانا اور تاتار خاں نے اِس کا ہاتھ پکڑکر تخت پر بٹھانا چاہا تو اُس نے تاتار خان سے کہا کہ تمنے مجھے

بلائے عظیم و محنت الیم میں پھنسایا ہی تھوڑا صبر کرو مجھے وضو کر لینے دو۔ وہ اٹھا اور وضو کیا اور دوگانہ شکر ادا کیا۔ جناب الٰہی میں رو کر اور گڑگڑا کر یہ دعا مانگی کہ اے خدا تیری اعانت بغیر انسان کا کوئی کام پورا نہیں ہو سکتا سلطنت کا مدار تیری حمایت ہی پر موقوف ہے میں اس بار سلطنت کو تیرے ہی بھروسہ پر سر پر اٹھاتا ہوں۔ تو ہی میری پناہ اور قوت ہے۔ بعد اسکے اُمرا نے تاج شاہی سر پر رکھا۔ بادشاہ نے اس اپنے ماتمی لباس پر لباس شاہی پہنا جب امرا نے کہا کہ اس ماتمی لباس کو دور کیجئے تو اُس نے کہا کہ میں نے مصلحت ملکی کے لئے لباس شاہی پہنا۔ مگر میں لباس ماتمی نہیں اُتاروں گا یہ اُس شخص کے ماتم کا لباس ہے جو میرا مربی۔ میرا اُستاد۔ میرا آقا۔ میرا رہنما میرا مالک تھا۔ غرض فیروز شاہ نے لباس شاہی ماتمی لباس پر پہنا۔ سواری کے لئے ہاتھی آیا ہاتھی پر جب وہ سوار ہوا تو باجوں کا غل شور تھا اور خوشی کے مارے خلقت آپے سے باہر ہوئی جاتی تھی گھر گھر شادیانے بج رہے تھے ایک شادی عام کی چہل پہل ہو رہی تھی۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر حرم میں گیا۔ وہاں جا کر خداوند زادہ کے قدموں پر سر رکھا۔ اس نے سر کو اُٹھا کر گلے لگایا اور اس پر اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ ٹنکے کی قیمت کا تاج سر پر رکھا۔ یہ تاج اُس پاس سلطان تغلق شاہ و سلطان محمد شاہ کی تاجداری کا یادگار تھا۔ اِسکی تخت نشینی کی تاریخ ۲۴ محرم ۷۵۲ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۳۵۱ء تھی۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی شیرابر و چشم کو عماد الملک کا عہدہ دیا یہ سلطنت کا بڑا کام کیا۔

فیروز شاہ کی لڑائی مغلوں اور اور سرکشوں سے

مغلوں سے لوگ ڈرے ہوئے بیٹھے تھے فیروز شاہ کے بادشاہ ہونے سے ان کی جان میں جان آئی مغل بنگاہ لشکر تباہ کر کے لشکر گاہ دہلی کے روبرو آئے۔ سلطان نے اپنے لشکروں کے سواروں اور پیدلوں اور ہاتھیوں کو مرتب کر کے اور سب امرا خوانین و ملوک کو اپنے ساتھ لیکر دشمن پر حملہ کیا سخت لڑائی ہوئی اور بہت کشت و خون ہوا۔ سلطان کو فتح ہوئی اور مغل ایسے بھاگے کہ اپنی بنگاہ اور پرتل کو بھی چھوڑ گئے۔ بازار بزرگ کے کل آدمی جو مغلوں نے قید کیے تھے وہ اِن کے ہاتھ سے رہا ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ کو یہ اوّل فتح کامل حاصل ہوئی۔ پھر

مغلوں کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس سے لڑتے۔ التون بہادر نے امیر نوروز گگین نے جب یہ حال دیکھا کہ اب ہماری دال نہیں گلتی تو وہ اپنے گھروں کو اُلٹے چلے گئے۔ طغی باغی کے اغوا سے ٹھٹے کے مفسد جو فساد برپا کر رہے تھے وہ بھی فرو ہو گیا۔ بعد اس فتح کے سلطان شاد و خرم دہلی کی طرف چلا۔

سلطان محمود شاہ کے تخت نشین کرنے میں خواجہ جہاں احمد ایاز کا غلطی کرنا

جب آخر دفعہ دولت آباد میں سلطان محمد گیا ہے تو وہ دہلی میں ملک احمد کبیر تغلق خاں فیروز شاہ کو چھوڑ گیا تھا اُن میں سے اوّل دو سلطان کے مرنے سے پہلے دنیا سے چل بسے تھے اور فیروز شاہ کو سلطان نے اپنے پاس بلا لیا تھا اور دہلی خالی تھی اسلیئے ٹھٹہ سے سلطان نے خواجہ جہاں کو اپنا نائب غیبت مقرر کرکے دہلی بھیجدیا تھا۔ اُسکے ساتھ یہاں ملک قوام الملک یعنی خان جہان اور ملک حسن وحسام الدین ایبک اور چند اور امرا بھی تھے۔ جب خواجہ جہاں نے سُنا کہ سلطان محمد کا انتقال ہوا ہے اور ملوک وعلماء ومشایخ نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنایا تو اُسکو اسنئی برس کی عمر میں یہ خبط اُچھلا کہ ایک مجہول النسب چھ برس کے لڑکے کو کاٹھ کی پتلی کی طرح تخت پر بٹھایا اور غیاث الدین محمود اس کا لقب رکھا۔ اور سلطان محمد تغلق کا بیٹا اُسکو مشہور کیا۔ مگر شمس سراج عفیف اپنی تاریخ فیروز شاہی میں یہ لکھتا ہے کہ یہ بات عوام میں مشہور تھی مگر غلط تھی صحیح یہ ہے جو میں نے مجلس عالی کشلو خان بہرام ایبہ سے سُنی ہے کہ ٹھٹے سے سُنی ہے کہ ٹھٹے میں جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو خراسان کے امیران ہزارہ نے جو سلطان محمد کی مدد کو آئے تھے بازار بزرگ کو غارت کیا اور بنگاہ لشکر کو برباد کیا جس سے سارا لشکر پریشان و متفرق ہوا سلطان فیروز شاہ ابھی بادشاہ نہوا تھا کہ خواجہ جہاں کا غلام ملیح تو تون (التون) جو سلطان پاس ٹھٹے گیا ہوا تھا وہ اُسوقت کہ لشکر میں متوحش خبریں اُڑ رہی تھیں وہاں سے دہلی کی طرف چلدیا اور یہاں دہلی میں صحیح سلامت پہنچکر اُس نے خواجہ جہاں سے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد شاہ جہان سے رخصت ہوا مغلوں نے بازار بزرگ لوٹ لیا اور لشکر میں بڑی خونریزی ہوئی اور تاتار خان اور سلطان فیروز غائب ہیں معلوم نہیں کہ وہ مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا مارے گئے۔ اور بہت سے ملوک شہید ہوئے۔ ملیح کو خواجہ جہاں معتبر جانتا تھا یہ خبر سُنکر وہ دوہرے ماتم میں بیٹھا۔

ایک ماتم سلطان محمد کے مرنے کا تھا۔ دوسرا سلطان فیروز کے غائب ہونیکا۔ خواجہ جہاں کو فیروز شاہ سے بڑی محبت تھی اُسکو وہ اپنا بیٹا کہا کرتا تھا۔ جب اِس ماتم کو تمام کرچکا تو اُس نے پسر سلطان محمد کو تخت پر بٹھایا۔ مگر جب اُسکو معلوم ہوا کہ فیروز شاہ زندہ ہے اپنی غلطی پر مطلع ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ رسوم جہانداری کے موافق کوئی میری اس حرکت پر یہ خیال نہیں کریگا کہ میں نے غلطی و سہو سے یہ کام کیا ہے اِسلئے مصلحت یہی ہے کہ لشکر جمع کیجئے اور جب تک طرفین میں التیام نہو خطر عظیم سے بے فکر نہو جئے۔ پس خواجہ نے دہلی میں لشکر عظیم بیس ہزار سواروں کا جمع کیا۔ اُس نے خلق کو بہت مال دیا۔ سلطان محمد کی ستائیس برس کی بذل و سخا کے سبب سے خزانہ میں روپیہ کی کمی تھی۔ جلد خزانہ خالی ہوگیا تو اُس نے ظروف زرین و سیمین لوگونکو دیدیئے۔ اور جب یہ ظروف بھی نہ رہے تو جواہر تقسیم کردیے عجب یہ ہے کہ لوگ خواجہ جہاں سے زر و مال لیتے اور اُسی پر لعنت بھیجتے اور فیروز شاہ کے لئے راتدن دعائیں مانگتے۔

خواجہ جہان کا سنّا کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ ہوگیا

جب خواجہ جہاں نے سنا کہ فیروز شاہ بادشاہ ہوگیا تو اپنی غلطی پر نہایت افسوس کرتا تھا دونوں لشکروں میں مختلف یہ خبریں اڑتی تھیں کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ سلطان کی سپاہ دہلی پہونچیگی تو جو امیر اُس لشکر سلطانی میں ہونگے اُنکے سب کے اتباع و متعلقین و جورو بچوں کو منجنیق میں رکھ کر اُڑاؤنگا یہ افواہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں پاس فوج قاہرہ ہے وہ سلطان سے سخت مقابلہ کریگا۔

جب سلطان کے کان میں یہ اخبار غیر مکرر متواتر پہونچی تو اُس نے جو خوانین و ملوک لشکر میں موجود تھے اُنکو جمع کرکے پوچھا کہ تم سب صاحب بادشاہ کے مصاحب ہمیشہ رہے ہو اگر تمکو معلوم ہو کہ بادشاہ کا بیٹا تھا تو ہم سب چلکر اُسکو تخت پر بٹھائیں اور اُسکی اطاعت میں سر جھکائیں۔ اِس پر مولانا کمال الدین نے فرمایا کہ جس نے اول سلطنت کا کام شروع کیا اُسی کا بادشاہ ہونا اولیٰ ہے۔ اِس گول مول فقرہ سے یہ تحقیق نہوا۔ واقعی بادشاہ کا کوئی بیٹا تھا یا نہ تھا۔ مگر اصل حال یہ ہے کہ بادشاہ کے صرف ایک دختر تھی معلوم نہیں کہ خواجہ جہاں نے یہ پسر کہاں سے پیدا کرلیا۔ سب عاقل یہ کہتے

تھے کہ احمد ایاز (خواجہ جہاں) یا مسلوب العقل ہو گیا ہے یا کسی مظلوم کی بد دعا اُسکے حق میں مستجاب ہو گئی اور اجل اسکی قریب آگئی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری ہے اور کس بدنامی و دشمن کامی پر اپنا خاتمہ چاہا۔ غرض سب کو خواجہ جہاں کی اس حرکت پر حیرت تھی سلطان سمجھتا تھا وزیر کی پیرانہ سالی کے سبب سے یہ حماقت و سفاہت کی حرکت سرزد ہوئی۔ مگر پھر بھی وہ اسکی طرف سے اندیشہ مند تھا وہ دہلی کی طرف چلا۔ اِدھر سارے لشکر کے وضیع و شریف دل سے اُسکے طرفدار تھے اودھر ساری دہلی بادشاہ کے آنے کی انتظار میں چشم براہ تھے۔ اب یہ امر تحقیق ہو گیا کہ خواجہ جہاں کا ارادہ مقابلہ کا ہے بادشاہ جانتا تھا کہ ٹھٹہ کے لشکر نے جو سلطان محمد کے ساتھ تھا نہایت محنت و مشقت اٹھائی ہے سلطان محمد کی بذل و سخا سے خزانہ میں نقدی نہیں رہی ہے اور مغلونکی ضرر رسانی سے لشکر کا نقصان بہت ہوا ہے۔ وہ شکستہ و خستہ حال ہو کر دہلی کی طرف چلا ہے اور رسواء اِسکے بیوی بچے اُسکے حصار دہلی میں موجود ہیں اِسلئے سلطان فیروز شاہ لشکر پر خواجہ جہاں کی عداوت کا حال ظاہر نہیں ہونے دیتا کہ مبادا اس میں ہراس پیدا ہو۔ وہ ملتان میں آگیا مگر زبان پر خواجہ جہاں کا ذکر کچھہ نہ لایا۔ اِس معاملہ میں وہ کامل عاقل شہریارونکی حکمت پر چلا اصل حال کو کھلنے نہ دیا کہ جس سے لشکر کو یہ معلوم ہو کہ سلطان کے پیچھے خواجہ جہاں کا خوف لگا ہوا ہے۔

سلطان فیروز شاہ کا سفر ٹھٹہ سے دہلی کو

جب ٹھٹے سے سلطان نے دہلی جانیکا قصد کیا تو اس باب میں مشورہ کیا کہ کس راہ سے سفر کیا جائے اہل مشورہ نے کہا کہ گجرات کی راہ سے چلنا اِسلئے بہتر ہو گا کہ دولت ہاتھہ آئیگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ سلطان تغلق جب خسرو خاں کے شر دفع کرنے کے لئے دیبالپور کی راہ سے روانہ ہوا تھا تو اس راہ سے سفر اُسکو مبارک ہوا تھا۔ ہم بھی اُسی کی راہ پر چلیں گے کہ سفر ہمکو مبارک ہو اور ہم صحیح سلامت دہلی پہنچ جائیں۔ غرض بادشاہ نے طغی باغی کی سرکوبی کے لئے ملک سندھ میں تھوڑی فوج چھوڑی اور آپ دیبالپور اور ملتان کی راہ سے روانہ ہوا۔ جب اہل دہلی کو اس روانگی کی خبر پہنچی کہ بادشاہ باہیل و بنگاہ دہلی آتا ہے تو اُنکو ظاہر و باطن میں بڑی خوشی ہوئی۔ بعض امراء ملوک و معارف اہل صدور دہلی سے بھاگ کر بادشاہ پاس جانے شروع ہوئے۔ خواجہ جہاں جب سلطان کی طرف یہ میلان خلائق دیکھتا تو دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا مگر زبان سے کچھہ نہ کہتا۔ اہل مشورہ

اُسکے اُس سے کہتے تھے کہ یہ بھاگنے والے بادشاہ پاس دہلی سے دولت لئے جاتے ہیں۔ اُسکے روکنے کے لئے یہ تدبیر کیجئے کہ اُنکے بیوی بچوں کو پکڑئیے۔ خواجہ جہاں یہ سب باتیں سنتا مگر کچھ جواب نہ دیتا۔ غرض جو صاحب مقدور تھے وہ بھاگ کر سلطان پاس چلے گئے اور جن میں جانے کا مقدور نہ تھا وہ سلطان کے آنے کی رات دن دعائیں مانگتے تھے۔ اہل دہلی کو بادشاہ سے عجیب محبت تھی کہ یہاں اپنے بیوی بچوں کو مہلکہ جانی میں چھوڑ چھوڑ کر اُسکے پاس چلے جاتے تھے۔ سلطان ملتان کے قریب کوچ کرتا ہوا آتا تھا کہ اُس نے دُور سے دیکھکر پہچانا کہ خواجہ جہاں کا غلام ملیح توں توں چلا آتا ہے وہ سمجھا کہ خواجہ جہاں مرگیا کہ اُسکی یہ خبر لایا ہے۔ جب آدمی بھیجکر اُس سے خواجہ جہاں کی خیر وعافیت کی خبر پُچھوائی تو اُس نے مغرورانہ جواب دیا۔ اُسکے پاس حمایل میں پسر سلطان محمد کا فرمان یہ تھا کہ پسر سلطان محمد کی فیروزشاہ اطاعت کرے۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے فرمایا کہ ہم کو کرم حق چاہئے۔ خواجہ جہاں اور اور رہا را کیا کرسکتے ہیں۔ دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست ملتان میں بادشاہ آیا۔ ملتان کے مشایخ پر اُس نے بہت احسان کئے اور وہاں سے اجودھن میں آکر شیخ الاسلام فریدالحق کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر وہ سرستی میں آیا جو دہلی سے نوّے کوس پر ہے۔ یہاں کے مہاجنوں اور صرافوں اور بقالوں نے کئی لاکھ ٹنکہ جمع کر کے سلطان کو دیے۔ سلطان نے یہ کل روپیہ لشکر میں تقسیم کر دیا اور مہاجنوں سے فرمایا کہ یہ تمہارا روپیہ ہم پر قرض ہے۔ انشاء اللہ شہر دہلی میں جاکر وہ سب ادا کیا جائیگا۔ ملک عماد الملک کو حکم ہوا کہ وہ دہلی جاکر اس قرض کو ادا کرے

سلطان فیروز سے قوام الملک خان جہاں مقبول کا ملنا

سلطان فیروز جتنا آگے بڑہتا تھا۔ ملتان۔ دیپال پور۔ سرستی اور مقامات کے آدمی اُس سے ایسے ہی ملتے جاتے تھے جیسے پہلے سلطان محمد شاہ سے اُسکی مدد کے لئے ملے تھے۔ خانان کبار ملوک نامدار۔ معارف خوش کردار۔ گُردان جرّار۔ پہلوانان ذی اختیار۔ لشکریان نیک کردار و چھتیس راجہ غرض ہر فرقہ و زمرہ و طائفے کے آدمی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح لشکر بہت بڑھ گیا سلطان سب سے دوستانہ باتیں کرتا اور نیک وعدے کرتا۔ روز بروز دہلی کے آدمی بادشاہ پاس چلے جاتے تھے۔ مگر بادشاہ کو جب تک اطمینان نہیں ہوا کہ قوام الملک خان جہاں مقبول

نے اِس کام میں سبقت نہیں کی اُس نے برابر اپنے عرائض میں یہاں کے حالات لکھکر بھیجے اور بادشاہ کی خدمت میں اپنی بڑی خیر خواہی کے ساتھ عرضداشتیں بھیجتا رہا۔ سلطان نے بھی طالب کے مطلوب کے موافق جواب لکھے شہر میں لوگوں کے اندر کانا پھوسی ہونے لگی کہ قوام الملک بادشاہ کو عرائض بھیجتا ہے۔ آجکل میں اُس پاس بھاگنے والا ہے۔ خواجہ جہاں کو بھی یہ تحقیق ہو گیا تو وہ قوام الملک کی گرفتاری کے درپے ہوا۔

ایک دِن صبح کو قوام الملک زرین چوڈول میں معہ لشکر کے سوار ہوا اور بیوی بچوں دوستوں اور سب متعلقین کو ساتھ لیا اور میدان دروازہ پر آیا۔ تو دربانوں نے اُسے روکا اور دروازہ بند کرنا چاہا مگر سواروں نے تلواریں سوت کر اُنکو روک دیا۔ قوام الملک شہر سے باہر نکلکر آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور منزل اکدار میں سلطان کا پابوس ہوا۔ ایک شادی تو اُس کے آنے کی بادشاہ کو ہوئی دوسری شادی یہ ہوئی کہ بادشاہ کے ہاں اُسی روز ایک بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے بیٹے کا نام فتح خاں رکھا اور ایک شہر یہاں تعمیر کر کے اُس کا نام فتح آباد رکھا۔ قوام الملک خان جہاں مقبول اصل میں شریف قوم کا ہندو تھا اور اُس کا نام کٹو تھا تلنگانہ میں رہتا تھا۔ راجہ تلنگانہ کے ساتھ دلی کو آتا تھا کہ راجہ راہ میں مر گیا تو اُس نے اپنے تئیں سلطان محمد تغلق کی نذر کیا اور اسلام قبول کیا اِس لئے سلطان نے اِس کا نام مقبول رکھا۔ پھر درجہ بدرجہ وہ مناصب جلیلہ پر ترقی کرتا گیا۔ قوام الملک اسکا خطاب ہوا۔ جب سلطان مرا تو نائب وزیر ہوا اور پھر وزیر ہوا خان جہان خطاب ہوا۔

خواجہ جہان کا سلطان سے ملنا

جب خواجہ جہاں نے دیکھا کہ قوام الملک اُسکے پاس سے اپنی ہوا میں اُڑ گیا تو نہایت متفکر و پریشان خاطر ہوا۔ وہ عاقل تھا سمجھتا تھا کہ اُسکے کاموں کی بنا غلطی پر تھی وہ کبھی دُرست و راست نہیں ہو سکتے اِسلئے اُس نے ارادہ کیا کہ میں بھی سلطان فیروز سے جا کر ملوں اور اپنی غلطی کو بیان کروں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے آگے جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہوگا پنجشنبہ کو وہ دہلی سے باہر آیا اور اُسی روز اسمٰعیل میں پہنچا کہ دہلی سے چوبیس کوس تھا۔ دہانسی اور دہلی کے درمیان جو سڑک تھی اُس پر اسمٰعیل بڑا گاؤں تھا۔ پہلے اسکی فصیل مضبوط بنی ہوئی تھی مگر اب بے فصیل کھلا ہوا ہے) دوسرے روز

جمعہ کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حوض خاص علائی پر آیا - ملک حسن - ملک حسام الدین ایبک (اوزبک) ملک خطاب اور تمام ملوک جو خواجہ جہاں کے دل و جان سے ہواخواہ تھے اِس حوض پر آئے اور سب نے کہا کہ آپ تو سلطان فیروز سے ملنے جاتے ہیں ہمکو آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو خواجہ جہاں نے کہا کہ اے یاران بے ریا تم سمجھ لو کہ میں نے جو پسر سلطان محمد کو بادشاہ بنایا اس میں میری ذاتی کوئی طمع و غرض نہ تھی - جب میں نے سُنا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور لشکر کو مغلوں نے تاخت و تاراج کیا اور تاتارخاں اور ملک فیروز وہاں سے غائب ہوئے تو میں نے ملک کی بھلائی اور خلق کی بہبودی کے واسطے یہ بادشاہ بنایا - میں نے بہت سی خطائیں اور غلطیاں کیں مگر وہ سب خلق کے دباؤ اور غل شور سے وگرنہ مجھے مقام سلاطین سے کیا کام تھا - میں سلطان محمد شاہ کے عہد میں سلطان فیروز شاہ کو بیٹا کہتا تھا - اور وہ مجھکو باپ - میری بیوی - بہو بیٹیاں اُسکے گھر میں جاتی تھیں - اگرچہ میں نہیں جانتا کہ خدا کو کیا منظور ہو گا - مگر سلطان فیروز نیک مرد ہے مجھے بھی اور تمکو بھی معاف کر دیگا - خواجہ جہاں کی عمر اسّی برس کی تھی - سارے بال اُسکے سفید تھے - جب اُسکے دوستوں نے اُسکی زبان سے یہ باتیں سُنیں تو وہ روئے اور اُنہوں نے کہا کہ تاجداروں کی یہ روش چلی آئی ہے کہ قوانین اور آئین ملکی میں پدری و پسری کو دخل نہیں دیتے - اور سہو و غلطی پر کچھ خیال نہیں کرتے - فیروز شاہ گو نیک مرد ہو مگر سلاطین کی روش کے خلاف کام نہیں کریگا - اِسپر خواجہ جہاں نے کہا کہ اگر میں اُلٹا دہلی چلوں اور وہاں حصاری بنوں اگرچہ میرے پاس لشکر و پیل موجود ہیں مگر سلطان فیروز دہلی کو فتح کر لیگا - مسلمانوں کی عورتیں نااہلوں کے ہاتھ پڑینگی تو اِس پیرانہ سالی میں مجھے یہ سزاوار ہے کہ قیامت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں - رضینا بقضاء اللہ تعالیٰ جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہو گا وہ ہو گا - جب اُسکے ہمراہیوں نے یہ حال دیکھا تو بعض اُسکے ساتھ چلے اور بعض بھاگ گئے -

فتح آباد میں ظہر کی نماز کے بعد فیروز شاہ صندلی پر بیٹھا ہوا دربار کر رہا تھا اور سب ارکان دولت موجود تھے کہ خواجہ جہاں اِس ہیأت سے بادشاہ پاس آیا کہ پگڑی سر سے اُتری ہوئی گلے میں پڑی ہوئی سر منڈا ہوا ننگا - ننگی تلوار گلے میں لٹکی ہوئی - ایک تیر کے فاصلہ پر بادشاہ کی نظر جو ہیں اُس پر پڑی آدمیوں کو بھیجکر پگڑی کو اُسکے سر پر بندھوایا اور اپنا چوڈول زرین سواری کے لئے

بھجوایا کہ اُسکو سوار کرا کے سبزہ پر لیجائیں اور اُس سے کہیں کہ میں اُسکی ملاقات کیلئے اُونگا اور باتیں کرونگا

خواجہ جہاں کے باب میں سلطان کی گفتگو امرا کیساتھ

سلطان فیروز شاہ کی یہ مرضی تھی کہ خواجہ جہاں کو مضرت نہ دے اور پھر وزارت پر بحال کرے وہ یہ سمجھتا تھا کہ زمرہ وزرا و فرقہ اہل قلم کا یہ دستور ہی کہ دولت کے جمع کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں مگر وہ بادشاہ بننے سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ خواجہ جہاں نے بھی غلطی سے یہ کام کیا اُسکو معاف کرنا چاہتے اور پھر وزیر کردینا چاہتے۔ جب ارکان سلطنت نے یہ دیکھا کہ بادشاہ کی نیت میں یہ ہی کہ خواجہ جہاں کی خیانت کو معاف کرے تو تمام خانان عظام اور ملوک با احترام جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرکے اِس پر اتفاق کیا کہ آئین و قوانین ملکی میں دشمنوں کی خیانت سے درگذر کرنیکا عاقبت کو پشیمانی ہوتی ہی وہ سب ملکر در سلطانی پر گئے۔ عماد الملک نے اُنکے آنیکی اطلاع بادشاہ کو دی بادشاہ نے بلایا۔ اِن سب نے متفق ہوکر اُس سے یہ عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ بادشاہ ہوگئے۔ دہلی فتح ہوگئی خواجہ جہاں حضور کی خدمت میں آگیا۔ اب کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا مسلمان پر ایک حج فرض ہوتا ہی۔ ہم سب کو حضور اجازت فرمائیں کہ حج کر آئیں۔ فیروز شاہ اصل مطلب کو سمجھ گیا کہ اِنکا کیا ہی اُس نے کہا کہ اہل قلم سے جو کوئی فعل غیر معتاد سرزد ہو تو اُس سے پہلے سلاطین نے درگذر کی ہی۔ اسپر ان ارکان سلطنت نے کہا کہ بادشاہ کے ملازموں کے گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ دوسرے کبیرہ صغیرہ گناہوں کے معاف کرنے میں مضائقہ نہیں مگر گناہ کبیرہ کے معاف کرنے سے آخر کار بڑی پشیمانی ہوتی ہی۔ خواجہ جہاں نے طمع جاہ سے ایک بچہ کو بادشاہ بنایا خزانہ کا سارا روپیہ لٹا دیا۔ جب روپیہ نہ رہا تو ظروف زرین و سیمین و جواہر کو دیدیا اور کچھ باقی نہ رکھا۔ جب اُس نے آخر کار یہ دیکھا کہ سب بادشاہ کے دوستدار ہیں تو وہ مجبور ہوکر حضور کی خدمتمیں حاضر ہوا۔ اگر ہم اُس سے کسی طرح کم رہتے تو ہم میں سے ایک کو وہ زندہ نہ چھوڑتا۔ جو ہماری عقل میں آیا وہ عرض کیا آگے بادشاہ کو اختیار ہے۔ جب فیروز شاہ نے دیکھا کہ خواجہ جہاں کے تلف کرنے پر سب متفق ہیں تو اُسکا رنگ سفید ہوگیا اور کئی روز تک وہ غمگین رہا اور غور و فکر کرتا رہا آخر کو اُس نے عماد الملک کو بلا کر کہدیا کہ میں خواجہ جہاں کے مقدمہ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں جو مصلحت جانو

وہ کرو - اِن سب نے متفق ہو کر یہ تجویز کیا کہ خواجہ بڑا بوڑھا ہی اُسکو سامانہ انعام میں دیا جائے اور اُسکو حکم سنا دیا جاوے کہ وہاں جائے اور عبادت الٰہی میں زندگی بسر کیجئے خواجہ سامانہ کو روانہ ہوا کچھ منزلیں طی کی تھیں کہ شیر خاں نے اِسکو جا لیا اور اس سے ملنے نہ گیا - خواجہ سمجھ گیا کہ یہ میرے لیئے عزرائیل آیا ہی - اِس سے ایک خیمہ میں جانے کی اجازت چاہی - اُس میں نماز پڑھنے گیا تھا کہ قاتل اُسکے سر پر موجود تھا - قاتل اُسکا یار تھا اُس نے اُس سے پوچھا کہ تیری تلوار تیز ہے - قاتل نے اپنی تلوار دکھائی - خواجہ نے کہا کہ مجھپر جب تلوار چلائیو کہ میں وضو کر کے نماز سے فارغ ہوں - ادھر خواجہ نماز کے سجدہ میں گیا خدا کا نام زبان پر تھا کہ یار نے تلوار مار کر تن سے سر کو جدا کیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

ہانسی میں سلطان فیروز شاہ کا آنا

اب سلطان کو دہلی کے تمام خطروں سے انفراغ ہوا وہ منزل بمنزل طی کرتا ہوا دہلی میں آیا اور شیخ الاسلام قطب الدین کی ملاقات کو گیا - شیخ نے بادشاہ سے مصافحہ کیا اور یہ نصایح کیں کہ دعاگو نے سنا ہی کہ بادشاہ کو شراب پینے کا بڑا شوق ہی - جب سلاطین اور ائمہ مذہب مے نوشی میں مشغول ہوں تو بیچارے حاجتمندوں کی حاجت روائی میں خلل پڑتا ہی - بادشاہ کو خلق کے حال سے غافل رہنا مصلحت نہیں ہی - بادشاہ نے کہا کہ اب میں شراب کے پینے سے توبہ کرتا ہوں - دوسری نصیحت یہ کی کہ دعاگو نے سنا ہی کہ بادشاہ کو شکار کھیلنے کا شوق بہت ہی شکار سے خلق کو سرگردانی و حیرانی ہوتی ہی - جاندار کو بیفائدہ بیجان کرنا اچھا نہیں - شکار بقدر ضرورت کرنا مناسب ہی بغیر ضرورت کے شکار کرنا مصلحت نہیں ہی شرعاً منع ہی سلطان نے شیخ سے کہا کہ آپ دعا کیجئے کہ میں اِس شغل کو چھوڑ دوں - یہ سنکر شیخ نے چلا کر کہا کہ تم ہماری دعا کے منکر معلوم ہوتے ہو جو یہ نہیں کہتے کہ میں نے شکار سے توبہ کی - ہانسی میں بادشاہ نے شیخ قطب الدین منور و شیخ نصیر الدین محمود سے ملاقات کی یہ رباعیاں سماع کے باب میں اُنہوں نے پڑھیں -

رباعی

بر تارک دِل سماع چوں تاج بود	بر دوش دل حزیں چوں دواج بود
از احمد خستہ بشنو این زمزمہ را	مر مرداں را سماع معراج بود

دیگر

تا حکم سماع را بدانی در حال ۔۔۔ در حرمت و حل او سخن گفت جمال
اصحاب نفوس را حرامست سماع ۔۔۔ ارباب قبول را حلال ست حلال

سلطان فیروز شاہ کا دہلی میں آنا

جب شاہ فیروز فتح و فیروز کے ساتھ دار الملک دہلی میں آیا تو نو طرح کے طبل بجے - سارا شہر زیور اور نفیس جاموں سے آراستہ ہوا چاروں طرف قبے بنائے گئے اور ہر قبے میں اکیس دن جشن ہوا اور طعام و شربت و پان میں ایک لاکھ ٹنکہ خرچ ہوا -

فیروز شاہ کی نوازش دہلی کے آدمیوں پر اور بقایا کی معافی

اِن دنوں خواجہ فخر شادی مجموعدار تھا (یعنی سلطنت کے آمد و خرچ کا اور سب طرح کا حساب کتاب رکھتا تھا) سلطان محمد شاہ تغلق جب دولت آباد سے دہلی آیا ہی اور یہاں ممالک دہلی کے قصبات و قریات کو قحط سالی سے ویران دیکھا تو اُنکے آباد کرنے کے لئے اپنی حیات میں دو کروڑ ٹنکہ (مال) بطور سوندہار (تقاوی) کے دہلی کے لوگونکو دیدیا تھا - جب فیروز شاہ ٹھٹے میں بادشاہ ہوا تو خواجہ جہاں کے وزیر نے بھی اِس نظر سے خزانہ شاہی سے روپیہ و اجناس زرین و سیمیں و جواہر خلقت میں لٹا دیا تھا کہ وہ بادشاہ خرد سال کے طرفدار بنجائے - اِس نقد و جنس و جواہر کا اور سوندہار کا حساب کتاب دفتر شاہی میں خواجہ فخر شادی پاس موجود تھا کہ کِس کِس کو کیا کیا دیا گیا جب اُس نے بادشاہ کے روبرو اِس حساب کو پیش کیا تو اُس نے قوام الملک خان جہان سے پوچھا کہ اِس معاملہ میں کیا کرنا چاہئے - خان جہاں نے کہا کہ جب کوئی نیا بادشاہ ہوتا ہی تو خواص و عوام پر صلاء عام دیتا ہی کہ سب کی تقصیریں اور گناہ معاف کئے گئے بلکہ جو مجرم جلاء وطن ہوتے ہیں اُنکو بھی اپنے وطن میں آنیکی اجازت دیتا ہی گویا پہلے احکام کو منسوخ کرتا ہی - پس جو سلطان محمد نے روپیہ بطور سوندہار کے کسی مصلحت کے لئے دیا ہی اور خواجہ جہاں نے خام طبعی سے جو زر و جواہر و نقد و جنس لوگونکو بانٹا ہی اُسکا مطالبہ مستحسن نہیں ہی -

پہلے ہی سے بیوائی اور گدائی کے سبب سے خلق کی کمر ٹوٹ رہی ہی اگر اُس سے یہ مطالبہ

زر ہوگا تو وہ اور زیادہ حیران و پریشان ہوگی اور کچھ مال ہاتھ نہیں لگے گا۔ ناحق کی بدنامی ہوگی یہ سنکر فیروزشاہ نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہئیے تاکہ خلق کے دل سے اُسکے مطالبہ کا خوف بالکل نکلجائے اس وزیر خوش گفتار اور شہریار نکوکار کے سبب سے یہ سارا دفتر جلکر خاکستر ہوا اور ساری خلقت نے اپنی آنکھوں سے اُسکا جلنا دیکھ لیا۔ اِسوقت قوام الملک کو پادشاہ نے سند وزارت دی اور چتر عطا کیا۔ اِس وزیر نے کشور دار الملک دہلی کا محصول چھ کروڑ پچھتر لاکھ ٹنکہ مقرر کیا جو چالیس برس تک ہمیشہ اِس بادشاہ کی سلطنت میں وصول ہوتا رہا۔

سلطان فیروزشاہ کا قاعدہ جدید معافیات جسکو قانون نان بھی کہتے ہیں

یہ اسی بادشاہ کا ایجاد تھا کہ افسروں و عہدہ داروں کو نقد تنخواہ کے عوض زمین اور دہات اور جاگیریں معافی کی ملیں۔ کسی افسر کو دس ہزار ٹنکہ کی کسی کو پانچہزار ٹنکہ کی کسی کو دو ہزار ٹنکہ کی معافی علیٰ قدر مراتب عطا کی۔ سلطان علاء الدین کی رائے اِسکے برخلاف یہ تھی کہ جہانتک ہوسکے افسروں اور عہدہ داروں کو زمین اور دہات نہ دیئے جائیں اِسلئے کہ معافی کے گانوں میں دو تین سو آدمی رہینگے اور سب گانوں کی آمدنی میں شریک ہونگے۔ اور جب ایک جگہہ اِتنے وجہ دار (پینشندار) جمع ہونگے تو وہ مغرور ہوکر مطیع نہیں رہینگے اور اگر آپسمیں متفق ہوجائیں گے تو دنگہ فساد کریں گے فیروزشاہ نے یہ کام وہ کیا جو پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا۔ اِس دیار میں اِس شہریار کی یہ یادگار باقی رہی اُس نے پہلے بادشاہوں کے خلاف کام کیا اور اُسکے چالیس برس کے عہد سلطنت میں اِس اِنتظام سے کوئی فساد برپا نہیں ہوا۔ ایک اور قانون اِس نے نوکروں کے واسطے یہ جاری کیا کہ اگر کوئی نوکر مرجائے تو اُسکی جگہہ بیٹا اُسکا مقرر ہو اور بیٹا نہو تو داماد اور داماد نہو تو غلام اور غلام نہو تو قریب کا رشتہ دار اور قریب کا رشتہ دار نہو تو اُسکی بیوی کا کوئی قریب کا رشتہ دار مقرر کیا جائے اِس بادشاہ خوش خصال کی سلطنت چہل سال میں ہر نوکر کا قائم مقام اِس قاعدہ کے موافق ہوتا رہا اِس قاعدہ کے باب میں دہلی کے شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا نے لکھا کہ جب آدمی مرتا ہے۔ تو اُسکو دو غم ہوتے ہیں ایک دین کا دوسرا دنیا کا دین کے اندوہ کے ہونے کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا اِسلئے کہ سوا انبیاء کے کسیکو معلوم نہیں ہوتا کہ وہاں جاکر کیا ہوگا مگر دنیا کا اندوہ و ملال جو یہ ہوتا ہے

کہ بعد مرنے کے اہل وعیال کا اور خورد سال بچوّں کا و بیوی فرزند کا حال دنیا میں کیا ہوگا۔اِن معافیات اور قایم مقامی کے قاعدہ مقرر کرنے سے بادشاہ نے دُور کر دیا۔

بادشاہ کی رعیت پروری

پہلے بادشاہوں کے عہد میں بہت سے قانون ایسے مقرر ہو کر جاری ہو گئے تھے کہ وہ عایا کو مال کے ادا کرنے میں ہلاک کرتے تھے کسی رعیت کے پاس ایک گائے سے زیادہ نہ چھوڑتے تھے مگر اِس بادشاہ نے شریعت کے موافق سب کام کرنے شروع کئے اور تمام غیر مشروع قوانین کو خارج کر دیا۔اور جو مشروع قانون تھا اُس میں بھی ترقی اختیار کی محصول ایک ٹنکہ میں دو جیتل مقرر کئے اگر کوئی کارکن اور اہل کار اِس سے زیادہ لیتا تو اسکا تدارک کیا جاتا۔اگر کسی کارخانہ شاہی کے لئے اسباب خریدا جاتا تو بازار کے بھاؤ سے اُسکی قیمت دیجاتی۔عدل کے موافق شرح ہونے سے بازار میں نفیس اور لطیف اسباب کا انبار لگا رہتا۔ہر قسم کے گروہ کو فائدہ بہت تھا۔سب خوش حال تھے۔کسی اہل حرفہ پر ظلم نہیں ہونے پاتا تھا۔مزدور و کاریگر کو یقین تھا کہ میں اپنی اجرت پاؤنگا۔اِس عدل و داد سے ملک کی آبادی بڑھی۔ایک ایک کوس کے اندر چار چار گانوں آباد ہو گئے غلّے و مال اسباب گھوڑوں سے رعیت کے گھر بھرے رہتے تھے۔ ہر ایک گھر میں سونا چاندی اور اسباب موجود تھا۔کوئی عورت نہ تھی جس پاس زیور نہو۔سب کے گھروں میں اچھے بستر و پلنگ چارپائیاں موجود تھیں غرض دہلی کی مملکت میں سب کو راحت اور آسودہ حالی تھی۔

خسرو ملک اور خداوندزادہ کا غدر

دہلی میں جب فیروز شاہ آنکر انتظام سلطنت میں مصروف ہوا تو خداوندزادہ معہ اپنے خاوند خسرو ملک کے سلطان محمد تغلق کے ایک محل میں رہتی تھی۔سلطان میں اور اِس میں ایسا اخلاص و اتحاد تھا کہ ہر جمعہ کو سلطان اُسکے محل میں جاتا اور جامہ خانہ میں یہ دونوں بیٹھتے۔ملک خسرو آگے کھڑا رہتا اور ملک داور ماں کے پیچھے بیٹھتا۔رخصت کے وقت خداوندزادہ پان بنا کے بادشاہ کو دیتی۔مگر کینہ و حسد بغیر اپنا زور کئے رہتے نہیں۔ اِن دونوں کے دلونمیں حسد و حقد کا وہ زور ہوا کہ اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ابکی دفعہ جمعہ کو سلطان آتے تو اُسکا کام تمام کریں۔اِس مطلب کے لئے جمعہ کے دن اُنہوں نے محل کے اندر دروازہ کے بغلی حجروں میں زرہ پوش سپاہیونکو چھپا کر بٹھایا اور

اندر کے آدمیونکو سکھا دیا کہ جسوقت خداوندزادہ اپنے دو بیٹے کو سر بردست کرے تو سلطان کا سر اُڑا دیں اور باہر کے سپاہیوں کو یہ کہدیا کہ اگر سلطان اندر سے بھاگ کر نکلنا چاہے تو اُسے مار ڈالنا جب اِس جمعہ کو محل میں بادشاہ آیا تو داور ملک جو اِس سازش میں شریک نہ تھا اُس نے اپنی تین انگلیاں دانتوں میں پکڑیں اور بادشاہ کو ایسے اشارے کئے جس سے بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ یہاں سے مجھے جلد بھاگنے کو کہتا ہے یہ سمجھ کر وہ سراسیمہ ہو کر اُلٹے پاؤں بھاگا - خداوندزادہ نے اِس سے کہا کہ اتنا تو ٹھیرو کہ میں پان بنا کر تمکو دوں بادشاہ نے کہا کہ فتح خاں بہت بیمار ہے اُسکی عیادت کو جلد جانا ضرور ہے - آیندہ جمعہ کو آکر ٹھیرونگا محل سے نکلکر بادشاہ نے اپنے آدمیونکو پکارا جمعہ کا روز تھا امرا میں سے کوئی موجود نہ تھا - رائے بھیرو موجود تھا - اُس سے تلوار مانگی اُس نے کہا کہ میں حضور کے ساتھ ننگی تلوار لیکر چلتا ہوں - یہ سُنکر بادشاہ نے اُس سے تلوار چھین لی اور اپنے کوشک میں بھاگ کر پہنچا - فوراً خوانین و ملوک کو بلا کر خداوندزادہ کے محل کو گھروایا اور مسلح سپاہیونکو پکڑوایا - اِن سبنے سلطان کے روبرو سچا حال کہہ دیا تو سلطان نے اُنسے پوچھا کہ تمکو سارے حال کی خبر ہے - اُنھوں نے کہا کہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان محل کے اندر آیا ہے اور یہ خبر نہیں کہ کیونکر باہر چلا گیا - غرض بعد تحقیق و ثبوت جرم خداوندزادہ کو حکم ہوا کہ گوشہ نشین ہو اُسکو وظیفہ ملیگا - اُسکے پاس دولت بہت تھی جسکے سبب سے خسرو ملک کو یہ خیال ہوا تھا کہ سلطنت ہاتھ لگ جائیگی - وہ سب ضبط ہو کر خزانہ شاہی میں داخل ہوا اور خسرو ملک جلاوطن ہوا ملک داور کو حکم ہوا کہ ہر مہینہ کی اوّل تاریخ وہ بارانی اور کفش پہن کر بادشاہ پاس حاضر ہوا کرے ؎

کسی را کہ ایزد کند یاوری   چناں کو کہ با او کند داوری

سلطان فیروز کا نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبوں میں سلاطین ماضیہ کا نام داخل کرنا اور سکوّں کا حکم دینا

یہ دستور چلا آتا تھا کہ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبوں میں امام فقط بادشاہ وقت کا نام پڑھا کرتا تھا - جب فیروز شاہ بادشاہ ہوا تو قاعدہ کے موافق اُسی کے نام کے خطبے میں پڑھے جانے کی لوگوں نے اُس سے درخواست کی تو اُس نے فرمایا کہ خطبہ میں اوّل سلاطین ماضیہ کے نام پڑھے جائیں

اور بعد ازان میرا نام ؎

بزرگش نخوانند اہلِ خرد — کہ نامِ بزرگاں بزشتی برد

سلطان کے حکم سے خطبہ کے لئے سلاطین ماضیہ کے نامونکی فہرست یہ مرتب ہوئی (۱) سلطان معزالدین سام (۲) شمس الدین التمش (۳) ناصرالدین محمد (۴) غیاث الدین بلبن (۵) جلال الدین فیروز خلجی (۶) علاءالدین محمد خلجی (۷) قطب الدین مبارک شاہ (۸) غیاث الدین تغلق شاہ (۹) محمد شاہ تغلق (۱۰) فیروز شاہ فیروز شاہ کے نام کے بعد دو اور یہ نام پڑھے جائیں محمد بن فیروز شاہ (۲) علاءالدین سکندر شاہ۔ اس بادشاہ کے سارے عہد میں خطبے میں یہ نام پڑھے گئے دوم تاجداری کے سکے۔ یہاں سکےّ سے مراد آئین و قانون ہیں ٹھپے کے معنی نہیں ہیں اس نے اکیس آئین تاجداری اور اکتیس علامت جہانداری مقرر کیں۔

بنگالہ کی پہلی مُہم

جب تخت نشینی پر تین برس گذر چکے تو ۷۵۴ھ ۱۳۵۳ میں خوانین و ملوک نے ستّر ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع کیا۔ فیروز شاہ معہ ان ملوک و امرا کے لکھنوتی کو روانہ ہوا۔ اور دہلی میں اپنا نائب خان جہان کو مقرر کیا۔ بنگال میں حاجی الیاس حاکم لکھنوتی نے فساد مچا رکھا تھا۔ اپنا نام شمس الدین شاہ رکھا تھا اور ملک پر بنارس تک قبضہ کر رکھا تھا۔ اُسکی اقامت کا مقام پنڈوہ تھا جو مالدہ کے پاس ہے جب بادشاہ گورکھپور اور کھرسہ کے ملک پر آیا تو یہاں راجاؤں نے اطاعت اختیار کی اور بادشاہ کو کئی لاکھ ٹنکہ نذریں دیے اور خراج دینے کا وعدہ کیا۔ پھر بادشاہ بنگال میں دریا کے کنارے پر پہنچا۔ وہاں تھوڑے دنوں قیام کر کے آرام لیا اُسکو معلوم ہوا کہ شمس الدین کی سپاہ دریا کے دوسرے کنارے پر اس مقام میں ہے جہاں گنگا سے دریا ملتا ہے۔ یہاں سے دریا سے گذرنا دشوار معلوم ہوا تو وہ کوسی کے اوپر سو طرف سو کوس چلا گیا اور چنپارن کے نیچے جاکر دریا کو عبور کیا۔ یہاں ایک مقام دریا میں پایاب تھا مگر پانی اس زور سے بہتا تھا کہ پانچسو من کا پتھر اُسکے روز میں ٹھیکری کی طرح غلطاں ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریا میں یہاں ہاتھیوں کی قطاریں اوپر اور نیچے باندھی جائیں اور نیچے کی قطار کے ہاتھیوں میں رسےّ باندھ دیے جائیں۔ اس طرح پانی کے زور کو اوپر کی قطار روکتی تھی۔ اگر کوئی شخص ڈوبنے لگتا تھا تو نیچے کی قطار کے رسوں کو پکڑ کر ڈوبنے سے بچ جاتا تھا۔ جب شمس الدین نے سنا کہ بادشاہ کا

لشکر دریا سے پار اُتر آیا ہی تو وہ پنڈوہ کو چھوڑ کر اکدالہ میں جاکر چھپا۔ سلطان بھی اکدالہ کی طرف گیا اور اِس مقام کا محاصرہ نہایت اہتمام سے کیا اور اپنے لشکر کے گرد کنگرے بنائے اور خندق کھودی۔ ہر روز سلطان شمس الدین کی سپاہ اکدالہ سے باہر آتی۔ بادشاہ کا لشکر اُس پر تیروں کا مینہ برساتا۔ آخر کو دشمنوں نے مجبور ہو کر جزیرہ اکدالہ میں پناہ لی۔ بادشاہ کا لشکر نے اُس کا ملک تاخت و تاراج کیا۔ یہاں کے تمام رائے راجہ مقدم زمیندار سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنکو امان دیگئی۔

اِن دونو سلطانوں میں کچھ دنوں ہر روز خوب جنگ ہوئی پھر ہوا نے یہ جفا کی کہ زمین نرم میں دانہ گرم بویا اور قریب ہوا کہ برج سرطان پر آفتاب نظر عنایت کرے۔ یعنی برسات سر پر آگئی۔ بادشاہ نے ارباب مشورہ کو جمع کیا۔ اِس مجلس میں بہت سی بحث و تکرار کے بعد یہ قرار پایا کہ سلطان شمس الدین اکدالہ میں حصاری ہوا ہی جسکے گرداگرد جزائر ہیں وہ جانتا ہی کہ مجھے لڑنے کی ضرورت نہیں جب بارش ہوگی اور ملک بنگالہ کی زمین پر پانی ہی پانی ہو جائیگا تو یہ پانی و مچھر و پسو اور حشرات الارض بادشاہ کو اُلٹا بھگا دینگے۔ یہاں ڈانس ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے کاٹنے سے نہ آدمی نہ گھوڑا بچ سکتا تھا۔ اِسلئے یہ مناسب ہی کہ سلطان چند کوس اُلٹا چلا جائے اور دیکھے کہ دشمن کیا کرتا ہی۔ یہ تدبیر پسند ہوئی اور دہلی کی طرف سلطان سات کوس اُلٹا چلا گیا اور چند جعلی قلندر اکدالہ کو بھیجدیے اور اُن کو سکھا دیا کہ اگر لوگ تمکو پکڑ کر سلطان شمس الدین کے روبرو لیجائیں تو اُس سے یہ کہیں کہ بادشاہ دلی کو اُلٹا بھاگا جاتا ہی۔ یہ قلندر حصار میں گئے اور پکڑے گئے اور شمس الدین کے سامنے پیش ہوئے تو اُنہوں نے یہی کہا کہ بادشاہ معہ اپنے لشکر و بنگاہ دہلی کو بھاگا جاتا ہی۔ شمس الدین کو اُنکے کہنے کا یقین ہوا اور وہ اکدالہ سے نکل پڑا۔ فیروز شاہ نے یہہ حکمت بھی کی تھی کہ کچھ رخت و سپاہ یونہیں چھوڑ دیا تھا۔ کچھ اسباب میں آگ بھی لگادی تھی۔ اب شمس الدین دس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے و پچاس ہاتھی لیکر فیروز شاہ کے پیچھے پڑا۔ سلطان نے سات ہی کوس سفر کیا تھا اور دریا کے کنارے پر وہاں مقیم تھا جہاں وہ پایاب تھا۔ اُسکے لشکر کی بھیر بنگاہ اِس دریا سے اُتر رہا تھا کہ سلطان کو خبر ہوئی کہ دشمن کا

لشکر آپہنچا ہی۔ اُس نے یہ سُنکر اپنا لشکر اس طرح مرتب کیا کہ امیر شکار امیر دیلان کو میمنہ کا لشکر تیس ہزار سوار کا سپرد کیا اور ملک حسام نوا کو میسرہ کا لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار کیا۔ اِن تینوں تاتار خاں قلب لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار کیا۔ اِن تینوں فوجوں میں بادشاہ خود پھرتا تھا۔ اور سپاہ کی شاہانہ دلداری کرتا تھا۔ جب یہ سب تیاریاں ہو چکیں تو لڑائی کا نقارہ بجا اور دونو لشکروں میں لڑائی کا شور مچا۔ شمس الدین نے دیکھا کہ فوج شاہی لڑائی کے لئے ایسی آراستہ ہی تو وہ خوف زدہ ہوا۔ اور سمجھا کہ قلندروں نے مجھے دہوکہ دیا کہ میں حصار سے لشکر کو لے آیا۔ اب لڑو جو تقدیر میں ہونا ہی وہ ہوگا۔

لشکر میسرہ سے جس کا افسر ملک حسام نوا تھا لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابھی ادھر دونوں لشکروں میں لڑائی ختم نہوئی تھی کہ میمنہ میں جس کا افسر ملک دیلان تھا جنگ شروع ہوئی طرفین کے بہت آدمی مارے گئے۔ اب تیروں سے لڑائی کی نوبت گذر کر تیغ و سناں پر پہنچی۔ پھر اُس سے بھی آگے یہانتک نوبت آئی کہ پہلوانوں نے ایک دوسرے کو پکڑ پکڑ کے دے مارا اور ہلاک کیا۔ بعد بڑی خونریزی کے قتل کے سلطان شمس الدین شکست پاکر اپنے شہر کی طرف بھاگا۔ پھر تاتار خان نے میمنہ میسرہ سے زور پاکر شمس الدین کا تعاقب منڈوہ سے اکدالہ تک کیا۔ تاتار خاں نے پکار کر کہا کہ اے شمس سیاہ رو پیٹھ مت دکھاؤ ادھر مُنہ کر کے لشکر فیروزی کی جوانمردی کو دیکھو مگر اُس نے کچھ پرواہ نکی۔ فیروز شاہ کو فتح ہوئی اور سینتالیس ہاتھی ہاتھ لگے اور تین ہاتھی مارے گئے۔ شاہ بنگال باوجود اس لشکر کثیر کے صرف سات سواروں کے ساتھ بھاگا۔ اور سارا لشکر اسکا پریشان و متفرق ہوگیا فیروز شاہ نے دریا کے کنارہ پر اکدالہ سے سات کوس پر قیام کیا۔ شمس الدین نے قلعہ اکدالہ میں پناہ لی لشکر فیروز شاہی نے شہر لے لیا۔ اِس شہر میں جب بادشاہ داخل ہوا تو کوٹھوں پر ہزارہا معزز گھرانے کی عورتوں کا ہجوم سر ننگا۔ زبان پر شور و فغاں تھا۔ اسکو دیکھکر بادشاہ کو رحم آیا اور اپنی زبان سے یہ فرمایا کہ میں نے مانا کہ شہر کے اندر میں فتحمند ہوکر آیا اور چند مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور اس مُلک کو لے لیا۔ اور مُلک میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اب اگر حصار لیتا ہوں تو اور مسلمانوں کا خون کرتا ہوں۔ عورات مستورات

مخدرات کو نااہلوں کے ہاتھ میں گرفتار کراتا ہوں تو قیامت کے دِن خدا کو کیا مُنہ دکھاؤنگا اور مجھ میں اور مغلوں میں کیا فرق ہوگا - تاتار خاں نے اِصرار کیا کہ ہاتھ آیا ہوا ملک ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے - اِس پر فیروز شاہ نے کہا کہ دار الملک دہلی کے چند سلاطین نے اِن ممالک کو تسخیر کیا - مگر یہاں اُنکے کچھ آثار باقی نہیں رہے - اِسکا سبب یہ ہَی کہ بنگالہ کی زمین میں کیچڑ و تری بہت ہَی - یہاں کے امراء آب سرو کے جزیروں میں زندگی بسر کرتے ہیں - مجھے سلاطین دہلی کی متابعت سے مخالفت نہیں کرنی چاہیئے - مصلحت ملکی یہی ہَی - پس اِس نے اکدالہ کا نام بدل کر آزاد پور رکھا اور خود بازگشت کی - میدان کارزار میں تاتار خاں نے بڑی مردانگی کی اور شمس الدین کا ایسا تعاقب کیا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اُس کا سر اُڑا دیتا مگر اُس نے قصدًا یہ نہیں کیا - جب فیروز شاہ نے اُس سے پوچھا تو اُس نے یہ جواب دیا کہ تاجدار پر تلوار کا ہاتھ مارنا مجھے سزاوار نہ تھا - بادشاہ اِس جواب سے بڑا خوش ہوا -

بادشاہ کی مراجعت دہلی کی طرف

جب بادشاہ نے دہلی کی مراجعت کا ارادہ کیا تو لشکر میں خوشی کے مارے عید ہوگئی - بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالہ کے سوار پیادوں کے سروں کو جمع کریں - اشتہار دیا گیا - جو بنگالی کا ایک سر لائیگا ایک ٹنکہ نقرہ انعام پائیگا - اِس لالچ سے سب نے سروں کے جمع کرنے میں کوشش کی - ایک لاکھ اسّی ہزار سر سے کچھ زیادہ جمع ہوئے - اِتنے سر کبھی نہ جمع ہوتے سات کوس میں کوشش میں کوشش کی گئی تھی - بادشاہ اِن سروں کو دیکھکر روتا تھا - اور کہتا تھا کہ یہ مسکین بیچارے پیٹ و عیال و اطفال کے مارے جان سے مارے گئے ؎

بعبرت سوئے کشتگاں بنگریست | بخندید پیدا و پنہاں گریست
کہ چندین خلائق دریں کارو گیر | چرا کشتہ شاید بشمشیر و تیر
فلک را سرانداختن شد سرشت | نشاید کشیدن سر از سرنوشت

بادشاہ لشکر سمیت بہت جلد دہلی کی طرف منزل پیما ہوا - پنڈوہ میں آیا اور راہ میں

خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور اس کا نام فیروز آباد رکھا۔ پھر دفاتر سلطانی میں یوں لکھا جانے لگا کہ آزاد پور عرف اکدالہ اور فیروز آباد عرف منڈوہ۔ جب بادشاہ کوسی کے کنارہ پر آیا تو لشکر کو کشتیوں میں بٹھا کر اُتارا۔ جب شمس الدین اکدالہ میں آیا تو کوتوال کو جس نے دروازہ بند کیا تھا قتل کیا۔

سلطان نے دہلی میں خواجہ جہاں پاس جو اُسکی نیابت کر رہا تھا لکھنوتی کی فتح کا فرمان بھیجا تو یہاں بڑی خوشی خاص و عام کو ہوئی۔ ایک خوشی فتح کی تھی دوسری بادشاہ کے صحیح سلامت آنے کی جب بادشاہ دہلی کے قریب آیا تو خواجہ جہاں اُسکے استقبال کو گیا اور بادشاہ کی سواری بڑی دھوم دھام سے شہر میں آئی اور ۴۷ ہاتھی جو بنگالہ کی فتح میں حاصل ہوئے وہ سواری کے جلو میں سب سے آگے تھے۔ بادشاہ نے گیارہ مہینے اس مہم میں صرف کئے

شہر حصار فیروزہ کا بنانا اور نہر کا جاری کرنا

بنگال کی مہم سے جب بادشاہ فارغ ہو کر دہلی آیا تو کئی برس تک وہ دہلی کے گرد سیر کرتا رہا اور دوسرے سال میں وہ حصار فیروزہ کی طرف گیا تھا اور مملکت کی استمالت میں خدمت کرتا تھا اور رعایا پر احسان طرح طرح کے کرتا تھا۔ انھیں دنوں میں حصار فیروزہ کی بنا ڈالی۔ یہاں جب سلطان آیا تو چند روز مقیم رہا۔ اب جس جگہہ کہ حصار فیروزہ ہے وہاں پہلے دو گانوں بڑے بڑے تھے ایک کو لراس بزرگ اور دوسرے کو لراس کوچک کہتے تھے۔ بادشاہ نے لراس بزرگ کو دیکھہ کر پسند کیا اور فرمایا کہ یہاں شہر آباد کیا جائے تو خوب ہو یہاں کی زمین بے آب تھی اور گرمی کے موسموں میں خراسان و ایران سے جو سوداگر آتے تھے۔ اُنکو پانی کی بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ چار جیتل کو ایک پانی کا مٹکا ملتا تھا۔ اُس کو اُمید تھی کہ اگر میں مسلمانوں کے فائدہ کے لئے یہ شہر آباد کرونگا تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہاں پانی بھی پیدا ہونے لگے گا۔ بادشاہ نے یہاں آکر شہر کے بنانے کی فرمائش کی اور اُس کا بننا شروع ہوا۔ چند سال تک بادشاہ اور خوانین و ملوک اس کام میں مصروف رہے ترسائی کے پہاڑوں سے سخت پتھر ترش کر یہاں

آتا پختہ چونے اور کھور (اینٹ کھویا) کو آمیختہ کرکے اِن پتھروں کو عمارت میں لگاتے۔ ایک حصار بزرگ یہاں تعمیر ہوا۔ اُسکے مختلف حصّوں کی تعمیر امیروں کو سپرد تھی جنھوں نے جلد اِس حصار کو تعمیر کرادیا۔ بادشاہ نے اِس حصار کا نام حصار فیروزہ رکھا اور پھر اِس حصار کے گرد خندق کھُدوائی اور اُسکی مٹی سے حصار کے گرد دمدمہ بنایا اور حصار کے اندر ایک بڑا گہرا تالاب بنوایا اور اُس کا پانی خندق کے اندر چھڑوایا ہمیشہ خندق میں یہ پانی بھرا رہتا تھا۔ اور حصار کے اندر ایک کوشک بنوایا جس میں بہت سے محل تھے اور اِس میں بڑی حکمت یہ رکھی تھی کہ اگر کوئی عاقل بھی کوشک میں آتا اور چند محلوں میں پھرتا تو بیچ کے محل میں آجاتا جو نہایت تاریک تھا اور اُسکی راہیں باریک تھیں۔ اگر کوشک کی نگہبان اُسکی رہبری نہ کریں تو بھی وہ اِس تاریکی سے نہیں نکلتا چنانچہ ایک فراش اِس میں چلا گیا تو کئی روز تک وہ اِس میں غائب رہا پھر اُسکو نگہبان کوشک ہی نکال کر لائے۔ جب بادشاہ نے اپنا محل یہاں بنوایا تو پھر تمام خانان عظام اور ملوک با احترام نے اپنے محل اور خاص و عام نے بھی اپنے مکان یہاں بنوائے۔ غرض شہر خوب آباد ہوگیا۔

رفاہ عام کا کام سب سے بڑا یہاں نہر کا جاری کرنا ہے جب بادشاہ نے حصار فیروزہ کے ملک میں پانی کی تکلیف دیکھی جس کے سبب سے ملک اُجاڑ تھا تو اُس نے ایک نہر جمنا کی اِس جگہہ سے نکالی جہاں پہاڑوں سے وہ نکلکر الگ ہوتی ہے وہ کرنال ہوکر ہانسی حصار پہنچی تھی اور پھر دریا گھاگرا (دگاگر) میں گرتی ہے۔ اِس نہر کا نام راج واہ تھا اور دوسری نہر دریا ستلج سے لایا جس کا نام الغ خانی تھا۔ یہ دونوں نہریں کرنال کے قریب گذرتی تھیں اور اسّی کوس چلکر وہ ملجاتی تھیں اور شہر حصار فیروزہ میں جاتی تھیں۔ سلطان فیروز نے ڈھائی سال میں اِس شہر کو بنایا اور بعد ازاں اُس کے گرد باغ لگائے جن میں سب قسم کے میوے ہوتے تھے۔ پہلے یہاں خریف کی فصل ہوتی تھی۔ گیہوں نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اِسکے لئے پانی یہاں میسر نہیں ہوتا تھا مگر اب دونوں فصلیں خریف و ربیع ہونے لگیں۔ ہزاروں بگھوں میں آبپاشی ہوتی تھی۔ اِن نہروں نے اِس ملک کو راغ سے باغ بنادیا

پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں صدر مقام تحصیل مالگزاری ہانسی تھا اب بادشاہ نے

یہ صدر مقام حصار فیروزہ میں منتقل کر دیا - اور اس یعنی یعنی قسمت حصار فیروزہ میں اضلاع ہانسی اور اگروودھہ فتح آباد سرستی داخل کر دیے -

اِستقامت املاک یعنی بادشاہ کا محصول زمین مقرر کرنا

بادشاہ نے دو شہر فتح آباد اور فیروزہ حصار آباد کئے فتح آباد کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور فیروزہ حصار کا اب ذکر ہوا - اب دونوں شہروں میں نہریں جاری کیں گویا کہ اِن شہروں میں دونوں بحر و بر بسا دیے - اِن اضلاع میں اسّی کوس سے نوے کوس تک کے درمیان آبپاشی ہوتی تھی - تمام قصبات - قریات - جنید - دہاترہ اور ہانسی اور اُسکے مضافات میں پانی کے سبب سے پیداوار بڑھ گیا اور اُس سے بہت فائدہ ہونے لگا گو بادشاہ نے فضلاء و علماء نیک صفات و مشائخ بابرکات کو جمع کرکے فتویٰ طلب کیا کہ اگر کوئی شخص بہت محنت و مشقت کرکے اور اپنا روپیہ خرچ کرکے قصبات و قریات کی حدود میں نہریں جاری کرے اور اُس سے وہاں کے رہنے والیکو نفع بہت حاصل ہو تو اس محنت اُٹھانے والے کا بھی حق سعی ہے یا نہیں - سب نے متفق ہو کر کہا کہ ایسا سعی کرنے والا حق شرب یعنی دہ یکی کا مستحق ہے - بادشاہ نے مثل پہلے بادشاہوں کے ویران زمینوں میں بہت دیہات آباد کئے اور اُن پر محصول مقرر کیا اور اِس محصول کو بیت المال سے خارج رکھا - اور اُسکو سہام میں تقسیم کرکے علماء و مشائخ کے نام معین کر دیا - پس بادشاہ کی آمدنی دو صیغوں سے بڑھی ایک حق شرب سے دوم نئی زمینوں کی زراعت سے اِس طرح بادشاہ کی املاک میں دو لاکھ ٹنکہ کی آمدنی بڑھ گئی - دار الملک دہلی میں کسی بادشاہ کی املاک ایسی نہیں زیادہ ہوئی کہ خاص اِس املاک کے واسطے عہدہ دار مقرر ہوں اور اُس کا خزانہ جدا رہے جب برسات کے موسم کی شدت ہوتی تو خاص ملوک کو بادشاہ مقرر کرتا کہ وہ نہروں کی کناروں پر پھر کر بادشاہ کو اطلاع دیں کہ سیلاب کا پانی کہاں سے کہاں تک پہونچا - اِن نہروں سے جتنی آبپاشی زیادہ ہوتی اُتنا ہی یہ بادشاہ خوش ہوتا - اور اگر کوئی اُسکی املاک میں سے گانوں خراب ہو جاتا تو وہاں کے عہدہ دار کو ذلیل کرکے بادشاہ نکال دیتا - اِس سبب سے ملک بہت آباد و معمور ہو گیا -

ہانسی میں بادشاہ کی ملاقات شیخ نورالدین سے

شیخ قطب الدین کا انتقال ہوگیا تو شیخ نورالدین اُنکے سجّادہ نشین ہوئے۔ بادشاہ حصار فیروزہ سے اُنکی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ شہر آباد کیا ہے حضرت سے یہ درخواست ہیَ کہ ہانسی سے وہاں تشریف لیجائیں میں جناب کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرادوں اور اُس کا خرچ وارد و صادر کے لئے مقرر کردوں حضرت نے جواب دیا کہ یہ دعاگو ہانسی میں ہی رہیگا کہ وہ میرے باپ دادا کا وطن ہیَ اور ان بزرگوں نے مجھے یہی مقام دیا ہیَ۔ بادشاہ نے کہا اچھا آپ یہیں رہیں مگر دعا کیجئے کہ حصار فیروزہ آباد رہے۔

جمنا کے کنارہ پر فیروزآباد کا آباد کرنا

بادشاہ نے مہم بنگالہ میں دوبارہ جانے سے پہلے ۱۳۵۴ء ۷۵۵ھ میں جمنا کے کنارہ پر گادیں گانوں کی جگہہ پسند کرکے اِس شہر کو بنانا شروع کیا۔ اور اُس میں کوشک عالیشان تعمیر کرایا اور خوانین و ملوک نے اپنے مکانات وہاں بنائے۔ اِس طرح دہلی سے پانچ کوس پر ایک نیا شہر آباد ہوگیا۔ اِس شہر میں فیروزآباد کی حدود میں اٹھارہ مواضع کی زمین آئی جنکی تفصیل یہ ہیَ کہ قصبہ اندرپت کی سرائے شیخ ملک باریزاں کی۔ سرائے شیخ ابوبکر طوسی کی۔ گادیں کی۔ کھیت واڑہ۔ لہراوت کی۔ اندہاولی کی۔ سرائے ملکہ کی۔ مقبرہ سلطان رضیہ کی۔ بھاری کی۔ مہرولہ کی۔ سلطان پور کی۔ اور اور دیہات کی زمینیں اِسقدر مکانات تعمیر ہوگئے تھے کہ قصبہ اندرپت سے کوشک شکار تک کہ پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔ ساری زمین آباد تھی اور اُس میں مکانات ریختہ اور گچ کے بنے ہوئے تھے۔ آٹھ مساجد جمعہ ایسی وسیع اور عظیم الشان تھیں کہ اُنمیں سے ہر ایک مسجد میں دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اور ایک مسجد خاص تھی۔ بڑے بڑے امیروں نے یہ مسجدیں بنائی تھیں اور اُنکے نام پر ان مسجدوں کے نام لئے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہجہاں آباد میں یہ مسجد جس کا نام کالی مسجد ہے اور ترکمان دروازہ کے پاس ہے وہ انھیں مسجدوں میں سے ہیَ۔

اِس بادشاہ کی چالیس برس کی سلطنت میں دہلی اور فیروز آباد کے درمیان پانچ کوس کے اندر خلق کی آمد و رفت کثرت سے رہتی تھی ہر وقت اژدہام لگا رہتا تھا۔ صبح کی شمارکے وقت اونٹ۔ گھوڑے۔ خچر۔ گاڑیاں۔ چھکڑے۔ پالکیاں یہ سب سواریاں تیار رہتی تھیں اِنمیں سوار ہوکر فیروز آباد سے دہلی اور دہلی سے فیروز آباد میں آدمی آتے جاتے تھے اِن سواریوں کا کرایہ معمولی یہ مقرر تھا کہ گاڑی کا کرایہ چار جیتل فی نفر۔ شتر کا کرایہ چھ جیتل۔ گھوڑے کا کرایہ بارہ جیتل۔ کرایہ ڈولہ نیم ٹنکہ۔ شہر کے نزدیک مزدور کثرت سے موجود رہتے تھے اُنکو مزدوری خاطر خواہ مِل جاتی تھی۔ افسوس ہے کہ مغلوں کے ہاتھ سے اُسکے بہت سے باشندے ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ اطراف میں چلے گئے ایسا بڑا شہر برباد ہوگیا۔

ظفر خاں کا سنار گانوں سے آنا اور فیروز شاہ کی پناہ مانگنا

سنار گانوں کا بادشاہ سلطان فخر الدین تھا۔ اور ظفر خاں اُس کا داماد تھا۔ تخت گاہ پنڈوہ سے پہلے تخت گاہ سُنار گانوں تھا۔ اوّل دفعہ بنگالہ سے دہلی کو جب فیروز شاہ نے مراجعت کی تو کینہ کے سبب سے شمس الدین کشتی میں ہوکر ہوکر چندروز میں سنار گانوں آیا سلطان فخر الدین جسکو عوام فخر کہتے تھے۔ بغم و بفکر اپنی مملکت میں بیٹھا تھا کہ شمس الدین نے اُسے زندہ گرفتار کرکے مار ڈالا اور سارا ملک اُس کا دبا بیٹھا۔ تمام اعوان و انصار اُس کے پراگندہ ہوگئے۔ اسوقت تحصیل مال کے لئے ظفر خاں گیا ہوا تھا۔ جب اُس نے یہ حال سُنا تو وہ مملکت سنار گانوں سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہوا اور بہت تکلیفیں اُٹھا کر دہلی میں آیا اور یہاں سے بادشاہ کی خدمت میں حصار فیروزہ کے اندر پہنچا اور ایک ہاتھی نذر میں دیکر باریاب ہوا بادشاہ نے اُس پر مراحم خسروانہ فرماکر حالات دریافت کئے اور اُسکی خاطر جمع کی کہ وہ کچھہ اندیشہ نہ کرے جو سنار گانوں میں اِس پاس تھا اُس سے دوچند اُسکو یہاں ملجائیگا۔ بادشاہ نے ظفر خاں اور اُسکے ہمراہیوں کو خلعت عنایت کئے اور اوّل روز تین ہزار ٹنکہ جامہ شستن کے مرحمت کئے اور اُسکا خطاب ظفر خاں بحال رکھا۔ پھر چار لاکھ ٹنکہ دیے اور ایک ہزار سوار اور بہت سے پیادے اُسکے لئے متعین کئے اور نائب وزیر مقرر کیا اور پھر عہدہ وکالت عطا کیا

دوسرے روز بادشاہ کے دربار میں جو ظفر خاں گیا تو بادشاہ نے اُسے غمگین دیکھکر اُس سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میری پریشانی حضور کی مرحمت سے دفع ہو سکتی ہے بادشاہ نے اُسے خواجہ جہاں پاس دہلی بھیجدیا۔ حصار فیروزہ سے سلطان دہلی میں آیا خواجہ جہاں سے ظفر خاں کے باب میں صلاح و مشورہ کیا پھر حکم دیا کہ مہم بنگالہ کی تیاری کیجائے جب اِس تیاری کی خبر شمس الدین کو پہنچی تو وہ ڈرا اور اکدالہ کے قیام میں اپنی مصلحت نہ دیکھی سنار گانوں میں وہ چلا آیا جو بنگالہ کے وسط میں تھا۔ یہاں کے آدمیوں نے بھی اُسکے ہاتھ سے تنگ ہو کر بادشاہ پاس فریاد کی عرضیاں بھیجنی شروع کیں۔

لکھنوتی کی طرف بادشاہ کا دوبارہ روانہ ہونا

جیسے کہ بادشاہ پہلی دفعہ لکھنوتی کو گیا اِس طرح ابکی دفعہ روانہ ہوا کہ اسی یا ستر ہزار سوار اور بہت سے پیادے و چار سو ستر ہاتھی اور کشتیاں بند کشا اور بہت سے اور آدمی جو دہلی میں لڑنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ دو دہلیز (خیمے) دو بارگاہ۔ دو خوابگاہ۔ دو دہلیز مطبخ۔ ایک سو اسی علم ہر قسم کے اور چوراسی خروار طبل و دمامہ شتری و فیلی و اسپی۔ اِس ساز و سامان سے ۷۶۰ھ ۱۳۵۹ء میں خود بادشاہ لکھنوتی روانہ ہوا۔ خواجہ جہاں وزیر کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کیا۔ خان اعظم تارتار خان بھی بادشاہ کے ہمراہ چند منزل گیا مگر بعد ازاں وہ حصار فیروزہ کو واپس بھیجا گیا۔ وجہ اُس کے واپس بھیجنے کی شمس سراج نے یہ بیان کی کہ بادشاہ کبھی کبھی شراب پیتا تھا۔ اور یہ شراب مختلف مزونکی اور رنگ برنگ کی زعفرانی۔ گلابی۔ سرخ۔ سفید ہوتی تھی اور اس سفید شراب کا مزہ میٹھے دودھ کا سا ہوتا تھا۔ بادشاہ صبح کی نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر یہ چاہتا تھا کہ شراب کا پیالہ پیئے کہ تاتار خاں سلطان کے دروازہ پر آیا۔ بادشاہ کو اسوقت اس سے ملنا ناگوار تھا مگر اُسکے اصرار سے بلا لیا اور شراب کے سامان کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ جب تاتار خاں آیا تو اُس نے پلنگ کے نیچے یہ سامان دیکھ لیا تو سلطان کو اُس نے یہ نصیحت کی یہ دن توبہ و استغفار کے ہیں۔ ہر گھڑی خدا سے دعا مانگنی چاہیئے نہ کہ شراب پینی۔ دشمن کو خورد نہ جاننا چاہیئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں یہ قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تم اِس لشکر میں رہو گے میں شراب نہیں پینے کا۔ تاتار خاں الحمد للہ کہکر باہر چلا آیا۔ مگر بادشاہ اِس نصیحت کو گستاخی سمجھا۔ چند روز بعد تاتار خاں کو حصار فیروزہ یہ کہکر بھیجدیا کہ وہاں کی رعایا

کو تشویش ہو رہی ہے تم جا کر امن امان قایم کرو بادشاہ قنوج کی راہ وہاں آیا جہاں اُس نے شہر جون پور آباد کیا۔

شہر جونپور کی بنا کا حال

بادشاہ نے یہاں جو ایک مقام وصحرا خوش ومرغوب دیکھا تو اُسکے دل میں آیا کہ یہاں شہر آباد کیا جائے۔ گومتی کے کنارہ پر بادشاہ نے چھ مہینے قیام کرکے اِس شہر کو آباد کیا۔ سلطان تغلق شاہ کے بیٹے سلطان محمد تغلق جوناخاں کے نام پر شہر کا نام جونا پور (جونپور) رکھا۔ جونا ترکی زبان میں آفتاب کو کہتے ہیں۔ آیندہ تاریخ میں پڑھوگے کہ یہ شہر سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت بنا۔

سلطان سکندر شاہ سے بادشاہ کی جنگ

چھٹے مہینے شہر جونپور سے بادشاہ بنگالہ میں متواتر کوچ کرکے پہنچا۔ اِس عرصہ میں سلطان شمس الدین تو مرچکا تھا اُسکا بیٹا سلطان سکندر سلطنت کرتا تھا وہ اپنے لشکر بمیت جزائر اکدالہ میں جا چھپا۔ بادشاہ نے اِن جزائر کو گھیر لیا۔ دونوں جانب عرادہ ومنجنیق موجود تھے۔ حصار کے آگے ہر روز شتروں سے لڑائی شروع ہوتی۔ حصار سے دشمن کا لشکر میدان میں نہیں آسکتا تھا۔ جانبین میں روز و شب نگاہبانی ہوتی تھی اتفاق سے حصار سکندری کا ایک برج بودا تھا وہ اُسی کے آدمیوں کے بوجھ سے گر پڑا حسام الملک نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو اسوقت حملہ کرکے فتح کرلیا جائے۔ سلطان نے بعد تامل کے فرمایا کہ جب حصار میں لشکر جائیگا تو ہزاروں پردہ نشین عورتوں کی بے پردگی وپردہ دری ہوگی نااہلوں کے ہاتھ سے اُنکی عزت خاک میں ملیگی۔ ایک دن توقف کرو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ یہ سنکر بادشاہی افسروں نے صبر کیا۔ بنگالیوں نے اپنا برج ایک دن میں جیسا تھا ویسا بنالیا۔ گلی حصار تھا اُس کا برج بنانا آسان تھا۔ اب حصار میں علف وغلہ کی تنگی ہوئی اور لڑائی سے بھی طرفین تنگ ہوگئے اِسلئے دونو بادشاہوں میں مصالحت کی ٹھیری۔

فیروز شاہ وسکندر شاہ کی مصالحت

جب سکندر شاہ پر بُری بنی تو اُسکے وزرا نے صلاح مشورہ کرکے ایک دانشمند آدمی کو فیروز شاہ کے وزرا پاس بھیجا جس نے یہاں اُنکے وزرا سے یہ تقریر کی کہ لڑائی میں دونوں جانب میں مسلمان کشتہ و خستہ ہوتے ہیں۔ آئین سلاطین وقوانین وزرا کا مقتضا یہ ہے کہ جب بادشاہوں میں کینہ دری کے سبب سے

لشکرکشی ہوا اور اُس سے اہل اسلام کو مضرت پہنچتی ہو اُنکا کام یہ ہی کہ وہ بادشاہوںمیں صلح کرادیں۔ سلطان سکندر کو صلح منظور ہی جب وزراء فیروزی نے یہ تقریر سُنی تو اُنھوں نے بھی آپس میں صلاح ومشورہ کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان سکندر صلح کا طالب ہے اگر حضرت کو بھی صلح منظور ہو تو اہل اسلام کی گردن پر سے تلوار میان میں جائے۔ خدا تعالیٰ کا بھی ارشاد ہی کہ الصلح خیر۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر سکندر شاہ اِس شرط کو قبول کرلے کہ سنارگانوں میں ظفر خاں تخت نشین ہو تو صلح کرلینی چاہئے خان اعظم ہیبت خاں اِس رسالت پر مقرر ہوا۔ وہ سلطان سکندر شاہ پاس گیا۔ ہیبت خاں نے وہاں جاکر نرم وگرم گفتگو کرکے اِس شرط پر کہ ظفر خاں کو ولایت سنارگانوں حوالہ ہو۔ صلح کو منظور کرالیا سلطان سکندر نے کہا کہ بادشاہ نے ناحق ظفر خاں کی تخت نشینی کے لئے تکلیف اٹھائی ہی۔ اگر مجھے فرمان بھیجدیتے تو میں اُسے تخت پر بٹھا دیتا۔ فیروز شاہ نے سکندر شاہ پاس ملک قبول کے ہاتھ اسی۸۰ ہزار ٹنکہ کی قیمت کا تاج مرصع ومکلل بھیجا۔ ملک قبول نے سکندر شاہ کے تخت کے گرد سات دفعہ چکر کھاکر اُسکے سر پر تاج رکھا۔ وہاں یہ اپنا تماشہ بھی دکھا دیا کہ اکدالہ کی بیس گز چوڑی خندق کو وہ گھوڑے پر سوار ہوکر پھلانگ گیا اور سکندر شاہ سے کہدیا کہ مجھ جیسے سوار بادشاہ پاس دس ہزار ہیں سلطان سکندر نے بھی چالیس ہاتھی نذرانہ میں بھیجے۔ اور آیندہ اِس نذرانہ کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ ظفر خاں کو ولایت سنارگانوں میں بلاکر اُسکے حوالہ کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر ظفر خاں کو جب سنارگانو کی حکومت مل گئی تو اُس نے وہاں ٹھیرنے میں مصلحت اپنی نہیں دیکھی اور بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ یہاں کی سلطنت سے حضور کی صحبت ومعیت زیادہ پسند ہی۔ مجھے جو آسودگی دہلی میں میسر ہوگی وہ یہاں نہیں ہوگی۔ اِسکے سارے رشتہ دار اور دوست مرچکے تھے کوئی باقی نہ تھا۔ یہاں کیونکر وہ رہ سکتا تھا۔ اب بادشاہ یہاں سے دہلی کی طرف روانہ ہوا دونوں دفعہ بادشاہ کی رحم دلی نے اِن مہمات سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھانے دیا۔

سلطان کا روانہ ہونا اور جونپور سے جاج نگر جانا

ملک بنگالہ کی مہم سے بادشاہ فارغ ہوا جونپور میں آیا اور یہاں سے جاج نگر میں گیا۔ ولایت جاج نگر نہایت سیر حاصل اور نعمت خیز تھی۔ وہاں میوہ غلہ کثرت سے ہوتا تھا۔ ٹھیرنے سے لشکر گھوڑوں

اور جانوروں میں توانائی آئی۔ یہاں مویشی اس کثرت سے ہوتے تھے کہ ٹکے ٹکے بکتے تھے لوگ انکو مفت چھوڑ دیتے تھے جانتے تھے جہاں جائیں گے وہاں خرید لینگے۔ یہاں کے آدمی ایسے مرفہ الحال تھے کہ انکے مکان بڑے عالیشان تھے اور اون کے پاس باغات بہت سے تھے جن میں صد طرح کے میوے ہوتے تھے غرض دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر کوئی مسلمان آباد نہ تھا اسلئے مسلمانوں کو یہاں یہ کہنا کہ الدنیا سجن للمومن وجنتہ للکافرین صادق آتا تھا۔ بادشاہ اس ملک میں بنارس میں اترا۔ یہ اس ملک کی قدیمی دارالسلطنت تھی اس میں دو بڑے قلعے استوار تھے۔ ہر نئے راجہ کو یہ ضرور تھا کہ ان قلعوں میں کوئی نہ کوئی عمارت بڑھائے اس لئے وہ بہت عالیشان و وسیع المکان ہو گئے تھے۔ کئی وجہ سے یہاں سے راجہ جاج نگر کو چلا گیا تھا۔ اسلئے بادشاہ اسی محل میں فروکش ہوا جس میں راجہ رہتا تھا۔ جاج نگر کا راجہ خوف زدہ ہو کر دریا میں کشتی کے اندر بیٹھ کر کہیں جا چھپا اور دریا کے آگے ایک مہنت ہاتھی چھوڑ گیا کہ لشکر شاہی اس کی طرف متوجہ ہو۔ تین روز تک لشکر نے کوشش کی کہ ہاتھی کو زندہ گرفتار کریں مگر جب وہ زندہ نہ پکڑا گیا تو اسکو مار ڈالا۔

ہاتھی کا شکار و رائے جاج نگر کی اطاعت

جب بادشاہ یہاں کے جنگل میں گیا تو دیکھا کہ پندرہ پندرہ[1] بیس[2] بیس کوس تک ہاتھی ہی ہاتھی بھرے ہوئے ہیں تو اس نے یہاں ہاتھی کا شکار کھیلا۔ ہاتھیوں کو کٹگھر میں گھیر کر خوب تھکایا۔ اور پھر فیلبان درختوں پر چڑھ کر ہاتھیوں کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور انکو پکڑ لائے جب بادشاہ کو اس سیر شکار سے فرصت ملی تو وہ رائے جاج نگر کے پیچھے پڑا جس محل میں وہ رہتا تھا اس میں گیا بہت سے مکانات اس میں بنے ہوئے تھے۔ حصار کے اندر ایک بت خانہ تھا اس میں جگن ناتھ کی مورت رکھی ہوئی تھی اسکو اکھیڑ کر بادشاہ نے دہلی بھیجدیا۔ ہندو راجہ و رائے و مقدم و زمیندار جن برہمنوں کی صلاح مشورہ لیتے ہیں انکو مہنت کہتے ہیں یہاں ان کو پاتر کہتے ہیں راجہ نے ان پاتروں کو بھیجکر بادشاہ سے صلح کر لی اور بیس ہاتھی نذر بھیجے۔ یہاں جنگلوں میں ہاتھی اس کثرت سے تھے کہ بھیڑ کے بھاؤ بکتے تھے۔ بادشاہ لکھنوتی اور جاج نگر

میں دو سال سات مہینے رہا اور اِن دونوں ملکوں سے بہتر ہاتھی لیگیا۔

بادشاہ کی مراجعت جاج نگر سے دشوار گذار راہ ہونسے

جب بادشاہ نے دہلی کو بازگشت کی تو راہبروں نے راہ کے بتانے میں غلطی کی۔ لشکر کو پہاڑوں اور جنگلوں میں ڈال دیا۔ وہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں راہ بھولا بھٹکا پھرا۔ غلہ کی کمی ہوئی چھ مہینے تک خان جہاں کو دہلی میں بادشاہ کی کچھ خبر معلوم ہوئی حوالی شہر میں وہ سوار ہو کر پھرتا۔ اُسکے خوف سے سارے ملک میں امن رہا۔ چھ مہینے بعد مشکل سے ایک راہ روشنا ہوئی۔ بادشاہ نے ڈاک بھیجنے کا ارادہ کیا۔ سارے لشکر میں منادی ہوئی کہ جسکو اپنی سلامتی کی خبر اور اپنا احوال اہل وعیال کو لکھنا ہو وہ خط میں لکھ کر دولت سرا میں دیدے۔ جب لشکر کے کان میں یہ آواز پہونچی تو اونہوں نے دولت سرا میں اتنے خطوں کا ڈھیر لگایا کہ ایک اونٹ پر لدا۔ جب یہ دہلی ڈاک پہونچی تو وہاں گھر گھر خوشی کے شادیانے بجنے لگے جب بادشاہ دہلی کے قریب آیا تو ایک خلقت اپنے عزیز و اقارب سے ملنے گئے۔ بادشاہ کی سواری بڑی دھوم دہام سے داخل ہوئی۔ فیروزآباد کی کوشک میں بادشاہ نے ایک دیوار پر یہ کندہ کرایا کہ ہم نے اتنے ہاتھی شکار کئے اور اتنے ہاتھی ساتھ لائے تاکہ وہ ایک یادگار روزگار رہے۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں رعایا کی خوشحالی و فارغ البالی

جب فیروز شاہ دہلی میں آیا تو اُس نے فیروزآباد میں اپنی کوشک کی عمارت کو پورا بنوایا اور شہر کے وسط میں بھی اُس نے ایک کوشک جہندوراے بڑے تکلف کا تعمیر کرایا۔ دو سال بعد لشکر آیا تھا اتنی مدت کے بعد اپنے گھروں میں مسافر سپاہیوں کے آنے کی بڑی شادیاں ہوئیں۔ بادشاہ اپنا وقت ان تین کاموں میں صرف کرتا تھا اوّل سب طرح کا شکار کھیلنا۔ دوم استمالت رعایا۔ سوم تعمیر عمارات۔ انتظام ملکی میں اُسکی توجہ سے ہر سال ملک کی ترقی اور رعایا کی آسودگی اور راحت برابر بڑھتی گئی۔ اُس نے علماء و مشائخ کے لئے چھتیس لاکھ ٹنکہ اور غربا

اور فقراء کی پرورش کے لئے اور اہل دین کے وظائف کے واسطے سولاکھ ٹنکہ مقرر کئے۔ ہر قسم کے آدمیوں کی زندگی چین وآرام سے گذرتی تھی۔ ملوک وخوانین کو مسرت وبہجت۔ اہل تجارت کو ہر سال منفعت بکثرت۔ اہل بازار کو اصل سے سو د زیادہ۔ اہل اجرت کی اجرت میں ہر سال بڑھوتری۔ ہر برس فقیر غنی ہوتے تھے ہر روز مزارعین مرفہ الحال اور فارغ البال زیادہ ہوتے تھے۔ سادات وقضات وفقیر ومعارف اپنی لڑکیوں کی شادی خورد سالی میں کر دیتے تھے جہیز میں بہت کچھ دیتے تھے جنکو مقدور نہ تھا اُنکو خزانہ سے لڑکیوں کی شادی کرنے کے لئے روپیہ ملتا تھا۔ مکتبوں میں عالم ادیب خوش نویس مسلمانوں کے چھوٹے لڑکوں کو تعلیم کرتے تھے۔ جہیز میں بہت کچھ دیتے تھے فائدہ کے لئے دیتے تھے اور خزانہ شاہی سے تنخواہ پاتے تھے۔ تجارت کا مال تجار دور دور لے جاتے تھے اور خوب نفع کماتے تھے۔ غرض فیروز شاہ کی نیک نیتی سے اُسکے عہد سلطنت میں چالیس برس تک رعایا کو خوب عیش وآرام سے گذرے بعدازاں مغلوں نے اُسکو برباد کر دیا۔

قلعہ نگر کوٹ کی فتح

جب لکھنوتی سے پھر بادشاہ دہلی میں آیا تو وہ شکار کھیلنے کے لئے دولت آباد روانہ ہوا۔ بیانہ تک پہنچا تھا کہ کسی مصلحت ملکی کے سبب سے دہلی واپس آیا اور یہاں سے فوج لیکر نگر کوٹ کو روانہ ہوا۔ دامن کوہ میں جب پہنچا تو وہاں اُسکے واسطے برف آئی۔ اُسپر سلطان محمد تغلق کی یہ بات اُسکو یاد آئی کہ اُس مقام پر اُس کے واسطے برف کا شربت آیا تھا مگر میں اُسوقت موجود نہ تھا۔ اِسلئے بادشاہ نے وہ نہ پیا۔ یہ بات یاد کرکے سلطان محمد تغلق کے نام پر شربت کی سبیل لگوادی۔ بادشاہ نگر کوٹ پہنچا تو اُسکو نہایت مستحکم پایا۔ راجہ یہاں کا اوپر قلعہ میں چلا گیا۔ بادشاہی لشکر نے اُس کا ملک تاخت وتاراج کیا۔ راہ میں جوالامکھی کا مندر تھا۔ اُسکو دیکھنے سلطان گیا اور اُس پر چتر زریں چڑھایا۔ یہاں چتر چڑھانے کا دستور ہے مگر اسکو مسلمان مورخ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہندوؤں نے یہ بات ایسی ہی گھڑلی ہے جیسی سلطان محمد تغلق کی نسبت گھڑی تھی کہ اس نے بھی چتر چڑھایا تھا۔ یہ دونوں بادشاہ دیندار

مسلمان تھے بھلا ایسی حرکت اِن سے کب سرزد ہو سکتی ہے۔ اب بادشاہ اور راجہ کے لشکروں میں منجنیقوں اور عرادوں سے وہ سنگ باری ہوئی کہ پتھر آپس میں ہوا پر خوب لڑتے تھے قلعہ کے گرد بادشاہ کا لشکر چھ مہینہ تک رہا ایک دن بادشاہ قلعہ دیکھنے گیا تھا کہ اُس نے راجہ کو فصیل پر دیکھا کہ دست بستہ کھڑا ہو کر بادشاہ کی اطاعت کے لئے سر جھکاتا ہے بادشاہ نے بھی بغل میں سے رومال نکال کر ہلا دیا جس کے معنی یہ تھے کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ راجہ بے توقف و بے تامل اُس پاس آیا اور معذرت کی۔ بادشاہ نے اُسکو چتر و خلعت دیکر نگر کوٹ کی راجائی پر بحال کر دیا۔ نگر کوٹ کا نام محمد تغلق کے نام پر محمد آباد رکھا۔

ٹھٹہ کی مہم کا صلاح و مشورہ

سلطان فیروز شاہ بار بار نہایت افسوس کے ساتھ یہ ذکر کیا کرتا تھا کہ سلطان محمد شاہ تغلق کی دل کی دل ہی میں یہ آرزو باقی رہی کہ ٹھٹے کو اُس نے فتح نہیں کیا۔ ایک دن بادشاہ نے وزیر خان جہاں سے اپنے دل کا راز یہ کھولا کہ سلطان محمد شاہ تغلق اپنی نزع کی حالت میں کہتا تھا اگر میں خدا کے فضل سے اچھا ہو جاؤں تو اہل ٹھٹہ کو زیر و زبر کروں۔ مگر یہ آرزو اُسکی پوری نہوئی وہ یہ ارمان اپنے ساتھ لیگیا۔ اب میں اُسکی جگہہ مقرر ہوا تو مجھے اہل ٹھٹہ سے انتقام لینا چاہیے خان جہاں نے کہا کہ حضور کی یہ رائے صواب ہے اِس میں اوّل یہ ثواب ہے کہ بزرگوں کی وصایا اور نصایح پر عمل ہوگا بزرگوں کا انتقام لینا فرزندوں اور برادروں پر لازم ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہی قانون ہے کہ ہر سال قلعہ کشائی و ملک گیری میں بادشاہ کو کوشش کرنی چاہیے وزیر سے یہ باتیں سُنکر بادشاہ نے اُسکو حکم دیا کہ لشکر کو تیار کرے۔ اُس نے حکم کی تعمیل کر کے لشکر تیار کیا۔

ٹھٹہ کی سمت فیروز شاہ کی روانگی اور وہاں پہنچنا

بادشاہ کی سواری ٹھٹہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اوّل دہلی کے اندر جو خدا کے طالب قبروں میں آرام کرتے تھے اُنکے مزاروں کی زیارت کو بادشاہ گیا۔ اور راہ میں بھی ایسے

مزاروں کی زیارت کرتا گیا۔ اِسکے لشکر میں نوّے[۹۰۰۰۰] ہزار سوار اور چار سو اسّی[۴۸۰] ہاتھی تھے۔ تاتار خاں ان دنوں میں زندہ نہ تھا۔ خان جہاں کو دہلی میں چھوڑا۔ جب بادشاہ قصبہ جودھن میں پہنچا تو شیخ الاسلام شیخ فریدالدین کے مزار کی زیارت کیلئے گیا اور یہاں سے بھکر میں پہنچا یہاں پانچہزار کشتیاں جمع کیں اور دریاء سندھ سے عبور کیا اور ٹھٹہ میں پہنچا۔ ٹھٹہ کی آبادی دو طرح کی ہے۔ ایک دریاے سندھ کے کنارہ پر دہلی کی طرف اور دوسرے کنارہ پر ٹھٹہ کی طرف اِس زمانہ میں یہاں جام برادر راے انار اور بابنیہ اُس کا بھتیجا حکمران تھے۔ اُنہوں نے دریا کے دونوں طرف نئے پکّے قلعے بنالئے اُنکو اپنے لشکر و قوت پر بڑا غرور تھا۔ سامان جنگ سب اونہوں نے تیار کیا۔ بادشاہ کے لشکر میں غلّہ روز بروز گراں ہوتا جاتا تھا۔ اور گھوڑوں میں وبا پھیلتی جاتی تھی۔ نوّے ہزار سواروں کے گھوڑوں میں چوتھائی زندہ رہے ہونگے۔ ایک آدمی کی غذا کی قیمت دو تین ٹنکہ ہو گئی۔ جب جام اور بابنیہ نے سلطان کے لشکر کو اس وبا و قحط کی بلا میں مبتلا دیکھا تو اونہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔

اہلِ ٹھٹہ اور سلطان کی لڑائی

جام اور بابنیہ بہت پیادہ و سوار لیکر حصار سے باہر آنکر فیروز شاہ کے لشکر کے مقابل ہوئے بادشاہ اپنے لشکر کو ضعیف جانتا تھا اور وہ شمار میں بھی دشمن سے کہیں کم تھا مگر اُسنے میمنہ و میسرہ و قلب درست کرکے لڑنا شروع کیا۔ دشمن پاس بیس ہزار سوار اور چار لاکھ پیادے تھے۔ لڑائی ہو رہی تھی کہ آندھی ایسی سخت آئی کہ لشکروں کو آنکھوں سے کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ مگر طرفین کے دلاور لڑائی سے باز نہ آئے لڑتے لڑتے تھک گئے۔ اور اپنے اپنے مقاموں پر آرام کرنے چلے گئے جب ٹھٹہ نہ فتح ہوا تو بادشاہ کا ارادہ گجرات جانیکا ہوا

سلطان فیروز شاہ کا گجرات جانا

جب بادشاہ نے دیکھا کہ غلہ کا قحط ہے۔ گھوڑوں میں وبا ہے اِس سے لشکر ضعیف ہو گیا ہے۔ کب تک اپنی ہمت کرکے دشمن سے لشکر لڑیگا۔ اِسلئے عقل و دانش کا یہ اقتضا ہے کہ گجرات چلئے اگر زندگی باقی ہے تو دوسرے سال یہاں آنکر پھر لڑینگے۔ اور ارباب صلاح نے بھی بادشاہ کو یہ صلاح دی کہ عاقل بادشاہوں کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ لشکر میں ضعیف

دیکھتے ہیں تو لڑائی سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔ یہ مراجعت بھی اقدام ہے۔ خلق کو غلہ ملے گا۔ پیادے پھر گھوڑوں کے سوار ہوجائیں گے۔ لشکر تازہ دم ہو جائیگا جب اہل ٹھٹہ کو معلوم ہوگا کہ بادشاہ نے اپنے شہر کی طرف بازگشت کی تو وہ اپنی زمینونکی کاشت میں کوشش کرینگے اور ہم پھر یہاں ربیع میں آئیں گے تو غلّہ بہت سا جمع پائیں گے۔ جب اہل شوریٰ نے یہ صلاح دی تو بادشاہ کے لشکر نے کوچ کا نقارہ بجایا جب اہل ٹھٹہ نے دیکھا کہ بادشاہ یوں بھاگا جاتا ہے تو انھوں نے اُس کا تعاقب کیا سب سے پیچھے ظفرخان تھا اُس سے اُنکی لڑائی ہوئی اُسنے اُنکے حملہ کو ہٹا دیا۔

بادشاہ کے لشکر کا کونجی رن (کچھہ کا رن)

جب بادشاہ نے بازگشت کی تو غلہ اور زیادہ گراں ہوگیا۔ فی سیر غلہ ایک دو ٹنکہ بکنے لگا بلکہ اس قیمت پر بھی غلہ کم یاب ہوگیا۔ بھوک کے مارے خلق مرنے لگی۔ جب غلّہ نہ ملتا تو لوگ مُرداروں کا گوشت اور چرم خام کھانے لگے۔ بعض آدمی بھوک کے مارے پُرانے چمڑے کو پانی میں جوش دیکر کھاتے تھے۔ اِس قحط مہلک نے ایک خلق کو مارا۔ خوانین اور ملوک کے گھوڑے مرگئے وہ بمجبوری پیادہ پا چلنے لگے۔ اِس بینوائی پر بس نہیں ہوئی بلکہ رہبروں نے دغا کی ایسے مقام پر لے گئے جسکو کونجی رن کہتے ہیں۔ اِس زمین میں آب شور ایسا تھا کہ اگر اُسکو زبان پر رکھئے تو وہ پاش پاش ہوجائے۔ اب بادشاہ حیران تھا کہ کیا کروں ایک رہبر کو پکڑ کر مار ڈالا باقی اور رہبروں نے کہا کہ ہم تمکو ایسے مقام پر لائے ہیں کہ کوئی تم میں سے جان سلامت نہیں لیجائیگا خواہ وہ ہوا میں اُڑے یا ہوا کی طرح دوڑے سمندر یہاں سے قریب ہے اِسکے سبب سے زمین میں یہ شوریت ہے اور اُسکی تاثیر سے یہ مقام مہلک ہے جب رہبروں نے یہ کہا تو سب نے جان سے ہاتھ دہوئے۔ بادشاہ نے اِن رہبروں کو حکم دیا کہ وہ کہیں سے ہماری لئے آب شیریں پیدا کریں اور ہمکو اس مقام سے باہر نکالیں۔ خدا خدا کرکے ایک جگہہ آب شیریں ملا۔ اُسکو برتنوں میں بھرا۔ مگر زمین آب شور سے ایسی نمناک تھی کہ اگر آب شیریں کی ٹھلیا زمین پر رکھتے تو پانی ایسا شور ہوجاتا کہ زبان پر نہ رکھا جاتا۔ یہاں سے لشکر نکلکر ایک ایسے جنگل میں گیا جہاں کبھی جانور نے نہ انڈا دیا تھا نہ پرندے نے پر مارا تھا نہ کبھی

اُس میں کوئی درخت اُگا نہ گھاس۔خلال کو تنکا نہ ملتا تھا۔اُسکی ہیبت سے ہوا کا قدم بھی نہ اُٹھتا تھا۔آدمی جان سے عاجز تھے یہ مصرع پڑھتے تھے ع بر آستان خواری جاں داد نیست مارا۔ عجب بیکسی وبے بسی تھی کہ بیٹا باپ کی اور باپ بیٹے کی جان نکلتے دیکھتا تھا۔بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو وصیت کرتا تھا کہ اگر خدا تمکو گھر سلامت لیجائے تو ہماری بیوی اور بچوں سے ہماری سرگذشت سُنا دینا۔دُنیا میں کوئی ایسی بلا نہ تھی جس میں یہ لشکر مبتلا نہ تھا چھ مہینے سے دہلی میں نہ فیروز شاہ کی نہ سپاہ کی کچھ خبر آئی تھی وہاں یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ بادشاہ مع لشکر غائب ہوگیا گھر گھر ماتم تھا۔خان جہاں وزیر نے اپنی تدبیر ورعب وفراست وکیاست سے انتظام ایسا کر رکھا تھا کہ کوئی کان نہیں ہلا سکتا تھا۔وہ کوشک شاہی کا اسباب اپنے گھر میں لیگیا تھا اور ایک بادشاہ کا جعلی فرمان بنا کے بادشاہ وسپاہ کی سلامتی کا حال سُنا دیا تھا جس سے لوگوں کو خوشی ہوگئی۔

کونجی رن میں خلق کا زاری کرنا اور بادشاہ کا تاسف کرنا

اگرچہ بادشاہ منزل بمنزل کوچ کرتا تھا مگر اپنے لشکر کی یہ مصیبت کو دیکھکر کہ ہر منزل میں ہزار دو ہزار آدمی مرتے ہیں وہ روتا تھا۔خدا سے بارش کی دعا مانگتا تھا۔خدا نے اُسکی دعا قبول کی۔مینہ خوب برسا جس سے پانی کی مصیبت خلق پر کم ہوئی۔پھر ایک راہ بھی اِس جنگل سے نکلنے کی مِلگئی۔جب بادشاہ جنگل سے نکلا تو دہلی میں خان جہاں پاس اپنی اور لشکر کی سلامتی کا فرمان بھیجا جس سے دلّی میں گھر گھر خوشی ہوئی ؎

فیروز شاہ کا گجرات میں آنا

بادشاہ اِس جنگل سے بہ مُشکل نکلکر خدا خدا کر کے گجرات پہنچا۔یہاں آدمیونکو آرام ملا گجرات کے ناظم امیر حسین کو بادشاہ نے اِس قصور میں کہ اُس نے غلہ لشکر کو ٹھٹہ نہیں بھیجا معزول کیا۔بادشاہ نے گجرات میں رہکر لشکر کو از سر نو تازہ کیا۔لشکر غیر وجہی کو چھ دس گیارہ تنکہ وہ دیتا تھا تھوڑے دنوں میں سب پاس گھوڑے ہوگئے۔پیدل سوار بن گئے۔اور لشکر وجہدار کو خزانہ سے روپیہ قرض ملگیا۔کسی کو پانچسو تنکہ کسی کو سات سو اور بعض کو ہزار تنکہ بادشاہ نے خان جہاں کو یہی لکھا کہ وہ کارگزاروں وعمال پر تاکید رکھے کہ وجہ داروں کے

دیہات کے کسی اسم و رسم کی مزاحمت نہ کریں (وجہ دارہ لشکر کہلاتا تھا جنکو تنخواہ کے عوض میں زمینیں اور دیہات دیئے گئے تھے اور غیر وجہدار وہ سپاہ تھی جسکو نقد تنخواہ ملتی تھی) بادشاہ نے گجرات کی کل آمدنی دس کروڑ کی لشکر کے کارخانوں میں خرچ کردی تاکہ ٹھٹہ میں دوبارہ لشکر کشی اچھی طرح ہو سکے خان جہاں کو فرمان بھیجا جس میں گجرات آنے کا حال اور اپنا ارادہ دوبارہ ٹھٹے پر لشکر کشی کا لکھا تاکہ وہ سب سامان مہیا کرکے بادشاہ پاس بھیجے۔

سلطان فیروز شاہ پاس خان جہاں کا اسباب جنگ کا بھیجنا

جب خان جہاں پاس سلطان کا فرمان اسباب جنگ کی طلب میں آیا تو اُس نے گجرات میں دہلی سے بادشاہ پاس اِسقدر اسباب و روپیہ بھیجا کہ گجرات میں اُسکی باربرداری کے لئے سامان ملنا دشوار ہو گیا۔ اِس میں فقط ایک جنس کے ہتیار سات لاکھ ٹنکے کے تھے۔ اُس نے ایک عرضداشت بھی بادشاہ کی خدمت میں اِس مضمون کی بھیجی کہ بادشاہ کا ٹھٹہ جانا عین صواب ہے۔ بادشاہ گجرات سے ٹھٹہ روانہ ہوا کہ اِس اثناء میں بہرام خان کی جو دولت آباد پر قابض ہوا تھا عرضداشت آئی کہ میرے اور نصیر حسن کانگوئی کے درمیان مخالفت ہو رہی ہے اگر حضور یہاں تشریف لائیں تو اپنی مملکت پر قبضہ پائیں۔ بادشاہ نے جواب لکھا کہ جب تک میں ٹھٹہ کو نہ فتح کرونگا دولت آباد کی طرف متوجہ نہونگا۔ جب اِس مہم سے فراغت ہوگی تو وہاں آؤنگا گجرات میں حاکم ظفر خاں کو مقرر کیا۔ پہلے ارادہ تھا کہ ملک نائب باربک کو وہاں حاکم مقرر کرے مگر قرآن شریف میں جو فال دیکھی تو اُسکے مخالف اور ظفر خاں کے موافق نکلی اِسلئے اُسکو مقرر کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو قرآن شریف کی فال پر کتنا اعتماد تھا۔

سلطان کا گجرات سے ٹھٹہ روانہ ہونا

جب بادشاہ ٹھٹہ کی طرف گجرات سے روانہ ہوا تو لشکر اوّل دفعہ محنت و مشقت شاقہ اُٹھا چکا تھا وہ ڈرا اور اُس میں سے بہت سے آدمی معہ اسباب کے اپنے گھروں کی طرف فرار ہونے شروع ہوئے جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی اور ارکان سلطنت نے اُسکو یہ صلاح بتائی کہ منزلوں پر چوکیاں بٹھادیں کہ وہ سپاہیوں کو بھاگنے نہ دیں۔ بادشاہ نے اِس تجویز کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ پہلی دفعہ لشکر نے ایسی مصیبت اُٹھائی ہے کہ اُس کا ناک میں دم آگیا تھا اِس دفعہ بھی اُسکو

یہ فکر و خوف ہے ایک قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب بادشاہ لشکر کشی کرتے ہیں تو بعض آدمی اِس میں نوکر جا کر ہوتے ہیں اور بعض آدمی اپنی کسی مصلحت سے لشکر کے ساتھہ ہو لیتے ہیں۔ اِن چوکیوں کے خوف سے نوکر تو رہجائیں گے۔ لیکن جو لوگ نوکر نہیں ہیں اور اپنے گھر جانا چاہیں گے تو وہ بھی رُک جائینگے اور یہ اُن پر ظلم ہوگا۔ اگر خدا کو منظور ہے کہ میں ٹھٹے کو فتح کروں تو اُنکے جانے سے کیا ہوگا۔ اور اگر خدا کو یہ منظور نہیں ہی تو اُنکے رکھنے اور روکنے سے کیا ہوگا۔ بادشاہ نے خان جہاں کے نام فرمان میں یہ لکھدیا کہ جو ہمارے نوکر سپاہی شہر میں جائیں تو اُنکو تلاش کرکے بلاؤ اور اُنکا تدارک خسروی یعنی قتل و جلاوطنی و قید نہ کرو بلکہ تدارک معنوی کرو یعنی ایک دو روز تک سر بازار اُنکو ملامت کرو خان جہاں پاس جب یہ فرمان پہونچا تو مفرور سپاہیونکو سرہنگ پکڑ کر وزیر پاس لاتے اور اُنکا تدارک معنوی ہوتا۔ مگر انکی تنخواہ و جاگیر کو ہاتھہ نہ لگایا جاتا۔ بادشاہ نے اِسی طرح تالیف قلوب کرکے سپاہ کو تازہ دم کیا۔

اچھے موسم میں ٹھٹھ کے اندر سلطان کا آنا

جب بادشاہ ٹھٹے میں پہنچا تو اُسکو اِس دفعہ کشتیاں کم ملیں۔ یہاں رعیت اپنی زراعت میں مصروف تھی بادشاہ کی مراجعت کا خیال بھی اُسکو نہ تھا وہ بغم یہ گیت گا گا کر مست ہو رہی تھی کہ سلطان محمد تغلق ہمارے پیچھے پڑا خدا نے اُسکو ہلاک کیا سلطان فیروز شاہ ہمارے سامنے آیا اُسکو اللہ نے پیچھے بھگایا جب اُنھوں نے سُنا کہ گجرات سے سلطان بڑے لشکر کے ساتھ ٹھٹھ کے قریب آگیا ہے تو اُسکے خوف کے سبب سے اُنھوں نے سندھ کے کنارے کی زراعت کو غارت کیا اور خود دریا کے پار گلی حصاروں میں چلے گئے جب سلطان آیا اور اُس نے یہ حال دیکھا کہ یہاں کی رعایا کھیتی کو تباہ کرکے دریا پار چلی گئی ہے تو وہ دریا کے کنارے پر اُترا اور کنگرہ و خندق کو بنایا۔ لشکر کو آرام سے اُتارا۔ غلہ کا نرخ آٹھہ دس جیتل فی ڈھیری تھا مگر جب نیا غلہ آیا تو ارزاں ہو گیا۔ لشکر کے چاروں طرف لوگ کھیتی کرتے تھے اور اہل ٹھٹھ اُنکے دہات سے غلہ چُراتے تھے۔ سندھ کے کنارہ پر دہات کثرت سے تھی۔ بعض دہات کے باشندے دریا کے پار نہیں بھاگ سکے تھے وہ گرفتار ہوئے جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے اشتہار دیدیا کہ یہ تھوڑے سے

آدمی مسلمان ہیں انکو قید کرنا اور بردہ بنانا درست نہیں۔ ایسے قیدیوں کو کوئی شخص اپنے گھر میں نہ رکھے انکو دیوان میں لائیں جو ایسا نہ کریگا وہ مجرم ہوگا۔ بادشاہ کے اِس حکم سے چار ہزار سندھی دیوان میں جمع ہوئے انکو حکم دیا کہ ہر ایک کو تین سیر غلہ دیا جاے۔ اسوقت مونگ پانچ ٹنکہ فی من تھے اور روٹی چار ٹنکہ من تھی۔ انکو مونگ کا غلہ دیا جاتا تھا۔ یہ اسی بادشاہ کا کام تھا کہ اِنھیں سندھیونکو جنھوں نے بادشاہ کی فوج کو بھوکا مارنے کے لئے زراعت کو تباہ کیا ہو انہیں کو قید میں خوب پیٹ بھر کے روٹی دے بادشاہ کی یہ رحم دلی قابل یاد ہے۔

ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریاے سندھ سے پار جانا اور سندھیوں سے لڑنا

سلطان فیروز شاہ کا لشکر سندھ کے اِس کنارہ پر وارد تھا اور دشمنوں کا لشکر دوسرے کنارہ پر پار تھا۔ کبھی کبھی لشکروں میں مٹ بھیڑ ہو جاتی۔ بادشاہ نے چاہا کہ ملک عماد الملک ظفر خاں دریا پار جاکر سندھیوں لڑیں۔ مگر ستر کوس تک دریا کے کنارہ پر دشمنوں کے سوار پھیلے ہوے تھے وہ بادشاہ کے لشکر کو اُترتے دیکھتے تھے۔ اِسلئے لشکر سلطانی اکیسو بیس کوس دہلی طرف چلکر بھکر سے دریا پار اُترا اور پھر وہانسے اِتنی دُور چلکر سندھیونکے مقابل آیا۔ دونوں لشکروں میں خوب لڑائی ہوئی۔ سلطان نے یہ سمجھکر کہ طرفین سے مسلمانوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں اپنے لشکر کو اُسی راہ سے کہ گیا تھا بلا لیا۔ جب عماد الملک اور ظفر خاں بادشاہ پاس آئے تو اُس نے کہا کہ یہ تھوڑے سے اہل ٹھٹہ میرے ہاتھ سے بچکر کہاں جائیں گے اگر چیونٹیوں کے بلوں میں جاکر چھپیں گے تو وہاں بھی خدا کی عنایت سے اِنھیں نہیں چھوڑونگا۔

کمک کے لئے عماد الملک کا دہلی جانا

چند روز بعد بادشاہ نے صلاح و مشورہ کرکے عماد الملک کو دہلی خان جہاں کے پاس بھیجا کہ وہاں سے سپاہ امداد کے لئے لائے۔ اُس سے کہدیا کہ خواجہ جہاں پر سپاہ کے جمع کرنیکا تقاضا نکرنا اور صرف اُس سے یہ کہنا کہ اِس باب میں صلاح لینے کے لئے بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے۔ وزیر دانشمند سمجھ گیا اُس نے ایک لاکھ ٹنکہ علوفہ کے لئے عماد الملک پاس بھیجا اور بدایوں۔ قنوج۔ سندیلہ۔ اودھ

جونپور۔ بہار۔ ترہت۔ چندیری۔ دہار اور دوآبہ کے اندر سے و دیبال پور۔ ملتان۔ لاہور سے سپاہ کو جمع کر دیا۔ عماد الملک اس سپاہ کو لیکر سلطان پاس آیا۔ تو وہ سپاہ کو دیکھکر بڑا خوش ہوا اور ہر ایک سپاہی کو جامہ دیا۔ جب اس کمک کا حال سندھیوں کو معلوم ہوا تو انکے دل چھوٹ گئے۔ ایک اور بلاء آسمانی مہلک قحط کی انپر نازل ہوئی۔ فیروز شاہ کی سپاہ نے جو قحط کے ہاتھ سے آفتیں اور مصیبتیں اُٹھائی تھیں اب وہ سندھیونکو اُٹھانی پڑیں۔ اب اُنکے لشکر میں سے لوگ بھاگنے شروع ہوئے یہاں یہ حال تھا وہاں فیروز شاہ کے لشکر میں وہ فراغ نعمتی تھی کہ جو آدمی اس میں سے بھاگ گئے وہ دست تاسف ملتے تھے۔ سندھیوں میں قحط پڑنے کا سبب یہ تھا کہ فیروز شاہ چلا گیا تھا تو اہل ٹھٹہ اپنے مسکن و مکان میں آرام سے بخوف و ہراس بیٹھے تھے۔ جو غلہ ان پاس موجود تھا اس سب کو بو دیا تھا جب اُسکے کاٹنے کا وقت آیا تو فیروز شاہ آموجود ہوا اور اس زراعت پر قابض ہوا۔ اس کا لشکر غلہ کی طرف سے بیغم ہوا اور اہل ٹھٹہ میں ایسا غلہ کم ہوا کہ لوگ اُنمیں بھوکے مرنے لگے ایک دو ٹنکہ فی سیر غلہ گراں ہو گیا ہر روز بھوک کے مارے لوگ کشتی پر سوار ہو کر بادشاہ کے لشکر سے آنکر ملنے لگے۔ جب جام اور بابنیہ نے یہ حال دیکھا کہ ٹھٹہ تمام ہوا جاتا ہے تو اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سید جلال الحق والشرع والدین حسین بخاری کی معرفت اپنے تئیں سلطان فیروز شاہ کی حوالہ کیجئے۔

اہل ٹھٹہ سے صلح ہونا بابنیہ کا فیروز شاہ پاس آنا

جب یہ صلح کا ارادہ ہوا تو اچھ میں سید جلال الدین پاس ایک معتبر آدمی بھیجکر اپنے ارادہ کا حال بیان کیا۔ جب فیروز شاہ کے لشکر میں سید جلال الدین نے قدم رنجہ فرمایا تو سارا لشکر اُنکی پائے بوسی کے لئے گیا اور شیخ کو بادشاہ کے خیمہ میں بڑے احترام سے لایا۔ بادشاہ نے اُن سے مصافحہ کیا۔ سید نے سب حال عرض کیا کہ ایک پارسا عورت کی دعاء سے ٹھٹہ نہیں فتح ہوتا تھا۔ اب وہ مرگئی اسلئے ٹھٹہ کے مطیع ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ اہل ٹھٹہ سید کی خدمت میں متواتر پیغام بھیجے تھے اور اپنی دشواریوں اور مشکلوں کو بیان کرتے تھے۔ بادشاہ سے یہ حال اس طرح سید عرض کرتا تھا کہ اُس کو رحم آتا تھا۔

بابنیہ نے جام سے کہا کہ سلطان جانتا تھا کہ میرے ہی سبب سے یہ سارا فساد اُٹھا ہے اسلئے میں اوّل سلطان پاس جاتا ہوں جام نے بھی اس درخواست کو منظور کر لیا۔

بادشاہ شکار کر رہا تھا اور ایک بھیڑیے کو مار رہا تھا کہ اُس نے سنا کہ محفل شکار میں بابنیہ آگیا۔ اِسکے گلے میں آگے دستار اور پیچھے ننگی تلوار تھی وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا۔ بادشاہ نے اُسکی پیٹھ پر ہاتھ دھرا اور فرمایا کہ تو مجھسے کیوں اِتنا ڈرتا ہے۔ میں کسی کو مضرت نہیں پہنچاتا خاص کر تجھے کیوں پہونچاؤں گا۔ تو خاطر جمع رکھہ اندیشہ نہ کر۔ جیسا کہ تو پہلے تھا اُس سے اب اضعاف ہو جائیگا۔ اُس نے ایک عربی گھوڑا اُسکو عنایت کیا اور پھر خود شکار میں مصروف ہوا اُسی روز بابنیہ کے بعد جام آیا اور بادشاہ کی شکارگاہ میں گیا اور سر پر دستار رکھے ہوئے وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا اور اُس نے کہا کہ ع شاہ بخشندہ توئی بندہ شرمندہ منم۔ بادشاہ نے جام پر بہت نوازش کی اِسکو بھی ایک عربی گھوڑا عنایت کیا بعد ازاں خلعت گراں بہا عنایت ہوئے اِن دونوں سے بادشاہ نے کہا کہ وہ مع اپنے اہل وعیال کے دہلی تک میرے ہمراہ چلیں انھوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور سلطان کے لشکر کے ساتھ مع اہل وعیال ہوئے۔

فیروز شاہ کی مراجعت دہلی میں

جام و بابنیہ کے ملجانے سے بادشاہی لشکر میں بڑی خوشی ہوئی۔ بادشاہ نے دہلی کیطرف مراجعت کی۔ ٹھٹہ میں جام کے بیٹے اور بابنیہ کے بھائی تماچی کو حاکم مقرر کیا۔ اُنھوں نے چار لاکھہ تنکہ نقد نذر کیا اور کئی لاکھ تنکہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے دہلی کی طرف سفر کیا جام و بابنیہ کو ملک سیف الدین کی حراست میں دیا۔

کچھہ دنوں ملتان میں بادشاہ ٹھیرا۔ پھر وہاں سے چلا۔ خواجہ جہاں دہلی سے چلکر دیبال پور میں بادشاہ سے ملا۔ وزیر اور بادشاہ میں اِس فتح کی باتیں ہوئیں۔ پھر بادشاہ دہلی میں آیا بادشاہ کے ساتھہ جو لوگ اِس ٹھٹہ کی مہم میں ہلاک ہوئے اُنکے گھروں میں ماتم مچ رہا تھا تو سلطان نے فرمان جاری کیا کہ جو ہمارے ساتھہ ٹھٹہ و کوچی رن میں ہلاک ہوا۔ اُس کو جو کچھہ بادشاہ کے ہاں سے ملتا تھا وہ اہل وعیال کو ملیگا۔ اور جو لوگ اُسکے لشکر سے بھاگ آئے تھے اُنکی بھی جاگیر و دہات برقرار رکھی جائیں۔

جام اور بابنیہ کے اہل وعیال کو ایک محل میں اُتارا۔ اُس کا نام سرائے ٹھٹہ رکھا۔ ہر ایک کا

دو دو لاکھہ تنکہ سالیانہ مقرر کیا - اُن کو اپنے دربار میں بیٹھنے کی اجازت دی - ٹھٹہ میں جب طماچی نے سرکشی کی تو جام کو اُسکے فرو کرنے کے لئے بھیجا - اُس نے وہاں پہنچکر طماچی کو دہلی بھیجدیا - بابنیہ سلطان کی خدمت میں رہا - سلطان تغلق شاہ نے اُسکو پھر دیگر ٹھٹہ روانہ کیا تھا کہ وہ راہ ہی میں مرگیا -

حاکم گجرات کی بغاوت اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے و معاملات

۷۷۰ھ میں ملک مقبول خاں جہاں نے وفات پائی - اُسکے پسر بزرگ جونہ شہ کو یہ خطاب ملا ۷۷۵ھ میں ظفر خاں حاکم گجرات نے انتقال کیا - اُسکے بڑے بیٹے دریا خاں کو ظفر خاں کا خطاب ملا اور باپ کا جانشین ہوا -

۷۷۸ھ میں خواجہ شمس الدین واسغانی نے عرض کیا کہ عمال گجرات بادشاہ کی گماشتوں کو قرار واقعی خراج نہیں دیتے - تین سو فیل - چالیس لاکھہ تنکہ و چار سو حبشی غلام ہندی اور دو سو عربی گھوڑے جمع گجرات پر اضافہ کرکے عہد کرتا ہوں کہ ہر سال بادشاہ کی خدمت میں بھیجتا رہونگا - بادشاہ نے فرمایا کہ اگر شمس الدین ابورجا کہ نائب ظفر خاں کا ہے اِس اضافہ کو قبول کرتا ہے تو گجرات اُسکے حوالہ کیجائے جب اُس نے قبول کیا تو وہ کمر زریں و چوڈول نقرہ بادشاہ نے اُسکو دیکر ظفر خاں کی جگہہ گجرات میں حاکم مقرر کیا - مگر جس جمع کے ادا کرنے کا عہد کیا تھا اُسکو ایفا نہ کرسکا تو بادشاہ سے مخالف ہوگیا - عمال گجرات اُس سے جلے بیٹھے تھے اُنھوں نے امیران صدہ سے اتفاق کرکے اُسکو قتل کیا اور بادشاہ پاس سر بھیجدیا - حکام میں سے سوائے اِس شمس الدین کے فیروز شاہ سے کوئی اور برگشتہ نہیں ہوا - اِسکے بعد گجرات کی حکومت مفرح کو ملی اور اُس کا خطاب فرحتہ الملک ہوا - ۷۷۹ھ میں پرگنہ اٹاوہ میں مقدموں اور زمینداروں نے سرکشی کی - بادشاہ نے خود جاکر اِن سرکشوں کو غارت اور تباہ کیا اور اٹاوہ اور اور مقامات میں حصار بناکے اہلکار کارگزار مقرر کئے - ۷۸۱ھ میں کٹھیر میں مقدم کھرکو نے حاکم بدایوں سید محمد کو بھائیوں سمیت مہمان بلایا اور اُنکو قتل کرڈالا - اِس پر بادشاہ غصہ میں آکر ۷۸۲ھ میں دہلی سے نواح کٹھیر میں گیا - یہاں شریروں کو اِسقدر قتل کیا کہ ارواح سادات اُنکی

شفاعت کو آئیں۔ مقدم کھر کو کمایوں کو بھاگ گیا۔ اسلئے اُس طرف بھی تاخت و تاراج بادشاہی ہوئی۔ اور تیس ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ کھرگو پہاڑوں کے شگافوں میں پارہ کیطرح غایب ہوگیا نہ اُس کے جینے کی خبر آئی نہ مرنے کی۔ برسات آگئی بادشاہ دہلی چلا سنبھل میں داؤد افغان کو حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ کھیڑ کے سرکشوں کا سر ہمیشہ کچلتا رہے ۷۸۱ھ ۱۳۸۵ میں قلعہ بسولی میں بنایا اور اُسکا نام فیروز پور رکھا۔

خلق ستم دیدہ نے اِس کا نام آخرین پور رکھا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ لوگوں کا کہنا پورا ہوا کہ پھر بادشاہ کو قلعہ بنانا نصیب نہیں ہوا۔

بادشاہ کی ضعیفی کی باتیں

بڑا بیٹا قتلغ خاں تھا۔ جب بادشاہ لکھنوتی کو گیا تھا تو اُس نے اِس شاہزادہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا اور سکہ میں اپنے نام کے ساتھ اُس کا نام بھی جاری کرایا۔ اور ایک جُدا اُسکا دربار مقرر کیا یہ شاہزادہ بڑا عقلمند تھا ہوشیار تھا۔ اُسکے لڑکپن کی یہ حکایت مشہور ہے کہ مکتب سے چھٹی لیکر اپنے محل کو جاتا تھا کہ راہ میں ایک بڑھیا نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور یہ فریاد کی کہ میرا خاوند اور بیٹا کچھ اسباب خرید کر کے تیرے لشکر میں بیچنے کے واسطے لاتے تھے۔ راہ میں چوروں نے اُنکو لوٹ لیا۔ اور جب وہ لشکر میں آئے تو جاسوس سمجھکر تیرے لشکر کے آدمیوں نے پکڑ لیا ہے اور قید میں ڈالدیا ہے۔ شاہزادہ کو رحم آیا اور دھوپ میں کھڑے رہ کر اور گواہ سُن کر اور تحقیقات مقدمہ کی کر کے بڑھیا کو باپ پاس لیگیا اور انصاف کرایا۔ اور صبح کا کھانا شام کو کھایا۔ مگر افسوس ہے کہ اُسکی عمر نے وفا نہ کی ۷۷۶ھ ۱۳۷۵ میں بستر مرگ پر آرام کیا۔ دوسرا بیٹا محمد خاں تھا وہ ایسا لائق نہ تھا کہ جیسا بڑا بیٹا تھا۔ یہ صدمہ بادشاہ کو پیرانہ سالی میں ایسا پہنچا کہ کمر ٹوٹ گئی اور سلطنت کے کاموں میں التفات کم ہوا۔ امرا نے عرض کیا کہ اِس واقعہ میں بجز رضا بقضا کے کوئی چارہ نہیں۔ حضور کی امور شاہی میں کم التفاتی مناسب نہیں ہے۔ بادشاہ نے اُنکی التماس کو قبول کیا۔ احوال مملکت پر مشغول ہوا۔ غم کی کلفت دُور کرنے کے لئے شکار پر رغبت کی کہ حوالی دہلی میں دو تین کوس تک دیوار کا احاطہ کھچوایا اور سایہ دار درختوں کو لگوا کے شکارگاہ بنایا جسکی

شان مدتوں تک باقی رہی۔ غرض ۷۸۷ھ 1385 تک تو بادشاہ چھوٹے موٹے کاموں میں دل سے مصروف
رہا۔ اب سن اسّی برس کا پہونچا ضعیفی اور پیری کا زور ہوا حقیقت میں زندگانی مرگ کی صورت
میں تھی۔ کاروبار سلطنت سے دل سرد ہوا۔ سب کام کاج وزیر خان جہاں کے سپرد ہوا۔ جو کچھہ
وزیر کہتا بادشاہ وہی کرتا۔ جب بادشاہ کی یہ نوبت پہنچی تو وزیر کو اپنے اختیار کا مزا پڑا۔ حکم اور
حکومت کی چاٹ لگی۔ اب نیت کچھہ اور سے اور ہوئی ۷۸۹ھ 1387 میں بادشاہ سے اِس وزیر نے
عرض کیا کہ شہزادہ محمد خان کا کچھہ اور ارادہ ہے وہ ظفر خاں اور سرداروں کے ساتھہ سازش کر رہا
ہے۔ اور خود بادشاہ بننے کا ارادہ ہے۔ بادشاہ کی عقل میں خلل آہی گیا تھا۔ کچھہ اِس بابت کے
یقین کرنے میں تامل نہوا۔ اُسیوقت شہزادہ محمد خاں اور ظفر خاں کے قید کرنے کا حکم صادر کیا
ظفر خاں کو تو خاں جہاں نے بلا کر اپنے گھر میں مقید کیا۔ شہزادہ کی گرفتاری کا فکر ہوا۔ جب یہ خبر
شاہزادہ کو لگی اُس نے گھر کا دروازہ بند کیا اور خوب حفاظت کر کے ہو بیٹھا۔ ہر چند خاں جہاں
اُسکو دربار میں بلاتا۔ وہ آکے بالے بتا یونہیں ٹالتا۔ اور دربار میں نہ آتا۔ ایک دن ہتیار لگا اوچی
بن محافہ میں بیٹھ سب طرف سے پردہ لگا اور یہ بہانا بنا کہ شاہزادہ کی حرم بادشاہ پاس جاتی ہے
زنانہ محل میں وہ جا پہنچا۔ محل کی عورتوں نے یہ تماشا دیکھہ غل مچایا کہ وہ بادشاہ کو مارنے کو آیا۔ مگر
یہ شاہزادہ سیدھا باپ پاس گیا اور سر قدموں پر رکھدیا اور کہنے لگا کہ خان جہاں نے حضور
سے عرض کیا ہی کہ میرا ارادہ حضور کے قتل کا ہے۔ بھلا کوئی بیٹا باپ کے مارنے کا قصد کرتا ہی
اور جو کم بخت کرتا ہے وہ جوانا مرگ مرتا ہے۔ خان جہاں کا ارادہ ہے کہ میرا کام تمام کرے اور
خود بادشاہ بنے۔ اگر میری نیت میں کچھہ فتور اور خلل ہوتا تو اسوقت سے زیادہ کوئی اور وقت
مجھکو مل سکتا ہے۔ بادشاہ کو یہ بات اُسکی معقول معلوم ہوئی۔ اُسکو گلے لگایا۔ اور حکم دیدیا کہ
خان جہاں کو جاکر مار ڈال اور ظفر خاں کو چھڑا لے۔ محمد خاں نے باپ کا یہ حکم حاصل کیا اور دس بارہ
ہزار غلاموں کو ساتھہ لیا اور خاں جہاں پر چڑھ گیا۔ خاں جہاں نے یہ حال دیکھہ ظفر خاں کو تو پہلے
ہی اُس دنیا سے رہائی دی اور خود تھوڑے آدمیوں کو ہمراہ لیکر لڑنے کو آیا۔ مگر زخمی ہو کر اپنے
گھر میں پھر آیا اور دوسرے دروازہ سے نکلکر میوات کی راہ لی اور کوکا چوہان کے گھر میں پناہ
لی۔ یہ سب کام کر کے شاہزادہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب بادشاہ میں بڑھاپے سے

کچھہ دم باقی نہ تھا۔ سب اسباب شاہی اور شاہی بیٹے کے حوالے بجیتے جی کی۔ اور ناصر الدین محمد شاہ کا خطاب دیا۔ اور خود گوشہ عزلت اختیار کیا۔ اور یاد الٰہی میں مصروف ہوا۔

۷۸۹ھ میں یہ شاہزادہ تخت شاہی پر بیٹھا اور حکم دیا کہ جمعہ کو خطبہ دونوں بادشاہوں کے نام کا پڑھنا چاہیے۔ باپ کے سب ملازموں کو بدستور برقرار رکھا۔ ملک یعقوب آخر بیگ کہ امراء معتبر میں سے تھا سکندر خاں کا خطاب دیا۔ اور گجرات اُسکے سپرد کیا۔ جب وہ گجرات کو گیا تو اثناء راہ میں میوات میں کوکا دچوہان نے خان جہاں کو اُسکے حوالہ کیا۔ اُس نے سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجدیا۔ اب ناصر الدین کوہ پایہ میں شکار کھیلنے چلا گیا۔ وہاں اُسکو خبر پہنچی کہ امیران صدہ فرحۃ الملک نے اتفاق کرکے سکندر خاں کو مارڈالا یہ خبر سنکر دہلی میں چلا آیا۔ اور کچھہ اِس مفسدہ کا علاج نہ کیا عیش وعشرت میں ڈوب گیا۔ اِس شاہزادہ میں امور سلطنت کے انصرام اور انجام دینے کی لیاقت ہی نہ تھی اب کم بختی جو آئی تو باپ کی زندگی میں اُسکے تجربہ کار امراء کو گھٹانا اور اپنے نالائق دوستونکو بڑھانا شروع کیا۔ اس سے امراء بھی بگڑ بیٹھے۔ اور ملک بہاؤالدین اور کمال الدین ابن بادشاہ چچا کے بیٹے بھی پھر گئے۔ اور غلامان شاہی کہ قریب ایک لاکھہ کے تھے اُنہوں نے اپنی طرف کر لئے اور ناصر الدین سے ایک جنگ عظیم شروع ہوئی۔ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ مگر ناصر الدین سے اُنہوں نے شکست پائی تو فیروز شاہ پاس دوڑے گئے اور اُسکو اپنے اختیار میں لاکر پھر ناصر الدین سے لڑائی شروع کی۔ غرض یہ فتنہ عظیم دار الملک میں برپا ہوا دو روز تک ایسی لڑائی رہی کہ غالب اور مغلوب نہ معلوم ہوتے تھے۔ غلاموں نے اُنکے کہنے سے بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر رزمگاہ میں لے آئے۔ جب لوگوں نے بادشاہ کا ہاتھی اور نشان اور سامان دیکھا تو وہ ناصر الدین کو چھوڑ چھاڑ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ناصر الدین نے یہ حال دیکھا تو کوہ سرمور پر بھاگ گیا اب بادشاہ میں خود کچھہ عقل باقی نہ رہی تھی ایک کٹ پتلی تھی جس طرح لوگ چاہتے تھے نچاتے تھے۔ غلاموں کے کہنے سے اپنے پوتے تغلق شاہ پسر فتح خاں کو تخت پر بٹھایا اور اپنے داماد سید حسن کو قتل کرایا۔ اب تغلق شاہ کا پہلا حکم یہ تھا کہ ناصر الدین محمد شاہ کے جہاں ہوا خواہ ملیں قتل کئے جاویں۔

بادشاہ کی وفات

بعد اس ہنگامے کے تھوڑے دن گذرے تھے کہ ۲۳ رمضان المبارک سنہ ۷۹۰ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۳۸۸ء میں فیروز شاہ نے اس جہان کی کشمکش سے رہائی پائی تو وفات فیروز مرنے کی تاریخ ہوئی نوے برس کی عمر تھی اور چالیس برس کے قریب سلطنت کی۔ یہ بادشاہ بھی دلی کے تخت پر ایسا گذرا ہے کہ اسکی ہر ایک بات قابل توجہ ہے گو فتوحات ملکی اعتبار سے اس کی سلطنت بڑی نہ شمار کی جائے۔ مگر اور رفاہ عام کے کاموں کے اعتبار سے بڑے رتبے اور شان کی بادشاہت تھی اسکی سلطنت کے مختلف حالات اب ہم لکھتے ہیں۔

طاس گھڑیال کا ایجاد

بادشاہ نے بہت سی عجیب چیزیں ایجاد کی تھیں انمیں ایک طاس گھڑیال تھا جسکی آواز سے معلوم ہوتا تھا ؎ ہر ساعتے کہ بر درِ شہ طاس میزنند نقصان عمر میشود آن یاد میدہند نمازوں کے اوقات۔ روزہ کھولنے کا وقت۔ سایہ کا حال۔ شب و روز کے گھٹنے بڑھنے کا حال اس سے معلوم ہوتا تھا۔ فیروز آباد میں جہاں یہ گھڑیال لگایا گیا تھا اس کے دیکھنے کے لئے خلائق کا ہجوم رہتا تھا۔

مہمات جنگی سے فیروز شاہ کا باز رہنا

بادشاہ انتظام ملکی میں مصروف تھا کہ اس پاس معبر (مالابار) سے قاصد آئے اور یہ استغاثہ و شکایت لائے کہ معبر میں قربت حسین بادشاہ تھا۔ جب سلطان محمد تغلق شاہ کی وفات کے بعد فیروز شاہ بادشاہ ہوا۔ اسکے فرمان معبر میں بھیجے گئے تو وہاں کے لوگوں نے اسکی اطاعت نکی اور قربت حسین کو اپنا جدا بادشاہ مقرر کر لیا۔ یہ بادشاہ ایسا نالایق ہوا کہ دربار میں ہاتھ پانوئیں عورتوں کا زیور پہنتا تھا۔ اور ایسی ہی بیہودہ حرکتوں سے ایسا بدنام ہوا کہ رعایا نے سرکشی کی۔ ہمسایہ کے رئیسوں میں سے بکن نے معبر کو فتح کیا اور قربت حسین کو قید کر لیا۔ جہاں پہلے مسلمان فرمانروائی کرتے تھے وہاں اب ہندو بادشاہی کرنے لگے مسلمان اور انکی عورتوں کو ستانے لگے۔ اب وہاں کی رعایا چاہتی ہے کہ بادشاہ یہاں آنکر انکو اس بلا سے نجات دے۔

سلطان نے اُنکو جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ان بدبختوں کو میری نافرمانی کی سزا دی ہے کہ اُنکو ہندوؤں کو مطیع بنایا ہے۔ میری سپاہ بالفعل مہمات عظیم کو سرانجام کرکے آئی ہے ہاری تھکی ہوئی ہے۔ جب آرام پاکر تازہ دم ہوجائیگی تو میں معبر کی طرف آنے کا قصد کرونگا۔ بالفعل نہیں جاسکتا ہا یہ کہکر ایلچیوں کو واپس کیا اِس بادشاہ کی نرم دلی کے سبب سے ملک بنگالہ اور ملک دکن دہلی کی بادشاہی کی اطاعت سے نکلکر آزاد ہوگئے۔ فقط برائے نام سالانہ نذرانہ بھیجدیتے تھے اور دہلی کے بادشاہ کی بزرگی اتنی مانتے تھے۔

بادشاہ کا اہتمام غلاموںکے جمع کرنے میں

بادشاہ کو غلاموں کے جمع کرنے کا شوق ایسا تھا کہ اُس نے اپنے جاگیرداروں اور عہدہ داروں کو تاکیداً حکم دے رکھا تھا کہ جہاں لڑائی میں اُنکو غلام ہاتھ آئیں اُنمیں سے انتخاب کرکے اچھے اچھے بارگاہ شاہی میں بھجوائیں۔ جب غلاموں کے جمع کرنے میں بادشاہ کا یہ اہتمام ہوا تو چاروں طرف جاگیرداروں نے خوبصورت وچیدہ واصیل غلاموں کو آراستہ پیراستہ کرکے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا پہلے قاعدہ تھا کہ بادشاہ کی پابوسی کے لئے جب جاگیردار آتے تو بقدر استطاعت وہ اجناس لطیفہ اشیاء نفیسہ سب قسم کی بادشاہ کی نذر میں دیتے تھے اُنکو اسکی قیمت نہ ملتی تھی مگر اس بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ جاگیرداروں کا خرچ بہت ہے یہ حکم دیا کہ نذر کی اجناس کی قیمت کا تخمینہ کیا جائے اور جو تخمینہ قیمت ہو وہ جاگیر کے محصول میں سے منہا دیا جائے۔ نذر میں جو غلام گذرتے اُنکی قیمت جاگیرداروں کو ملجاتی چالیس سال تک یہ قاعدہ جاری رہا۔ اِس قانون سے دو فائدے حاصل ہوتے۔ اوّل یہ کہ بادشاہ کے لائق نذر گذرتی دوم جاگیردار کی حرمت ہوگی۔ جو جاگیردار زیادہ غلام نذر کرتے اُنپر بادشاہ بہت عنایت کرتا اور جو غلام کم نذر میں دیتے اُن پر کم مہربان ہوتا۔ پس جب جاگیرداروں نے بادشاہ کا حال یہ دیکھا تو اُنہوں نے غلاموں کے جمع کرنے کو اپنے سب کاموں پر مقدم جانا بادشاہ پاس ہر سال غلاموں کا اژدہام زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ بادشاہ نے اِس بھیڑ کو اِس طرح چھانٹا کہ ملتان۔ دیپالپور۔ حصار فیروزہ۔ سامانہ۔ گجرات اور تمام اقطاع میں اُنکو بھیجدیا۔ اور اُنکی پرورش کا

بندوبست فیاضانہ کردیا۔ بعض غلاموں کو سپاہ میں بھرتی کرکے دہات عنایت کئے۔ غلاموںکو جو شہر میں رہے اُنکا مشاہرہ مقرر کردیا جسکی شرح سو چالیس تیس بیس دس ٹنکہ تھی۔ دس ٹنکہ سے کم کسی کا مشاہرہ نہ تھا۔ ششماہی۔ چہار ماہی و سہ ماہی و دو ماہی میں اُنکو یہ مشاہرہ نقد ملتا تھا اور اس میں کچھ کٹوتی نہیں ہوتی تھی۔ بادشاہ اِن غلاموں کو سب طرح کا کام سکھواتا۔ کسیکو قرآن شریف حفظ کراتا۔ کسی کو فقیہ و محدث بنواتا۔ کسیکو خانہ کعبہ کو بھجواتا وہاں مطوف بناتا کسی کو خوشنویس بناتا۔ کسی کو سپاہگری سکھاتا۔ غرض دنیا کا کوئی پیشہ و حرفہ باقی نہ تھا جو اُسکے غلام نہ سیکھتے ہوں۔ بارہ ہزار غلام اہل حرفہ تھے ایک لاکھ اسی ہزار غلام تھے۔ اُنکا دفتر ہی بادشاہ نے جدا مقرر کردیا۔ مجموعہ دار۔ خزانہ۔ دیوان اعلیٰ وزارت سے یہ سب اصحاب بندگان علیحدہ تھے۔ جب بادشاہ سوار ہوتا تو یہ غلام اُسکی سواری۔ کے آگے اِس ترتیب سے ساتھ ہوتے سب سے آگے تیر انداز۔ پھر تیغدار ہزار ہزار۔ پھر بندگان نبرد۔ پھر بندگان باہلی بیل کی پیٹھ پر سوار اور سواری کے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلتے۔ اِن غلاموںکی کثرت تھی کہ تمام کارخانہ جات شاہی میں مثل آبدارخانہ مطبخ وغیرہ میں اُنکی بھرتی تھی پہلے کسی بادشاہ نے اتنے غلام نہیں جمع کئے تھے سلطان علاء الدین کو بھی غلاموں کا بڑا شوق تھا مگر اس پاس پچاس ہزار غلام تھے۔ ملوک و امراء کو یہ غلام سپرد کئے جاتے کہ وہ اُنکو اپنا کام سکھائیں۔ یہ امیر اپنی اولاد کی طرح اُنکی تعلیم و تربیت کرتے۔ ہر سال اُنکو اپنے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں لے جاتے اور اُنکی لیاقت و ہنرمندی کی کیفیت عرض کرتے بادشاہ اِس کیفیت کو بڑے شوق سے سنتا۔ مگر زمانہ کا انقلاب ایسا ہی کہ جو غلام اِس ناز و نعمت کے ساتھ تربیت و تعلیم پاتے تھے بعد بادشاہ کی وفات کے اُنکی گردنیں تھیں اور اُن پر تیز تلواریں پھرتی تھیں۔

فیروز شاہ کیواسطے خلیفہ کا خلعت آنا

پہلے بیان ہوچکا ہی کہ سلطان محمد تغلق کے لئے خلیفہ جب خلعت بھیجتا تو اُسکی تعظیم کا کیا کچھ سامان کیا جاتا تھا۔ اب پھر خلیفہ نے ایک خلعت سلطان فیروز شاہ کے لئے دوسرا خلعت فتح خان کے واسطے اور تیسرا خلعت خان جہاں کے لئے بھیجا۔ اُنکی نہایت تعظیم کی گئی۔ اور خوشی و خرمی کا جشن ہوا

فیروز شاہ کا دربار میں بیٹھنا

دربار شاہی تین محلوں میں ہوتا تھا محل صحن گلی - اس کا نام محل کہنہ یعنی محل انگور بھی تھا دوسرا محل چھجہ چوبیں - سوم محل بار عام اسکو محل صحن میانگی بھی کہتے تھے - اول محل خوانین - ملوک و امرا و معارف ذی مرتبہ بعض اہل قلم سے مخصوص تھا محل چوبیں امراء خاص الخاص سے مخصوص تھا محل میانگی عام خلائق کے واسطے تھا -

دہلی میں فیروز شاہ نے رہنا چھوڑ دیا تھا وہ فیروزآباد میں رہتا تھا جب اسکو کسی دربار کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ یہاں آجاتا تھا - خان جہاں وزیر تخت کے نزدیک دائیں طرف بیٹھا - امیر معظم - امیر احمد اقبال وزیر کے پیچھے یک زانو بیٹھا - غرض کل امراء کے واسطے جگہیں مقرر تھیں - شیخ الاسلام جب آتا تو اسکا استقبال کیا جاتا -

امرا و ملوک کی بہجت و مسرّت

سلطان فیروز شاہ کی سلطنت میں کل خانان عظام - ملوک اہل اکرام - معارف اہل احتشام زمرہ محرران خوش کلام - غرض سب اشخاص خواص و عوام - آزاد و غلام خوش و خرم بےغم رہتے تھے اور آرام و بےفکری سے زندگی بسر کرتے تھے - غریبوں کی آسودہ حالی کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کردیتے تھے - امرا کو اسقدر بادشاہ کے ہاں سے ملتا تھا کہ انکے ہاں بادشاہی کارخانے جاری تھے - اقطاع - پرگنے - قصبے - قریئے - باغات ہر ایک پاس تھے جنکی آمدنی سے وہ مالامال ہوتا تھا - جب بادشاہ کی سواری لشکر کے ساتھ چلتی تو ہر خیمہ میں ناچ گانا ہوتا اور خلقت ایسی خوش و آسودہ حال رہتی کہ لشکر سے اسکا جی اپنے گھر جانے کو نہ چاہتا - اور ہزاروں مسلمان اسکے ساتھ اپنی مصلحت دیکھکر ہوجاتے - مگر بعد بادشاہ کی وفات کے دہلی زیر و زبر ہوگئی - اسکے چین و آرام کا ورق الٹ گیا جن آدمیوں نے اس عہد کو دیکھا تھا وہ اسکو ہمیشہ یاد کرتے تھے اور کبھی نہیں بھولتے تھے

ارزانی اشیاء و فراخ سالی و ملک کی آمدنی

اس بادشاہ کی چالیس برس کی سلطنت میں دلی ہی نہیں بلکہ ساری اسکی مملکت میں ارزانی

اشیاء ایسی رہی کہ سلطان علاء الدین کے عہد کی ارزانی کو جو سب مسلمان بادشاہوں کے عہد سے زیادہ تھی خلقت بھول گئی ہم نے سلطان علاء الدین کے عہد سلطنت میں لکھا ہی کہ کس کس انتظام اور تکلفات سے یہ ارزانی ہوئی تھی۔ مگر اس بادشاہ کے عہد میں بتائید الٰہی یہ ارزانی ہوئی اناج ایسا سستا بکتا تھا کہ دہلی میں گیہوں آٹھ جیتل فی من اور جوار اور جَو چار جیتل فی من۔ لشکر میں ایک شخص اپنے گھوڑے کو دلا ہوا اناج دس سیر ایک جیتل کو خرید کر کے کھلاتا تھا۔ سب طرح کا کپڑا سستا بکتا تھا۔ سفید سُرخ ریشمی کپڑا متوسط قیمت پر بکتا تھا۔ جب اِن اشیاء کی ارزانی ہوئی جنسے کہ مٹھائیاں بنتی ہیں تو بادشاہ نے مٹھائی کے سستا بیچنے کا حکم دیدیا۔ اگر کبھی بارش کی کمی ہونے کے سبب سے اناج گراں ہوتا تو تھوڑے دنوں کے لئے ایک ٹنکہ فی من قیمت بڑھ جاتی اس بادشاہ کے عہد میں چالیس برس تک نہ قحط نے اپنا مُنہ دکھایا نہ خلقت نے اُس کا مُنہ دیکھا۔ کبھی گرانی نہوتی یہی حال زراعت و آبادی کی ترقی کا تھا کہ دوآبہ میں کوہ سکرودہ وکھرلہ سے کول تک ایک گانوں بھی برائے نام غیر آباد نہ تھا۔ اور ایک چپہ بھر زمین زراعت سے خالی نہ تھی۔ دوآبہ کے درمیان باون پرگنے تھے جیسے وہ آباد تھے ایسے ہر اقطاع وشق (قسمت) آباد تھی سامانہ کی شق میں ایک ایک کوس کے اندر چار چار گانوں آباد تھے۔ جبکی رعایا بڑی بفکری سے اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔

سلطان فیروز شاہ کو باغوں کے لگانے کا بڑا شوق تھا۔ دہلی کے آس پاس اُس نے بارہ سو باغ لگائے تھے۔ جو باغات پہلے وقف لوگوں کے پاس تھے اُنکو بتشخیص قیمت دیدیے سلطان علاء الدین نے جو تیس باغ لگائے تھے اُنکو بھی اپنی سعی سے بحال کر کے نہال کر دیا۔ سلورہ کے قریب اسّی باغ تھے چیتور کے قریب چالیس باغ لگائے ہر ایک باغ میں سیاہ و سفید انگور سات قسم کے ہوتے تھے اور ایک جیتل سیر بکتے تھے۔ اِن باغوں میں بہت طرح کے میوے ہوتے تھے اور اُنکی آمدنی بادشاہی خزانہ میں اسّی ہزار ٹنکہ داخل ہوتی۔ سواء اِنکے حق مالکانہ اور باغبانوں کی تنخواہ اُنکی آمدنی میں سے دیجاتی تھی۔

اِس بادشاہ کے عہد سلطنت میں دوآبہ کی آمدنی اسّی لاکھ ٹنکہ تھی اور مملکت دہلی کی آمدنی چھ کروڑ پچاسی لاکھ ٹنکہ تھی۔ اگرچہ سلطان نے اپنے عہد دولت میں دانائی کے سبب سے مملکت دہلی کو مختصر رکھا مگر اس پر بھی اِسقدر محصول حاصل ہوتا تھا۔ یہ کل حاصلات خانوں میں اُنکی خانی

کے مناسب و زمرہ امراء و ملوک میں اُنکی کامرانی کے اندازہ کے موافق اور معارف میں اُنکے راحت حالی کے اندازہ کے مطابق منقسم تھا اور وجہ دار لشکر کو اتنی زمین دیجاتی تھی جسکی آمدنی سے وہ فارغ البالی سے زندگی بسر کریں اور غیر وجہ دار سپاہیوں کو خزانہ شاہی سے نقد تنخواہ ملتی تھی اور جن سپاہیوں کو اس طرح مشاہرہ نہیں ملتا تھا اِنکا مشاہرہ اقطاعات کی آمدنی پر اطلاق یعنی مقرر کیا جاتا تھا جب وجہ دار سپاہیوں کا اطلاق اقطاع پر ہوتا تو وہ اقطاع دار سے زمین کی آمدنی کا نصف لے لیتا۔ اِس زمانہ میں بعض آدمی اِن اطلاقات کو خرید لیتے تھے اور اُس سے طرفین کو فائدہ ہوتا تھا۔ وہ ایک تہائی شہر میں سپاہیونکو دیدیتے تھے اور نصف اقطاع میں لے لیتے تھے بہت سے خریدار اس طرح اطلاق کے خریدنے سے بڑے مالدار ہوگئے تھے اور یہ ایک تجارت پر منفعت ہوگئی تھی۔

فیروز شاہ نے ممالک کا محصول تمام خلائق پر تقسیم کر دیا تھا۔ ملک کو پرگنات اقطاعات میں بانٹا تھا۔ خان جہاں کی ذات خاص کا تیرہ لاکھ ٹنکہ مشاہرہ تھا جس کے عوض میں بہت سے اقطاع و پرگنے ملے ہوئے تھے اُسکی سپاہ اور اولاد اور اصحاب کا مشاہرہ اِسکے سوا تھا۔ اور اُمراء و ملوک و خوانین کو اُنکی لیاقت کے موافق مشاہرہ ملتا تھا کسی کو آٹھ لاکھ ٹنکہ کسیکو چھ لاکھ ٹنکہ کسی کو چار لاکھ ٹنکہ۔ اُسکے زمانہ میں کل خوانین و ملوک غنی ہوگئے تھے ہر ایک کے پاس دولت و زر و جواہر اور الماس قیمتی موجود تھے۔ جب ملک شاہین شحنہ جو نائب امیر مجلس خاص کا تھا مرگیا تو اُس کے گھر میں سے پچاس لاکھ ٹنکہ نقد نکلا اِسکے سوا قیمتی گھوڑے اور جواہر بہت سے تھے۔ عماد الملک بشیر سلطانی کی دولت مشہور ہے کہ نقد روپئے کے رکھنے کے واسطے ڈھائی ہزار ٹنکہ کے ٹاٹ کے تھیلے خریدے گئے تھے ایک ٹاٹ کا تھیلہ چار جیتل کو آتا تھا۔ جب اِن تھیلوں میں روپیہ کا بھرنا مصلحت نہ ٹھیرا تو زمین میں اُسکو غلہ کی طرح کھتوں میں بھر دیا۔ سترہ کروڑ ٹنکہ اس کے پاس نقد تھا اِس سبب سے یہ سلطنت مدت تک لوگوں کی یاد سے فراموش نہ ہوئی۔ جبتک اِس سلطنت کے لوگ زندہ رہے بحسرت اُس کو یاد کرتے رہے۔

سپاہ کے حالات

اِس بادشاہ کی سپاہ میں کبھی اسّی ہزار سوار کبھی نوّے ہزار سوار رہتے تھے۔ اِن سواروں کے سواء غلام سوار اور تھے۔ سال بھر یہ سوار خدمات پر مامور رہتے تھے۔ اور آخر سال میں اپنی موجودات دیتے تھے۔ اکثر کم قیمت ٹٹو دیوان میں سوار لاتے اور سند لیجاتے کہ گھوڑے کام کے قابل ہیں۔ بادشاہ کو اکثر اسکی خبر ہوئی مگر اُس نے کچھ خبر نہ لی جب سال ختم ہو جاتا اور بہت سے سوار ایسے ہوتے کہ وہ اپنے گھوڑے کا چہرہ لکھوانے نہ آتے تو اُنکو دو مہینے کی مہلت دیتا کہ اِس عرصہ میں وہ اپنے گھوڑے لائیں۔ اگر اِس عرصہ میں بھی وہ گھوڑے نہ لاتے تو بادشاہ کو پھر خبر دیجاتی۔ ملک رضی جو فرشتہ صفت تھا وہ عارض ممالک یعنی بخشی فوج تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ سپاہی جو گھوڑے نہیں پیش کرتے اُس کا سبب یہ ہے کہ وہ اضلاع میں اپنے اطلاق کو (مقدار مشاہرہ) جو اقطاع پر متعین ہے لینے جاتے ہیں یا کسی اور کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں جب وہ فارغ ہو کر شہر میں آتے ہیں تو سال ختم ہو جاتا ہے اِسلئے یہ غریب ایک آفت میں آجاتے ہیں اور بہت سے اِن میں سے اور کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ یہ سُنکر بادشاہ نے حکم نافذ کیا کہ جب ایسا ہو کہ کوئی سوار اقطاع میں گیا ہوا ہو تو وہاں کے اقطاع دار کو اپنا گھوڑا معائنہ کرا دیا کرے کہ وہ ساری تکلیفوں سے بچے۔ بادشاہ کے اِس حکم میں سپاہ پر شفقت مادرانہ و برادرانہ پائی جاتی ہے۔

ایکدفعہ کا ذکر ہی کہ ایک بادشاہ سے ایک سوار نے آنکر عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑا نہیں ہے بادشاہ نے کہا کہ دفتر میں جاؤ محرروں سے کہہ سُنکر اپنا معاملہ کر لو اِسلئے عرض کیا کہ غضب یہی ہے کہ محرروں سے معاملہ کرنے کے لئے گرہ میں کوڑی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ معاملہ کرنے کے لئے تجھے کیا درکار ہے اُس نے کہا ایک سونے کا ٹنکہ بادشاہ نے جیب خاص سے اُسکو وہ عنایت کیا۔ اُس نے جاکر محرر کی نذر کیا۔ وہاں سے گھوڑے کی سند ملگئی۔ بادشاہ کو آنکر اُس نے وہ دکھا دی۔ پہلے زمانہ میں بادشاہوں کی ایسے کاموں کی تعریف بہت ہوتی تھی مگر اِس زمانہ میں یہ کام اچھے نہیں سمجھے جاتے۔

بسر عماد الملک کا بادشاہ سے سپاہ کی باب میں عرض کرنا اور بادشاہ سے جواب باصواب پانا

ملک عماد الملک بڈھا ہو گیا تھا اُسکے عہدۂ دیوان عرض کا کام اُس کا بیٹا ملک اسحاق کرتا تھا اُس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کی سپاہ میں آدمی بوڑھے ضعیف اور نکمّے بہت ہیں اُنکو حضور برطرف فرما کر اُنکی جگہہ اُنکے بیٹوں یا غیر آدمیوں کو جو جوان قوی ہوں ملازم فرمائیں۔ اِسپر بادشاہ نے فرمایا کہ یہ تو نے خوب بات عرض کی کہ جب کوئی بوڑھا ہو جائے تو اُسکی جگہہ اُس کا بیٹا یا کوئی غیر آدمی مقرر کیا جائے دونوں صورتوں میں بوڑھے کی کمبختی ہے تیرا باپ بشیر بوڑھا ہو گیا ہے اوّل تو اُسکو موقوف کریں پھر اور بڈھونکو برطرف کرونگا۔ اسحاق یہ سنکر گنگا ہو گیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر بڈھونکی جگہہ اُنکے بیٹے مقرر کئے جائیں گے تو وہ نافرمانی کر کے باپ کو ستائیں گے۔ اس زمانہ میں اولاد سعادتمند کم ہوتی ہے پس بہتر یہ ہوگا کہ جب کوئی سپاہی معمر ہو جائے تو اُسکی بجائے اُس کا بیٹا سواری میں آئے اگر پسر نہ ہو تو داماد اور داماد نہ ہو تو غلام تاکہ بڈھے گھر میں آرام سے بیٹھیں اور جوان اُنکی نیابت کریں ؎

رسم است کہ مالکان تحریر آزاد کنند بندۂ پیر

منارہاے سنگین کا دہلی میں لانا

جب ٹھٹھ کی مہم سے بادشاہ فارغ ہو کر دہلی میں آیا تو وہ اپنی دار السلطنت کی آس پاس سیر و شکار کرتا پھرتا تھا وہ سالورہ و خضر آباد میں جو دہلی سے نوّے کوس ہے گیا تو اُس نے موضع توبرہ میں ایک سنگین منارہ دیکھا جو پانڈونکے عہد سے وہاں کھڑا تھا مگر کسی بادشاہ نے اُسپر توجہ نہیں کی۔ مگر اِس نے ارادہ کیا کہ اُسے اکھیڑ کر دہلی لیجاؤں اور وہاں اسے قائم کروں کہ وہ میری یادگار رہے۔ اُس نے اُسکے آس پاس کے دوآبہ کے اور غیر دوآبہ کے پیادے و سوار و بیلدار بلائے کہ اُسکے اُکھیڑنے کے اوزار لائیں۔ سیمل کی روئی کے ڈہیر کے ڈہیر لگائے اِس منار کے گرد سر سے پاؤں تک اِس روئی کو لپیٹا اور اُسکے گرد زمین کھودی اسپر سیمل کی روئی کے تکئے بچھوائے اور اُس پر منار کو جھکایا۔ پھر روئی نکالکر اُسکو زمین پر چت لٹایا۔ اُسکی بنیاد کے نیچے ایک بڑا چوکور پتھر تھا اُسکو بھی کھود کر نکال لیا۔ پھر منار کو پھوس اور سرکنڈوں و پوست خام میں لپیٹا تاکہ کوئی صدمہ اُسکو نہ پہونچے۔ پھر ایک چھکڑا بیالیس پہیوں کا تیار کیا۔ اور ہر پہیہ کے دُہرے میں دس من کا مضبوط رسا باندھا ہر رسہ کو دو سو آدمیوں نے کھینچا۔ جمنا یہاں سے

پاس تھی اس طرح بہ ہزار محنت وجانکاہی اُسکو دریا کے کنارہ پر لائے۔یہاں بڑی بڑی کشتیاں جن میں سے بعض میں سات ہزار اور بعض میں پانچہزار من غلہ آتا تھا اور جو چھوٹی کشتیاں بھی تھیں اُنمیں سے دو ہزار من موجود تھیں۔بڑی حکمت اور صنعت سے اِن کشتیوں میں منار کو رکھا بادشاہ خود یہاں موجود تھا۔یہ کشتیاں فیروزآباد میں آئیں۔پھر منار کشتی سے اُتار کر بڑی حکمتوں سے فیروزآباد میں پہنچایا گیا۔جامع مسجد کے قریب پتھر و چونے کی ایک عمارت صناع معماروں نے پایہ دار بنائی۔جب ایک پایہ بنجاتا تو منار اُس پر چڑھایا جاتا۔پھر دوسرا پایہ بنایا جاتا اُسپر منار بلند کیا جاتا غرض اسی طرح ارتفاع مطلوب پر اُسکو مرتفع کیا۔یہاں اُسکے سیدھے کھڑا کرنے میں بڑی حکمت خرچ کیگئی کہ بڑے بڑے موٹے رسّے اور چرخ لگائے گئے۔رسّے کا ایک سرا منار پر باندھا گیا اور دوسرا سرا چرخ پر لگایا گیا اور چرخ پھرایا گیا جس سے منار آدھ گز بلند ہوتا۔پھر اُسکے نیچے سیمبل روئی کے تکیئے لگائے گئے اور پھر آدھ گز وہ اونچا اُٹھایا جاتا۔اِس طرح کئی روز میں عمودوار اُسکو سیدھا کھڑا کیا۔اُسکے گرد لٹھوں کی اڑواڑیں اور پاڑیں باندھی گئیں وہ کسی طرف جُھک نجائے۔وہی چوکور پتھر جو اُسکے نیچے سے نکالا تھا یہاں بھی اُسکے نیچے رکھا گیا۔منار کے گرد سنگ مرمر اور عباسی کا کام کیا گیا اور چوٹی پر سونے کا کلس لگایا گیا۔اِسلئے اُسکا نام منار زرین مشہور ہوا۔اب بھی وہ دہلی میں کوشک فیروز شاہ میں جسکو کوٹلہ کہتے ہیں موجود ہے اور فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہے۔تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف میں لکھا ہے کہ اس کا طول ۳۲ گز تھا جس میں سے آٹھ گز زمین کے اندر اور چوبیس گز باہر تھا مگر بالفعل جس صورت سے وہ کھڑا ہے اُس کا کل طول ۴۲ فیٹ، انچ ہے اور اُس میں سے ۴ فیٹ ا انچ دبا ہوا ہے۔دوآبہ میں میرٹھ کے اندر ایک اور منار ایسا ہی کھڑا تھا وہ پہلے منار سے چھوٹا تھا اُسکو بھی بادشاہ نے اُکھڑوا کے اِسی طرح کوشک شکار میں لگایا اور بڑا جشن شاہانہ کیا۔شربت کی سبیل لگائی جو لوگ اُسکی سیر دیکھنے آئے اُنکو شربت پلایا۔بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں بارود کے اُڑنے سے اُسکے پانچ ٹکڑے ہو گئے تھے۔مگر اب انگریزوں نے اُسے پھر جوڑ کر دہلی میں ہندوراؤ کے باڑے میں قایم کیا ہے اِن مناروں پر کچھ عبارت بھی کندہ تھی۔فیروز شاہ نے بہت پنڈت اور سیوڑے بلائے مگر کسی سے وہ نہ پڑھی گئی۔ایک پنڈت نے بادشاہ سے یہ ایک ڈھکوسلا گھڑ دیا کہ اِس کندہ عبارت کا مضمون یہ ہے کہ کوئی بادشاہ

مینار کو اپنی جگہہ سے نہیں اُکھیڑ سکے گا مگر ایک مسلمان بادشاہ فیروز شاہ نامی پیدا ہوگا وہ اُسکو اپنی جگہہ سے ہلائیگا - اس عبارت کا حال کسی ضمیمے میں لکھیں گے - تیمور جب آیا ہے تو اُس نے ان دو میناروں کو دیکھکر کہا کہ فیروز شاہ کے سوا کسی بادشاہ نے اِن میناروں کی برابر دیرپا یادگار نہیں بنائی - شمس سراج نے اپنی تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجھسے شریف زادوں نے یہہ روایت کی کہ یہ سنگین مینار بھیم کے ہاتھ کی لاٹھیاں تھیں - بھیم بڑا پہلوان اور عظیم القامت تھا - ہاتھیونکو مشرق سے مغرب میں پھینک دیتا تھا - ہندؤنکی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہزار من روز اُسکی خوراک تھی - کوئی اِس سے مقابلہ نہیں کرسکتا تھا - اِس تمام حصے میں ہندو رہتے تھے اور آپسمیں لڑتے تھے - بھیم کے پانچ بھائی تھے - سب میں وہی زیادہ بلوان تھا وہ مویشی اپنے بھائیوں کے چرایا کرتا تھا اور اِن لاٹھیوں سے مویشیونکو جمع کیا کرتا تھا - ان دنوں میں مویشیوں کے قد و قامت بھی مثل اور مخلوق کے بڑے تھے - جنکے ہکانے کی یہ لاٹھیاں تھیں جب بھیم مرگیا تو اِن لاٹھیونکو گاڑ دیا کہ اُسکی یادگار رہیں ضمیمہ میں اِن میناروں کا حال پڑہو تو اُس سے تمکو معلوم ہوگا کہ اِس زمانہ کی اور پہلے زمانہ کی تحقیقاتوں میں کیا زمین آسمان کا فرق ہے -

بادشاہ کے شکار کا حال

بادشاہ ایام طفلی سے شکار پر عاشق تھا - سلطان محمد شاہ تغلق اُسکو سمجھایا کرتا تھا کہ شکار کے سبب سے تو بہت بیکار رہتا ہے اور چڑیا و باز کے پیچھے ملک داری کے کاموں سے باز رہتا ہے مگر اُسکو تو شکار کی دہت تھی وہ کب چھوٹ سکتی تھی - اِسکے شکار کی تفصیل کے لئے تو ایک شکار نامہ کے تصنیف کی ضرورت ہے مگر بالاجمال یہ کیفیت ہے کہ اُس نے شکاری درندے چیتے و سیاہ گوش بہت سے شکار کھیلنے کے لئے جمع کئے تھے تعجب یہ ہے کہ چند شیر بھی اُسکے پاس شکاری رہتے تھے اور شکاری پرندے شاہین باز جرہ بیری بکثرت تھے - وہ موسم گرما میں دیبال پور اور سرستی کے درمیان کہ خشک ملک ہے گورخر کا شکار کھیلنے کو اور موسم سرما میں بدایوں اور آنولہ میں ہرنوں اور نیل گایوں کے شکار کو جاتا تھا - یہاں یہ جانور کثرت سے ہوتے تھے - زمین یہاں کی زرخیز تھی مگر فقط بادشاہ کے شکاروں کے موٹا تازہ بنانے کے لئے جنگل بن رہی تھی - اگر کسی جنگل میں شیر ہوتا تو

بادشاہ اوّل اسکا شکار کرتا بعد اُسکے کسی اور شکار کے درپے ہوتا۔

رفاہ عام کی عمارات

دہلی میں جتنے بادشاہ ابتک تخت پر بیٹھے تھے اِن سب پر فیروز شاہ عمارات رفاہ عام کے بنانے میں سبقت لیگیا۔ اُس نے شہر حصار۔ کوشک۔ بان۔ بندھ۔ مساجد۔ مقبرے بہت تعمیر کئے۔ نہیں سے مشہور شہروں۔ فیروزہ حصار۔ فتح آباد کے بنانے کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے اِنکے سوا۔ یھ نئے شہر اور آباد کئے۔ فیروز آباد۔ فیروز آباد ہارنی کھیڑہ۔ تغلق پور کاسنہ۔ تغلق پور ملوک کموت جون پور اُنکے سوا۔ اور مقامات میں بھی آرام اور ٹھیرنے کے لئے حصار محکم و مستحکم بنائے۔ اُس نے یہ کوشک (محل) تعمیر کرائے۔ فیروز کوشک۔ نزول کوشک مہندواری۔ کوشک شہر حصار فیروزہ۔ کوشک فتح آباد۔ کوشک جونپور۔ کوشک شکار۔ کوشک بند فتح خاں۔ کوشک سالورہ۔ اور مضبوط بندھ بنائے۔ بند فتح خاں۔ بند لجا جس میں آب زمزم ڈالا۔ بندمہہ پالپور۔ بند شکر خاں۔ بند سالورہ بند وزیر آباد۔ وارد و صادر کے لئے خانقاہیں اور سرائیں تعمیر کیں۔ دہلی اور فیروز آباد میں اس نے ایک سو بیس خانقاہیں بندگان خدا کی آسایش کے لئے بنائیں۔ سال کے تین سو ساٹھ دن میں کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ وہ معمور نہ ہوتیں۔ اور اُنمیں بادشاہ کی طرف سے مسافروں کی خاطرداری اور غریب نوازی ہوتی۔ اِن خانقاہوں کے سُنّی متولی و عہدہ دار معین تھے اور خزانہ شاہی سے اُن کا خرچ نقد ملتا تھا۔ ملک غازی شحنہ میر عمارت تھا وہ تعمیر کے کام سے خوب ماہر تھا اور عبدالحق عرف جاہر سوندھار اسکا نائب تھا۔ ہر قسم کے کاریگروں چوب تراشوں۔ سنگ تراشوں۔ آہنگر وغیرہ شحنہ مقرر رہتا تھا۔ اُس نے پہلے سلاطین کے مقبروں کی اور مشایخ کے مزاروں کی مرمت بھی کرائی۔ بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ بزرگان دین کو دہات و زمین وقف کر دیتے تھے کہ اُنکی اُمدنی سے وہ مقابر و مدارس میں خیر خیرات جاری رکھیں یہ سب دہات خراب و ویران ہو گئے تھے اور متولی اُنکی آمدنی سے محروم ہو گئے تھے۔ اور مقبرے شکستہ پڑے تھے بادشاہ نے اِن دہات کو آباد کیا۔ مقبروں کی مرمت کر کے پہلے سے اُنکو اچھا بنا دیا متولیوں کو جو ان اوقات سے محروم ہو گئے تھے بحال کر دیا۔

جب کوئی عمارت بنائی جاتی تو اُسکے تخمینہ کی برآورد دیوان وزارت بناتا اور اُس کا روپیہ خزانہ سے پہلے ملجاتا کہ تعمیر عمارت میں روپیہ کے نہونے سے توقف نہو۔

بادشاہ کا بیکار آدمیوں کو باکار کرنا

بادشاہ کا حکم تھا کہ شہر میں کسی کارو ہنجار کا آدمی بیکار ہو تو اُسکا حال دریافت کرکے کوتوال شہر بادشاہ کے روبرو لائے۔ کوتوال شہر محلہ داروں سے ایسے بیکار آدمیوں کا حال تحقیق کرتا بعض ایسے بھلے مانس بھی بیکار ہوتے کہ مارے شرم کے اپنی احتیاج کو زبان پر نہ لاتے اُنکو اور اور آدمیوں کو جو اپنی بیکاری کا اظہار کرتے بعد تحقیقات کے کوتوال بادشاہ کے روبرو لاتا۔ بادشاہ ہر بیکار کو حسب حیثیت بر سر کار کر دیتا۔ اگر اہل قلم ہوتے تو کارخانوں میں بھیجدیتا اگر کوئی کارکن عاقل ہوتا تو اُسکو خان جہاں کے حوالہ کرتا۔ اگر کوئی آدمی یہ درخواست کرتا کہ میں فلاں امیر کا غلام بننا چاہتا ہوں تو امیر سے بادشاہ سفارش کر دیتا اور اگر وہ کسی خاص جاگیردار کا غلام بننا چاہتا تو اِس جاگیردار کے نام فرمان جاری کرتا۔ جہاں اِن بیکاروں کا گروہ جمع ہوتا تو اُن کو سکونت کے لئے مکانات ملتے۔ غرض بادشاہ یہ خوب جانتا تھا کہ آدمی بیکار رہنے سے کیا کیا خون جگر پیتا ہے اِسلئے اِن پر یہ نوازش فرما کر اُنکے رنج والم کو کم کرتا تھا۔

کارخانجات فیروز شاہی کے اسباب کی شرح

بادشاہی کارخانے چھتیس تھے۔ ہر کارخانہ کا خرچ سالانہ بہت کچھ تھا اِسکے لئے اسباب بہت جمع کیا گیا تھا۔ اِنکے اسباب میں زرین و پشمین و مرصع و مکلل اشیاء بھی ہوتی تھیں۔ یہ کارخانے دو طرح کے کہلاتے تھے ایک راتبی یعنی معمولی دوسرے غیر راتبی یعنی غیر معمولی۔ راتبی کارخانے یہ تھے فیل خانہ۔ پائگاہ یعنی اصطبل بمطبخ۔ شراب خانہ۔ شمع خانہ۔ شتر خانہ۔ سگ خانہ۔ آبدار خانہ اور ایسے ہی اور کارخانے۔ اِن راتبی کارخانوں کا خرچ ماہوار ایک لاکھ ساٹھ ہزار ٹنکہ کا تھا۔ اور اسباب اور ملازمین و شاگرد پیشہ کی مشاہروں کا خرچ بھی اِسیقدر اور تھا۔ غیر راتبی کارخانے یہ تھے جامدار خانہ علم خانہ۔ فراش خانہ۔ رکاب خانہ اور ایسے ہی اور کارخانے۔ انمیں اسباب

ہر سال نیا خرید اجاتا۔ جاڑے کے موسم میں جامدار خانہ کے لئے چھ لاکھہ ٹنکہ کا اور بہار و گرمی کے موسم کے لئے جدا اسباب مول لیا جاتا۔ علم خانہ میں ہر سال اسّی ہزار ٹنکہ کا۔ فراشخانہ کے واسطے دو لاکھ ٹنکہ کا اسباب خرید اجاتا۔ ہر ایک کارخانہ کا اہتمام کسی خان یا ملک بزرگ کے سپرد ہوتا تھا۔ جامدار خانہ کا عہدہ ملک علی و ملک اسمٰعیل کو تھا۔ فیل خانہ ملک شاہین کو اور سگ خانہ ملک قصر بہرام کو علم خانہ و پایگاہ۔ رکاب خانہ ملک محمد حاجی کو زراد خانہ و سلاح خانہ ملک مبارک کبیر اور ایسے ہی اور کارخانہ ملوک و امرا کے سپرد تھے۔ بادشاہ کہا کرتا تھا کہ دُنیا میں دو گوہر لطیف یا دو جوہر شریف ہیں۔ ایک گوہر اقطاعات و پرگنات و معاملات دوسرا گوہر کارخانجات محصول اقطاعات اِن کارخانوں میں خرچ ہوتا ہے۔ میرے ایک کارخانہ کا خرچ ملتان کی آمدنی سے کم نہیں ہے اِن کل کارخانوں کا مہتمم خواجہ ابو الحسن تھا۔ سارے کارخانوں کی فرمایشیں اوّل اُس پاس جاتیں اِن کارخانوں کے حساب کا دفتر جدا تھا۔ مگر وہ دیوان وزارت میں رہتا تھا۔ بادشاہ کے پانچ جگہہ گھوڑوں کے اصطبل تھے اور دہلی کے آس پاس چند ہزار گھوڑے رہتے تھے۔ شتر خانے دہات میں رہتے تھے اِن دہات کی آمدنی انمیں خرچ ہوتی تھی۔ اِس بادشاہ کے عہد میں سارے کارخانہ کارخانوں کا اقطاع کی آمدنی کا حساب نہایت درست رہتا۔ آمد و خرچ کا خوب محاسبہ لیا جاتا تھا مگر بادشاہ علم حساب سے بے بہرہ تھا اسلئے وہ دیدہ و دانستہ اِن حسابوں میں چشم پوشی کرتا تھا اہلکاروں کے ہاتھہ میں یہ سارا حساب تھا۔

بادشاہی سکّے

اِس بادشاہ نے بہت طرح کے سکّے چلائے۔ ایک سونے کا دوسرا چاندی کا ٹنکہ تھا اور باقی اور سکّے تھے جنکے نام چہل وہشت گانی۔ بست و پنج گانی۔ بست و چہار گانی۔ دوازدہ گانی دہ گانی وہشت گانی۔ شش گانی و یک جیتل اور انکی قیمتیں ۴۸۔ ۲۵۔ ۲۴۔ ۱۲۔ ۱۰۔ ۸۔ ۶۔ ۱ جیتل تھیں۔ بادشاہ کو یہ خیال آیا کہ خرید و فروخت میں جب خریدنے والوں اور بیچنے والوں کو ایک جیتل سے کم کام پڑتا ہوگا تو اُنمیں آپس میں کیسے فیصلہ ہوتا ہوگا۔ اگر بیچنے والا کسی غریب خریدنے والے کو آدھا یا پاؤ جیتل واپس نہ کرتا ہوگا تو اُسکا نقصان ہوتا ہوگا۔ اور اگر کوئی خریدار فروشندہ کو آدھا یا پاؤ جیتل نہ دیتا ہوگا تو اُس کا زیان ہوتا ہوگا اسلئے اُس نے دو اور سکّے

ایک آدہا جیتل کا جسکو آدہا کہتے تھے اور ایک پاؤ جیتل کا جسکو بیگہ کہتے تھے جاری کیا جس سے خرید و فروخت میں آسانی ہو گئی۔ ایک دفعہ دو مخبروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ حضور کے سکہ ششگانی میں ایک حبہ کی برابر کھوٹ ہے۔ بادشاہ نے یہ سنکر خان جہاں وزیر سے اِس خبر کو کہا وزیر نے عرض کیا کہ بادشاہی سکہ کا حال باکرہ عورت کا سا ہے کہ اگر اُسکی عصمت میں جھوٹا یا سچا ذرا سا بھی دھبہ لگ گیا تو پھر اُسکو خواہ وہ کیسی صاحب جمال وکمال ہو کوئی نہیں پوچھتا۔ اگر اس کھوٹ کی تحقیقات علی الاعلان کی جائیگی اور داروغہ ٹکسال پر جرم ثابت ہوگا تو حضور کے سکہ کا اعتبار بالکل اُٹھ جائیگا اور پھر اُسکو کوئی ہاتھ میں نہیں لیگا۔ اِسلئے بہتر ہے کہ خفیہ تحقیقات ہو۔ میر ٹکسال کجر شاہ تھا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ تم اصل حال دریافت کرو کہ تمہارے اہلکاروں نے کھوٹ ملایا ہے یا نہیں۔ بعد تحقیقات کے کجر شاہ نے اصل حال وزیر سے کہہ دیا کہ کھوٹ ملایا گیا ہے پس اِس کھوٹ کے چھپانے کے واسطے سناروں سے صلاح کی گئی انہوں نے یہ حکمت بتائی کہ ہم بادشاہ کے روبرو ننگے بلائے جائیں اور ایک حبہ چاندی کسی کوئلہ کے اندر موم سے بند کر دیجائے ہم کوئلہ کو کٹھائی میں ڈالکر سکہ کا کھرا ہونا بادشاہ کو دکھائیں گے چنانچہ یہ کام اِسی طرح کیا گیا۔ اِس داروغہ ٹکسال کی عزت رہ گئی اور اِس کام کی جلدی میں اُسکو خلعت عنایت ہوا اور اُسکو ہاتھی پر سوار کیا اور بازاروں میں اِس کا گشت کرایا اور منادی کی گئی کہ سکہ بالکل کھرا ہے مخبر قید میں رہے

دیوان خیرات و شفاخانہ کا بیان

سلطان فیروز نے لڑکیوں کی شادی کے لئے ایک دیوان خیرات مقرر کیا جن غریب آدمیوں کی لڑکیاں جوان ہو جاتی ہیں اور وہ مفلسی کے سبب سے اُن کا نکاح نہیں کر سکتے تو رات دن اُنکو فکر رہتا ہے۔ خوف کے مارے خدا سے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ ہماری عزت کو بچائیو۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ جس مفلس کی بالغ لڑکی ہو وہ دیوان خیرات میں اپنے حال کو بیان کرے۔ عہدہ داران دیوان خیرات اس کی تحقیقات کرکے اُسکی حالت کے موافق اُسکو خیرات دیدیں۔ اوّل درجہ کے مفسلوں کو پچاس ٹنکہ۔ درجہ دوم کو تیس ٹنکہ۔ درجہ سوم کو بیس پچیس ٹنکہ۔ غرض اِس خیرات سے ہزاروں لڑکیوں کی شادیاں ہو گئیں اِس کار خیر سے

بڑا فائدہ ہوا۔

بادشاہ جانتا تھا کہ جب آدمی بیمار ہو اور کوڑی پاس نہو تو کیسی اُسکو جسمانی و روحانی تکلیف ہوتی ہے اِسلیئے اُس نے شفاخانہ جسکو صحت خانہ بھی کہتے تھے جاری کیا اسمیں غریب مسافروں اور شہر کے آدمیوں کو دوا و غذا مفت ملتی تھیں۔ اُنکی خدمت سب طرح کی یہاں ہوتی تھی۔ بادشاہ نے بڑے آباد اور زرخیز دیہات وقف کر دیئے تھے کہ اُنکی آمدنی دیوان خیرات اور دارالشفا میں خرچ ہو۔ اُس نے حافظوں و علماء کے وظیفے مقرر کر دیئے تھے ایسی خیرات کا خرچ چھتیس لاکھ ٹنکہ سالانہ تھا۔ چار ہزار دو سو آدمیوں کو خیرات سے مشاہرہ ملتا تھا۔

بادشاہ کے جشن اور جلسے

دونوں عیدوں اور شبرات اور نوروز کو تو جشن بڑی دہوم دہام سے ہوتے اور جلسے ہر جمعہ کی نماز کے بعد چاروں شہروں سے داستان گو۔ گوئیے اور ناچنے والے اور پہلوان و کشتی گیر اور کرتب دکہانے والے آتے۔ اوّل گانا اور پھر کشتی۔ پھر کرتب اور سب کے بعد داستان گو ہوتے۔ پھر ان سب کو انعام دیا جاتا بچے اُنکے ساتھ ہوتے تو اُنکو بھی انعام ملتا۔

فالیں زیارتیں خواب کی تعبیریں

بادشاہ جو بڑا کام شروع کرتا اور جب کسی مہم پر جاتا تو اوّل قرآن شریف میں فال دیکھتا اور اُس پر عمل کرتا۔ اپنے اڑے وقتوں میں اور مہمات کے سرانجام دینے میں ولیوں کے مزاروں کی زیارت کرتا مشایخ کی خدمات میں جاتا اور اُن سے استمداد باطنی کا طالب ہوتا۔ وہ شگونوں کو مانتا تھا۔ خواب کی تعبیر کو سچ جانتا تھا ۷۷۶ھ میں وہ سالار مسعود کی مزار کی زیارت کو بہرایچ میں گیا۔ وہاں کئی روز پھرا ایک دن خواب میں دیکھا کہ سالار مسعود اُسکی ڈاڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں کہ اب تیری پیری آئی آخرت کی تیاری کر جب صبح ہوئی تو شاہ فیروز نے خانان مملکت و ملوک ملک کے سامنے اپنا سر منڈایا اس میں یہ اسرار بتایا کہ آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت نے آخر میں سر منڈایا تہا اور اُنکے سر منڈانے کے سبب سے اُنکے اصحاب نے بھی سر کے بالوں کو جدا کیا تہا۔ اِسی طرح

جب فیروز شاہ نے سر منڈایا تو اکثر ملوک نے سر کے بالوں کو دُور کیا۔

بادشاہ کا نامشروع اور خلق کی نامطبوع باتونکا دُور کرنا

جب بادشاہ نے سر منڈایا تو اُس نے ان روشوں کو دُور کیا جو نامشروع اور خلق کو نامطبوع تھیں اور جو محصول نامشروع رعایا پر لگ گئے تھے اُنکو دُور کیا جنکی تفصیل یہ ہے۔

یہ ایک دستور ہو گیا تھا کہ بادشاہ اپنی خلوت گاہوں میں نگار خانے مصوروں سے بنواتے تھے اور اُنمیں تصویریں جانداروں کی ہوتی تھیں بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کسی جاندار کی تصویر نہ بنائی جائے اور اُسکی جگہہ باغ و بوستان کے نقشے تفریح طبع کے لئے کھینچے جائیں۔ یہ بھی بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اُسکو بھی خلاف شرع سمجھکر منع کردیا اور اسکی جگہہ سنگین اور گلی برتنوں کو رواج دیا۔ جلوہ شاہی میں علمہا، مراتب و ماہی مراتب میں تصویریں ہوتی تھیں اُنکو بھی دُور کرادیا۔ بادشاہ کی خدمت میں علما و صلحا کا زمرہ ہمیشہ رہتا تھا۔ جن محصولوں کو اُنہوں نے بادشاہ کو بتلایا کہ نامشروع ہیں اُنکو بادشاہ نے دُور کردیا گو اس سے آمدنی ملک میں کمی ہوئی۔ تفصیل ان نامشروع محصولوں کی یہ ہے۔ اوّل دانگانہ۔ سوداگر جو سرائے عدل میں کپڑے لاتے اور اُسکی زکوۃ ما وجب ادا کردیتے بعد زکوۃ ادا کرنے کے وہ تمام کپڑے ضربیہ میں لاتے اور ایک ٹنکہ پر اُنسے ایک دانگ لیا جاتا۔ اس محصول سے دیسی و پردیسی تاجر بڑے پریشان خاطر ہوتے کپڑے کے تخمینہ کرنے میں اہلکاران شاہی اُنکا ناک میں دم کرتے اُنکے اسباب کو ڈال رکھتے پادشاہ نے یہ محصول معاف کردیا۔ دوم دہلی میں ایک اور محصول مشتغل تھا وہ دکانوں اور مکانوں کی زمین پر ایک کرہ تھا یہ زمین کا کر بادشاہ نے موقوف کردیا۔ اُسکی آمدنی ڈیڑھ لاکھ ٹنکہ تھی۔ سوم جنزاری موقوف کی یہ محصول قصابوں سے لیا جاتا تھا کہ جو گائے وہ ذبح کریں تو بارہ جیتل ہر گائے پیچھے دیا کریں اس محصول کی بھی بڑی آمدنی تھی۔ چہارم روزی کو موقوف کیا۔ سوداگر خواہ کسی طرح کے ہوں جب وہ غلہ، نمک و قند و شکر تری و قماش اور بار برداری کے جانوروں پر لادکر شہر میں لاتے تو بادشاہی آدمی اُنکے جانوروں کو گرفتار کرکے پرانی دلّی میں لیجاتے وہاں سات حصار نامدار تاجداروں کے ویران پڑے تھے اُنکی اینٹیں ایک روز ان جانوروں کو فیروزآباد میں ڈھونی پڑتی تھیں بغیر اس

بیگار بھگتنے کے اُنکے جانور نہیں چھوٹتے تھے۔ اُنپر ایسا ظلم ہونے لگا تھا کہ شہر میں بیپاری رغبت سے نہیں آتے تھے اور اِس سبب سے نمک اور غلہ کا بھاؤ بڑھ جاتا تھا۔

قاضی نصر اللہ نے ہاتھی پر سوار ہو کر ان محصولوں کی موقوفی کا اشتہار دیدیا۔ اِن محصولوں کی موقوفی سے ملک کی آمدنی میں تیس لاکھہ ٹنکہ کی آمدنی کا نقصان ہوا۔

ایک برہمن کا جلانا اور برہمنوں سے جزیہ لینا

ایک برہمن نے اپنے گھر میں تجانہ بنا کے مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا شروع کیا تھا۔ اِس برہمن کے باب میں علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ مسلمان ہو یا زندہ جلایا جائے۔ اِس برہمن نے جلنا قبول کیا مسلمان ہونا نہیں منظور کیا۔ اِسلیئے بادشاہ نے اُسکو اپنے دروازہ کے آگے جلا دیا اب تک پہلے مسلمان بادشاہوں نے برہمنوں سے جزیہ کبھی نہیں لیا تھا۔ مگر فیروز شاہ کے عہد میں تمام کام شرع کے موافق ہوتے تھے۔ علماء نے فتویٰ دیدیا کہ برہمن بت پرستی کی اصل جڑ ہیں سب سے اوّل اِنسے جزیہ لینا چاہیئے۔ جب برہمنوں کو یہ معلوم ہوا تو چاروں شہروں کے برہمن جمع ہو کر بادشاہ پاس کوشک شکار میں پہونچے اور اُنہوں نے دُہائی مچائی کہ ہم سے کسی بادشاہ نے پہلے جزیہ نہیں لیا۔ اب کیا ہم نے خطا کی جو یہ جزیہ ہم پر لگایا گیا۔ ہم بادشاہ کے محل کی دیوار کے نیچے ابھی لکڑیاں جمع کر کے جل جائیں گے مگر جزیہ نہیں دینگے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری جوتی سے تم ابھی جل جاؤ میں جزیہ نہیں معاف کرونگا۔ پہلے بادشاہونکی تقلید نہیں کرونگا۔ معافی کی اُمید مجھہ سے نرکھو یہ سنکر برہمنوں نے فاقے کرنے شروع کیئے جب اور ہندوؤں نے دیکھا کہ یہ برہمن یوں ہلاک ہوئے جاتے ہیں تو اُنہوں نے اُنکو سمجھایا کہ تم جزیہ کے لیئے اپنی جان نہ کھو ہم سب ملکر تمہارا جزیہ ادا کر دینگے۔ اُسوقت جزیہ تین طرح کا لیا جاتا تھا اوّل چالیس ٹنکہ دوم تیس ٹنکہ سوم دس ٹنکہ۔ برہمنوں نے آخر عاجز ہو کر بادشاہ سے جزیہ کے تخفیف کرنیکی درخواست کی بادشاہ نے دس نقرہ ٹنکہ ہر برہمن پر جزیہ مقرر کیا۔ ہر ایک ٹنکہ پچاس جیتل کا تھا۔

حلیہ سلطان فیروز شاہ

یہ بادشاہ گورا تھا۔ ناک اِسکی اونچی تھی۔ ڈاڑھی لمبی۔ میانہ قد۔ نہ موٹا نہ دُبلا۔

بادشاہ نے شہر میں جو عجائبات جمع کئے تھے

ایک بونے قد کا آدمی تھا جس کا قد ایک گز اور سر تین آدمیونکی برابر۔ دو آدمی دراز قد جنکا رنگ سیاہ اور قد اتنا لمبا کہ دراز قد آدمی اُنکی کمر تک آتا۔ دو عورتین جنکی پستان اور ڈاڑھی دونوں تھے۔ ایک گوسفند تین پانوں کی جو خوب دوڑتی اور چلتی تھی۔ سیاہ کوّا جسکی چونچ لال تھی۔ گائے پانچ پاؤں کی جسکا ایک پاؤں گردن سے نکلا ہوا۔ مچھلی کا سر ہاتھی کے سر مع خرطوم کی برابر۔ طوطی سپید منقار سیاہ۔ ایک گائے جسکے سم گھوڑے کے سے تھے۔ اِس بادشاہ کے عہد کی ایک حکایت استخوان عجیب کی بھی مشہور ہے۔ جب ۷۶۲ھ میں بادشاہ دہلی آیا تو اُس نے دیکھا کہ نزور کے نزدیک ایک پہاڑی ہے کہ اُس سے پانی نکلتا ہے اور دریائے ستلج میں جاتا ہے اور اُسکو سرستی کہتے ہیں۔ اب یہ سرستی ایک ندی ہے جس سے سلیم کہتے ہیں۔ اِس دو آبہ میں جو فاصلہ ہے وہ ایک پشتہ عظیم ہے اگر اُسکو کھودیں تو آب سرستی دریائے ستلج کے اندر جانے لگے۔ پھر وہاں سے سرہند اور منصور پور میں اور یہاں سے سنام میں ہمیشہ پانی جاری رہے۔ بادشاہ سوار ہوکر وہاں گیا اور پچاس ہزار بیلدار جمع کرکے اِس پشتے کو کھدوانا شروع کیا۔ اِس پشتے میں سے ہاتھیوں اور آدمیونکی ہڈیاں نکلیں۔ آدمی کے ہاتھ کی ہڈی تین گز لمبی تھی جسکا ایک حصہ پتھر ہوگیا تھا اور ایک حصہ استخوان تھا۔ ہاتھی کی ہڈی بیس درعہ کی تھی ایسا احتمال ہوتا ہے کہ کوروں اور پانڈوں کی لڑائی میں یہ آدمی اور ہاتھی مارے گئے ہونگے اُنکی یہ ہڈیاں زیر خاک رہی ہونگی۔ فرنگستانی طبقات الارض کے محقق کہتے ہیں کہ گو آدمی کی ہڈیاں ہزاروں برس کی دستیاب ہوئیں مگر ابتک کوئی ہڈی ایسی نہیں نکلی کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ پہلے آدمی زمانہ حال کے آدمیوں سے زیادہ طویل القامت اور فربہ ہوتے ہوں۔ اسلئے یہ استخوان کی داستان پایہ اعتبار سے ساقط ہے گو اہل ایشیا کو یقین ہے کہ قدیم زمانہ میں اِس زمانہ کے آدمیوں سے آدمی طویل القامت اور عظیم الجثہ ہوتے تھے۔

بادشاہ کے زمانہ کی تصنیفات

جب بادشاہ نگرکوٹ میں تھا تو وہ جوالا مکھی بھی دیکھنے گیا۔ وہاں برہمنوں کی تصنیفات سے ایک ہزار تین سو کتابیں موجود پائیں اُنمیں سے بعض کتابونکے مضمون پڑھ تو نکو بلوا کر سُنے اور پسند

کئے۔ حکم دیا کہ اُنمیں سے بعض کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ اِن ترجموںمیں سے اعزالدین خالدخانی کی ایک کتاب مشہور ہے دلائل فیروز اُس کا نام ہے وہ نظم میں ہے اور اُسمیں حکمت طبعی و شگونوں و تفاؤل اور علم نجوم کا بیان ہے ایک اور کتاب عروض علم موسیقی میں اور دوسرے علم اکھاڑہ یعنی پاترباز ی میں سنسکرت سے ترجمہ ہوئی اور اِسی قسم کی کتابیں چند اور سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئیں و نادرت مضامین کے سبب سے وہ سب بے ماحصل معلوم ہوتی ہیں۔ تاریخ فیروز شاہ ضیاءالدین برنی اسی بادشاہ کے نام پر لکھی گئی ہے اور اِسی کے عہد میں ختم ہوئی ہے اِس میں دسؔ برس کا حال اِس بادشاہ کی سلطنت کا لکھا ہے تفسیر تاتارخانی اور فتاوی تاتارخانی دونوں اِسی بادشاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی ہیں۔ تاتارخاں کا حال یہ ہے کہ وہ جس روز ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اُسی دِن ایک لڑائی کی افراتفری میں سلطان محمد شاہ تغلق کو ہاتھ لگ گیا تھا۔ بادشاہ نے اُسکو اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا اور جب بڑا ہوا تو اُسکو رتبہ اعلیٰ کا امیر بنا دیا جسکے کاموں کا ذکر تاریخ میں کیا گیا ہے عین الملک نے جسکو عین ماہرو کہتے ہیں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مگر صرف ایک کتاب عین الملکی مشہور ہے سب سے زیادہ عمدہ تصنیف خود اِس بادشاہ کی ہی جسکا نام فتوحات فیروز شاہی ہے جس کا حال آگے بیان ہوتا ہے اور اُسکا خلاصہ لکھا جاتا ہی

خلاصہ تاریخ فتوحات فیروز شاہی

فیروز آباد کی جامع مسجد میں ایک گنبد ہشت پہل بنوایا تھا۔ اُسکے ہر پہلو میں اِس تاریخ کا ایک باب کندہ کرایا تھا۔ باب اول میں اوقاف مسجد کا ذکر اور اِسی کے صرف کی نصیحت و وصیت کا بیان ہے دوسرے باب میں جو کچھہ لکھا ہے اُسکا خلاصہ نیچے لکھا جاتا ہے۔ اِس کتاب سے سلطان فیروز شاہ کی عفت و سعادت بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔ اِس سے صاف ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہی کے حقوق بدل وجان نہایت رحم و شفقت کے ساتھ ادا کرنا چاہتا تھا۔ اپنے مذہب کی تعلیم و ترویج کا دلی شوق رکھتا تھا۔ بعد حمد و نعت کے وہ اپنے کاموں کی تفصیل جس طرح کرتا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہی۔ اوّل پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں ادنیٰ ادنیٰ جرموں پر مسلمانوں کی خونریزی ہوتی تھی۔ اور انواع انواع کی تعذیب و تعزیر اُنکے لئے مقرر تھیں۔ ہاتھ

پاؤں۔ناک۔کان کا کاٹنا۔آنکھوں کا نکلوانا۔اُن میں سلائی پھروانا۔حلق میں سیسہ گرم گرم ڈالنا ہاتھ پاؤں کی ہڈیوں کو ہتوڑوں سے کچلنا جسم کو آگ میں جلانا۔دست و پا و سینے میں منخوں کا ٹھوکنا پے بریدہ کرنا۔آرہ سے آدمی کو دو ٹکڑوں میں چیرنا اور اسی قسم کی سزائیں دینا بتوفیق الٰہی میں نے ان سب سزاؤں کو جو شرع کے خلاف تھیں موقوف کیا اور مسلمانوں کا خلاف شرع قتل ہونا بند کر دیا۔یہ سزائیں تو اسلئے دیجاتی تھیں کہ رعایا کے دل میں خوف و دہشت بیٹھ جاوے اور قوانین سلطنت کو کماحقہ استحکام ہو۔

ملک را اگر قرار می خواہی — تیغ را بیقرار باید داشت

گو سلاطین پیشیں نے اپنا امام بنایا تھا وہ یہ نہ سمجھے کہ ملک کا قرار تلوار کے اختیار میں ہی ہے بلکہ مالک الملک کے ہاتھ میں۔خدا کے فضل و کرم سے میں نے اِس ظلم و ستم کو رافت و رحم سے بدل دیا۔جس سے رعایا کے دل میں ادب و رعب سلطنت وہ قایم ہو گیا کہ پھر شکنجے میں کھینچنے کی اور اور کوڑے مارنے کی اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کی حاجت نہیں رہی۔بادشاہ یہ نہیں جانتے کہ انسان کس مصیبت سے پیدا ہوتا ہے۔اسکو ماں نو مہینے پیٹ میں کس مصیبت سے رکھتی ہے اور ڈھائی برس دودھ پلانے میں کیسی تکلیفیں اٹھاتی ہے اُسکو وہ دفعۃً بیجان کرتے ہیں اور میں یہ خیال کرتا ہوں ؎

نگہ کُن کہ این مادرِ مہر سنج — بر آن طفل خود چند بردست رنج

میں نے ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ کسی مسلمان کا خون ناحق نہونے دوں اور جو قاضی مفتی شرعی بتلائیں اُسکے سوا کوئی اور سزا انکو نہ پہونچنے پائے۔

دوم جن پہلے بادشاہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام بنایا جنکے پیروؤں نے ملک میں پھر کر مسجدوں اور منبروں کو تعمیر کرایا۔اسلام کے عقاید کی خوشبو کو پھیلایا اور اسلام کو مستحکم کیا۔انہیں کا نام نامی جمعہ و عیدین کی نمازوں کے خطبوں سے پچھلے بادشاہوں نے خارج کیا۔میں نے حکم دیدیا کہ موافق دستور کے انکا نام اور خطاب خطبوں میں پڑھا جایا کرے تاکہ اس تقریب سے انکی آمرزش کی فاتحہ کو دوام حاصل ہو۔سوم پہلے سلطنتوں میں خزانہ میں مال ناواجب و نامشروع کروں سے داخل ہوتا تھا۔منڈوی برگ۔دلالی بازاری۔خزاری۔امری نرب۔گل فروشی۔جریبی تنبول

چنگی غلہ - کتابی - بیل گری - ماہی فروشی - صابون گری - ریسمان فروشی - روغن گری - بھربھونجوں کی چنوں کی بھنوائی (نخود بریانی) تہ بازاری - چھاپا - قمار خانہ - داد بکی - کوتوالی - احتساب کرہی چرائی مصادرات ان سب کو میں نے موقوف کر دیا اور حساب سے خارج کر دیا - اگر ان کروں میں سے کوئی محصول رعایا سے وصول کریگا تو سزا پائیگا ؎

دلِ دوستاں جمع بہتر کہ گنج خزینہ تہی بہ کہ مردم بہ رنج

خزانہ عامرہ میں وہی روپیہ داخل کیا جائے جو شرعاً جائز ہے اور فقہ نے جسکی اجازت دی ہے وہ یہ ہیں اوّل خراج زمین مزروعہ کی پیداوار کا دسواں حصہ - پھر زکوۃ - صدقہ - مسلمانوں سے جزیہ ہندؤں سے اور اسکے سوا کانوں کی پیداوار کا پانچواں حصہ جس ٹیکس کا حکم شرع نے نہیں دیا اُسکا خزانہ شاہی میں داخل ہونا حرام ہے وہ نہیں لینا چاہیئے -

چہارم میرے عہد سے پہلے اِس دستور پر عمل تھا کہ کفار سے جو غنیمت ہاتھ لگتی تھی اُس کا پانچواں حصہ سپاہی کو دیا جاتا تھا اور چار پانچویں حصے دیوان شاہی میں داخل ہوتے تھے - مگر شرع کا حکم اِس سے بالکل برعکس ہے کہ سپاہی کو چار خمس دیئے جائیں اور ایک خمس خزانہ شاہی میں داخل ہو شرع کے حکم کے بالعکس عمل ہوتا تھا - اِسلئے ہر شخص جو غنیمت حاصل کرتا اُسکو اپنی مِلک سمجھتا تھا اسی سبب سے جو قیدی عورتوں کے اولاد ہوتی تھی وہ حرام کی ولد الزنا ہوتی تھی - میں نے اِس قاعدہ کو موقوف کر کے شرع کے موافق یہ حکم جاری کرایا کہ غنیمت کا ایک پانچواں حصہ خزانہ شاہی میں داخل ہو اور چار پانچویں حصے سپاہیوں کو دیے جائیں -

پنجم شیعوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے مذہب کے مریدوں کو بڑھائیں اور اپنے مذہب کے رسالوں اور کتابوں کو شایع کریں اور وعظ کہیں اور اصحاب پر تبرا کہیں - میں نے اِن سب شیعونکو گرفتار کر کے اُنکی غلطیوں اور ضلالت کا یقین کرا دیا اور جو شیعہ اِنمیں زیادہ غالی تھے اُنکو سیاست کی اور باقی کو تعزیر و تادیب و تشہیر و زجر و توبیخ کی - اِنکی کتابونکو نظرگاہ عام میں جلا دیا - خدا تعالیٰ کی عنایت سے اِس فرقہ کا اثر بالکل زایل ہو گیا -

ششم ایک گروہ ملحدوں کا تھا کہ وہ خلائق کو گمراہ کرتا تھا - رات کو اوقات و مقامات معینہ میں اِن ملحدوں کے جلسے ہوتے تھے اِس میں دوست اور اجنبی دونوں جمع ہوتے - تھے اُنمیں اُنکی

بیویاں بہو۔ بیٹیاں بھی شریک ہوتی تھیں۔ مرد اپنے تئیں زمین پر اِس طرح اُفتادہ کرتے تھے جیسے کہ یہ عبادت میں مصروف ہیں اور ہر مرد جس عورت کا کپڑا پکڑ لیتا ہے اُس سے ہم صحبت ہوتا میں نے اِس فرقہ کے سرداروں کا سر کٹوا کر اور باقی کو قید کیا یا جلاء وطن کیا اِس طرح اِس بد افعالی کو دُور کیا

ہفتم۔ ایک فرقہ ایسا تھا کہ اُس نے الحاد کا جامہ پہن لیا تھا اور کوئی قید مذہب کی باقی نہ رکھی تھی اور آدمیوں کو گمراہ کرتے تھے اِسکا مرشد احمد بہاری تھا۔ وہ دہلی میں رہتا تھا اور اُسکے مریدوں کا ایک گروہ اُسکو خدا کہتا تھا۔ احمد کو معہ مریدوں کے زنجیروں میں قید کر کے میرے روبرو لائے اور مجھسے کہا کہ یہ احمد اپنے تئیں پیغمبر کہتا ہے اور اُسکے مریدوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ خدا یعنی احمد بہاری دہلی میں اُترا ہے۔ جب تحقیقات سے یہ سب حال ثابت ہوا تو میں نے اُنکو قید کیا اور اوروں کو سمجھایا کہ وہ توبہ کریں اور ایسے عقیدہ سے باز آئیں اور اونکو مختلف شہروں میں بھیجدیا کہ اِس بد مذہب فرقہ کا اثر نہ پھیلے۔

ہشتم دہلی میں ایک آدمی رکن الدین رہتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں مہدی آخر الزماں ہوں اور میں علم لدنی رکھتا ہوں۔ میں نے کسی سے کچھہ لکھنا پڑہنا نہیں سیکھا مگر میں ساری چیزوں کے نام جانتا ہوں آدم سے اِس دم تک کسی پیغمبر کو یہ علم نہیں حاصل ہوا[۴] اور میں علم الاسرار جانتا ہوں وہ اپنے تئیں پیغمبر خدا کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں نے اِس کا یہ حال بیان کیا اور اِس پر شہادت دی رکن الدین کو میں نے اپنے سامنے بلوایا اور اُسکی بدعادات کی تحقیقات کی جس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ ملحد اور بدعتی ہے۔ مفتیان مذہب نے اُسپر کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور واجب القتل اُسکو اِسلئے ٹہیرایا کہ وہ الحاد میں اسلام کو پہیلاتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر اِسکا جلد علاج نہیں کیا جائیگا تو اِس کا مذہب وبا کی طرح پہیل جائیگا اور مسلمان اپنے سچے عقیدے سے ہٹ جائیں گے۔ مذہب کے خلاف ایک سرکشی ہو گی جس میں بہت سے آدمیوں کا ستیاناس جائیگا میں نے حکم دیا کہ اِس شخص کی تمام شرارت اور بدعت کا اعلان مسلمانوں کے ہر فرقہ کے علماہیں خواص و عوام میں کیا جائے اور مفتی جو سزا چاہیں وہ دیں۔ اُنھوں نے اُسکے معاونین و مریدونکے بدنوں کے پرزے اُڑا دیے اور ہڈیوں کو چکنا چور کر دیا۔ اِس طرح یہ بلا ٹلی۔ میں خدا کا شکر بھیجتا ہوں کہ اُس نے مجھے سُنّی مذہب کی اشاعت کے لئے اور اِن بد مذہبوں و ملحدوں و بدعتیوں و مکاروںکی

۴ [illegible]

سزا کے لئے مقرر کیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے عقبیٰ میں اسکا صلہ دیگا۔

نہم۔ عین ماہرو کے مریدوں میں ایک شخص تھا اُس نے گجرات میں اپنے تئیں شیخ بنایا اور مریدوں کا ایک گروہ پیدا کیا اُنکے روبرو وہ انا الحق کہتا اور مریدوں کو ہدایت کرتا کہ وہ کہیں کہ انت الحق انت الحق اور یہ بات اُس نے اور کہی کہ میں ایسا بادشاہ ہوں کہ کبھی مرنے کا نہیں اُس نے ایک کتاب میں اپنے سارے کلمات لکھے۔ وہ زنجیروں میں گرفتار ہو کر میرے روبرو آیا۔ اُس کا جرم ثابت ہوا میں نے اُسکو سزا دی اور اُسکی کتاب کو جلوا دیا غرض اِس طرح اُسکے فساد سے میں نے مومنوں کو بچایا۔

دہم۔ شرع اسلام کے خلاف یہ ایک رسم مسلمانوں کے شہروں میں جاری ہو گئی تھی کہ پالکیوں و گاڑیوں میں گھوڑوں و خچروں پر عورتیں سوار ہو کر اور غول کے غول پیادہ پا عورتیں شہر سے باہر مزاروں پر بزرگوں کے عرسوں میں اور زیارت کے لئے جاتیں۔ بدمعاش۔ اوباش رند مشربوں کو موقعے ایسے ملتے کہ اُنمیں وہ اپنے دل کے ارمان پورے نکالتے۔ میں نے حکم دیدیا کہ جو عورت مزاروں پر جائیگی تو سخت سزا پائیگی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کوئی معزز عورت قبروں کی زیارت کو نہیں جاتی۔ یہ دستور بالکل موقوف ہو گیا۔

یازدہم۔ ہندوؤں اور بُت پرستوں نے زر ذمیہ اور جزیہ دینا قبول کر لیا تھا اور اُس کے عوض میں جان و مال کی حفاظت کا ذمہ بادشاہ نے لیا تھا۔ اب اُنہوں نے شہر میں اور حوالی شہر میں نئے بتخانے خلاف شرع بنانے شروع کیے تھے۔ میں نے خدا تعالیٰ کی عنایت سے ان بتخانوں کو ڈھوا دیا اور جو ہندو سرغنہ تھے اُنکو قتل کرایا اور باقی کو دھمکا کر یا کوڑے لگوا کر چھوڑ دیا۔ اور یوں الزام اسلام کے ذمے سے بالکل اُٹھ گیا۔ اُسکی ایک مثال یہ ہے کہ موضع ملوہ میں ایک تالاب تھا جسکو کنڈ کہتے تھے یہاں ہندوؤں نے اپنے مندر بنائے تھے۔ اور خاص دنوں میں ہندو یہاں گھوڑوں پر سوار ہو کر اور ہتیار لگا کر آتے تھے اور اُنکی عورتیں اور بچے بھی پالکیوں اور گاڑیوں میں بیٹھکر آتی تھیں ہزاروں ہندو جمع ہو کر اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایسی بے خبری ہوئی تھی کہ وہاں بازار لگتا تھا اور اُسکی دکانوں میں سب طرح کی جنس بکتی تھی۔ پھر ان میلوں میں بعض بیحیا مسلمان بھی تفریحاً شریک ہوتے تھے جب اُسکی خبر میرے کانوں تک پہونچی تو میرے دلمیں

اسلام کا جوش اُٹھا اور میں نے چاہا کہ اِس الزام سے دامن اسلام کو پاک کروں جبن روز یہ ہجوم ہو رہا تھا میں خود وہاں گیا اور میں نے حکم دیا کہ خاص ہندو جو سرگروہ ہیں وہ قتل کئے جائیں۔ میں نے عام ہندوؤں کو سخت سزائیں دی۔ مگر اُنکے بتخانوں کو ڈھوا دیا اور اُسکی جگہہ مسجدیں بنا دیں۔ میں نے دو قصبے یہاں آباد کئے ایک کا نام تغلق پور اور دوسرے کا نام سالارپور رکھا۔ جہاں پہلے کافر بُت پرست بتونکی پوجا کرتے تھے اب وہاں مسلمان خدائے برحق کی عبادت کرتے ہیں۔ الحمدللہ۔ جہاں پہلے کافرونکا گھر تھا۔ اب وہاں مسلمان آباد ہیں اور صوم وصلوٰۃ و فرائض مذہبی ادا کرتے ہیں اذانیں سنائی دیتی ہیں۔

دوازدہم۔ مجھے خبر لگی کہ صالح آباد میں ہندوؤں نے ایک نیا بُت خانہ بنایا ہے اور وہاں وہ بُت پرستی کرتے ہیں۔ میں نے آدمیوں کو بھیجکر اِس مندر کو مسمار کرایا اور باطل پرستی کا اِنسداد کیا۔

سیزدہم۔ موضع گوہانہ میں ہندوؤں نے ایک نیا مندر بنایا تھا اور وہاں جمع ہوکر مراسم بُت پرستی کو ادا کرتے تھے وہاں کے آدمی گرفتار ہوکر میرے روبرو آئے میں نے حکم دیا کہ اِس شرارت کے جو بانی مبانی ہیں اُنکی بدچلنی کی تشہیر کی جائے اور وہ میرے محل کے دروازے کے سامنے قتل کئے جائیں اور میں نے یہ بھی حکم دیا کہ کفر کی کتابیں اور بت اور ظروف جو بتوں کی پوجا میں کام میں آتے ہیں یہ سب اُن سے چھین کر جلا دیے جائیں اور ہندوؤں کو میں نے تنبیہہ اور تہدید کردی کہ وہ آیندہ اسلام کے ملک میں ذمّی ہوکر ایسی شرارت کا کام نکریں۔

چہاردہم۔ پہلے بادشاہوں کے ہاں یہ دستور ہو گیا تھا کہ بادشاہی دسترخوانوں پر سونے چاندی کے برتن چُنے جاتے تھے اور تلواروں کے قبضوں اور ترکشوں کو زر و جواہر سے مرصع کرتے تھے۔ میں نے اِن باتوں کو منع کردیا اور حکم دیدیا کہ میرے ہتیاروں میں ہڈیوں کے قبضے دستے وغیرہ لگائیں اور ظروف سیمی و طلائی کا اِستعمال موافق شرع کے ہو۔

پانزدہم۔ پہلے زمانہ میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ امرا لباس زرّیں و زربفت پہنتے تھے۔ اور بادشاہوں کے درباروں میں یہ اُنکی عزت کی نشانی ہوتی تھی۔ اور زینوں اور لگاموں۔ گلوبندوں مجمروں۔ پیالوں۔ چمچوں۔ قابوں۔ صراحیوں۔ آفتابوں۔ خیموں۔ پردوں۔ کرسیوں اور تمام چیزوں

اور آلات پر تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ میں نے حکم دیا یہ تمام تصویریں ان چیزوں پر سے مٹادی جائیں۔ اور ان چیزوں کا استعمال موافق شرع کے ہو اور جو تصاویر اور پیکر مکانوں کی در و دیوار پر بنی ہوئی تھیں اُنکو میں نے مٹوادیا۔

شانزدہم۔ پہلے امرا کا لباس اکثر ریشمی و زربفت و کمخواب کا ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ خوبصورت ہوتا تھا۔ مگر غیر مشروع۔ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ میں نے حکم دیدیا کہ شرع مصطفوی کے موافق لباس پہنا جائے اور ایک انگشت عرض سے زیادہ زربفت اور کمخواب وغیرہ لباس میں نہو غرض جو لباس غیر مشروع تھا اُسکو میں نے موقوف کردیا۔

خدا تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ یہ توفیق دی کہ میری یہ آرزو ہوئی کہ میں رفاہ عام کیلئے عمارات تعمیر کروں سو میں نے بہت سی مسجدیں۔ مدرسے۔ خانقاہیں تعمیر کرائیں جن میں علما و فقہا فضلا۔ زاہد۔ عابد خدا کی عبادت کریں اور اونکے بنانے والے کو دعا دیں۔ نہریں کھدوائیں درخت لگوائے اور اونکے خرچ کے واسطے زمینیں شریعت کی ہدایت کے موافق وقف کیں اسمیں شبہ نہیں کہ شرع اسلامیہ کے عالموں کو بہت خرچ کی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ میں نے اُنکے ضروری خرچوں کے لئے وظیفے مقرر کردیے کہ اُنکی آمدنی ہمیشہ معین و مستقل رہی۔ اِنکی تفصیل میرے وقف نامہ میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں نے پُرانی عمارتیں جو پہلے سلاطین و امرا کی خراب و ویران پڑی تھی اور زمانہ نے اُنکو برباد کردیا تھا اُنکی مرمت کرائی اور اُنکے آباد کرنے کو میں نے اپنی عمارتوں کے تعمیر کرنے پر مقدم سمجھا۔ دہلی کی مسجد جامع جو سلطان معزالدین سام نے تعمیر کرائی تھی اور کہنگی کے سبب سے خراب ہو رہی تھی اور اُسکی تعمیر کی ضرورت تھی اُسکو میں نے ایسا بنوادیا کہ اب وہ نئی مسجد معلوم ہوتی ہے۔

سلطان معزالدین سام کے مقبرہ کی مغربی دیوار کہنہ اور اُسکے دیوار کے تختے بوسیدہ ہوگئے تھے میں نے اُنکو از سر نو بنوادیا۔ اور اُسکے دروازے اور محرابیں صندل کی گلکاری کی بنوادیں۔ سلطان معزالدین سام کا مینار بجلی سے گر پڑا تھا اُسکو میں نے پہلے سے بھی زیادہ بلند بنوادیا۔

حوض شمسی (سلطان التمش کا حوض) میں بعض شریر آدمیوں نے پانی آنے کی راہوں کو بند کر دیا تھا میں نے اُن شریروں کو سزا دی اور اسی کے پانی کے منبعوں کو پھر جاری کر دیا حوض علائی (سلطان علاءالدین کا حوض) اٹ گیا تھا اور اُس میں پانی بالکل نہ تھا۔ اسپر کسان کھیتی کرتے تھے اور اُسمیں کنوئیں کھود لئے تھے۔ جسکے پانی کو وہ بیچتے تھے میں نے ایک قرن بعد پھر از سرِ نو اُسکو صاف کرایا۔ اب سال بسال وہ پانی سے بھرا رہیگا۔

سلطان شمس الدین التمش کا مدرسہ بالکل خراب ہو گیا تھا میں نے اُسکو از سرِ نو بنوایا اور صندل کے دروازے اُس میں لگائے مقبرہ کے ستون جو نیچے گر پڑے تھے اُنکو پہلے سے زیادہ اچھا بنوا دیا جب مقبرہ بنا تھا تو اُس کا صحن مدور نہیں بنایا گیا تھا اب میں نے اُسکو بنوا دیا پتھر کے اندر کاٹ کر جو زینہ گنبد کا بنایا گیا تھا اُسکو میں نے اور زیادہ بڑہا دیا۔ چاروں برجوں کا پشتہ جو گر گیا تھا اُسکو از سرِ نو بنوایا۔

سلطان شمس الدین کے بیٹے سلطان معزالدین سام کا مقبرہ ملک پور میں تھا وہ ایسا کھنڈر ہو گیا تھا کہ کہیں قبر کا نشان نہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے برج کو از سرِ نو بنوایا اور احاطہ کی دیوار کھچوائی اور چبوترہ بنوایا۔

سلطان شمس الدین کے بیٹے سلطان رکن الدین کا مقبرہ ملک پور میں تھا میں نے اُسکے احاطہ کی دیوار کھچوائی اور نیا گنبد بنوایا اور خانقاہ بنوائی۔

سلطان علاءالدین کے مقبرہ کی مرمت کرائی اور صندلی دروازے اُس میں لگوائے آبدار خانہ کی دیوار اور مدرسہ کے اندر جو مسجد تھی اُسکی مغربی دیوار بنوائی اور چوڑہ کا فرش بنوایا

سلطان قطب الدین اور سلطان علاءالدین کے بیٹوں خضر خاں۔ شادی خان۔ فرید خاں سلطان شہاب الدین۔ سکندر خاں۔ محمد خاں۔ عثمان اور اُسکے پوتوں پڑپوتوں کے مقبروں کی مرمت کرائی اور از سرِ نو بنوایا۔

شیخ الاسلام نظام الحق والدین کے گنبد کے دروازوں کی اور قبر کی جالیوں کے کام کی جو صندل کا بنا ہوا تھا مرمت کرائی اور گنبد کی چاروں محرابوں میں سونے کی زنجیروں میں سونے کے جھاڑ لٹکائے اور ایک مجلس خانہ بنوایا جو پہلے یہاں نہ تھا۔

سلطان علاءالدین کے وزیر اعظم ملک تاج الملک کافوری کی قبر وہ گئی تھی میں نے اسکو بالکل از سر نو بنوا دیا یہ وزیر مطیع باوفا غلام تھا۔ وہ نہایت دانشمند فرزانہ تھا اور بہت سے ملک اُس نے وہ فتح کیئے تھے کہ جن پر پہلے بادشاہوں کے گھوڑوں نے سُم نہ رکھے تھے۔ اُن میں اُس نے علاءالدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اسکے پاس ہزار سوار تھے۔

دارالامان۔ یہ بڑے بڑے آدمیوں کے دفن ہونیکی جگہہ تھی اُسکے نئے دروازے صندل کے بنوا دیے اور مشہور آدمیوں کے مقبروں کے غلاف اور پردے بنوا دیے۔

اِن مقبروں اور مدرسوں کی مرمت اور از سر نو تعمیر کا خرچ اُنکے قدیمی اوقاف کی آمدنی سے کیا گیا۔ مگر اُن صورتوں میں کہ پہلی آمدنی اِن عمارتوں کے فرش۔ روشنی اور مسافروں اور زائروں کے اسباب آسایش کے لئیے نہ تھی تو میں نے دہات اُنکے لیئے وقف کر دیے جنکی آمدنی سے ہمیشہ خرچ چلا جائیگا۔

سلطان محمد تغلق شاہ نے جہاں پناہ کی بنیاد ڈالی تھی اُسکو میں نے پورا بنوا دیا۔ وہ میرا مربی و مہربان اُستاد تھا۔

دہلی میں پہلے بادشاہوں نے جتنے قلعے و حصار بنوائے تھے اُن سب کی مرمت میں نے کرادی۔ نامور سلاطین اور اولیاء کے مزاروں کے زائرین اور مسافروں کی آسایش اور آرام کے لئے اور ان تمام چیزوں کے خرچ کے لئے جو اُن مقدس مزاروں کے لئے ضروری ہیں پہلے بادشاہوں نے جو دہات و زمینیں اور عطیات وقف کیئے تھے وہ سب میں نے بدستور جاری کرا دیے اور اُن صورتوں میں کہ اوقاف نہ تھے جنکی آمدنی سے یہ خرچ چلتے میں نے خود ایسے اوقاف اُنکے لئے مقرر کر دیے جنکی آمدنی سے ہمیشہ اُنکا خرچ چلیگا اور اس سے مسافروں کو اور مقدس بزرگوں اور علماء کو فائدہ پہونچے گا۔ وہ مجھے اور پہلے فیض رسانوں کو نمازیں دعا دیں گے۔

میں نے خدا کی عنایت سے ایک دارالشفاء بھی بنوائی جس میں ادنیٰ اعلیٰ مریضوں کا علاج ہوا کرے۔ اطباء حاذق اُنکی بیماریونکی تشخیص کریں اُنکی صحت کی تدبیر کریں اُنکی دوا و غذا تجویز کریں اوقاف سے غذا اور دوا کی قیمت ملے بیمار مقیم مسافر۔ وضیع و شریف۔ غلام۔ آزاد جو بیمار

ہوں- وہاں دارالشفاء میں اُن مریضوں کا علاج ہوگا اور خدا اپنے فضل سے شفا دیگا۔

میرے مربی اور مالک و آقا سلطان محمد تغلق کے عہد سلطنت میں جو لوگ قتل ہوئے تھے اُنکے وارثوں کو اور اُن آدمیوں کو جن کے اعضاء، ناک آنکھیں دست و پا بریدہ ہوئے تھے میں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت سے اتنی بخشش دی کہ اُنھوں نے اقرارنامے لکھدیے اور اُنپر گواہوں کی گواہی کرادی کہ ہمکو اب سلطان محمد پر کوئی دعوی نہیں ہے ہم اُس سے راضی ہیں یہ سارے اقرارنامے ایک صندوق میں بند کرکے دارالاماں میں سلطان محمد تغلق کی قبر کے سرہانے رکھدیے ہیں اس اُمید سے کہ خدا اپنا کرم میرے اُس مربی اور مہربان پر کرے اور اُن آدمیوں کو اُس سے راضی کرادے اور خدا نے مجھے یہ ہدایت کی کہ دہات و معافیات اور ادرارات و وظائف جو پہلی سلطنتوں میں اُنکے مالکوں سے چھین کر خالصہ خزانہ شاہی ہوگئے تھے- ان سب مالکوں کو میں نے حکم دیا کہ وہ دیوان میں اپنی اسناد لائیں اور اپنا حق ثابت کریں جبکا حق ثابت ہوا اُسکی جائداد کو واگذاشت کردیا- خدا کے فضل سے اس نیک کام کرنے پر مجبور کیا گیا اور آدمیوں نے اپنے حقوق جن کے وہ مستحق تھے پائے۔

میں نے کافروں کو مسلمان کرنا بھی چاہا اسلیئے اشتہار دیدیا کہ جو شخص مسلمان ہوگا وہ جزیہ سے معاف کیا جائیگا- جب یہ اشتہار ویدیان کے کانوں تک پہونچا تو بہت سے گروہ ہندو اسلام سے مشرف ہوئے چاروں طرف سے روز وہ آتے ہیں اور اسلام اختیار کرکے جزیہ سے بری ہوجاتے ہیں اُنکو تحفے دیے جاتے اور اُنکی تعظیم کیجاتی ہے۔

خدا کے فضل و کرم سے میں نے بندگان خدا کی زمینوں اور ناموس کو محفوظ رکھا اور اپنی سلطنت میں اُنکی حفاظت کی اور کسی آدمی کی ملکیت کا ایک چپہ میں نے نہیں چھینا- اگر عہدہ داروں نے مجھسے کہا کہ فلاں سوداگر لاکھوں روپیہ کا آدمی ہوگیا ہے اور اُس آدمی کے لاکھوں روپیئے جمع ہوگئے ہیں- میں نے اُن مخبروں کو لعنت ملامت سرزنش کرکے کہا کہ چپ رہو تاکہ لوگوں کو اُنکی غمازی سے نجات ہو میری اس مہربانی کے سبب سے بہت سے میرے دوست اور معاون ہوگئے ہیں- فیاضی کے کاموں سے نیکنامی حاصل کرو- دولت جمع کرکے شہرت نہ حاصل کرو- ایک لفظ تعریف کا سونے کے خزانہ سے بہتر ہے- ایک احسانمند کی دعا بے شمار دولت سے اچھی ہے۔

خدا تعالیٰ کی مہربانی سے میری دلی آرزو و تمنا یہ تھی کہ میں فقراء اور مساکین کی پرورش اور مدد کروں اور اُنکے دلوں کو تسکین دوں جب میں نے کسی فقیر کی خبر سُنی تو میں ملاقات کو گیا اور اُسکے سارے اخراجات کا انتظام کیا تاکہ محب الفقراء کے لئے جو نعمتیں موجود ہیں وہ مجھے ملیں جب کوئی شخص عمر طبیعی کو پہونچا پوری عمر کا ہوا تو میں نے اُسکے گذارہ کے لائق وظیفہ مقرر کیا اُس سے کہا کہ جوانی میں جو گناہ کئے ہیں اب اُس سے توبہ کر اور آیندہ کوئی کام خلاف شرع نکر اور بالکل اپنا دل عقبیٰ میں لگا اور وہاں کی تیاری کر اور دنیا سے اپنا دل اُٹھا میں نے اُسپر عمل کیا کہ تونگروں کا یہی عمل ہے کہ وہ دیانتدار غریبونکی پرورش کرتے ہیں اور جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اُسکے بچوں کے دوست مربی ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی اعلیٰ عہدہ دار بادشاہی مرگیا تو میں نے اُسکے عہدہ پر اُسکے بیٹے کو مقرر کر دیا کہ اُسکو اپنے باپ کی سی عزت اور توقیر حاصل ہو اور کوئی ضرر اُسکو نہ پہونچے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں نے سب سے بڑی عزت و عظمت یہ حاصل کی ہے کہ خلفاء جو نائب رسول اللہ ہیں اور جنکے بغیر اجازت کے کسی بادشاہ کو سلطنت کرنا روا نہیں ہے اُنھوں نے مجھے سلطنت کرنیکی اجازت دی اور ایک سند بھیجی ہے جسمیں مجھے نائب خلیفہ قرار دیا ہے اور سید السلاطین کا خطاب عطا کیا ہے خلعت دلوا۔ تلوار۔ انگشتری مرحمت کی۔ اور نشان قدم کا تمغہ میری عزت کے لئے عنایت کیا۔ اِس کا سبب یہ تھا کہ میں اُنکا مطیع و تابع و دوست رہا تھا۔

میں نے جو یہ کتاب لکھی ہے اُس کا اوّل سبب یہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کی اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو اُس نے مجھے عطا کی ہیں۔ دوم جو لوگ نیک اور کامران ہونا چاہتے ہیں وہ اُسے پڑھ کر سیکھیں کہ اُنکے مقصد حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے جسکو خدا ہدایت کرتا ہے وہ اُس پر عمل کرتا ہے کہ انسان کا انصاف اُسکے اعمال کے موافق ہوگا۔ اور جو نیک کام کئے ہیں اُنکی جزا ملیگی۔

ذکر بادشاہی غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن فتح شاہ بن سلطان فیروز شاہ باربک

ہم پہلے لکھہ آئے ہیں کہ جس روز سلطان فیروز شاہ نے وفات پائی اوسی دن فیروز آباد میں

تغلق شاہ بن فتح خان نے تاج شاہی سر پر رکھا اور اپنا لقب غیاث الدین تغلق شاہ اختیار کیا اور سکہ اور خطبہ میں یہی نام جاری کیا۔ ملک زادہ فیروز بن ملک تاج الدین کو وزیر مقرر کیا اور اُسکو خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔ اوسکو اور بہادر ناہر کو بہت سا لشکر دیکر شاہزادہ ناصر الدین محمد شاہ کے کام تمام کرنے کی لئے حکم دیا اور سلطان امیر شاہ سامانہ اور رائے کمال الدین کو اور اور امراء کو اُنکے ہمراہ کیا۔ سرمور میں جب اِس لشکر کے آنیکی خبر ہوئی تو ناصر الدین محمد شاہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور قلعہ بکتائی میں متحصن ہوا۔ جب لشکرِ دہلی یہاں بھی آگیا تو اُس سے وہ کچھ لڑا مگر شکست پائی اور قلعہ کو نہ بچا سکا۔ آگے آگے وہ جا بجا بھاگتا پھرا اور وزیر کی فوج اُسکے پیچھے پیچھے پڑی پھری۔ مگر جب وہ قلعہ نگر کوٹ میں جا پہنچا تو اِس قلعہ کی اُستواری کو دیکھکر فوج نے اُسکا پیچھا چھوڑا اور واپس چلی آئی۔

تغلق شاہ نوجوان تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ نہ تھا جوانی کی مستی میں آگیا اور عیش و عشرت میں ڈوب گیا سلطنت کا سارا کام امیروں کو دیدیا۔ خاص اپنا بڑا کام یہی سمجھا کہ عزیز و اقارب کی گردن پر چھری پھیرئے۔ اپنے سگے بھائی سالار شاہ کو بغیر کسیوجہ کے قید خانہ میں بھیجا۔ اُس کا چچیرا بھائی ابو بکر شاہ بن ظفر خاں بن سلطان فیروز شاہ ڈر کے مارے ایک کونہ میں جا چھپا اور موقعہ پاکر اُس نے ملک رکن الدین نائب وزیر اور امرا اور بندگان فیروز شاہی کو اپنا طرفدار بنایا۔ اِن دنوں میں بندگان فیروز شاہی (فیروز شاہ کے غلاموں) کو بڑا اختیار تھا۔ اُنہوں نے فیروز آباد میں ملک مبارک کبیری امیر الامرا کو قتل کیا جس کا محل میں بڑا شور غل مچا۔ بادشاہ کو اُسکی خبر ہوئی وہ خانجہاں وزیر کو ہمراہ لیکر ایک دروازہ سے جمنا کی طرف نکلکر بھاگا۔ مگر نائب وزیر رکن الدین کو اس بھاگنے کی خبر ہو گئی اُس نے بندگان فیروز شاہی کو ساتھ لیا اور دونوں بادشاہ و وزیر کو جاکر پکڑ لیا اور عدم کا سیدہا راستہ اُنکو بتلایا اور اُنکے سروں کو کاٹ کر محل کے روبرو ڈال دیا۔ یہ واقعہ ۱۲ صفر ۷۹۱ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۳۸۹ء کو ہوا۔ یہ تغلق ثانی بھی پانچ مہینے ۱۸ روز بادشاہی کا مزا چکھ گیا

ذکر سلطنت ابو بکر شاہ بن ظفر خاں بن فیروز شاہ باربک

بندگان فیروز شاہی نے اِس واقعہ کے بعد ابو بکر شاہ کو محل سے باہر لاکر ایک ہاتھی پر بٹھایا اور سر پر تاج پہنایا اور سلطان ابو بکر شاہ کے خطاب سے اُسکو پکارا۔ رکن الدین کو وزیر بنایا۔ مگر وزیر

ہوتے ہی باد نخوت ایسی اُسکے دماغ میں سمائی کہ وزارت سے بادشاہی پر قدم بڑہانے کی آرزو دل میں آئی۔ بندگان فیروزشاہی سے سازش اس ارادہ سے کی کہ سلطان ابوبکر کو مار ڈالے۔ مگر جب بعض امراء شاہی کو اُسکی بدنیتی معلوم ہوئی تو اونہوں نے اُسکو اُسکے ہمراہیوں سمیت اس دنیا سے رخصت کیا۔ ابوبکر پاس دہلی تھی۔ خزانہ اور فیل خانہ قبضہ میں تھا اُسکی سلطنت کو تقویت روز بروز ہوتی جاتی تھی کہ اُسی زمانہ میں ۱۴ صفر کو سنام میں سامانہ کے امیران صدہ نے دغا سے اپنے حاکم سلطان شہ خوشدل کو جو ابوبکر کا خیر خواہ تھا مار ڈالا۔ اور سامان پر قبضہ کر کے اُسکے مکانات کو لوٹ لیا اور اُسکے متعلقین کو بھی مار ڈالا اور اُسکا سر کاٹ کر نگر کوٹ میں محمد شاہ ناصر الدین پاس بھیجدیا اور اُسکی امداد کا وعدہ کیا۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین محمد شاہ پسر خورد سلطان فیروز شاہ باربک۔

جب نگر کوٹ میں محمد شاہ ناصر الدین کو ملک سلطان کے مرنے کی خبر پہونچی تو وہ نواحی سامانہ میں آیا۔ ۶ ربیع الآخر ۷۹۱ھ کو وہ یہاں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سامانہ کے امراء صدہ اور اس نوح اور کوہستان کے مقدموں نے اُسکے ساتھ اتحاد کر کے قول و اقرار کئے اور دہلی کے بعض ملک اور امیر ابوبکر کو چھوڑ کر اُس سے آن کر مل گئے۔ اس طرح سامانہ میں اس پاس بیس ہزار سوار اور بہت سے پیادے جمع ہو گئے اور دہلی کے قریب پہونچنے تک پچاس ہزار سوار ہو گئے۔ ابوبکر کو اُسکے قریب آنیکی خبر ہوئی۔ بندگان فیروزشاہی محمد شاہ ناصر الدین کے دشمن جان تھے وہ ابوبکر کے ہواخواہ بنے ۲۵ ربیع الاول ۷۹۱ھ (۲۳ اپریل ۱۳۸۹ء) سلطان محمد شاہ نے کوشک جہاں نما میں اقامت کی ابوبکر فیروزآباد میں معہ اپنی سپاہ اور متعلقین کے تھا۔ ۲ جمادی الاول کو شہر کے کوچہ و بازار میں ان دونوں بادشاہوں کے لشکروں میں ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ اُسی دن بہادر ناہر میواتی معہ اپنے لشکر کے ابوبکر سے آن ملا جس سے اُسکو بڑی تقویت ہوئی۔ پھر دوسرے روز شہر میں ان دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ وہ اپنے ملکوں کی طرف بھاگا۔ دو ہزار سوار سمیت جمنا پار اُتر کر دوآبہ میں گیا۔ یہاں سے اپنے بیٹے شاہزادہ ہمایوں خاں کو سپاہ جمع کرنے کے لئے سامانہ بھیجا۔ ملک زین الدین ابو رجا اور رائے کمال الدین بہی اور رائے گل چند بھٹی کو اُسکے ہمراہ

گیا اور خود گنگا کے کنارہ پر جلیسر میں مقیم ہوا امراء ہند جیسے کہ ملک سرور شحنہ وشہر و ملک الشرق وناصر الملک والی ملتان اور خواص الملک والی بہار اور رائے سرور اور رؤسا اور رانا پچاس ہزار سوار اور بہت سے پیادے لیکر سلطان محمد سے آن ملے۔ ملک سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب ملا اور وہ وزیر ہوا اور باقی اور امراء کو خطاب عنایت ہوئے۔

ماہ شعبان ۷۹۲ھ میں سلطان محمد نے پھر دہلی پر چڑہائی کی۔ ابو بکر سے کنڈالی میں صف آرائی اور لڑائی ہوئی سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ اُسکے لشکر کا بہت مال اسباب ابو بکر کو ہاتھ لگا اُسنے تین کوس تک سلطان محمد کا تعاقب کیا۔ یہ جالیسر میں آیا وہ دہلی میں گیا۔

بندگان فیروز شاہی مختلف اضلاع اور شہروں میں رہتے تھے جیسے کہ ملتان۔ لاہور۔ سامانہ۔ حصار وقلعہ ہانسی میں ایک ہی تاریخ ۱۹ رمضان ۷۹۱ھ کو سلطان محمد کے حکم سے سب کے سب بیگناہ امیروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جب ہندوؤں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں باہم یہ کٹا چھنی ہو رہی ہی تو اُنھوں نے جزیہ دینے اور باجگزاری سے ہاتھ کھینچا اور اپنا زور بڑہایا اور مسلمانوں کے شہروں کو دھمکایا۔

محرم ۷۹۲ھ (جنوری ۱۳۹۰ء) کو شاہزادہ ہمایوں خاں نے ملوک اور امراء کو جمع کیا جنکو حکم تھا کہ اُسکے ماتحت کام کریں جیسے سامانہ کا امیر غالب خاں تھا اور راے امیر وہ پانی پت میں خیمہ زن ہوا۔ اور نواح دہلی کو تاخت وتاراج کیا جب ابو بکر کو اُسکی خبر ہوئی تو اُس نے ملک شاہین عماد الملک کو چار ہزار سوار اور بہت سے پیدلوں کے ساتھ پانی پت بھیجا اور پانی پت کے قریب موضع بسانہ میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ ابو بکر کو فتح ہوئی۔ سامانہ کو ہمایوں خاں اُلٹا بھاگا۔ لشکر کا سب سامان دشمنوں کے ہاتھ آیا سلطان محمد کو جب بار بار شکست ہوئی تو وہ بڑا مردہ دل ہوگیا اور سمجھ گیا کہ میرا لشکر دشمن سے مقابلہ نہیں کرسکتا۔ مگر دار السلطنت کے ملوک اور سپاہی اور رعایا اُسکے طرفدار تھے۔ اِس سبب سے ابو بکر بھی اپنے دشمن کا تعاقب شہر کو چھوڑ کر بیخوف وخطر نہیں کرسکتا تھا۔

ماہ جمادی الاول ۷۹۱ھ ابو بکر سپاہ کو جمع کرکے جلیسر کی طرف چلا گیا۔ دہلی سے جب وہ بیس کوس پر خیمہ زن ہوا تو سلطان محمد کو اُسکی خبر ہوئی تو وہ اپنے سپاہ اور بہیر بنگاہ کو جلیسر میں چھوڑ چار ہزار سوار کے ساتھ دہلی کو روانہ ہوا۔ شہر کے بدایوں دروازہ پر پہرہ اُسکا مزاحم ہوا مگر حملہ آوروں نے

دروازہ میں آگ لگادی اور شہر کے محافظوں کو بھگا دیا۔ سلطان محمدؒ اس دروازہ سے شہر میں داخل ہوکر ہمایوں کے محل میں اُترا۔ شہر کے سارے وضیع و شریف و بازاری اُس سے آنکر ملے جب ابوبکر کو اُسکی خبر ہوئی تو وہ لشکر سمیت دہلی میں اُسی دروازہ سے داخل ہوا اور ملک بہاؤالدین جو دروازہ کا محافظ تھا قتل ہوا۔ جب سلطان محمدؒ کو اُسکی خبر ہوئی تو وہ محل کے چور دروازہ سے نکلکر جالیسر کو چلتا بنا۔ جو امرا اور ملوک اُسکے ساتھ بھاگ نہ سکے وہ اسیر ہوئے کچھ قتل ہوئے کچھ قید خانہ میں بھیجے گئے خلیل خاں نائب باربک اور ملک اسمٰعیل فیروز شاہ کا نواسہ قتل ہوا۔

ماہ رمضان میں مبشر حاجب سلطانی قدیمی بندگان فیروز شاہی کے ساتھ ملکر ابوبکر کے برخلاف ہوا اور سلطان محمدؒ کے ساتھ سازش شروع کی اسکی وجہ کچھ معلوم ہوئی کہ کیا تھی۔ جب ابوبکر کو یہ فساد معلوم ہوا تو وہ اُسکو کسی طرح دبا نہیں سکتا تھا وہ دہلی سے مع خاص اپنے معتمدوں کے باہر نکلکر بہادر ناہر کے کوٹلہ کو چلا گیا۔ ۱۷ رمضان کو ۷۹۲ھ کو ملک مبشر اور باقی امیروں نے سلطان محمدؒ کو ابوبکر کے بھاگنے کی اطلاع دی۔ تیسری دن ۱۹ رمضان کو سلطان محمد جلیسر سے چلکر دہلی میں داخل ہوا۔ اور کوشک فیروز آباد میں سر پر تاج رکھا۔ مبشر حاجب وزیر مقرر ہوا اور اسلام خان کا خطاب اُسکو ملا۔ دارالسلطنت کے باشندے اور سپاہی سلطان سے آن ملے۔

چند روز بعد جب سلطنت کو کچھ تقویت ہوئی تو بادشاہ نے ہاتھیوں کو جو غلامان فیروز شاہی کے تصرف میں تھے چھین کر اپنے فیل خانوں کے حوالہ کئے۔ اسلئے یہ غلام آزردہ خاطر ہوکر رات کو مع اہل و عیال سلطان ابوبکر پاس چلے گئے یہ غلام مصر کے غلاموں کی تقلید کرتے تھے کہ ایک زمانہ میں وہ ایسے صاحب اختیار ہوگئے تھے جسکو چاہتے مار ڈالتے جسکو چاہتے بادشاہ بناتے۔ مشہور ہے کہ سلطان نے حکم دیدیا کہ غلامان فیروز شاہی میں سے جو تین دن سے زیادہ شہر میں رہے اُنکی جان و مال سبیل ہے۔ بہت سے تو شہر بدر ہوگئے اور جو نہ گئے وہ گرفتار ہوکر قتل کئے گئے۔ جان بچانے کے لئے بعض نے یہ کہا کہ ہم غلام نہیں بلکہ اصیل ہیں اُن سے بادشاہ نے لفظ کھرا کھری کا کہوایا جس نے بادشاہ کی مرضی کے موافق اِن الفاظ کا تلفظ ادا کیا وہ قضا سے بچگیا اور جسکے مُنہ سے بنگالہ اور پورب کے لہجہ سے یہ لفظ نکلا وہ اجل کے منہ میں پڑا۔ اِس تلفظ نے سینکڑوں بیگناہ پردیسیوں کو موت کے مُنہ میں ڈالا۔

امرا اور ملوک کے ملنے سے سلطان کی سلطنت کو تقویت ہوئی شاہزادہ ہمایوں خاں اور اسلام خان

اور اور امرا ابو بکر اور قدیمی بندگان فیروز شاہ کے مغلوب کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ محرم ۷۹۲ھ میں مہندواڑی پہونچے۔ یہاں ابو بکر اور بہادر ناہر اور قدیمی بندگان فیروز شاہی نے لشکر کو جمع کرکے اُن پر حملہ کیا اور کچھ آدمیوں کو قتل کیا مگر اسلام خان نے اوّل ہی حملہ میں دشمنوں کو ایسی شکست دی کہ ابو بکر اور بہادر ناہر دونوں عفو تقصیر کے خواستگار ہوئے دونوں سلطان کے پاس آئے۔ بہادر ناہر کو خلعت عنایت کرکے رخصت کیا۔ ابو بکر قلعہ میرٹھ میں مقید ہوا۔ ۲۰ ذی الحجہ ۷۹۲ھ کو اِس قید سے چھوٹ کر زندان عدم میں قید ہوا۔ سلطان اٹاوہ میں گیا۔ یہاں راجہ ناہر سنگھ ملازمت میں حاضر ہوا خلعت اُسکو مرحمت ہوا اور سلطان جمنا کے کنارہ کنارہ سفر کرتا ہوا دہلی آیا۔

۷۹۴ھ/۱۳۹۲ میں ناہر سنگھ اور سرداد ہرن سنگھ اور بیر بھان نے بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے ناہر سنگھ کی سرزنش کے لئے اسلام خاں کو بھیجا اور سرداد ہرن سنگھ کی سرکوبی کے لئے خود آیا اسلام خاں نے ناہر سنگھ کو ایسی شکست دی کہ وہ ہاتھ جوڑتا اور پانوں پڑتا اسلام خاں پاس آیا۔ اُسکو وہ دہلی میں بادشاہ پاس لایا۔ سرداد ہرن نے شہر بلدرام پر حملہ کیا۔ مگر سلطان کے قریب آنے سے وہ قلعہ اٹاوہ میں محصور ہوا جب سلطان یہاں بھی آیا تو کچھ لڑائی کے بعد ناہر سنگھ اٹاوہ سے بھاگ گیا قلعہ کو سلطان نے مسمار کرایا اور قنوج میں وہ گیا اور گنگا پار جاکر قنوج اور دلمئو کے سرکشوں کو دُرست کیا اور پھر وہ جلیسر کو آیا۔ یہاں قلعہ تعمیر کیا اور اُسکا نام محمّد آباد رکھا۔ ماہ رجب ۷۹۴ھ میں خواجہ جہاں کا نوشتہ آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسلام خاں کا ارادہ ہے کہ باغی ہوکر لاہور و ملتان جاتے اور وہاں فساد مچائے سلطان اس خبر کو سُنکر جلیسر سے دہلی میں آیا اسلام خاں سے حقیقت حال کا استفسار کیا اُس نے انکار کیا مگر اوسکے بھتیجے ہندو وجاجو نے عداوت کے سبب سے جھوٹی گواہی دی سلطان نے اسلام خاں کو قتل کیا۔ وزارت خاں جہاں کو دی۔ اور ملک مقرب الملک کو لشکر کے ساتھ محمّد آباد بھیجدیا۔

۷۹۵ھ/۱۳۹۳ میں سلطان پاس خبر آئی کہ سرداد ہرن اور جیت سنگھ راہٹور۔ بیر بھان مقدم بھانوگانوں (بھوگانوں) اور ابھے چند مقدم چاندو نے سرکشی کی ہے سلطان نے ملک مقرب الملک کو اِس فساد مٹانے کے لئے مقرر کیا جب فریقین آمنے سامنے ہوئے مقرب الملک نے ازراہ صلح اِن رایوں سے قول وقرار کرکے مطیع اور منقاد اُنکو کیا۔ اور قنوج اُنکو لیگیا اور دغا سے اُنکو قتل کیا۔ مگر رائے سرداد ہرن اُسکے فریب سے نکلکر اٹاوہ بھاگ گیا اور مقرب الملک محمّد آباد میں آ گیا۔ شوال ۷۹۵ھ میں سلطان نے

میوات کو تاخت و تاراج کیا اور محمد آباد سے جالیسر میں جاکر بیمار ہوگیا۔ اِس بیماری کی حالت میں اُسے خبر آئی کہ دہلی کے نواح میں دیہات کو بہادر ناہر نے لوٹا ہے۔ باوجود ضعف و نقاہت کے وہ میوات میں آیا اور کوٹلہ میں پہونچا۔ بہادر ناہر لڑنے کو آیا اور شکست کھاکر کوٹلہ میں بھاگ گیا۔ یہاں بھی نہ ٹھیر سکا تو پناہ چھر میں چلا گیا۔ سلطان محمد آباد میں آیا کہ اپنی عمارات کو جنکی بنیاد اُس نے ڈالی تھی تمام کرے کہ اُسکی علالت زیادہ ہوگئی۔

ربیع الاول ۷۹۶ھ میں اُس نے شاہزادہ ہمایوں کو شیخا گھر کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اُسنے لاہور میں بغاوت اختیار کی تھی۔ شاہزادہ لاہور جانے کو ہی تھا کہ سلطان محمد نے ۱۷ ربیع الاول (بارہ وفات کے) مہینے میں وفات پائی اور اپنے باپ کی بغل میں قبر میں جا سویا شاہزادہ نے شہر میں توقف کیا سلطان محمد شاہ نے چھ سال سات مہینہ سلطنت کی۔

اِس بادشاہ کے عہد میں یہ باتیں قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ دہلی کے اِن دو مسلمان بادشاہوں کی ہندو بڑے طرفدار اور ہوا خواہ تھے۔ اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ اِنکی طرف سے لڑائی میں اپنی جان لڑاتے تھے۔ راے سرور اور بہت سے ہندو راے و رانا سلطان محمد شاہ ناصر الدین کا دم بھرتے تھے ناہر بہادر میوائیوں کو ساتھ لیکر ابو بکر کی طرف جان لڑاتا تھا۔ غرض مسلمان بادشاہوں کی سلطنت کو ہندو تقویت دیتے تھے۔ دوم یہ کہ جب سے سلطنت ہند کا تعلق غور سے منقطع ہوا اور خاندان تغلق سے تعلق ہوا تو اُسی زمانہ سے ہندوؤں اور ہندوستان نژاد مسلمانوں کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی اور اِس بادشاہ کے عہد میں اُسکا اور زیادہ تر عروج ہوا اِسکے بڑے بڑے سردار ہندو مسلمان ملے جلے تھے۔ سوم یہ کہ اُسکے عہد میں بڑی بڑی خرابیاں اور پریشانیاں وقوع میں آئیں ہر جگہہ سلطنت میں ضعف آگیا سلطنت کا ڈھیر بگڑ گیا وہ ہیر پھیر کرنے لگا۔

ذکر سلطنت سلطان سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

جب سلطان محمد ناصر الدین نے آخرت کا سفر کیا تو اُسکا منجھلا بیٹا ہمایوں خاں تین روز تک باپ کی شرائط تعزیت بجالایا اور پھر ۱۹ ربیع الاول ۷۹۶ھ کو کل اُمرا نے اتفاق کرکے اُسکو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ اور سکندر شاہ خطاب دیا۔ خواجہ جہاں وزیر ہوا۔ اور کل ارباب دخل بدستور سابق بحال رہے۔

بادشاہ ہوتے ہی سکندر شاہ بیمار پڑا اور ایک مہینہ سولہ روز سلطنت کرکے ۵ جمادی الاول ۷۹۶ھ کو حوض خاص کے پاس قبر کی خوابگاہ مین سویا۔

ذکر سلطنت سلطان ناصرالدین محمود شاہ پسر خرد محمد شاہ ناصرالدین

جب سکندر شاہ نے وفات پائی تو اکثر امراء مثل غالب خان حاکم سامانہ رائے کمال میانی و مبارک خان و ملاجون و خواص خان حاکم اندری و کرنال نے شہر سے باہر نکل کر یہ ارادہ کیا کہ شہزادہ محمود کی اجازت کے بغیر اپنی اپنی جاگیرون کو چلے جائین۔ خان جہان کو اس کی خبر ہوئی تو وہ ان سب کو دلاسا دیکر دہلی مین لے آیا پندرہ روز امرا مین صلاح و مشورہ ہوتا رہا کہ کس کو بادشاہ بنائیے آخرکار خواجہ جہان کی حسن سعی سے ۲۰ جمادی الاول ۷۹۶ھ کو قصر ہمایون مین ناصرالدین محمود شاہ کا چھوٹا بیٹا محمود تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سلطان ناصرالدین محمود شاہ اس کا لقب ہوا خواجہ جہان اپنے عہدہ وزارت پر بدستور قایم رہا۔ مقرب الملک کو مقرب خان کا خطاب ملا اور وکیل السلطنت و امیرالامرا مقرر ہوا اور عبدالرشید سلطانی کو سعادت خان کا خطاب ملا اور باربک مقرر ہوا۔ ملک سارنگ خان دیبال پور کا حاکم مقرر ہوا اور ملک دولت خان دبیر و عارض ملک عمادالملک مقرر ہوا۔ دربار شاہی مین ایسا انقلاب آگیا تھا اور سلطنت دہلی کی استقامت مین زلزل پڑ گیا تھا اس بادشاہ کی قدرت سے باہر تھا کہ اس بگڑی ہوئی سلطنت کو سنبھال لیتا اور سلطنت کا جو رعب و داب اٹھ گیا تھا اس کو بحال کرتا دلی کی سلطنت مین اب کچھ دم باقی نہین رہا تھا پورب مین ہندوؤن نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ جونپور اور اس کے نواح مین زمینداروں نے وہ غلبہ پایا تھا کہ وہان انتظام کچھ نہ تھا بادشاہ نے خواجہ جہان کو ملک الشرق کا خطاب دیکر قنوج سے بہار تک کا انتظام سپرد کیا۔ اور ماہ رجب ۷۹۶ھ مین ۲۰ زنجیر فیل اور بڑا لشکر دیکر رخصت کیا۔ یہ ملک الشرق۔ اٹاوہ۔ کویل اور نواح قنوج کے سرکشون کو مطیع بناتا ہوا جونپور مین پہونچا۔ بہ تدریج اس کو اقطاع قنوج۔ کڑا اودہ۔ سندیلہ دلمو۔ بہرائچ۔ بہار۔ ترہت مل گئے۔ ان دیار مین اس نے پورا انتظام کیا۔ سارے زمیندارون کو مطیع کیا اور بعض حصار جو خراب پڑے تھے انکو از سرنو تعمیر کیا۔ رائے جاجنگر و بادشاہ لکھنوتی وہ پیشکش اور ہاتھی جو سلطان فیروز شاہ پاس ہرسال بھیجا کرتے تھے اس پاس بھیجنے لگے دیہ ابتدا

جونپور کی سلطنت شرقی کی تھی جس کا بیان آگے لکھا جائیگا، اسی سال مین سارنگ خان دیبال پور اور وہان کے اقطاع کے نظم ونسق کے لئے اور شیخا گکھر کے فساد کے مٹانے کیلئے بھیجا گیا وہ شعبان کے مہینہ مین دیبالپور پہونچا۔ یہان لشکر کا اہتمام کیا ذیقعدہ ۷۹۶ھ مین رائے کل چند بھٹی۔ رائے داؤد کمال میانی اور ملتان کی سپاہ کو ہمراہ لیکر اور ستلج و بیاس کو عبور کر کے لاہور سے بارہ کوس پر آن پہونچا۔ شیخا گکھر نے بھی دیبالپور اور اجودھن کے ہمسایہ مین تاخت و تاراج شروع کر رکھی تھی جب اُس کو سارنگ خان کی خبر ہوئی کہ وہ ہندوپت سے گذر گیا تو رات ہی کو لاہور مین آیا اور لاہور سے سامو تھلا کے مقام مین خان اور شیخ مین ہنگامۂ جنگ برپا ہوا جس مین شیخ کو خان سے شکست ہوئی اور لاہور مین وہ آکر اپنا اختر بختر لے کر کوہ جود پر روانہ ہوا۔ دوسرے روز سارنگ خان نے لاہور پر قبضہ کرلیا اور ملک کندھو اپنے بھائی کو عادل خان کا خطاب دیکر لاہور تفویض کیا اور خود دیبال پور مین چلا آیا۔ ماہ شعبان ۷۹۶ھ کو بادشاہ نے فیلخانہ اور خاندان شاہی مقرب الملک مقرب خان کو حوالہ کیا۔ اور خود سعادت خان باربک کو ساتھ لیکر بیانہ و گوالیار کیطرف روانہ ہوا۔ شاہ گوالیار کے قریب پہونچا۔ ملک علاء الدین دھروال و ملک راجو اور ملو خان برادر سارنگ خان نے سازش کی کہ سعادت خان کو مار ڈالئے مگر اس سازش کی خبر سعادت خان کو ہوگئی تو اُس نے مبارک خان اور علاء الدین کو تو پکڑ کر وہین پیوند زمین کیا مگر ملو خان بھاگ کر دہلی مین مقرب خان کے پاس آگیا تین مہینے بعد سلطان ناصر الدین اپنے سفر سے دہلی کے قریب آیا تو مقرب خان بادشاہ کے استقبال کو گیا۔ مگر ملو خان ملقب بہ اقبال خان کی پناہ دینے سے اُسکو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے دل مین اُس کی طرف سے غبار ہے اس لئے وہ بلطائف الحیل اُلٹا دہلی مین چلا آیا اور لڑائی کا سامان تیار کرنے لگا۔ سلطان نے سعادت خان کو ہمراہ لیکر شہر کا محاصرہ کیا تین مہینے تک صرف سعادت خان کی خاطر سے یہ ہنگامہ جنگ برپا رہا۔ مقرب خان کے ہواخواہون نے بادشاہ کو پٹی پڑھائی کہ محرم ۷۹۶ھ مین اُسکو سعادتخان سے جدا کر کے دہلی مین مقرب خان پاس لے آئے مگر ہاتھی اور گھوڑے اور اسباب سلطنت سب سعادت خان پاس رہا۔ بادشاہ کے آنے سے مقرب خان کو بڑی تقویت ہوئی وہ دوسرے روز سعادت خان سے لڑنے کو نکلا مگر شکست پائی اور مراجعت پر مجبور ہوا اور اُس کا لشکر بڑا دل شکستہ ہوا مگر سعادت خان بھی قلعہ کو نہین لے سکا حوض خاص پر اُس کے خیمے ڈیرے پڑے تھے اس نے دیکھا کہ حصار دہلی نہایت استوار ہے اس کا تسخیر کرنا

دشوار ہے۔ برسات کا موسم سر پر آگیا ہے اس لئے وہ محاصرہ چھوڑ کر فیروز آباد مین چلا گیا اور اپنے ہوا خواہ امرا سے یہ مشورہ کر کے یہ امر قرار پایا کہ فیروز شاہ کی اولاد مین سے کسیکو فیروز آباد مین بادشاہ بنانا چاہئیے۔ مقرب خان نصرت خان بن فتح خان بن سلطان فیروز شاہ میوات مین تھا اُس کو بلا کر ماہ ربیع الاول ۷۹۷ھ مین فیروز آباد مین تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ اور نصرت شاہ اسکا خطاب رکھا۔ جب نصرت شاہ نے دیکھا کہ بادشاہ سعادت خان کے ہاتھ کی کٹ پتلی ہے تو انہون نے مکر وحیلہ کر کے نصرت شاہ کو سعادت خان سے جدا کیا اور ایک جمعیت کو ساتھ لیکر سعادت خان کے سر پر جا چڑھے وہ بالکل غافل تھا۔ اس مین اس وقت مقابلہ کی طاقت نہین تھی۔ اس لئے وہ دہلی مین مقرب خان پاس چلا گیا جس نے اُس کو چند روز بعد دغا سے مار ڈالا۔ اب نصرت شاہ کے فیروز آباد مین یہ امیر ہوا خواہ تھے اور انہون نے ازسرنو اُس سے بیعت کی۔ محمد مظفر وزیر۔ شہاب ناہر۔ ملک فضل اللہ بلخی خانہ زادان فیروز شاہی محمد مظفر کو تاتار خان کا خطاب دیکر وکیل اور وزیر مقرر کیا۔ اب دہلی اور فیروز آباد مین دو بادشاہ تھے۔ تماشا تھا کہ ایک جوتے مین دو پاؤن اور ایک آستین مین دو ہاتھ تھے شطرنج کی طرح ایک بساط پر دو بادشاہ تھے مقرب خان نے بہادر ناہر کو جمعیت تمام کے ساتھ دہلی کہنہ کے قلعہ مین حاکم مقرر کیا اور ملو خان کو اقبال خان کا خطاب دیکر سیری کا قلعہ سپرد کیا۔ اب دہلی اور فیروز آباد مین پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔ اُن کے درمیان روز لڑائیان ہوتین بازار اور گلیان ہندو مسلمانون کے خون سے لال ہوتین۔ کوئی غالب و مغلوب نہ ہوتا۔ لڑائی ترازو کی تول رہتی نصرت خان کے پاس تو اضلاع دوآب واقطاع سنبھل و پانی پت۔ جھجر۔ رہتک قبضے مین تھے۔ اور سلطان محمود پاس سوا دہلی اور سیری کے قلعون کے اور ملک نہ تھا۔ ان بادشاہون کے امراء و ملوک مین ہر ایک اپنی ولایت مین خود سر حاکم و فرمانروا تھا۔ تین برس تک ان دونو بادشاہون مین یہ سخت لڑائیان رہین کبھی دہلی والے فیروز آباد والون پر اور کبھی فیروز آباد والے دہلی والون پر غالب آتے۔ ان دونون شہرون کا یہ حال تھا ؎

بجون علیوارئے کہ شش مہ مادہ و شش مہ نر است

خضر خان و سارنگ خان کی لڑائی

سارنگ خان دیبالپور اور لاہور مین سلطان محمود کی طرف سے حاکم تہا۔ اُس لنے سنہ ۹۸ھ مین خضر خان حاکم ملتان سے پرخاش شروع کی۔ ملک مردان بہٹی کے غلام سارنگ خان سے جا ملے تہے اُن کی معاونت سے سارنگ خان لنے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ رمضان سنہ ۹۹ھ مین بہت سی سپاہ جمع کر کے وہ سامانہ پر چڑہ گیا۔ اور امیر غالب خان کا محاصرہ کیا۔ جب غالب خان لنے دیکہا کہ اب مجہ مین تاب مقابلہ کرنیکی نہی تو وہ کچہ تہوڑے پیادون اور سوارون کو لیکر پانی پت مین تاتار خان پاس چلا آیا۔ سلطان ناصر شاہ (نصرت شاہ) لنے یہ سُنا تو اُس لنے ملک الماس غلامون کے سپہ سالار کو دس ہاتہیون اور کچہ سپاہ کے ساتہ پانی پت تاتار خان پاس بہیجا۔ کہ وہ سامانہ پر چڑہ کر سارنگ خان سے سامانہ کو غالب خان کو دلا دے۔ ۱۵ محرم سنہ موضع کوٹلہ کے قریب سارنگ اور تاتار خان مین لڑائی ہوئی اور تاتار خان کو فتح ہوئی اور سارنگ خان ملتان کی طرف بہاگا۔ اس کے پیچہے تاتار خان خود تلونڈی تک گیا۔ اور پہر آگے اُس کے تعاقب مین رائے کمال الدین میانی کو روانہ کیا۔

ملو اقبال خان کا اقبال چمکنا

ماہ شوال سنہ مین نصرت شاہ کی خدمت مین اقبال خان آیا اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے مزار پر کلام مجید درمیان رکہا گیا۔ اور اُسپر عہد و پیمان ہوئے وہ نصرت شاہ کو لشکر و فیل کے ساتہ حصار جہان پناہ مین لے گیا۔ پُرانی دلی مین مقرب بہادر ناہر کے ساتہ متحصن تہا تیسرے روز اقبال خان اپنے قول و قسم سے پہر گیا اور سلطان نصرت شاہ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ اُس کا مقابلہ نہ کر سکا کچہ آدمیون اور ہاتہیون کے ساتہ فیروزآباد مین گیا۔ اقبال لنے اس کا تعاقب کیا اور سب ہاتہیون کو چہین لیا۔ نصرت شاہ معہ اہل و عیال فیروزآباد سے بہاگ کر جمنا سے پار ہو کر پانی پت مین اپنے وزیر تاتار خان پاس چلا گیا۔ فیروزآباد پر اقبال خان کا قبضہ ہو گیا۔ ان دونون مین دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی ان دونون کے درمیان امیرون لنے پڑکر صلح کرائی۔ نصرت خان جہان پناہ مین سلطان محمود کے ساتہ داخل ہوا۔ اور اقبال خان سیری مین آیا۔ اقبال خان لنے اس دفعہ بہی اپنے عہد کا خیال کچہ نہ کیا۔ اور دفعتہً مقرب الملک پر چڑہ گیا۔ اور بڑی بیرحمی سے اُسے مار ڈالا اب سارے کام سلطنت کے خود کرنے لگا۔ اور سلطان محمود کو نام کا بادشاہ بنا رکہا ماہ ذیقعدہ سنہ مین

اقبال خان پانی پت مین تاتار خان سے لڑنے گیا۔ تاتار خان قلعہ پانی پت مین چند فیل چھوڑ کر دوسرے راہ سے دہلی مین آکر اُسپر حملہ آور ہوا۔ اقبال خان نے پانی پت کو تیسرے روز فتح کر لیا اور تاتار خان کے ہاتھی اور اسباب اُس کو ہاتھ لگے۔ مگر تاتار خان نے ہر چند کوشش کی قلعہ دہلی کو نہ فتح کر سکا اور پانی پت کی فتح سے بیدست و پا ہو کر گجرات مین اپنے باپ ظفر خان پاس چلا گیا۔ تاتار خان کا ایک قریب کا رشتہ دار نصیر الملک اقبال سے مل گیا اُس کو عادل حسان کا خطاب اور اقطاع دوآب عنایت ہوئے۔ غرض اقبال خان کا ایسا اقبال چمکا کہ وہ ہی سلطنت کا بالکل مالک ہو گیا اور انتظام سلطنت مین مصروف ہوا۔

امیر تیمور کا مشورہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے باب مین

تیمور خود لکھتا ہے کہ جب مین نے سُنا کہ جو مسلمان کافر کو قتل کرتا ہے وہ غازی ہوتا ہے اور جو مسلمان کفار کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ جنت مین جاتا ہے تو مجھے کفار سے لڑ کر غازی بننے کا خیال دل مین پیدا ہوا اور مین نے کفار سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ مگر ابھی مین مذبذب تھا کہ چین کو فتح کرون یا ہندوستان کو تسخیر کرون۔ اس مطلب کے لئے مین نے قرآن شریف مین فال دیکھی تو یہ آیت نکلی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے پیغمبر تو کفار و مشرکون سے لڑ اور اُن کے ساتھ سختی کر میرے بڑے بڑے افسرون نے مجھسے یہ کہا تھا کہ ہندوستان مین مشرک و کافر رہتے ہین مین نے بحکم الہی یہ ارادہ کیا کہ ان سے مین جا کر لڑون اس لئے مین نے امیران کہن سال اور زیرکان جنگ کو حکم دیا کہ وہ میرے روبرو حاضر ہون۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو مین نے اُن سے کہا کہ خدا و رسول کے حکم کے موافق مجھپر فرض ہے کہ کافرون اور مشرکون سے غزا اور جہاد کرون۔ اب تم سے مین یہ پوچھتا ہون کہ اول ہندوستان پر حملہ کرون یا چین پر۔ انہون نے کچھ نقلین اور دانشمندانہ حکایتین بیان کر کے کہا کہ ہندوستان کی فتح کے چار موانع و عوائق ہین جو حملہ آور اون کو اُٹھا دیگا وہ ہندوستان کو فتح کر لیگا۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ اول مانع اُس کے وہ پانچ بڑے بڑے دریا ہین جو کشمیر کے پہاڑ سے نکلتے ہین۔ اور ملک سندھ مین بہتے ہین اور بحر عرب مین جا کر گرتے ہین ان کے گرداب طوق گردن اور اُن کی افواج امواج زنجیر پا عبور کرنے والون کی ہوتی ہین۔ بغیر کشتیون اور پلون کے

سارنگ خان دیبال پور اور لاہور مین سلطان محمود کی طرف سے حاکم تہا۔ اُس نے ۷۹۸ھ مین خضر خان حاکم ملتان سے پرخاش شروع کی۔ ملک مردان بہٹی کے غلام سارنگ خان سے جا ملے تہے اُن کی معاونت سے سارنگ خان نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ رمضان ۷۹۹ھ مین بہت سی سپاہ جمع کر کے وہ سامانہ پر چڑہ گیا۔ اور امیر غالب خان کا محاصرہ کیا۔ جب غالب خان نے دیکہا کہ اب مجھ مین تاب مقابلہ کرنیکی نہین تو وہ کچھ تہوڑے پیادون اور سوارون کو لیکر پانی پت مین تاتار خان پاس چلا آیا۔ سلطان ناصر شاہ (نصرت شاہ) نے یہ سُنا تو اُس نے ملک الماس غلامون کے سپہ سالار کو دس ہاتہیون اور کچھ سپاہ کے ساتھ پانی پت تاتار خان پاس بہیجا۔ کہ وہ سامانہ پر چڑہ کر سارنگ خان سے سامانہ کو غالب خان کو دلا دے۔ ۵ محرم ۸۰۰ھ موضع کوٹلہ کے قریب سارنگ اور تاتار خان مین لڑائی ہوئی اور تاتار خان کو فتح ہوئی اور سارنگ خان ملتان کی طرف بہاگا۔ اس کے پیچہے تاتار خان خود تلونڈی تک گیا۔ اور پہر آگے اُس کے تعاقب مین رائے کمال الدین میانی کو روانہ کیا۔

ملو اقبال خان کا اقبال چمکنا

ماہ شوال ۸۰۰ھ مین نصرت شاہ کی خدمت مین اقبال خان آیا اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے مزار پر کلام مجید درمیان رکہا گیا۔ اور اُسپر عہد و پیمان ہوئے وہ نصرت شاہ کو لشکر و فیل کے ساتھ حصار جہان پناہ مین لے گیا۔ پرانی دلی مین مقرب بہادر ناہر کے ساتھ متحصن تہا۔ تیسرے روز اقبال خان اپنے قول و قسم سے پہر گیا اور سلطان نصرت شاہ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ اُس کا مقابلہ نہ کر سکا کچھ آدمیون اور ہاتہیون کے ساتھ فیروز آباد مین گیا۔ اقبال نے اس کا تعاقب کیا اور سب ہاتہیون کو چہین لیا۔ نصرت شاہ مع اہل و عیال فیروز آباد سے بہاگ کر جمنا سے پار ہو کر پانی پت مین اپنے وزیر تاتار خان پاس چلا گیا۔ فیروز آباد پر اقبال خان کا قبضہ ہو گیا۔ ان دونون مین دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی ان دونون کے درمیان امیرون نے پڑ کر صلح کرا ئی۔ نصرت خان جہان پناہ مین سلطان محمود کے ساتھ داخل ہوا۔ اور اقبال خان سیری مین آیا۔ اقبال خان نے اس دفعہ بہی اپنے عہد کا خیال کچھ نہ کیا اور دفعتہً مقرب الملک پر چڑہ گیا۔ اور بڑی بیرحمی سے اُسے مار ڈالا اب سارے کام سلطنت کے خود کرنے لگا۔ اور سلطان محمود کو نام کا بادشاہ بنا رکہا ماہ ذیقعدہ ۸۰۰ھ مین

اقبال خان پانی پت مین تاتار خان سے لڑنے گیا۔ تاتار خان قلعہ پانی پت مین چند فیل چھوڑ کر دوسرے راہ سے دہلی مین آکر اُسپر حملہ آور ہوا۔ اقبال خان نے پانی پت کو تیسرے روز فتح کرلیا اور تاتار خان کے ہاتھی اوراسباب اُس کو ہاتھ لگے۔ مگر تاتار خان نے ہر چند کوشش کی قلعہ دہلی کو نہ فتح کرسکا اور پانی پت کی فتح سے بدوست و پا ہوکر گجرات مین اپنے باپ ظفر خان پاس چلا گیا تاتار خان کا ایک قریب کا رشتہ دار نصیر الملک اقبال سے مل گیا اُس کو عادل حسنان کا خطاب اور اقطاع دوآب عنایت ہوئے۔ غرض اقبال خان کا ایسا اقبال چمکا کہ وہ ہی سلطنت کا بالکل مالک ہوگیا اور انتظام سلطنت مین مصروف ہوا۔

امیر تیمور کا مشورہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے باب مین

تیمور خود لکھتا ہے کہ جب مین نے سُنا کہ جو مسلمان کافر کو قتل کرتا ہے وہ غازی ہوتا ہو اور جو مسلمان کفار کے ہاتھ سے مارا جاتا ہو وہ جنت مین جاتا ہے تو مجھے کفار سے لڑکر غازی بننے کا خیال دل مین پیدا ہوا اور مین نے کفار سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ مگر ابھی مین مذبذب تھا کہ چین کو فتح کرون یا ہندوستان کو تسخیر کرون۔ اس مطلب کے لئے مین نے قرآن شریف مین فال دیکھی تو یہ آیت نکلی جسکا ترجمہ یہ ہو کہ اے پیغمبر تو کفار و مشرکون سے لڑ اور اُن کے ساتھ سختی کر میرے بڑے بڑے افسرون نے مجھسے یہ کہا تھا کہ ہندوستان مین مشرک و کافر رہتے ہین مین نے بحکم الٰہی یہ ارادہ کیا کہ ان سے مین جاکر لڑون اس لئے مین نے امیران کہن سال اور زیرکان جنگ کو حکم دیا کہ وہ میرے روبرو حاضر ہون۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو مین نے اُن سے کہا کہ خدا و رسول کے حکم کے موافق مجھپر فرض ہے کہ کافرون اور مشرکون سے غزا اور جہاد کرون۔ اب تم سے مین یہ پوچھتا ہون کہ اول ہندوستان پر حملہ کرون یا چین پر۔ انہون نے کچھ نقلین اور دانشمندانہ حکایتین بیان کرکے کہا کہ ہندوستان کی فتح کے چار موانع و عوائق ہین جو حملہ آور ان کو اُٹھا دیگا وہ ہندوستان کو فتح کریگا۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ اول مانع اُس کے وہ پانچ بڑے بڑے دریا ہین جو کشمیر کے پہاڑ سے نکلتے ہین۔ اور ملک سندھ مین بہتے ہین اور بحر عرب مین جاکر گرتے ہین ان کے گرداب طوق گردن اور اُن کی افواج امواج زنجیر پا عبور کرنے والون کی ہوتی ہین۔ بغیر کشتیون اور پلون کے

اُسنے عبور کرنا دشوار ہے۔ دوم اس کے گھنے گھنے جنگل اور درختان ایسے گنجان اور شاخ در شاخ ہین جو ملک کے اندر مشکل سے گذر ہونے دیتے ہین۔ سوم اِن جنگلون مین مستحکم مقامات مین سپاہ و زمیندار امیر۔ راؤ۔ راجہ۔ مہاراجہ رہتے ہین وہ ان بنون مین شیرون و درندون کا حکم رکھتے ہین۔ انکے پنجے سے بچکر نکلنا مشکل ہی۔ چہارم ہاتھی ہین جنکو لڑائی مین یہان کے فرمانروا برگستوان اور چار آئینون سے آراستہ کرتے ہین اور اپنے سپاہ مین سب سے آگے اُنکو رکھتے ہین اور انپر بڑا بھروسہ کرتے ہین اور اُنکو ایسا سکھاتے ہین کہ گھوڑے کو معہ سوار کے وہ سونڈ مین پکڑکر اٹھا لیتے ہین اور وہین چکر دیکر زمین پر پٹک دیتے ہین دُھنیا جسطرح روئی کو اُڑاتا ہے اس طرح وہ اپنی سونڈون سے آدمیون کو اڑاتے ہین اور جیسے کہ شیر اپنے پنجہ سے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے ایسے وہ اپنے دانتون سے آدمیون کو پارچے کرتے ہین۔ گھوڑے اُنکی صورت دیکھتے ہی بھاگتے ہین دم بھر نہین کھڑے رہتے بعض امرا نے یہ کہا کہ سلطان محمود غزنوی نے تیس ہزار سوارون سے ہندوستان کو فتح کر لیا۔ اور اُس کے اضلاع مین اپنے ملازمون کو فرمانروا بنا دیا۔ اور کئی ہزار خروار سونے چاندی جواہر کے اس ملک سے لے لئے۔ اور سواء اسکے ہندوستان کو اپنا باقاعدہ باجگذار بنا لیا۔ کیا ہمارا امیر سلطان امیر محمود سے کم ہے ہرگز نہین بہ عنایت الٰہی اُس کے ہمرکاب تا تاری لاکھ سوار ہین اگر وہ ہندوستان کا عزم مصمم کریگا تو خدا اُسکو فتح دیگا۔ اور وہ غازی مجاہد فی سبیل اللہ کہلائیگا اور ہم اس غازی کے ہمراہ ہونگے۔ اور سپاہ راضی ہوگی اور دولت سے خزانہ معمور ہوگا۔ ہندوستان کی دولت سے ہمارا امیر جہان کا فتح کرنیوالا ہوگا۔ اور دنیا کے بادشاہون سب سے زیادہ نامور۔

اسوقت مرزا شاہرخ نے یہ کہا کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے اسکو جو سلطان فتح کرتا ہے وہ چار دانگ زمین پر بزرگ و معظم ہو جاتا ہے۔ اگر ہمارا امیر ہندوستان کو فتح کریگا تو ہم ساتون اقلیم کے فرمانروا ہو جائینگے۔ پھر اُس نے یہ کہا کہ مین نے فارسی کی تاریخون مین پڑھا ہے کہ سلاطین ایران کے زمانہ مین ہندوستان کے بادشاہ کو رائے کہتے تھے اور اسکو بڑا صاحب شان و شکوہ جانتے تھے روم کے بادشاہ کو قیصر اور ایران کے سلطان کو کسرے تاتار کے بادشاہ کو خاقان اور چین کے بادشاہ کو فغفور کہتے تھے لیکن ایران اور توران کے سلطان کو شہنشاہ کہتے ہین اور شہنشاہ کا حکم سب پے بالادست ہندوستان کے راجاؤن اور امراء پر رہا ہے۔ اب ہم بعنایت الٰہی

ایران اور توران کے شہنشاہ ہین اگر ہم ہندوستان کے فرمانروا ہنون تو نہایت افسوس اور شرم کا مقام ہے اس شاہزادہ کی گفتگو سے مین نہایت خوش ہوا - شاہزادہ محمد سلطان لنے کہا کہ کل ہندوستان سولنے اور جواہر سے بہرا پڑا ہے - اور اس مین سترہ کانین سولنے - چاندی - ہیرے - لعل - زمرد - لوہے - فولاد - تانبے - پارہ وغیرہ کی ہین - اور وہان درخت ایسے پیدا ہوتے ہین کہ جنکا لباس خوب بُنا جاسکتا ہے - اور نیشکر اور خوشبودار درخت ہوتے ہین اور ایسا ملک ہے کہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے - اور سارا ملک فرحت بخش و دلکش ہے - مگر وہان کے باشندے مشرک - بُت پرست - آفتاب پرست ہین - اس لئے خدا و رسول کے حکم سے ہمپر اُس کا فتح کرنا واجب و فرض ہے -

میرے وزیرون لنے کہا کہ کل ہندوستان کی آمدنی چہہ ارب ہے - ہر ارب مین سو کروڑ اور ہر کروڑ مین سو لاکھ اور ہر لاکھ مین ۱۰۰۰۰۰ اشقال چاندی - بعض امراء لنے یہ کہا کہ اگر خدا کے فضل و کرم سے ہم ہندوستان پر مظفر و منصور ہون گے تو وہان کبہی سکونت و بود و باش مستقل نہین رکہین گے - اس لئے کہ وہان کا رہنا اپنی اولاد کو خاک مین ملا دینا ہی دو تین پشتون مین نہ ان مین شجاعت رہے گی - نہ جلاوت - ضعف و ناتوانی مین ہندوؤن کے بہائی بند ہو جائین گے - اس بات کو سُنکر قشونات (سپاہ) کے افسرون کے کان کہڑے ہوئے اور دلمین اضطراب پیدا ہوا - مین لنے انکو سمجہایا کہ ہندوستان پر حملہ کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ بموجب شرع اسلام - کافرون - مشرکون - اور بے دینون پر حملہ کرون اور وہان کے آدمیون کو اسلام سے مشرف کرون - اور ملک کو شرک و کفر کی نجاست سے پاک صاف کرون - اور مندرون کو ڈہاؤن بتون کو توڑون اور غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ بنون - گو مین لنے یہ کہا مگر وہ اُس اندیشے سے جو اوپر بیان ہوا ہندوستان کے فتح کرنے پر دل سے راضی نہ ہوئے مگر مین لنے اُن کی کچہہ پروا نہ کی - اسوقت اسلام کے دانشمند و عالم میرے پاس آئے اور انہون لنے کفار و مشرکین کیساتہ لڑنیکے مسئلہ کے باب مین گفتگو کرکے یہ اپنی رائے ظاہر کی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل مسلمانون اور سلطان اسلام کا ایمان ہونا چاہئے انکو اپنے مذہب کے استحکام اور اپنی شریعت کی استقامت کے لئے حتے الوسع یہ کوشش اور سعی کرنی چاہئے کہ وہ اپنے

دین کے دشمنون کو محکوم اور مطیع کرین - اور یہ بہی ہر شخص مومن پر واجب ہی کہ اپنے اولی الامر کی طاعت کرے - جب ان عالمونکا یہ کلام امرا اور سپاہ کے کانون مین پہونچا تو سب کے سب ہندوستان پر جہاد کرنیکے لئے آمادہ ہو گئے اور سب نے رو بر زمین ہو کر سورۂ فاتحہ پڑہی -

جب مین اس مہم پر کمر بستہ ہوا تو مین نے اپنے مرشد حضرت شیخ زین الدین کو لکھا کہ اب میرا ارادہ ہندوستان پر جہاد کرنیکا ہے اُس نے میرے خط کے حاشیہ پر لکھا کہ ابو الغازی تیمور کو جسکی خدا مدد کرے معلوم ہو کہ اسلام سے تجکو دین دنیا کی سعادت حاصل ہو گی اور وہ آمد و رفت مین سلامت رہیگا اور اُس نے ایک بڑی تلوار بہیجی جسکو مین نے اپنا عصا بنایا - اسی عرصہ مین کابلستان کی سرحد سے شاہزادہ پیر محمد جہانگیر کی عرضی آئی - اس شاہزادہ کو قندز بقلان - کابل غزنین - قندہار کی حکومت مینے سپرد کی تہی جب مین نے اس عرضی کو پڑہا تو اُس مین لکہا تہا کہ جیسے مین حضور کے حکم سے اس ملک مین آیا ہون شہنشاہ کے حکم عالی اور شورہ متعالی کے موافق مینے یہان کے آدمیون کے ساتھ سلوک و مدارات کی ہی اور جب مجہے ان ملکون سے اطمینان حاصل ہوا تو مین نے ہندوستان کے بعض اضلاع کی فتح کا ارادہ کیا - جب اس ملک کے حالات مینے دریافت کئے تو مجہے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے بادشاہون کا دار السلطنت دہلی ہی - اور سلطان فیروز شاہ کے مرنیکے بعد اُسکے امرا مین سے دو بہائی جنمین سے ایک کا نام ملو اور دوسریکا سارنگ ہی بالکل سلطنت کی کامونکا اختیار اپنے ہاتہون مین رکہتے ہین اور خود مختار ہو گئے ہین اور سلطان فیروز شاہ کے بیٹونمین سے سلطان محمود کو برائے نام بادشاہ بنا رکہا ہی اور حقیقت مین وہ خود ہی بادشاہ بن رہے ہین - بڑا بہائی ملو تو سلطان محمود کے پاس دہلی مین ہی اور ملک کی حفاظت کیلئے سارنگ ملتان مین رہتا ہی جب مجکو ان حالات پر اطلاع ہوئی تو شہنشاہ بزرگ کے طریقے کیموافق مینے ایلچی کے ہاتہہ سارنگ پاس اس مضمون کا خط بہیجا کہ شہنشاہ نے جسکی فتوحات عظیم اور سلطنت کی وسعت کی خبرین تمام عالم مین مشہور ہین ان اضلاع مین کہ ہندوستان کی حدود پر واقع ہین مجہے حاکم مقرر کیا ہی اور یہ حکم دیا ہے کہ اگر ہندوستان کے فرمانروا تیرے پاس خراج لیکر حاضر ہون تو اُنکی جان دولت و ریاست مین کچہہ مداخلت نہ کرنا لیکن اگر وہ اطاعت و فرمانبرداری مین غفلت کرین تو ہندوستان کی ولایتون کے فتح کرنیمین اپنی قوت و صولت کو دکہانا - پس اگر تجکو اپنی جان و دولت و مملکت و عزت عزیز ہو تو سالانہ خراج دینا قبول کر اور اگر نہین منظور ہو تو دیکہہ لیگا کہ مین اپنی قوی لشکر کے ساتھ وہان پہنچتا ہون

والسلام۔ جب ملتان مین سارنگ کے روبرو میرا ایلچی پہونچا تو اُس کی بہت سی تعظیم و تکریم اُس نے کی مگر خط کا جواب یہ دیا "اگر آپ کے بازؤون مین زور ہو تو ہم سے ملک کو چھین لیجئے میرے پاس بھی لشکر بہت ہی اور جنگی ہاتھی بڑے خوفناک و ہولناک ہین اور مین لڑائی کیلئے آمادہ ہون مشکل ہی بغیر تلوار چلائے عروس ملک کو کوئی بغل مین لیلے۔ جب یہ جواب نا ملایم آیا تو مین نے جوانب و اطراف سی لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور لشکر گران اور نوابان اور امراء کثیر مثل امیر سیفل قندہاری وغیرہ کے ساتھہ روانہ ہوا اور کوہ سلیمان کے اوغانی (افغانون کو) تاخت و تاراج کیا اور دریا سندہ سے عبور کرکے اوچہ پر حملہ کیا۔ اور حضور کے اقبال سے اُسکو فتح کیا۔ اور یہان کچھہ آدمیونکو چھوڑکر ملتان پہونچا۔ اور اُسکا محاصرہ کیا۔ سارنگ نے بہت دانائی سے یہان کے قلعہ کو مضبوط و مستحکم کیا ہے محاصرہ کئی روز سے ہورہا ہے اور ہر روز دو دفعہ لڑائی کی نوبت پہونچتی ہی۔ اس محاصرہ مین کل امراء نے بڑے دلیرانہ کام کئے خاصکر تیمور خواجہ قیوغا نے اس مین بڑی کوشش کی ہی اب مین حضور کی ہدایات کا منتظر ہون۔ جب مین نے یہ خط پڑھا تو میرا عزم سابق ہندوستان کی فتح کا اور زیادہ مصمم ہوگیا۔

امیر تیمور کی روانگی ہندوستان کی تسخیر کے ارادہ سی

امیر تیمور لکھتا ہی کہ مین نے اس سال کے موسم بہار مین سب اطراف و جوانب سی لشکرون کو جمع کیا اور ماہ مبارک رجب ۸۰۰ھ مین جس کے عدد بحساب ابجد فتح قریب کے اعداد کے برابر ہوتے ہین امیرزادہ عمر پسر امیرزادہ میران شاہ کو سمرقند مین اپنا نائب مقرر کیا اور سپاہ اور امراء اوسکی اعانت کیلئے مقرر کئے اور مین اپنی دارالسلطنت سمرقند سے نیک ساعت مین ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ شکار کھیلتا ہوا جب ترمذ مین پہونچا تو آب جیحون پر مین نے کشتیونکا پل بنوایا اور مع لشکر کے اس سے عبور کیا اور موضع خلم مین قیام کیا۔ یہان کوچ کا نقارہ بجاکر غزنیک و سمنکان کی راہ سے اندراب مین پہونچا یہان کے سب وضیع و شریف گروہا گروہ مجھسے ملنے آئے اور اونہون نے ظلم و ستم کی داویلا مچائی اور انصاف و عدل کے خواہان ہوئے مین نے انمین سے چند امیرونکو بلاکر انکے حال کی تحقیقات کی وہ سر بروئے زمین ہوکر عرض کرنے لگے کہ کفار کتور و سیاہ پوش ہم پر بڑا جور و ستم کرتے ہین کہ ہم مسلمانون سے یہ کافر باج و خراج طلب کرتے ہین اور ہر سال ہم سے مال لینے مین مبالغہ کرتے ہین اگر ادا مین تاخیر و معذرت کرتے ہین تو مردونکو قتل کر ڈالتے ہین اور عورتون بچون کو اسیر کرتے ہین۔

زنان را پس از کشتن کد خدائے — برندو زنند آتش اندر سرائے

جب یہ بات میرے کان مین پہونچی تو عرق عصبیت غیرت غضبیت حرکت مین آئی مین نے اُن سے یہ الفاظ کہے کہ خدائے تعالیٰ کی اعانت سے تم مسلمانون کو ان ظالمون کے ہاتھ سے مین چھٹاؤن گا اور تمہاری تمنا و آرزو کیموافق ان ظالم کٹور وسیاہ پوشون کو خاک مین ملاؤنگا۔ یہ سنکر وہ سب مجھے ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائین دینے لگے۔

کٹور اور سیاہ پوشون پر جہاد

امیر تیمور نے لکھا ہے کہ مین نے فوراً دس پلٹنین (قوشونات) یا ہر دس سپاہیون مین سے تین سپاہی لشکر مین سے منتخب کئے اور اُسے لیکر ہر روز کوچ کرتا ہوا جلدی جلدی موضع پریان مین پہونچا یہان امیرزادہ رستم و برہان اغلن کو جو میرے سب سے بڑے سردارون مین تھے۔ سیاہ پوشون کے ملک کی طرف جو جانب چپ مین تھا روانہ کیا اور دس ہزار سوار اور ایک جماعت امرا اُن کے ہمراہ کی اور مین خود سوار ہوکر کٹور کی طرف چلا۔ اندراب کے رہنے والون مین فرید سب سے بڑا آدمی تہا جب مین نے مملکت کٹور کی وسعت و حالت کو اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ کٹور کی مملکت کا طول سرحد کشمیر سے کابل کے کوہستان تک ہے اور اُس ملک مین اُن کے بہت قلعے اور دیہات ہین اُنکے بڑے شہرون مین ایک شوکل اور دوسرا جورکل ہی۔ اس دوسرے شہر مین اُنکا حاکم رہتا ہی اس ملک مین انگور سیب۔ خوبانی اور ہر قسم کے میوے بہت پیدا ہوتے ہین چاول اور غلہ کی زراعت ہوتی ہے۔ شراب انگوری بہت بنتی ہے۔ اور امیر غریب سب شراب پیتے ہین۔ سور کا گوشت کہاتے ہین۔ مویشی و بھیڑین کثرت سے پالتے ہین۔ اکثر باشندے یہان کے بت پرست ہین اور بڑے قوی ہیکل ہین۔ اُنکا رنگ سرخ و سفید ہوتا ہی اور اُن کی زبان ترکی فارسی ہندی کشمیری سے غیر ہے۔ انکے ہتیار تیر تلوار فلاخن ہین اُن کے حاکم کو عدا یا عداشو کہتے ہین جب مین خاوک مین پہونچا تو ایک قلعہ خراب پڑا ہوا دیکھا مین نے سپاہیون کو حکم دیا کہ جلد اسکی مرمت کرین انہون نے بہت جلد اسکو بنا دیا۔ رستہ پہاڑی اونچا نیچا بہت تہا مین نے حکم دیدیا کہ امرا اور تمام لشکر گھوڑون اونٹون اور زائد اسباب کو اس قلعہ مین چھوڑین اس حکم کی تعمیل کے بعد اکثر امرا اور لشکری پیادہ میرے ساتھ کوہ کٹور پر چڑھے۔ باوجودیکہ آفتاب برج جوزا

مین تہا اور ہوا گرم تہی مگر پہاڑون پر برف کی وہ شدت تہی کہ آدمیون اور جانورون کے پاؤن گہٹنے تک اُسمین دھسے جاتے تہے۔ اس لئے دنکو مین نے قیام کیا جب دن ڈہلتا یا رات ہوتی اور برف بستہ ہوکر یخ بنجاتی تو اُسپر میرا لشکر چلتا دن کو جب یخ پگہلتی تو اسپر نمدون اور کمبلون کو بچہا کر گہوڑون کو باندہتے پہر دن ڈہلے اسی طریقہ سے روانہ ہوتے۔ کئی بلند پہاڑون کو اسی طرح مین نے طے کیا۔ بعض امرا جو چند گہوڑے ہمراہ لائے تہے وہ انہون نے واپس بہجدئے جب مین ایسے بلند پہاڑ پر پہنچا کہ جس سے اونچا اور کوئی پہاڑ نہ تہا تو مین نے دیکہا کہ کفارون کا مقام پہاڑون کے درون کے اندر ہے اور پہاڑون کے اوپر سے نیچے آنے کی راہ نہ تہی ہرچند مینے راہ کی تلاش کرائی مگر جب کوئی راہ نہ پائی تو مین نے اپنے بہادر سپاہیون کو حکم دیدیا کہ جسطرح وہ چاہین پہاڑ سے نیچے اُترین بعض امراء و سپاہی تو ایک کروٹ سے برف پر لیٹ جاتے اور اُسپر پہسل کر پہاڑ سے نیچے پہونچتے اور بعض نے رسیان اور خیمون کی طنابین لین اور اُنکے ایک طرف کے سرون کو درختون یا چٹانون مین جو اوپر بلندی پر تہے باندہا اور دوسری طرف کے سرون کو اپنی کمرون مین کسا اور یون رسیون کے ذریعہ سے نیچے اوترے اور میرے لئے ایک چوبی پٹارا بنایا اور اُسکے چارون کونون پر حلقے لگائے اور اُنمین ڈیڑہ ڈیڑہ سو گز لمبی طنابین باندہین مین اس پٹارے مین بیٹہا۔ اُنکی طنابون کے سرونکو چند آدمی مضبوط پکڑکر آہستہ آہستہ چہوڑتے جاتے جب تک کہ طناب پوری ہوتی اور ایک دو آدمی مجہسے پہلے نیچے جاتے اور کدال اور پہاوڑے سے برف کو کاٹ کر میرے ٹہیرنے اور کہڑے رہنے کیلئے جگہ تیار کر لیتے پہر اوپر کی جماعت آدمیونکی نیچے آتی اور پہلی طرح سے پٹارے کو نیچے اُتار لی اور میرے کہڑے رہنے اور اترنے کی جگہ کو درست کرتی۔ غرض اس طریقے سے پانچوین دفعہ مین پہاڑ کے نیچے اترا۔ چند خاصے کی گہوڑے میرے ساتھ تہے انکی گردنون اور اعضا مین مضبوط رسیان باندہی گئین اور پہاڑ کی بلندی پر سے وہ بہی نیچے لٹکائے اور پہسلائے گئے اُن مین سے صرف دو زندہ نیچے پہونچے اور باقی سب کے سب پہاڑ پر صدمون پانے سے پاش پاش ہو گئے چونکہ مین نے جہاد کے قصد سے کمر اجتہاد حسن اعتقاد سے باندہی تہی اور کفر کی بنیاد اکہیڑنی منظور تہی۔ اس پہاڑی ملک مین ایک فرسنگ اپنے عصا کو ہاتہ مین لیکر مع اپنے لشکر و امرا کے پیدل چلا۔ امرا نے بہت بڑی منت کرکے مجہے گہوڑے پر سوار کرایا اور وہ خود پیادہ پا میرے ہمرکاب چلے یہان حاکم کٹور کا ایک قلعہ تہا جس کی ایک جانب مین دریا بہتا

اور دریا کے پار پہاڑ بہت بلند تھا ان کافرون کو اس لشکر کے آنے کی خبر ایک دن پہلے ہو گئی تھی اُنکے دلون مین ایسا خوف سمایا تھا کہ اس قلعہ کو چھوڑ کر دریا کے پار اس بلند پہاڑ پر اپنا سارا مال اسباب لیکر وہ چلے گئے تھے اس پہاڑ مین بہت سے دشوار گذار درے تھے مجھے لوگون نے کہا تھا کہ یہ قلعہ کٹور کی پناہ گاہ عظیم ہے اسلئے مینے اُسکی فتح کا قصد مصمم کیا تھا۔ مگر جب مین یہان قلعہ کے قریب پہونچا تو کسی کافر کا پتہ مین نے نہین پایا۔ اور جب قلعہ کے اندر آیا تو اُسکو آدمیون سے خالی پایا۔ اس کے سب آدمی گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بھیڑین اور کچھ اور اسباب غنیمت مین ہاتھ لگا مین نے حکم دیدیا کہ شہر جس کے اندر قلعہ بنا ہوا تھا اُسکے گھرون و عمارتون مین آگ لگا دین اور قلعہ کو مسمار کرکے زمین کے برابر کردین پھر جلدی سے مینے دریا سے عبور کرکے سارے دامن کوہ کو گھیر لیا جس کی چوٹی پر وہ کافر مستحکم مقامون مین متحصن تھے۔ مین نے اپنے بہادر تجربہ کار سپاہ کو حکم دیا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ جائین ان چالاک مجاہدان دلاور نے تکبیر و تہلیل کا نعرہ مارا اور سب سے اول میدان جنگ کا مشہور شیخ ارسلان کیپک خان کے تومان کو لیکر بائین طرف سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور اپنی سپاہ سے دشمنون سے لڑنا اور انکو بھگانا شروع کیا۔ اور علی سلطان تواچی نے دوسری طرف سے دشمنون پر حملہ کیا اور اُن کو بھگا کر اُنکا مقام لے لیا اور بہت دشمنون کو قتل کیا۔ اور شاہ ملک نے بھی اپنی جانب مین بڑی دلاوری اور بہادری کی اور بہت کافرون کو مار کر پہاڑ کو اُن سے بالکل خالی کرا لیا۔ معتبر مردانہ لڑائیان لڑا ونگلی خواجہ۔ سونجک بہادر۔ شیخ علی سالیرہ موسی رکمال۔ حسین ملک قوچین و امیر حسین قورچی اور امراء نے بڑی بہادری اور جوانمردی دشمنون کے مارنے مین دکھائی اور نصرت اسلام مین جان لڑائی اور بہت کفار کو تیغ آبدار سے مارا۔ میرے لشکر مین سے جو دو آدمی پہاڑ پر سے لڑ کر مرے دشمنون مین سے چند آدمی زخمی اور ہارے تھکے اپنے غول مین جان بچا کر لے گئے۔ بعض کافر اپنی گھاٹیون مین رات دن لڑنے سے اور میری سپاہ کے دبانیسے ایسے عاجز و تنگ ہوئے کہ عجز و زاری سے امان کے خواستگار ہوئے۔ مین نے ان پاس آق سلطان کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اگر وہ بغیر کسی شرط کے اپنے تئین حوالہ کردینگے۔ اور زبان و دل کو کلمہ توحید اور نور ایمان سے آراستہ کرینگے تو مین اُن کی جان و مال کو چھوڑ دونگا اور اگر نہین کرینگے تو مین انمین سے ایک آدمی کو زندہ و سلامت نہین چھوڑنے کا ان پاس آق سلطان

گیا اور ترجمان نے جو اُن کی زبان اور ترکی دونون جانتا تھا یہ پیغام اُن کو سُنایا تو چوتھے روز آق سلطان کے ہمراہ وہ میرے پاس آئے اور مسلمان ہوئے اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا تو اُن کی اس ظاہری مسلمانی کو دیکھکر مین نے حکم دیدیا کہ کوئی اِن کی جان و مال و ملک سے تعرض نہ کرے ان مین سے بعض کو مین نے خلعت دیا اور واپس بھیجدیا مین نے یہان رات کو معہ لشکر کے قیام کیا کہ امیر شاہ ملک کی سپاہ پر دشمنون نے شبخون مارا مگر امیر مشارٌالیہ ایسا ہوشیار تھا کہ دشمنون کی اُس پر کچھ نہ چلی بلکہ اُلٹے ان مین سے خود ہی قتل ہوئے اور ڈیڑھ سو اسیر ہوئے جن کو میری سپاہ نے غصہ مین آن کر مار ڈالا۔ جب دن ہوا تو مین نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ چارون طرف سے اُنپر ایک دفعہ حملہ کرین اور اُن کی گھاٹیون مین گھس کر سب کو قتل کرین اور اُن کی عورتون اور بچون کو اسیر کرین اور اُن کے مال و اسباب کو لوٹ لین اور تلف کر دین۔ اس حکم کےموافق میری سپاہ نے چارون طرف سے اُنپر حملہ مردانہ کیا۔ باقی کافرون کو مار ڈالا۔ اور اُن کی عورتون اور بچون کو اسیر کیا اور بہت سی غنیمت حاصل کی مین نے حکم دیا کہ ان بے دینون کے سرون کے منیار پہاڑ پر بنادو اور اپنے ایک سنگ تراش سے کہا کہ کسی گھاٹی کے پتھر پر وہ اس عبارت کو کندہ کردے کہ ماہ مبارک رمضان ۸۰۰ھ مین فلان فلان رستے سے مین یہان آیا تاکہ کوئی اتفاقیہ یہان آنکلے تو وہ جانلے کہ کس طرح سے مین یہان آیا تھا۔

میرزا رستم اور برہان اغلن جنکو مین نے سپاہ پوشون کے ملک مین لڑنے کے لئے دوسری جانب بھیجا تھا میرے پاس خبر کچھ نہین آئی تھی۔ برہان اغلن کو مین نے پہلے ایک دفعہ کہین اور تاخت و تاراج کے لئے بھیجا تھا کہ وہ تلافی مافات کرے اور اپنی پہلی بے آبروئی کا معاوضہ کرکے آبرو حاصل کرے۔ اس کی طرف سے میرے دل مین شبہہ پیدا ہوا اور رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ میری تلوار خمیدہ ہوگئی اس خواب کی تعبیر ایک علامت اُس کی شکست کی تھی مین نے فوراً محمد آزاد کو جس کو مین نے اپنے بچون کی طرح پالا تھا۔ اس کام کے لئے مقرر کیا کہ اُس کے حال کو جاکر دریافت کرے اور افسر اس کے ماتحت مین نے دولت شاہ و شیخ علی وایدکو جو خزاد لغور و شیخ محمد و علی بہادر مقرر کئے اور چار سو ترک

جن مین سو تاتاری اور تین سو تاجیک تھے ہمراہ لئے اور ایک شخص کٹور کا رہنے والا رہبری کے لئے ساتھ کیا محمد آزاد نے اِن جوانمردون کو ساتھ لیکر اپنا سفر شروع کیا اور بڑے اونچے پہاڑون کو جو یخ و برف سے ڈھکے ہوئے تے بڑی دشوار گذار تنگ راہون سے طے کیا بہت جگہ وہ اپنے سے اپنی پیٹھون کو لگا کر پھسلے اور اِس طرح نشیب مین اُترے اور اِس کوہستان سے نکلکر وہ کُھلے میدان مین آئے محمد آزاد جب پہاڑون کے مصائب سے آزاد ہوا تو وہ سیاہ پوشون کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا وہان نہ کسی آدمی کو دیکھا نہ کوئی آواز سُنی سپاہ اسلام کے خوف سے سب گھر چھوڑ کر بھاگ کر پہاڑون اور گھاٹیون مین جا چھپے تے! اور کمین مین بیٹھے تے۔ برہان اغلن کا حال یہ ہوا کہ جب وہ اپنے ماتحت افسران اسمٰعیل و اللہ داد وغیرہ کے ہمراہ اور سپاہ کے ساتھ قلعہ مین پہونچا تو قلعہ کو خالی پایا بے احتیاطی یہ کی کہ دشمنون کے پیچھے قدمون کے نشان پر چلکر اُن کے تنگ درون کی کمین گاہ کے سامنے خود آگیا۔ انھون نے کچھہ سپاہ نشیب مین بطور پہرہ کے بٹھار کھی تھی اس نے سیاہ پوشون کو اطلاع دی انھون نے اپنی کمین گاہون سے نکلکر مسلمانون پر سخت حملہ کیا۔ برہان اغلن نے اپنی بزدلی و سُست رائی سے بغیر جنگ کے اپنے ہتیار ڈال دئے اور ذرا بھی ہاتھہ نہ ہلائے اور بھاگ گیا۔ جب سپاہ نے یہ دیکھا کہ ہمارا سردار بھاگا جاتا ہے تو وہ بے دل ہوگئی اُس نے شکست پائی۔ اور سیاہ پوش دلیر ہو کر اُس کے پیچھے پڑے۔ اور بہت مسلمانون کو انھون نے شہید کیا اور افسران سپاہ مین سے دولت شاہ و شیخ حسین سوچی و آدینہ بہادر نے مردانہ جنگ کر کے اور بہت سے کافرون کو قتل کر کے شربتِ شہادت پیا۔ برہان اغلن نے بہت سے گھوڑے اور ہتیار بہین چھوڑے جو دشمنون نے لے لئے۔

جب محمد آزاد چار سو سپاہ کے ساتھ سیاہ پوشون کے قلعہ کے پاس جو خالی پڑا تھا آیا وہ دشمنون کے قدمون کے نشانون پر پہاڑون مین آیا تو اُسی درے پر کہ جہان برہان اغلن شکست پا کر بھاگا تھا محمد آزاد پر اُنھون نے حملہ کیا۔ اور محاربہ عظیم ہوا۔ جس مین محمد آزاد نے داد مردانگی دی اور بہت دشمنون کو قتل کیا اور انکو شکست دیکر تمام جبیہ و اسلحہ و گھوڑے جو اُنھون نے برہان اغلن سے چھینے تے لے لئے اور سوا اس کے اور بہت

سی غنیمت و مال و اسباب اُس کو ہاتھ لگا۔ منصور و منظفر اپنے لشکر گاہ کی طرف جاتا تھا
کہ برہان اغلن اور اُس کی بھاگی ہوئی سپاہ سے ملا یہ اُنکا کھویا ہوا اسباب اُن کے سامنے
رکھا۔ ہر ایک سپاہی نے اپنا جبہ و سلاح و گھوڑا پہچان کر لے لیا اس دن سپاہ ایک درہ پر (
دکوتل) پر پہونچی جہان محمد آزاد نے برہان اغلن سے کہا کہ یہان آج قیام کرنا چاہیے مگر
اُس نے اپنی بد دلی اور نامردی کے سبب سے توقف کو منظور نہ کیا۔ حقیقت مین زمانہ
چنگیزخان سے آجتک الوس چنگیز خانی مین سے کسی نے ایسی نامردی و بودا پن نہین
ظاہر کیا جیسا کہ برہان اغلن نے۔

جب مین نے محمد آزاد کو کٹور سے روانہ کیا تھا اور ملک کی فتح سے فارغ ہو چکا
تھا تو مین نے جلال اسلام و علی سیستانی کو بھیجا کہ وہ اس درہ سے باہر جانے کی راہ تلاش
کرے اور قیام کے لئے مقامات کو صاف کرے حسب حکم وہ گئے اور بہت جگہ انہون نے
برف و یخ کو ہٹا کر راستہ میرے لئے بنایا اور وہ واپس آئے۔ مین سوار ہو کر چلا اور
سارے امرا اور سپاہ پیادہ پا چلے مین اس راہ سے منظفر و کا مگار خاوک مین پہونچا جہان
قلعے مین مینے گھوڑے چھوڑے تھے مین اٹھارہ روز تک اس مہم مین مصروف رہا اور
کافرون سے لڑتا رہا۔ اور امرا اور لشکر جو ابتک پیادہ پا لڑتے تھے اُن کو اپنے گھوڑے
یہان ملگئے۔ یہان قلعہ مین جسکو مین نے تعمیر کرایا تھا ایک جماعت کو محافظت کے لئے چھوڑا
اور مین اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ برہان اغلن و محمد آزاد اور لشکر جو اُن کے ساتھ تھا
وہ میرے لشکر سے مل گئے۔ مین نے حکم دیدیا کہ برہان اغلن جو کافرون سے بغیر لڑے
بھاگا ہے میری مجلس مین نہ آئے۔ اور مین نے اُس کی سرزنش کیواسطے کہا کہ قرآن شریف
ناطق ہے کہ اگر مسلمان بیس کارزار مین مصابرت کرین تو وہ دو سو کفار پر غالب آسکتے ہین
اس کے ساتھ دس ہزار سپاہ تھی وہ تھوڑے کفار کے آگے سے فرار ہوا اور مسلمانون
کو مہلکہ مین ڈالا محمد آزاد پاس چار سو آدمی تھے کہ اُسنے لڑکر ان بد دینون کو مغلوب کیا اور جو کچھ اسباب
وہ سپاہ اسلام کا چھین کر لیگئے تھے اُنکو واپس لیا۔ اسکو مینے سرفراز کیا اور برہان اغلن کو نظر انداز۔ اور
جس جماعت نے اپنی جلادت و مردانگی دکھائی تھی اسپر مینے نوازش بادشاہانہ کی۔

مرزا شاہرخ کا خراسان پہنچنا اور نہر ماہی گیر کا بنانا

امیر تیمور نے امیرزادہ شاہرخ کو اجازت دی کہ وہ خراسان کو روانہ ہوا اور اسکو یہ نصایح و پند کین ؎

بفتح اربری کار و دولت زبیش ۔۔۔ ز تائید حق دان نہ از سعی خویش
مکن خو بآسایش و ناز و نوش ۔۔۔ مراد از خدا دان و لیکن بکوش

وہ خود کابل کو روانہ ہوا۔ راہ کابل کوہ ہندوکش پر آیا پنج شیر سے جو پنج ہیر مشہور ہے عبور کیا چلکار باران مین آیا کہ کابل سے پانچ فرسخ ہے۔ یہان ایک مرغزار مین نزول کیا اور ایک نہر پانچ فرسخ کے طول مین تعمیر کی اور اُسکا نام جوئے ماہی گیر رکھا۔ یہان سے چل کر کابل مین آیا مرغزار دورین مین اترا یہان اطراف سے ایلچی آئے اور امیر شیخ نورالدین ایران سی خزانہ اور بہت سے تحفے لایا بعض ہمراکو امیر تیمور نے ہندوستان کو روانہ کیا اور پہر یہان سے خود چلکر قلعہ ایریاب مین آیا اور اُسکو بہت اچھی طرح تعمیر کرایا اور یہان کے امیر موسی کو سزا دی اور پرنیان کی جماعت قطاع الطریق کو قطع کیا۔

آب سندھ سے حضرت صاحبقران کا عبور کرنا

جب آغانی کے ملک کے انتظام سے امیر تیمور کو فراغت ہوئی۔ اور راہ کی حفاظت کا انتظام خوب ہوگیا تو مرزا پیر محمد کی امداد کے لئے امیر سلیمان کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور خود وہان سے مروانہ ہو کر موضع بانو مین آیا اور یہان سے ۸ ماہ محرم ۸۰۱ھ ۱۳۹۹ کو دریائے سندھ کے کنارہ پر پہونچا اور اُسی محل پر خیمے ڈیرے ڈالے جہان سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے چنگیز خان سے بہاگ کر خیمے لگائے تہے۔ چنگیز خان اُس کے پیچھے یہان آیا تہا لیکن اُس نے دریا سے عبور نہین کیا اور واپس چلا گیا۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ دریائے سندہ پر پُل بندہے تیز دست ملازمون نے دو روز کے اندر کشتی اور نے کا پل باندہ دیا۔ یہان اسکندر شاہ والی کشمیر کا ایلچی آیا اور اُس نے والی کشمیر کی عبودت اور اخلاص کا اظہار کیا اُسکو حکم ہوا کہ اسکندر شاہ مع اپنے لشکر کے دیپالپور مین ہمارے لشکر سے ملے۔ روز سہ شنبہ ۲ محرم ۸۰۱ھ کو دریائے سندہ سے امیر تیمور نے عبور

کیا اور کنار چول (دشت بے آب) جر دمین لشکر کے خیمے ڈیرے ڈالے۔ یہ چول بڑا طویل و عریض ایک بیابان ہے۔ اس کی حوالی مین آب اور آبادی کا پتہ نہین۔ کتب تاریخ مین اس چول کو چول جلالی اس سبب کہتے ہین کہ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ چنگیز خان سے بھاگ کر اسی بیابان مین خیمہ زن ہوا تھا۔ یہان امیر تیمور پاس مقدم اور رائے کوہ جود کے آئے اور انہون نے مراسم پیشکش کو ادا کیا اور شرائط مال گذاری اور خدمت گذاری کو قبول کیا۔ اس سے چند مہینے پہلے رستم طغی بو برلاس لشکر ملتان کیطرف گیا تھا۔ اور کوہ جود مین اسنے چندروز توقف کیا تھا تو انہون نے اس کے لئے علوفہ و اذوقہ کا سامان بہم پہونچایا تھا اور پسندیدہ خدمات کی تہین اس سبب امیر تیمور نے ان پہ عاطفت شاہانہ کین اور وہ خوش ہو کر اور آسودہ خاطر ہو کر اپنے اپنے گہرون کو گئے۔

شہاب الدین مبارک شاہ تمیمی کی متابعت اور بعد ازان اسکی مخالفت

شہاب الدین مبارک تمیمی حاکم ایک جزیرہ کا تہا جو دریاے جد (جہلم) کے کنارہ پر واقع تہا خدم وحشم بہت رکھتا تہا۔ اسباب و اموال بہت کچھ پاس تہا۔ اس زمانہ مین کہ حدود ملتان کیطرف پیر محمد جہانگیر کوچ کرتا تہا تو شہاب الدین نے اس کی اطاعت و بندگی اختیار کی تہی۔ اور شاہزادہ کی خدمت مین حاضر ہوا تہا اور شاہزادہ نے اسپر نوازش کی تہی اور کئی دفعہ خدمت و ملازمت کے کام بہی اس نے کئے تہے۔ مگر جب وہ اپنے گہر پہونچا تو اس کو اپنے جزیرہ کے محکم ہونے پر اور استظہار آب پر غرور ہوا کر مخالفت و سرکشی اختیار کی۔ جب حضرت صاحبقران نے چول سے گذر کر دریائے جہلم پہ نزول کیا تو اس کی مخالفت سے آگاہی ہوئی۔

روز پنجشنبہ ۱۴ محرم کو امیر شیخ نورالدین کو حکم دیا کہ اپنے تومان کو ساتھ لیکر جزیرہ کی طرف متوجہ ہو اور حسن تدبیر و زخم شمشیر و تیر سے اس سرگشتہ غرور پندار کو ہلاک کرے۔ حسب الحکم وہ روانہ ہوا جب حوالی جزیرہ مین پہونچا تو شہاب الدین نے ایک قلعہ بلند بنا لیا تہا۔ اور اس کے گرد ایک گہری خندق کہودلی تہی اور اس مین وہ متحصن ہوا تہا۔ اس محل حصین کی حوالی مین بڑا بحیرۂ آب تہا سپاہ بادشاہی نے بے توقف اس پانی مین آتش پیکار کو بہڑکایا محاربہ عظیم ہوا۔ انکو اور اطراف

سے شہاب الدین نے دس ہزار سپاہ کے ساتھ آنکر لشکر شاہی پر شبخون مارا اور ایک جنگ
عظیم ہوئی۔ امیر شیخ نورالدین نے اُسپر پیاپے حملے کئے اور دریا کے کنارہ پر شہاب الدین
کی سپاہ مین ایسا اضطراب پیدا کیا جیسا کہ ماہی بے آب کو ہوتا ہے امنین سے بہت سپاہیون
کا آب حیات آتش قہر سے باد فنا مین اُڑ گیا۔ اور لشکر شاہی کی آب تیغ نے وہ سیل بلا کو بلا
کیا کہ مخالفون کی کشتی کا گذرنا ممکن نہ تہا۔ بعض تو اس دریائے خونخوار مین گرے اور بعض
گرداب حرب سے بچکر غرقاب دریا مین پناہ گیر ہوئے۔ امیر تیمور کے خاص امیر جنکو اُس نے
بچپنے سے پالا تہا۔ جیسے کہ منصور۔ بورج چورہ اور اُس کے بہائی موقف جنگ مین نام نیک
پیدا کرنے کے لئے زخم شمشیر و تیر سے چور چور ہوئے تو تیمور خود بہت جلد جزیرہ کے حوالی مین
پہونچا۔ شہاب الدین نے جب اس شبخون مین شکست پائی تو فوراً دو سو کشتیان تیار کرائین
اور نمین خود مع اپنے متعلقین و ملازمین کے بیٹھکر دریاء جہلم مین روانہ ہوکر اوچہ کیطرف روانہ ہوا۔
امیر تیمور نے شیخ نورالدین کو فرمان بہیجا کہ مع اپنے افسر و سپاہ کے دریا کے کنارہ کنارے
شہاب الدین کے تعاقب مین جائے اُس نے یہ تعاقب بہادرانہ کیا اور سپاہ نے دلیرانہ دشمنون
پر تیر برسا کر بہت دشمنون کی جان لی اور فتح و ظفر کے ساتھ بازگشت کی امیر تیمور نے اپنے مراحم
خسروانہ کی اور اس شبخون مین جو سپاہی کہ زخمی ہوے تہے اور جنہون نے بڑی بہادری دکہائی
تہی اُنکو تشریفات فاخرہ اور انعامات وافر عنایت کئے اور امیر شیخ نورالدین کو پایہ بوسی تخت
کا اعزاز مرحمت ہوا پہر امیر تیمور نے امیر شیخ ملک کو حکم دیا کہ سپاہ لیجا کر دشمنون کو جزیرہ کی بیابان
و درختانون مین تلاش کرے اور انکو اپنے قبضۂ اختیار مین لائے۔ وہ اس حکم کے موافق لشکر دلاور
کے ساتھ بے تہاشا آب و گل مین گیا۔ اور بہت سے دشمنون کو ڈہونڈہ ڈہونڈہکر قتل کیا اور اُنکے
عورت بچون کو اسیر کیا اور بہت سی غنیمت اور بیشمار بردہ اور کشتیان غلہ سے بہری ہوئی ساتہہ
لیکر واپس آیا۔ امیر تیمور نے قلعہ و شہر کو جلا کر اور مسمار کرا کے زمین کا پیوند کیا اس مہم سے فراغت
پا کر دریائے جہلم کے کنارہ پانچ چہہ روز مین اتوار آخر ۲۱ محرم کو اسی مقام پر آیا جہان جہد (جہلم)
چناد و (چناب) آپسمین ملتے ہین یہان ایک قلعہ تہا جس کے سامنے یہ دونون دریا ملتے تہے اس مجمع البحرین
مین تلاطم امواج سے قدرت الہی نظر بصیرت مین نظر آتی تہی اس لئے وہان امیر نے مقام کیا

یہان سے عبور کرنا بغیر پل کے دشوار معلوم ہوتا تہا لشکر کو پل باندھنے کا حکم دیا اس ملک کے رئیسون نے اُس سے کہا کہ یہان پل کا بندہنا دشوار ہے ترم شیرین خان جب یہان آیا تہا تو وہ کشتیون مین اپنے لشکر کو اتار کرلے گیا تہا۔ آپ بہی اسی ترکیب سے لشکر کو اُتار کر لیجائیے امیر نے یہ سنکر رئیسون سے کہا کہ اگر پل نہ بندھ سکے گا تو اسی طرح عبور کرونگا جس طرح تم کہتے ہو۔ امیر تیمور کے حکم کیموافق کشتیان جمع کی گئین اور اُنکو زنجیرون اور رسّون سے آپسمین باندہا اور پانی مین بلیان اور شہتیر ڈالدئے اس طرح چہہ دن مین ۲۰ کو سارے لشکر نے مل کر پل بالکل تیار کر دیا اور امیر تیمور مع لشکر کے اس پُل پر دو روز مین اُتر گیا۔

تلمبا کی بربادی

جب امیر تیمور معہ لشکر اور بہیر نگاہ کے دریا سے عبور کر چکا تو وہ آگے بڑہا جب شہر تلمبا مین پہونچا تو یہان قیام کیا۔ تلمبا کا فاصلہ ملتان سے ۷۰ میل (۳۵ کروہ) ہے جسدن وہ یہان آیا ملک ورلے اور تمام سادات وعلماو شیوخ امیر کی خدمت مین حاضر ہوے ہر ایک پر اُسکی قدر ومنزلت کیموافق نوازش بادشاہانہ کی گئی۔ پہر امیر نے آگے بڑھ کر یکم صفر کو اس میدان مین خیمے ڈالے کہ قلعہ تلمبا کے آگے تہا۔ امیر کے وزیرون نے اس شہر پر دو لاکہہ روپیہ جرمانہ تجویز کیا تہا اور اُس کے وصول کرنے کے لئے محصل مقرر کئے تے مگر اس مطالبہ سے سادات اور علما معاف تے۔ اس عرصہ مین سپاہ کی کمک تازہ اور آ گئی اور وہ مور و ملخ سے زیادہ ہوگئی اس سبب سے لشکر مین کہانے پینے کی تنگی ہوئی۔ شہر مین غلہ کی فراخی تہی ابہی جرمانہ کا روپیہ شہر والون کے ذمہ کچہہ باقی تہا اس لئے امیر نے حکم دیدیا کہ اس روپیہ کے عوض مین شہر والے غلہ دیدین مگر شہر والون نے لشکر مین اناج کی تنگی کا کچہہ خیال نہ کیا اور خود اناج کی بہرتی کرنے لگے تو بہو کے تاتاری دفعۃً حملہ کر کے شہر پر ایسے جا پڑے جیسے کہ سبز کہیت پر ٹڈی دل گرتا ہی یا غلہ پر چیونٹیونکا لشکر اور بر مصداق اذا دخلوا قریۃ افسدوھا پر عمل تہا جب یہ طوفان بلند بالا ہوا اور یہ غل غپاڑہ تیمور کے کانون تک پہونچا تو اس نے سیادلون اور تواچیون کو بہیجکر شہر سے سپاہیون کو نکلوا دیا اور حکم دیا کہ جو کچہہ اسباب اور اناج لوٹا گیا ہی وہ زر جرمانہ مین مجرا دیا جائے اسی وقت تیمور کو معلوم ہوا کہ جب پیر محمد

ملتان کو سفر کرتا تھا تو حوالی تلمبا کے بعض بڑے رئیس زمینداروں نے اُسکی اطاعت کی تھی مگر جب وہ اپنے گھر گئے تو باغی و سرکش ہو گئے تو تیمور نے امیر شاہ ملک اور شیخ محمد ایکو تمور کو حکم دے دیا کہ اپنے قوشونوں کو لیجا کر اس قوم کو جس نے متابعت سے قدم باہر رکہا ہے ایسی گوشمالی کرکہ اوروں کو عبرت ہو۔ حسب الحکم یہ سپاہ ان جنگلوں میں آئی جہاں باغیوں نے پناہ لی تھی تو اس نے اتر کر دو ہزار ہندوستانیوں کو قتل کیا اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور گائے بہینسیں اور مال اسباب غنیمت میں لیکر واپس گیا۔ جب تیمور کو اس سپاہ نے غنیمت دکہائی تو اُسنے سپاہیوں میں اُسکے تقسیم ہونیکا حکم دیدیا۔ ان سرکشوں کے غارت و تباہ ہونیسے تیمور کے کلیجے میں ٹہنڈک پڑی تو وہ شہر تلمبا سے ۲ صفر کو چلا اور دریا بیاس کے کنارہ پر شاہ پور کے چال میں مقیم ہوا۔ یہاں امیر کو معلوم ہوا کہ ایک زمیندار نصرت نامی قوم کہوکہر کا (گکہر) یہاں رہتا ہے اور دو ہزار سپاہ خون آشام اُس پاس ہے اور ایک آب عظیم کے کنارہ پر حصار ہے وہ سرکشی کرنے اور لڑنے کو تیار ہے۔ تیمور نے یہاں کچہہ سپاہ چہوڑی اور نصرت پر حملہ کرنے کو خود روانہ ہوا۔

نصرت گکہری پر حملہ آوری

تیمور نے اغرق (لشکر کا بہاری اسباب) کو چہوڑا اور لشکر لیکر آب کول پر نزول کیا لشکر کا قلب و جناح درست کیا دست راست کی سپاہ کو امیر شیخ نورالدین و امیر اللہ داد کی افسری سے اور دست چپ کی سپاہ امیر شاہ ملک اور امیر شیخ محمد ایکو تیمور کی سرداری سے زینت دی اور پیش قول علی سلطان تواچی خراسانی پیادوں کو لیکر آمادہ ہوا کنار کول پر نصرت ہزار سپاہیوں کی ساتھ آیا اور لشکر تیمور کی جنگ میں مشغول ہوا۔ اس کیچڑ اور پانی بہری جگہ پر آتش پیکار برافروختہ ہوئی۔ نصرت زخمی ہوکر ایسا بہاگا کہ کہیں اُسکا پتہ نہ لگا۔ لشکر تیمور نے اُس کے اماکن و مساکن میں آگ لگائی اور اسکو لوٹ لیا۔ گلہ اور رمہ جو ہاتہ آئے اُنکو آگے رکھ لیا اور اس کول و چال و دلدل سے لشکر تیمور نے عبور کیا اور شاہ نواز میں جو ایک بڑا گانون تہا وہ فرودگاہ ہوا۔ یہاں غلہ کا انبار تہا سب لشکریوں نے جتنا چاہا اتنا اٹہا لیا پہر بہی کئی انبار باقی رہے جنکو تیمور نے حکم دیا کہ جلا دئیے جائیں۔ پہر پنجشنبہ ۱۲ صفر کو شاہ نواز سے تیمور نے کوچ کیا اور آب بیاس کے کنارہ پر جنجان کے

سامنے جہان اغرق جمع ہوا تہا فروکش ہوا اور حکم ہوا کہ دریا سے لشکر عبور کرے یہان شاہزادہ شاہرخ کا ایک معتمد ہرے ملک سے اُس کی خیر وعافیت کی خبر لایا جس سے امیر نہایت خوش ہوا۔

شاہزادہ پیر محمد کا ملتان سے آنا

یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ شہر ملتان کا محاصرہ مرزا پیر محمد جہانگیر نے کیا تہا جب اس محاصرہ پر چھہ مہینے گذر گئے تو اہل حصار بے قوت ایسے ہوئے کہ چوہے بلی بہی اُنکو کہانے کو نہ ملتا تہا مردار کہانے لگے تہے سارنگ خان والی حصار ضرورت واضطرار سے عجز وانکسار کے ساتھ حصار سے باہر آیا اور ملتان مسخر ہوگیا۔ شاہزادہ نے تیمور پاس اس فتح کی خبر بہجوا دی بعد ازان برسات ایسی بہاری ہوئی کہ شاہزادہ کی سپاہ کے تمام گہوڑے تلف ہوگئے اور لشکر شہر کے اندر آگیا اس نواح کے حکام اور سرداران ہند نے جو ہوا دار اور خدمتگار تہے جب یہ سپاہ کا حال دیکہا تو انہون نے بہی مخالفت اختیار کی اور فسادارادے کرنے لگے شاہزادہ کے سارے لشکر کو پیادہ دیکہہ کر مخالفون کو یہ جرات ہوئی کہ شہر کے دروازہ تک آنے لگے تو وہ نہایت متفکر ومتحیر تہا کہ اتفاقاً تیمور کا اس نواح مین گذر ہوا جس کی خبر سنتے سے مخالفون کے ہوش وحواس پران ہوئے۔ شاہزادہ کو دہشت وحیرت وضیق سے نجات ہوئی اور تیمور کے لشکر کی طرف ہوا روز جمعہ ۱۴ صفر کو بیاس کے کنارہ پر اُس سے آن ملا۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو گلے لگایا اور اُس کی سفارش سے بعض مجرمون کا قصور معاف کیا اور بیاس سے عبور کرکے موضع جنجان مین قیام فرمایا۔ یہان سے ملتان ۴۰ کروہ تہا۔ دو تین روز مین کچہہ لشکر کشتیون مین بیٹھ کر کچہہ تیر کر پار اترا اور کسی کو کچہہ گزند نہین پہونچا۔ جنجان مین چار روز توقف ہوا۔ یہان مرزا پیر محمد نے نے بڑی دہوم دہام سے صاحبقران کی دعوت کی اور کل اسباب وظروف زر ونقرہ جو لوٹ مین ہاتہ آئے تہے پیش کئے اہل قلم نے دو روز مین اُس کی فہرست بنائی حضرت تیمور نے اپنی سخا وعطا سے یہ ساری غنیمت امرا ووزرا وملازمین تقسیم کردی حسب قدر ہر ایک اس سے بہرہ ور ہوا۔ مرزا پیر محمد کو تیس ہزار گہوڑے عنایت کئے اس لئے کہ اُس کے گہوڑے برسات مین مرگئے تہے یہ اشعار تیمور کے حسب حال تہے۔

کفِ کریم تو بحریست در افاضتِ خود — کہ جز بساحلِ تسلیم نیست پایانش
شعاعِ تیغ تو برقیست در دیارِ عدو — کہ جز اجل نبرد قطرۂ ز بارانش

یہان سے تیمور منازل سہوال اور صوان کو طے کرتا ہوا جہوال مین پہونچا یہان انکو معلوم ہوا کہ دیبال پور کے زمیندار اور اہالی مرزا پیر محمد کے پاس گئے تھے اور اُس کے مطیع و منقاد ہوئے تھے اور اُس سے درخواست کی تھی کہ کوئی حاکم ہمارے ہان وہ مقرر کر دے۔ چنانچہ مرزا نے مسافر کابلی کو ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجکر وہان حاکم مقرر کر دیا تھا۔ مگر جب گھوڑون کے مرنے سے انھون نے مرزا کے لشکر مین ظاہر ضعف دیکھا تو فیروز شاہ کے غلامون کے ساتھ سازش کر کے مسافر کابلی کو معہ ان ہزار آدمیون کے قتل کر ڈالا ؎

مرد سرگشتہ و پریشان رائے — دست خویشش تبر زند بر پائے

جب لشکر تیموری کی خبر انکو معلوم ہوئی تو جان کے خوف سے خان ومان کو چھوڑ کر حصار بھٹنیر (بطنیر) بھاگ گئے۔ جب لشکر تیموری جہوال مین پہونچا تو تیمور نے حکم دیا کہ امیر شاہ ملک اور دولت تمور تواچی اغرق اور لشکر کو دیبال پور کی راہ سے دہلی کے نزدیک موضع سامانہ مین لیجائین مین اس لشکر سے آن ملونگا۔ خود دس ہزار سوار لیکر روز دوشنبہ ۲۴۔ ماہ صفر کو اجودن مین پہونچا۔ یہان کے بعض رئیس بھٹنیر اور دہلی بھاگ گئے مگر جماعات سادات اور علماء موجود تھین وہ تیمور کی عاطفت شاہانہ سے مشرف ہوئے۔ مولانا ناصر الدین محمد و خواجہ محمود شہاب محمد کو اس شہر کا داروغہ بنایا کہ وہ لشکر کے عبور و گذر سے یہان کے آدمیون کو کوئی زحمت نہ پہونچنے دیوین۔

فتح شہر پنڈ و قلعہ بھٹنیر

بھٹنیر کا حصن نہایت حصین تھا اور کشور ہند کے مشہور قلعون مین سے ایک تھا اور راہ سے دور تھا اُسکے داہنی طرف اور اطراف و جوانب مین چول (دشت بے آب) تھے ڈیڑہ سو کوس تک پانی نہین ملتا تھا ایک کول بزرگ تھا۔ اسمین برسات کا پانی بھرتا تھا اوسیکو سال بھر تک یہان کے لوگ پیتے تھے۔ لشکر بیگانہ یہان کبھی نہین آیا۔ بادشاہان ہند بھی کبھی اسکے معترض نہین ہوئے اور اسپر سپاہ کی چڑھا کر نہین لے گئے اب لشکر تیموری کے ہیبت و دہشت سے اہالی دیبال پور اور اجودھن اور اور مقامات

خلقت بھاگ کر یہان چلی آئی اُسکا ازدحام ایسا ہو رہا تھا کہ شہر مین وہ نہین سما سکتے تھے۔ بہت سے چارپائے اسباب اور اجناس سے بھرے ہوے جھگڑے شہر سے باہر پڑے ہوئے تھے صبح سہ شنبہ ۲۵ ماہ صفر کو امیر تیمور نے شیخ فرید شکر گنج کے فرار کی زیارت کی اور حسن عقیدت سے اُنکی استمداد باطنی طلب کی۔ یہان سے چلکر بھٹنیر کی تسخیر کا ارادہ اور اجودھن سے دس کوس چلکر خالص کوتلی سے سوار ہو کر ساری رات سفر کرکے اس جون کو ایک منزل مین طے کیا۔ قراول پہلے سے بھیجے گئے تھے۔ جنپر دشمنون نے کسی جگہ حملہ کیا مگر شکست پائی اور دو آدمی اُن کے مارے گئے۔

چہارشنبہ ۲۶ صفر کو پہر دن چڑھے بھٹنیر کے باہر صاحبقران پہونچا۔ یہان نقارہ وسورن بجا اور غلغلہ تکبیر وتہلیل بلند ہوا۔ شہر کے باہر جو کچھ مال اسباب تھا وہ سب سپاہ کے ہاتھ آیا اس شہر اور قلعہ کے والی کا نام دول چین (دول چند) تھا اس کے پاس رجپوتون کی سپاہ تھی ہندوستان مین رجپوتون ہی کی قوم سے بڑے بڑے بہادر لشکر مرتب ہوتے ہین اس نواح مین سارا اختیار اسی کو تھا آیندہ وروندہ سے وہ خراج لیتا تھا اور تجارہ کاروان اس کے سبب تعرض سے امین نہین تھے اُسکو اپنی حصانت حصار اور لشکر پر بڑا غرور تھا۔ امیر کی بندگی کا طوق گردن مین ڈالنے سے ننگ وعار تھا اس لئے اُس نے لڑنے کا ارادہ کیا اور لشکر تیموری اس طرح مرتب ہوا کہ امیر سلیمان شاہ وامیر شیخ نورالدین والہ داد نے دست راست کی طرف سے اور مرزا خلیل سلطان وشیخ محمد ایکو تمور اور امرا دست چپ کی جانب سے شہر کی تسخیر مین بے توقف مصروف ہوئے۔ پہلے ہی صدمہ وحملہ مین شہر بند کو لے لیا۔ اور بہت رجپوت قتل ہوئے شہر کی اندر بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ اسیوقت امرا، تومان وقوشونات قلعہ کے گرد آئے محاصرہ کے قصد سے انہون نے چپر باندہی اور دلیرانہ لڑائی شروع کی دول چند بھی اپنے بہادر لشکر کے ساتھ قلعہ کے دروازہ پر مقابلہ ومقاتلہ کے لئے آیا۔ مرزا شاہرخ اور امرا نے حملہ مین ایسا غلبہ حاصل کیا کہ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ دولی چند پر ایسا رعب چھایا کہ وہ عجز اضطراب کے ساتھ ساتھ شفاعت کا خواستگار ہوا۔ اور ایک سید کو حضرت تیمور کی خدمت مین بھیجکر درخواست کی کہ آج مجکو امان دیجائے۔ کل کمر بندگی باندہ کر خدمت مین حاضر ہونگا۔ تیمور کو سادات کا بڑا پاس تھا اس لئے اس سید کی درخواست کو منظور کیا اور لشکر کو لڑنے سے منع کیا اور دوچھا

سے لشکر کو ہٹا کر شہر سے باہر بلا لیا مگر دوسرے روز راے دولی چند نے اپنے عہد کو ایفا نہین کیا تو پہر امیر تیمور نے حکم دیا کہ امرا اپنے مقابل قلعہ کی دیوار تک نقب لگائین حسب الحکم امرا نے نقب لگانی شروع کی - دشمنون نے اُن کے سر پر آتش و سنگ و ناوک خدنگ کا مینہ برسایا مگر یہ دلاور اُس کو گل افشانی سمجہے راے دولی چند اور اُسکے بڑے بڑے سردارون نے یہ حال دیکہا تو اُنکے دل مین بڑی دہشت پیدا ہوئی - وہ نہایت مضطر و مضطرب ہو کر برن پر آئے و تضرع وزاری کو اپنی رستگاری کا وسیلہ بنایا اور نہایت مسکنت و بیچارگی سے عرض کیا کہ ہمکو اپنا حال معلوم ہوگیا اب ہم سچے دل سے خدمتگاری و طاعت گذاری اختیار کرتے ہین اور رحمت شاہانہ سے امیدوار ہوتے ہین کہ ہمارے گناہ وخطائین معاف کئے جائین اور جان کی امان دیجائے - امیر تیمور نے بحکم العفو زکوۃ الظفر (عفو ظفر کی زکوۃ ہے یعنی عفو سے ظفر اور زیادہ ہوتی ہے) اُس کی درخواست کو قبول کیا اسی دن سہ پہر کو دولی چند نے اپنے بیٹے کو نائب کے ہمراہ بہیجا - اس نے نذر دی بادشاہ نے اُسے خلعت دیا اور بیٹے سے کہہ دیا کہ اپنے باپ کو متنبہ کردے کہ وہ فریب و دغا سے باز رہے اور میری آزادانہ اطاعت اختیار کرے مین اُسپر رحمت شاہانہ کرونگا - اگر اس مین توقف کرے گا تو پہر وہ دیکہے گا کہ کیا سے کیا ہوتا ہے - بیٹا باپ پاس گیا اور یہ حکم سنا دیا تو راو دولی چند شیخ سعد الدین اجودہنی کے ہمراہ امیر تیمور کے خیمہ مین آیا اور نذر پیش کی اور خلعت پایا ممالک کی ایک جماعت کثیر اور خاصکر دیبال پور اور اجودہن کے باشندے لشکر تیموری کے خوف سے یہان بہاگ کر قلعہ مین جمع ہو رہے تہے امیر سلیمان شاہ اور امیر اللہ داد کو حکم تہا کہ دروازہ قلعہ پر قبضہ کرکے اُنکو گرفتار کرین انہون نے ان آدمیون کو پکڑ لیا - امیر تیمور کی خدمت مین حاضر کیا - اس نے اُن کے گروہ ہونکو اپنے امرا کو تقسیم کردیا - تین سو اسپ تازی وہ لائے تہے وہ بہی امرا مین تقسیم ہوئے - اہل دیبال پور نے مرزا پیر محمد کی سپاہ مین سے مسافر کابلی کو مع ہزار آدمیون کے قتل کیا تہا اُن مین سے پانچ سو آدمیون کو قتل کرایا اور اُن کے زن و فرزند کو لونڈی غلام بنایا اور اجودہن کے آدمی جو بہاگ کر آئے تہے اُنکو سزا نہین دی اور اُن کا مال لوٹ لیا - جب مجرمون اور گناہگارون پر یہ سیاست تیموری راو دولی چند کے بہائی کمال الدین اور اُس کے بیٹے نے دیکہی تو اُنکو ایسا توہم ہوا کہ وہ یکشنبہ

سلخ صفر کو لشکر گاہ تیموری مین راؤ دولی چند کو چھوڑ کر قلعہ کو بھاگ گئے۔ اس حرکت سے صاحبقران کا شعلۂ غضب مشتعل ہوا۔ اُس نے حکم دیا کہ راجہ قید ہو اور اُس حصار کے گرد لشکر جاتے یہان لشکر نے آنکر نقبین لگائین اور دیوار کے ڈہانے مین مشغول ہوئے اہل قلعہ کو یقین ہو گیا کہ لشکر تیمور سے لڑنا ہماری قدرت سے باہر ہے تو راؤ دولی چند کا بہائی اور بیٹا دونون قلعہ سے باہر آئے اور قلعہ کے دروازون کی کنجیان اہل تیموری کو سپرد کر دین روز دوشنبہ غرہ ربیع الاول کو امیر شیخ نور الدین اور اللہ داد مال امانی (وہ روپیہ جو امن دینے کے عوض مین لیا جاتا ہے) وصول کرنے کے لئے قلعہ کے اندر گئے۔ وہان کے رایون نے مال امان کے دینے مین حجتین نکالین ان مین اور اہل قلعہ مین لڑائی ہوئی۔ قاعدہ ہے کہ اول النار حمرة ثم مشتعل (ابتدا آگ کی چنگاری ہوتی ہے اور پہر وہ مشتعل ہوتی ہے) جب یہ خبر حضرت تیمور کو پہونچی تو اُس نے حکم دیدیا کہ سب اہل قلعہ کو قتل کر ڈالو تمام سپاہ اطراف سے کمندین اور طنابین لگا کر حصار کے کنگرون پر چڑھ گئی۔ اہل حصار جو ہندو تہے انہون نے اپنے زن و فرزند اور مال کو گہر مین بند کر کے آگ لگا دی اور قوم جو مسلمانی کا دعوے کرتی تہی اُنہون نے اپنے زن و فرزند کو گوسفند کیطرح سر برید کیا اور پہر یہ دونون ہندو و مسلمان اتفاق کر کے سپاہ تیمور سے خوب لڑے اور شیخ نور الدین پیادہ دشمنون مین گہر گیا تہا اُسکو اوزون غرید بغدادی اور فیروز سیستانی نے جا کر بچایا۔ آخر کو لشکر تیمور مظفر و منصور ہوا اور اُس نے دس ہزار ہندیون کو مار ڈالا اور گہرون مین آگ لگا دی۔ شہر و قلعہ کی بنیاد اکہیڑ ڈالی اور تمام عمارتون کو خراب و ویران کر کے زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ غنایم جو کچہہ زر و نقرہ و اسپ و اسباب کی قسم سے ہاتہہ آئے وہ سب لشکریون کو تقسیم کر دیا۔ اور زخمیون کو مراحم شاہانہ کے مراہم سے نوازش فرمائی اور اوزون فرید اور فیروز کو جنہون نے امیر شیخ نور الدین کی معاونت مین مردانہ کوشش کی تہی اور اپنی جان پر کہیل گئے تہے بہت کچہہ انعام دیا اور اُنکو والا رتبہ بنایا۔

بھٹنیر سے سرستی و فتح آباد و اہرونی کیطرف سفر

بھٹنیر کو زندون سے خالی کیا اور مردون سے بہر گیا اُس کی ہوا کو مردار لاشون کی

تعفن سے گندہ و متغیر کیا اور عمارات کو زیر و زبر کیا اور مکانون کو خاکستر بنایا امیر صاحبقران یہان سے منزل پیما ہوا اور بیچ مین تین منزلین کر کے چوتھے روز شہر سرستی مین پہونچا یہان کے باشندے بیدین تھے سور پالتے تھے اُسکا گوشت کہاتے تھے وہ سب کے سب بہاگ گئے فوج اُن کے تعاقب مین بہیجی گئی اور اُن سے لڑی اور اُنکو جہان پایا قتل کیا۔ اور جو مال و اسباب گہوڑے اُن کے پاس تہے وہ سب چہین لئے۔ یون سالم و غانم واپس آئے اس جہگڑے مین عادل فراش قتل ہوا حضرت تیمور نے سرستی مین قیام کیا۔ دوسرے روز حوالی قلعہ فتح آباد مین آیا۔ یہان کے باشندے بہی گھر چہوڑ چہوڑ سب بہاگ گئے تہے۔ ایک لشکر اُن کے بہی درپے ہوا اور اُن کے چارپائے اور ذخیرے اور علائق کو اپنے تصرف مین وہ لایا اور بہت سے سرگشتون کو دست قہر سے اُس نے ہلاک کیا۔

روز یکشنبہ ۷ ربیع الاول کو فتح آباد سے روانہ ہوکر حوالی قلعہ اہرادنی مین تیمور آیا یہان کوئی ایسا ہوشیار کاروان آدمی نہ تہا کہ وہ حضرت تیمور کا خاک بوس ہوتا۔ اس لئے بعض باشندے یہان کے قتل ہوئے بعض اسیر ہوئے غلہ یہان لشکر کو بہت ہاتھ لگا یہان کے مکانات و عمارات کو جلا کر تودہ خاکستر بنایا۔ پہر روز دوشنبہ ۸ ربیع الاول کو اہرادنی سے قریہ تو ہنہ مین آئے یہان تحقیقات کرنے سے تیمور کو معلوم ہوا کہ جٹون کی قوم مین رہتی ہین جو برائے نام مسلمان ہین اور شر و فساد و دزدی و راہ زنی مین اپنا جواب نہین رکہتین آیندہ و روندہ کی راہ اُنہون نے بند کر رکہی ہے۔

مسلمانی کے خلاف کاروانون کو طرح طرح کی اذیت دیتے ہین اور قتل کرتے ہین جب یہان لشکر تیموری آیا تو اِن جٹون نے جنگلون اور ایکہون مین جا کر گھبوے کی طرح اپنا سر چہپایا۔ توکل ہندوئے قرقرہ اور مولانا ناصر الدین عمر کو اُنکی تاخت و تاراج کے لئے ایک قوشون حوالہ ہوا۔ وہ اُن جٹون کے پیچہے گئے اور دو سو کو قتل کیا اور اُن کے چارپائے چہین لئے اور بہت سے جٹون کو قید کر کے لشکر مین لے آئے۔

جٹون سے لڑائی

امیر تیمور کی ہمت عالی اس طرف مصروف تہی کہ مفسدون کو قلع و قمع کرے اور

راہونکو امین اور مسافرون کو سلامت رکھے اس لئے سہ شنبہ کو ۹ ماہ ربیع الاول کو توہنہ سے کوچ کرکے اور اغرق کو امیر سلیمان کے ساتھ سامانہ کی طرف روانہ کرکے خود جٹون کے استیصال کے درپے ہوا بیابانون اور جنگلون مین وہ چھپے ہوئے تھے اُنپر حملہ کرکے دو ہزار قتل کئے اور اُن کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور اُن کے مال اور چارپایون کو تاراج کیا اسطرح اُن کے شر و فساد کو مٹایا جو ایک مدت مدید سے برپا کر رکھا تھا اس نواح مین ایک جماعت سادات چھپی رہتی تھی اور ایک گاؤن مین آباد تھی وہ حضرت تیمور کی خدمت مین آئی اور مرحمت خسروانہ سے مشرف ہوئی اور ایک داروغہ اُن کے گاؤن پر مقرر ہوا کہ وہ لشکر کے ہاتھ سے اُنکو کسی طرح کی گزند نہ پہونچنے دے پھر گھگر کی ندی پر قیام کیا۔ یہان وہ امیر لشکر سمیت آملے جن کو مرزا کابل سے ہندوستان کو روانہ کیا تھا۔ اور اُنکی منزلین مقرر کردی تھین جب امیر تیمور نے اُن سے سفر کا حال پوچھا تو انہون نے بیان کیا کہ جس شہر و قلعہ نے مخالفت کی اُس کو فتح کیا او لوٹ لیا پھر دوسرے روز پل کوبلہ سے گذر کر دوسری طرف اُس کے خیمے ڈالے گئے۔ یہان وہ اغرق بزرگ اور لشکر کہ دیبالپور کی راہ سے روانہ ہوا تھا مل گیا ایک دن یہان قیام رہا دو منزلون کے بعد قریہ کیتھل مین لشکر کا ورود ہوا۔ سامانہ اور کیتھل مین فصل ۱۷ کروہ کا ہے جو پانچ فرسخ شرعی اور دو میل ہوتے ہین۔

فتح دہلی کی طیاری

جب سب طرف کی فوج اکھٹی ہوگئی اور امرا اور شہزادے جمع ہوگئے تو حضرت صاحبقران (تیمور) نے لشکر کو اسطرح مرتب کیا کہ برنغار (سپاہ کا دست راست کا بازو) تو مرزا پیر محمد جہانگیر مرزا رستم۔ امیر سلیمان شاہ اور امراکو اور جرنغار (سپاہ کا دست چپ کا بازو) سلطان محمد خان مرزا خلیل سلطان۔ مرزا سلطان حسین۔ امیر جہان اور امراکو سپرد ہوا۔ اور قول (درمیان سپاہ) مین تومان سان سپر اور تومان کلان و امیر اللہ داد و علی سلطان تواچی اور باقی اور تومانات و امرا قوشونات اپنے پاس رکھے اس سارے لشکر کا پھیلاؤ بیس میل طول اور دو میل عرض مین تھا یہ سپاہ کثیر دہلی کیطرف روانہ ہوئی ۲۲۔ ربیع الاول کو اسندی کے قلعہ مین جو کیتھل سے

سات کروہ تہا منزل ہوئی یہان حالات تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ سامانہ و کیتھل و اندہی کے باشندے کافر مشرک بیدین بدکیش ہین وہ اپنے گہر مین آگ لگاکر اہل و عیال و مال کو لیکر دہلی کیطرف چلے گئے ہین اس لئے یہ ملک بالکل ویران پڑا ہے ۲۳ ربیع الاول کو تغلق پور کے قلعہ مین مقام ہوا قلعہ کے لوگ لشکر تیموری کے خوف کے مارے اپنا گہر بار چہوڑ چہاڑ ادہر اُدہر بہاگ گئے تہے یہان کے باشندے ثنویہ تہے یعنی دو خداؤن کو مانتے تہے ایک کو یزدان اور دوسرے کو اہرمن کہتے تہی اور انکو ظلمت سے تعبیر کرتے تہے خیر و نیکی کو یزدان سے شر و بدی کو اہرمن سے منسوب کرتے تہی اس حصار کے رہنے والون کو سالون کہتے تہے وہ سب بہاگ گئے تہے لشکر تیمور نے اُن کے گہرون مین اور قلعون مین آگ لگائی اور کوئی نشان اُنکا باقی نہین رکہا - ۲۴ ربیع الاول کو شہر پانی پت مین قیام ہوا وہ تغلق پور سے ۱۲ کروہ تہا یہان کے سب آدمی بادشاہ دہلی کے حکم سے فرار ہوگئے تہے یہانکے حصار مین ایک انبار گندم تہا جسمین دس ہزار من وزن بزرگ اور ایک لاکہ ساٹھ ہزار من شرعی گیہون تہا یہ کل گیہون لشکر مین تقسیم ہوا دوسرے روز چہ کوس چلکر ایک ندی کے کنارہ پر مقام ہوا - روز جمعہ ۲۶ ربیع الاول کو حکم ہوا کہ امراء برنغار و جرنغار معہ اپنے اپنے سپاہ کے جبہ (ہتیار وغیرہ) پہنین اور جنگ کے لئے آمادہ ہوکر روانہ ہون - روز شنبہ ۲۷ کو حکم جاری ہوا کہ امراء انغار موضع جہان نما کو تاخت و تاراج کرین جہان نما دہلی سے دو فرسخ (۵ میل) پر ایک خوبصورت عمارت فیروز تغلق کی بنائی ہوئی تہی وہ جمنا کے کنارہ کے قریب تہی لشکر نے حکم کی تعمیل کی کہ قریہ کانہی گزین سے جہان نما تک تاخت و تاراج کیا جو سامنے آیا اُس کو قتل کیا یا اسیر کیا - اور مظفر و منصور و غانم نذرانے واپس آئے - روز دوشنبہ ۲۹ ربیع الاول کو جمنا کے پار صاحبقران تشریف فرما ہوا - اور حصار لونی کیطرف متوجہ ہوا کہ علف زار اس طرف تہا یہ قلعہ دوآبہ مین یعنی جمنا کے اور ہنگن (ہنڈن) کے درمیان واقع ہے - میمون اس قلعہ کا حاکم تہا اُس نے لڑائی کی تیاری کی - راجپوتون نے اپنے زن و فرزند کو گہرون مین بند کرکے آگ لگادی اور لڑنے کے لئے موجود ہوئے - ظہر کی نماز کیوقت قلعہ فتح ہوگیا اور اہل قلعہ کچہہ مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے پہر ان قیدیون مین ہندو مسلمان علٰحدہ علٰحدہ کئے گئے مسلمان بچگئے ہندو قتل کے گئے - حضرت صاحبقران نے حکم دیدیا کہ سیدون شیخون عالمون کو کسیطرح کی تکلیف نہ دی جائے اور باقی سب کے گہر لوٹ لئے جائین اور قلعہ

مسمار کیا جائے جب حضرت صاحبقران کو لونی کے قلعہ کی فتح سے فراغت ہوئی تو وہ روز چہار شنبہ غرہ ربیع الآخر کو جہان نما کے مقابل جمنا کے کنارہ پر گذرہا آب کے ملاحظہ کے لئے آیا عصر کے وقت اپنے لشکر مین واپس آیا اور امرا اور شہزادون کو جمع کر کے سلطان محمود سے لڑنے کے لئے مجلس مشورہ منعقد ہوئی۔

مجلس مشاورت درباب حملۂ دہلی

اس مجلس مشاورت جنگ مین خوب مباحثے ہوئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ ہندوستان کے جنگی ہاتھیون کی نقلین بیان کی گیئن کہ وہ سوار کو گھوڑے سمیت اٹھا کر ہوا مین چکر دیتے ہین جوانمردون نے ان نقلون اور کہانیون کا جواب باصواب دیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ حصار لونی مین لشکر کے لئے اول بہت سا غلہ جمع کرنا چاہیئے پھر شہر کے محاصرہ و فتح کی تدبیر کرنی چاہیئے۔ مجلس مشاورت برخاست ہوئی۔ اور امیر جہان شاہ اور امیر سلیمان شاہ کو حکم ہوا کہ حوالی دہلی سے جتنا غلہ وہ جمع کر سکین کرین۔

حضرت صاحب قران سات سو سوار مسلح و جبہ پوش لیکر جمنا کو عبور کر کے جہان نما آیا جو حقیقت مین جہان نما تھا۔ یہان دیکھ بھال کر محل رزم و جدال اور میدان محاربہ و قتال کو سوچا کہ کہان مناسب ہوگا علی سلطان تواچی اور جنید بورلدائی قراولی کو گئے تھے۔ وہ محمد یوسف کو پکڑ کر لائے اُس سے سارا حال سلطان محمود و ملوخان کا پوچھ گچھ کر اُسکو مار ڈالا۔ اسی اثنا مین جاسوس خبر لائے کہ ملوخان چار ہزار سوار اور پانچہزار پیادے اور ۲۷ جنگی ہاتھی لیکر باغون سے نکلا ہے اور شہر کے باہر جہان نما کے قریب آیا ہے۔ صاحبقران تو جمنا سے اُتر کر لشکر مین چلا آیا اور قراولان لشکر سید خواجہ و مبشر تین سو سفید ترک سوارون سے مقابلہ مین مصروف ہوا۔ سیونجک بہادر اور الہداد دو قشون لیکر اُنکی کمک کو بھیجے گئے۔ اِس لشکر نے مخالفون پر تیرونکا مینہ ایسا برسایا کہ اول ہی صدمہ سے انہون نے شکست پائی اور دہلی کی طرف نہایت بے ترتیبی سے منتشر ہو کر بھاگے اُنمین بہت سے تلوار اور تیرون سے ہلاک ہوئے عجب اتفاق یہ ہوا کہ اس بھگڑ مین جنگی ہاتھیومین سے ایک ہاتھی جسکا نام بنگالی تھا وہ گر کر مر گیا صاحبقران نے اسکو بڑا نیک شگون سمجھا دشمنون کے تعاقب مین دہلی کی

قریب تک لشکر تیموری گیا پھر وہ صاحب قران کے خیمہ پر آیا۔ روز جمعہ ۳ ربیع الآخر کو صاحبقران جہان نما پر خیمہ زن ہوا۔ امراء جو غلہ کیلئے بھیجے گئے تھے وہ بہت سا غلہ اور غنیمت لائے۔

امراء و شاہزادون کو صاحبقران کا ہدایت کرنا لڑائی کے باب مین

اگرچہ صاحبقران کے افسر و سپاہی بڑے دلاور تجربہ کار تھے مگر ایک امیر اور سپاہی ایسا نہ تھا کہ جو اتنی دفعہ مصاف و معرکہ جنگ گاہ مین گیا ہو جتنی دفعہ وہ خود گیا تھا اُس نے امرا و شاہزادونکو جمع کیا اور اس مجمع خاص مین زبان مبارک سے قواعد نبرد آزمائی و صف شکنی و رسوم تیغ گذاری و دشمن فگنی۔ قانون حملہ آوری اور دریا و غار مین جانے کے طریقے اور تنگ ہیجا سے باہر نکلنے کی قواعد اور آداب پیکار و شرائط رزم و کارزار بڑی فصاحت و بلاغت سے یہ سب باتین بیان کین اُس نے یہ مقرر کر دیا کہ برانغار و جرانغار و ہراول و قول مین کونسے مقام پر کھڑے ہوتے ہین اور کس طرح عنان درعنان آپس مین ملتے ہین اور مخالفون کے حملون کو رد کرتے ہین سب یہ نصائح سنکر زمین بوس ہوئے اور دعا دی۔

قیدیون کا قتل ہونا

اس مجلس مین امیر جہان شاہ اور اور اُمرا تجربہ کار نے صاحب قران سے عرض کیا کہ جس روز سے ہندوستان مین داخل ہوئے ہین آجتک کم و بیش ایک لاکھ ہندی قید ہوئے ہین وہ سب ہمارے لشکر مین موجود ہین کل جو دشمنون کے لشکر نے ہمپر حملہ کیا تھا تو قیدیون کے چہرہ سے آثار بشاشت نمایان تھے اور وہ ہمکو بددعائین اور کوسنے دیتے تھے اور اُس کے منتظر تھے کہ اگر ہمارے دشمنون کی فتح سنین تو سب متفق ہو کر قید سے آزاد ہون اور ہماری بہیر بنگاہ و خیمہ گاہ کو لوٹ لین اور دشمنون سے جا ملین اور اُنکی قوت اور تعداد کو بڑھائین صاحب قران نے اہل مجلس سے ان قیدیونکے باب مین رائے پوچھی تو انھون نے یہ رائے دی کہ یہ امر بالکل قواعد جنگ کے برخلاف ہے کہ جنگ عظیم کے دن اپنے خیمہ گاہ اور بہیر بنگاہ مین یہ لاکھ بیدین دشمن اسلام قیدی آزاد چھوڑ دئے جائین صاحب قران نے یہ رائے سنکر تواچیون کو حکم دیا کہ لشکر مین منادی کر دین کہ ساری لشکر گاہ مین جس شخص

کے پاس ہندی قیدی ہون وہ اُن کو قتل کر ڈالے اور جو شخص اُن کی گردن اُڑانے مین دریغ کرے وہ بھی قتل کیا جائے اور اُسکا مال و اسباب اُس مخبر کو دیا جائے جو اِس قصور وار کی تقصیر کی اطلاع دے اِس حکم کے موافق لاکھ قیدیون کے سر اوڑائے گئے۔ مولانا ناصر الدین عمر ارباب علم مین سے ایک تھے اور انہون نے کبھی اپنے ہاتھ سے بھیڑ بھی ذبح نہین کی تھی انہون نے اپنے پندرہ قیدی اپنے ہاتھ سے مارے ان فضول قیدیون کی تعداد مین اختلاف ہے ملفوظات و ظفر نامۂ تیموری مین لاکھ اور طبقات اکبری مین پچاس ہزار لکھی ہے تعداد اکثر تاریخون مین پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے اکثر تاریخون مین لکھا ہے کہ پندرہ برس کی عمر سے بڑے قیدی قتل کرنے کا حکم تھا جب یہ خون ہو چکا تو دس نفر مین سے ایک نفر کو حکم تھا کہ وہ لشکرگاہ مین توقف کرے اور ہندیون کے زن و فرزند دستورکو، جو غنیمت مین ہاتھ لگے ہین حفاظت کرے اور باقی سب لڑنے چلین ظہر کی نماز کے وقت لشکر کے کوچ کا نقارہ بجا اور وہ وہان پہونچا جہان جمنا سے عبور کا مقام مقرر ہوا تھا۔ نجومیون اور اختر شناسون کی جماعت جو لشکر کے ہمراہ تھی اُس نے اپنی کتابون کو دیکھکر کہا کہ اوضاع فلکی کا اقتضاء یہ ہے کہ چلنے مین توقف ہو۔ لیکن حضرت صاحبقران کا یہ اعتقاد تھا کہ اہل التنزیہ والتقدیس لایومنون بالتثلیث والتدلیس۔

زسعد و نحس کواکب امان تو رحمت و رنج	کہ غرقہ اند ہمہ ہم چو ماورین دریا

نجومیون کی بات کا بھلا صاحب قران کو کیا اعتماد تھا اُسکو تو اپنے بازوؤن کی قوت پر بھروسہ تھا وہ یہ نہین چاہتا تھا کہ جنگ مین تاخیر ہو اِس لئے جب صبح ہوئی نماز و وظائف و اوراد سے فراغت ہوئی تو قران مین فال دیکھی تو سورہ نحل مین یہ آیت نکلی جس کے معنی یہ ہین کہ کافر و مومن کے حال کی مثال یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک غلام زرخرید عاجز ہو کہ کسی چیز پر قادر نہ ہو اور ایک آزاد مرد ہو کہ خدا تعالی کے فضل سے رزق فراخ سے بہرہ تمام رکھتا ہو اور اُس کو پنہان و آشکارا نفقہ کرتا ہو تو یہ دونون ہرگز ایک دوسرے کی برابر نہین ہوسکتے۔ یہ فال نہایت مناسب حال تھی اس فال قران پر صاحب قران نے اعتماد کرکے روز یکشنبہ ۵۔ ماہ ربیع الثانی کو جمنا کے کنارہ سے سوار ہو کر دریا سے پار لشکر کا خیمہ لگایا۔ سب لشکریون نے ملکر دو پہر مین احتیاطاً خندق اس پشتہ کے قریب جس کو بہالی کہتے تھے کھودی اور درختون کی شاخون اور چپرون سے حصار بنا لیا۔

لشکر تیمور نے لوگون کی زبانی سنا تہا کہ ہاتہیون کی جلد مین ایسی صلابت ہوتی ہی کہ تیر و شمشیر ان پر کارگر نہین ہوتے اور قوت انمین ایسی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے درختون کو ایک حملہ مین جڑ سے اکہیڑ کر پہینک دیتے ہین اور اپنے پہلو کے اشارے سی بڑے بڑے مکانات کو گرا دیتے ہین اور کارزار کے وقت اپنی خرطوم ثعبان کردار سے گہوڑے کو مع سوار کے زمین سے اٹہا لیتے ہین اور ہوا مین ڈال دیتے ہین ان مبالغون سے باقتضاء طبع بشری بعض لشکریون کے دل مین دغدغہ تہا۔ جب صاحبقران اشراف واعیان کے لئے مقامات تعین کرنے لگا تو اپنی شفقت و مرحمت سے ارباب علم و کمال سے جو ہمرکاب تہے پوچہا کہ آپ کس مکان مین رہین گے انہون نے کلمات دہشت آمیز سنے تہے اُن پر دہشت طاری تہی فوراً جواب دیا کہ اس مکان مین رہین گے جس مین عورات اور خزائن رہین گے۔ اس جماعت کے اطمینان خاطر کے لئے صاحبقران نے حکم دیا کہ چرون کا ایک حصار بنایا جائے اور اُس کے گرد خندق بنائی جائے اور خندق کے اندر بہینسون کی گردنین اُنکی ٹانگون سے تسمون سے باندہ کر کہڑے کئے جائین اور لوہے کے خسک (تکہو کہٹے خار) بنائے جائین اور وہ پیادون پاس رہین جو وقت ہاتہی حملہ آور ہون تو وہ راہ مین پہینک دئے جائین۔ مگر ہاتہیون کے حملہ کرنے کی یہانتک نوبت ہی نہین پہونچی کہ یہ کانٹے کام مین آتے۔ شہاب الدین جامی نے اس حال کی نسبت یہ شعر کہے ہین

نظم

پس انگہ بسے گاؤمیشان نر	بہ زنجیر بستند پایک دگر
کہ در پیش خندق فصیلے بود	وزان ہر یکے منع فیلے بود
چرا باید از پیل کردن حذر	کہ او چار پائست چون گاؤ وخر

صاحبقران کا سلطان محمود سے لڑنا اور فتح پانا

روز سہ شنبہ ۷ ربیع الثانی کو حسب الحکم صاحب قران اسطرح ترتیب سپاہ ہوئی کہ برنغار مین شاہزادہ پیر محمد جہانگیر و امیر یادگار برلاس و امیر سلیمان شاہ و امیر مضراب قماری و تمور خواجہ آقبوغا و دراور تومین اور جرنغار مین مرزا سلطان حسین و شاہزادہ خلیل سلطان و امیر جہان شاہ و شیخ ارسلان

اور امرا و ہراول میں مرزا رستم و امیر شیخ نور الدین و امیر شاہ ملک و اللہ داد اور کل امرا اور قلب میں خود صاحب قراں (والقلب مستقر سلطان الروح) جب یہ صف بندی ہو چکی تو صاحب قران نے ہراول کو آگے بڑھنے کا حکم دیا کہ دشمنوں کی خبر جا کر لائے۔ اس سپاہ نے دشمنوں کا ایک آدمی گرفتار کیا اور اُس کو صاحب قراں کے روبرو لائے تو اُس شخص کی زبانی یہ حال معلوم ہوا کہ سلطان محمود نے جنگ کے لئے لشکر کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ قلب (مرکز) میں رایت سلطان محمود و ملو خاں ہوگا و میسرہ کا اہتمام طغی خاں و پیر علی کو اور میمنہ کا اہتمام میر معین الدین و ملک ہادی کو دیا گیا ہے۔ اُس پاس دس ہزار سوار مکمل اور چالیس ہزار پیادے جنگی اور ۱۲۵ ہاتھی جو سلاح و تجمل سے آراستہ ہیں اور ان کے دانتوں میں زہر دار کٹاریں استوار لگی ہوئی ہیں اور ان میں سے اکثر کی پشت پر ہودہ لگا ہوا ہے اور اس میں ناوک انداز و آتش باز چرخ انداز بیٹھے ہوئے ہیں تخش دار رعد انداز کھڑے ہوئے ہیں۔ جب یہ دونوں لشکر قریب آئے تو صاحبقراں سوار ہو کر پشتہ بھالے کی بلندی پر چڑھ گیا اور اطراف و جوانب کے اوضاع کا ملاحظہ کرنے لگا جب اُس نے دیکھا کہ اب لشکروں میں لڑائی ہونے کو ہے تو موافق اپنی عادت کے پیادہ ہوا۔ اور اخلاص و نیاز سے بادشاہ بے نیاز کی درگاہ میں تکبیر کہکر نماز پڑھنے لگا اور خاک پر ماتھے کو رگڑ رگڑ کر گریہ وزاری کرنے لگا کہ اے خدا مجھے اصلا اپنی سعی و کوشش و کثرت اعوان و انصار جلادت کیش پر بھروسا نہیں ہے ؎

ندارم غرورے بگنج و سپاہ	ترا در ہمہ کار دانم پناہ
کرم کردۂ بارہا بارہی	درین بار ہم لطف کن آگہی
بجز تو ندارم امیدے بکس	کس بے کسانی بفریاد رس

اس نماز و مناجات کے بعد سجدہ سے سر اُٹھا کر لشکر کو لڑانا شروع کیا۔ ہر چند ہندوستان کی سپاہ نے بقدر اپنی تاب و تواں کے بہادری کی مگر پشہ ضعیف تند باد سے اور آہو ناتواں شیر ژیاں سے کیا لڑ سکتا ہے۔ آخر کو ہزیمت پائی۔ تاتاریوں کے تیروں کی بوچھار نے ہاتھیوں کو نہ ٹھیرنے دیا۔ تیر و شمشیر سے اُن کی سونڈوں کو زخمی کیا اور فیلبانوں کو قتل۔ سلطان محمود اور ملو خاں بھاگ کر شہر کے اندر گھسے اور دروازہ بند کر لیا

جب یہ فتح نمایاں ہوئی تو دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت صاحب قران دہلی کے دروازہ پر آیا اور اُس کو دیکھ بھال حوض خاص پر فرودکش ہوا۔ یہ حوض ایک چھوٹا دریا تھا برسات میں اس میں پانی بھر جاتا تھا اسی کو سارا شہر پیتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اسے بنایا تھا اور اسکے کنارہ پر اسکی قبر ہے یہاں سب شاہزادے اور امرا و ارکان دولت صاحبقران کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس فتح کی مبارکبادوی۔ لڑائی میں جن جوانمردوں نے بہادری دکھائی تھی انپر تحسین و آفرین ہوئی۔ یہ حال دیکھ کر صاحب قران کو یہ خیال کہ خدا تعالے نے کس کثرت سے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس سے اُسکو رقت آئی او بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ اُسی وقت باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُسکو ایسے فرزند کامگار و اعوان و انصار خدمت گذار عطا کئے ہیں اور اتنی فتوحات عطا کیں اور ان سب شجاعوں کو دعا دی۔

سلطان محمود و ملو خاں کا بھاگنا اُنکے پیچھے سپاہ کا جانا دہلی کا فتح ہونا

سلطان محمود اور ملو خاں شکست پاکر خستہ خاطر جہان پناہ کے قلعہ میں گئے تھے اور اپنے کئے سے نہایت پشیمان تھے۔ ۷۔ ربیع الآخر کو آدھی رات کو دونوں بھاگ کر بیابان و کوہ کو چلے گئے بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ایک گجرات کو گیا دوسرا برن کو۔ صاحبقران کو جب یہ خبر ہوئی تو اُسنے تعاقب میں سپاہ بھیجی وہ تو نہ ہاتھ آئے مگر ملو خاں کے دو بیٹے خداداد و سیف الدین عرف ملک شرف الدین گرفتار ہوکر صاحب قران پاس آئے۔ اُسی رات کو فوج کو حکم ہوا کہ سارے شہر کے دروازوں پر پہرہ چوکی رہے کہ کوئی شہر کا آدمی باہر نکل کر نہ بھاگ جائے۔ صاحبقران نے عیدگاہ میں بارگاہ لگایا اور جشن کیا۔ کل سادات و قضات و اکابر و اشراف دہلی اس دربار میں بساط بوس ہوئے۔ فضل اللہ بلخی جو ملو خاں کا نائب تھا مع اہل دیوان دہلی حاضر ہوا۔ اس سادات و علماء و مشائخ نے شاہزادوں و سپہ سالاروں کے توسل سے امان چاہی اور اُسکی سفارش مرزا پیر محمد و امیر سلیمان شاہ نے کی صاحبقران نے مراحم شاہانہ سے انکی درخواست کو منظور کیا اور اہل دہلی کو امان دی۔ رسم معہود کے موافق توغ (علم) دروازہ پر قائم ہوا اور نقاروں نے فتح و ظفر کا آوازہ بلند کیا۔ شعرا نے اشعار پڑھے اُن میں سے صاحبقران نے ان اشعار تاریخ میں سے اول شعر یاد کیا۔

چہارشنبہ ہشتم مہِ ربیعِ دوم — گرفت خسرو صاحب قران دہلی را
زفتح شاہ کہ مجموع بشمری تاریخ — شود معین و خورشید بو وجدی آرا
تو باز گونگی کار ہند واں بنگر — زشد تے کہ بایشاں رسید سال وغا
زفتح شاہ ورخاہر یکیست ہست صدویک — خود ایں نہفتہ نماند زرائے اہلِ ذکا
زآب باری نصرت بباغ دولت شاہ — بسال خار گل فتح ہند شد یو یا

صاحقراں نے آدمی بہجکراں ہاتھیوں کو منگوایا جو سلطان محمود چھوڑ گیا تھا وہ ۱۲۰ تھے جو سب طرح سے آرستہ تھے وہ اور کئی گرگدن (گینڈے) صاحبقراں کے روبرو آئے۔ فیلبانوں نے جب ان ہاتھیوں کے تماشے دکھائے تو صاحبقراں نہایت خوش ہوا۔ فیلبانوں کے اشارہ سے ہر ہاتھی سر کو زمین پر رکھتا اور ایک آواز لگاتا۔ ان کے سامنے جو چیز رکھی جاتی اُسے وہ اٹھا کر فیلبان کو دیدیتے یا اپنے منہ میں رکھ لیتے۔ جب ان قوی ہیکل جانوروں کے تماشے صاحب قراں نے دیکھے کہ وہ انسان ضعیف البنیان کا ایسا مطیع ہے کہ اس کے اشاروں پر کام کرتا ہے تو نہایت تعجب ہوا۔ اور اُس نے یہ حکم دیا کہ سمرقند کو پانچ۔ تبریز کو دو اور آذر بائیجان و شروان کو ایک ایک ہرات کو پانچ بھیجے جائیں تاکہ وہاں کے شاہزادے اور امرا، ان کو دیکھ کر مسرور ہوں۔

جب جمعہ ہوا تو صاحب قران نے مولانا ناصر الدین عمر کو اور بعض او علما، بزرگ کو روانہ کیا کہ وہ دہلی کی جامع مسجد میں اُس کے نام کا خطبہ پڑہیں۔ چنانچہ یہ خطبہ پڑہا گیا اور خطیب کو انعام ملا۔ اور فیروز شاہ کے عہد میں جو یہ قاعدہ مقرر ہوا تھا کہ پہلے بادشاہوں کے نام کا خطبہ پڑہا جاتا تہا وہ موقوف ہوا۔ صاحبقران کے فرمان کے موافق تنکچیاں دیوان شہر میں جاکر مال امانی مقرر کرنے لگے اور محصل اس کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ سید و علما و مشائخ اس محصول کے مطالبہ سے معاف کئے گئے۔

اب روز رزم گذر گیا شبستانِ بزم کی تیاریاں ہوئیں۔ دشمنوں کی شکست کے بعد دوستوں کو عشرت ضرور ہے۔ حضرت صاحبقران نے بزم عیش و سرور منعقد کی اور ساقیان سیم تن نے جام زریں میں شراب ارغوانی بھری اور مطربان لالہ عذار نے یہ ندا دی ؎

خیز در کاسۂ زر آب طربناک انداز	پیش از انکہ شود کاسۂ سر خاک انداز

اور اس بزم دلکشا میں شاہزادوں اور امرا اعیان دولت اور نوئیان سلطنت کو عطار بادشاہانہ سے مالا مال اور بلند پایہ و سرفراز کیا۔ پانچ روز تک یہ خوش الحان رامش گروں نے ساز طرب سے ترانے دل نواز گائے۔

دہلی کی تباہی

مورخوں نے اپنی تاریخوں میں دہلی کی تباہی کی مختلف داستانیں لکھی ہیں مگر ہم خود امیر تیمور کی تحریر سے اور ظفر نامہ سے بالکل سچا حال نقل کرتے ہیں۔ روز پنجشنبہ ۱۶۔ ربیع الثانی ا۸۰۱ھ کو ایسے اسباب جمع ہوگئے کہ صاحبقران کی سپاہ بہت سی شہر کے اندر داخل ہوگئی۔ ان اسباب کی تفصیل یہ ہے اول شہر کے دروازوں پر حفاظت کے واسطے جو سپاہ ہیبت ناک ترکوں کی متعین تھی وہ ایک دروازہ پر جمع ہوگئی۔ اسکو یہ شہر ایسا ہاتھ لگا جیسے کہ شکاری درندوں کو بھیڑوں و ہرنوں کا گلہ یا عقاب کو بیچاری چڑیاں اُنہوں نے مال اسباب پر اپنی دست درازی سے اہل شہر کا دم ناک میں کردیا۔
دوم جب امیر تیمور کو اُس وقت کہ عیش و طرب میں مصروف تھا اس امر کی خبر ہوئی تو اس نے امیروں کو حکم دیا کہ وہ ان ترکوں کو اس حرکت سے باز رکھیں تو ان امیروں کے ساتھ شہر میں اور سپاہ داخل ہوئی
سوم جہاں ملک آغا اور خواتین نے امیر تیمور سے اجازت لی کہ قصر ہزار ستون کی سیر کو جائیں جسکو جونا نے جہاں پناہ میں بنایا تھا اُن کی جلو میں سپاہ کا ہونا ضرور تھا وہ بھی شہر میں داخل ہوئی۔
چہارم جلال الاسلام اور امرا دیوان اعلےٰ اور اہل قلم سپاہ کو ساتھ لیکر دہلی میں مال امانی کی تحصیل و تشخیص کے لئے گئے تھے۔
پنجم کئی ہزار سپاہی چٹھیاں لے کر شہر میں اناج۔ تیل۔ آٹا۔ شکر خریدنے گئے تھے۔
ششم امیر تیمور کو یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ اس ملک کے چاروں طرف کے ہندی مع اپنے زن و فرزند و بیش قیمت مال و اسباب کے دہلی میں جمع ہوئے ہیں۔ اسلئے امیر تیمور نے امراء کو مع اُن کی پلٹنوں کے شہر کے اندر بھیجا کہ انکی داد و فریاد کچھ نہ سنیں اور سب کو گرفتار و اسیر کرکے میرے روبرو لائیں۔ غرض ان سببوں سے شہر میں ترکی سپاہ کی کثرت ہوگئی تھی جب شہر میں اِن

سپاہیوں نے ہندیوں کو گرفتار کرنا شروع کیا تو وہ تلوار ہاتھ میں لیکر لڑنے کو تیار ہو گئے - عورتوں بچوں کو گھروں میں بند کر کے جلا دیا اور پھر خوب جان لڑا کر لڑے - یوں ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا سیری و جہاں پناہ و دہلی میں سب جگہ ایک آگ لگ رہی تھی - امیروں نے شہر کے دروازے اس لئے بند کر دئے تھے کہ باہر کا لشکر نہ چلا آئے - لیکن جمعرات کے دن اور شب جمعہ کو شہر میں پندرہ ہزار سپاہ موجود تھی جو قتل و غارت و قید و آتش زنی کے سوا کوئی اور کام نہیں کرتی تھی - جمعہ کے دن تو سارا لشکر شہر میں گھس کر لوٹ پر پل گیا - جس کو کوئی خیال سوا قتل و غارت و قید کرنے اور آتش زنی کے کچھ اور نہ تھا - جمعہ کے دن لوٹ عام تھی - جہاں پناہ و سیری کے اکثر محلے بالکل غارت ہو گئے - روز شنبہ ۱۷ - کو بھی یہی حال رہا - لوٹ کا حال یہ تھا کہ لشکر میں سے ہر نفر ڈیڑھ سو آدمیوں سے کچھ کم و بیش مرد و زن و کودک کو گرفتار کر کے باہر نہ لایا تھا اور بہت سے ادنےٰ آدمی پاس بھی بیس نفر سے کچھ زیادہ ہی بردے موجود ہونگے - اور غنائم و فتوحات میں طرح طرح کے جواہر - موتی خصوصاً یاقوت و الماس اور اقمشہ و نفائس گوناگوں و سونے چاندی کے برتن و نقدیاں بے حد و طلائی اشرفیاں وغیرہ بہت تھیں - قید میں جو عورتیں آئی تھیں ان کے ہاتھ پانوں سونے چاندی کے کنگنوں اور پازیبوں سے اور ان کی انگلیاں بیش قیمت انگوٹھیوں چھلوں سے لدی ہوئی تھیں - سید و علماء و شیخ تو اس غارت سے بچے ہوئے تھے باقی سب اس بلا میں مبتلا تھے - اتوار کے دن امیر تیمور کو خبر ہوئی کہ پرانی دلی کی جامع مسجد میں بہت سے ہندی بھاگ کر جمع ہو گئے ہیں اور ہتیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر چلے گئے ہیں اور اس کو اپنا مامن بنانا چاہتے ہیں اور بعض آدمی اُس کے جو ادہر کام کو گئے تھے ان کو زخمی بھی انہوں نے کیا ہے - تو اُس نے امیر شاہ ملک اور علی سلطان تواچی کو پانچسو آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ خدا کے گھر کو ان ناپاک بے دینوں سے پاک صاف کرے - اس حکم کے موافق اُنہوں نے جا کر ان سب کو مار ڈالا اور پرانی دہلی کو لوٹ لیا - امیر تیمور نے حکم دیا کہ جو قیدی گرفتار ہو کر باہر آئے ہیں ان میں سے ارباب صناعت و اہل حرفہ جدا کئے جائیں اور بعض ان میں سے شاہزادوں اور آقاؤں و امرا کو جو یہاں موجود ہیں یا اور ملکوں میں میری خدمت کر رہے ہیں تقسیم کئے جائیں

اور چونکہ میرا ارادہ ہے کہ دار السلطنت ثمرقند میں ایک مسجد بناؤں اسلئے سنگ تراشوں اور معماروں کو خاص میری خدمت کے لئے جدا رکھیں۔

امیر تیمور لکھتا ہے کہ میری مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے تینوں شہر۔ سیری جہاں پناہ۔ پرانی دہلی غارت وتباہ ہوئے ہیں۔ اس خطہ میں میرے نام کا خطبہ بھی جو امن و امان وحفاظت کا کفیل تھا پڑھا گیا۔ میری عین تمنا یہ تھی کہ اس شہر پر کوئی بلا نہ نازل ہو مگر اُس کے برخلاف ارادت ازلی یہ تھی کہ شہر غارت وتباہ ہو اسلئے ایک گروہ کے دل میں یہ آیا کہ اُس نے میرے لشکر پر دست درازی کی اور اپنے پانوں میں آپ کلہاڑی ماری ؎

دانی کہ حساب کار چونست	سر رشتہ ز دست ما برونست
چوں کار باختیار ما نیست	بہ گردن کار کار ما نیست

واللہ عاقبت الامور۔ جب امیر تیمور کے دل میں آیا کہ دلی میں امن ہو تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں آیا۔ اس نے سب جگہ سیر کر کے ان تینوں شہروں کی وضع یہ بیان کی ہے کہ سیری ایک مدور شہر ہے اور اس میں اینٹ پتھر کے قلعے بہت مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ سیری سے بڑی پرانی دلی ہے اور اسمیں اور زیادہ مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے۔ ان دونوں شہروں کے قلعونمیں بہت فاصلہ ہے اور ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ تک ایک فصیل گچ اور پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ آبادی شہر کے وسط میں جہاں پناہ ہے۔ ان تینوں شہرونکے قلعونکے تیس دروازے ہیں جہاں پناہ کے تیرہ دروازے۔ سیری کے سات اور پرانی دلی کے دس۔ امیر تیمور شہروں کی سیر سے سیر ہو کر مسجد جامع میں تشریف فرما ہوا۔ وہاں سید و علما و فقہا و مشائخ اور بزرگ مسلمان جن کی حفاظت اس کے حکم سے ہوئی تھی وہ اُس کو فتح کی مبارکباد دینے آئے۔ انسے امیر بہ تواضع و تعظیم پیش آیا اور انکی جان و مال کی حفاظت کے واسطے خواہ وہ کہیں ہوں ایک افسر مقرر کیا۔

اب یہ امر غور طلب ہے کہ دلی پر جو آفت اور مصیبت آئی اُسکو امیر تیمور کی سفاکی و بیرحمی سے منسوب کریں یا اس کی ترک و تاتار کی سپاہ خونخوار کی خودسری سے۔ کل مقدمات کے مرتب کرنے سے صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ کام جیسا کہ اُسنے خود بیان کیا ہے اسکی مرضی کے برخلاف ہوا ہے۔ اسکی سپاہ کی خودسری سے یہ کام ہوا جسکا روکنا خود امیر تیمور کے اختیار سے باہر تھا

جب فوج لوٹتے لوٹتے اور مارتے مارتے تھک گئی اور لوٹنے کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو امن امان ہو گیا۔ یہ کہنا کہ اہل دہلی اسلئے قتل و غارت ہوئے کہ انہوں نے امیر تیمور کے آدمیوں کو قتل کیا تھا فقط سپاہ تیموری نے غارت اور قتل کے لئے بہانہ بنا لیا تھا۔ مگر اہل دہلی کی عادت ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر ایسی حماقت کیا کرتے ہیں کہ جس سے ان کے سر پر اپنے ہاتھوں سے آفت آتی ہے تاریخ میں کئی ایسے واقعات لکھے گئے ہیں۔

امیر تیمور کا ہندوستان میں اور جگہ غزا کی نیت سے جانا اور دہلی سے نہضت کرنا

امیر تیمور لکھتا ہے کہ میں نے دہلی میں پندرہ روز سیادت و اقبال کے ساتھ توقف کیا اور اسمیں جشن شاہانہ اور دربار خسروانہ کرتا رہا۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ میں ہندوستان میں جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں اور خدا تعالےٰ کی عنایت سے مجھے سب مہموں میں فتح اور سب جگہ دشمنوں پر ظفر حاصل ہوئی ہے کئی لاکھ کافروں اور بت پرستوں کو قتل کر چکا ہوں۔ حسام اسلام کو خون کفار سے سرخ کیا۔ سب پر فائق یہ فتح عظیم حاصل ہوئی ہے اسلئے مجھے آرام سے نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ ہندوستان میں اور جہاد کرنے چاہئیں۔ یہ سوچکر وہ ۲۲۔ ربیع الآخر ا۸ شہ روز چہار شنبہ کو پہر دن چڑھے جہاں پناہ سے تین کروہ چلکر فیروز آباد میں آیا۔ اور کچھ دیر تک یہاں کے منزہات کو نظر احتیاط سے دیکھتا رہا اور پھر مسجد فیروز آباد میں آیا اور یگانہ بے نیاز کی درگاہ میں دوگانہ شکر و سپاس ادا کیا۔ دروازہ فیروز آباد سے نکلا ہی تھا کہ سید شمس الدین ترمذی اور علاء الدین شیخ کوکری جو اُسکے لشکر سے لاہور اور کوپلہ (ہردوار) گئے تھے اُسکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہادر نہار حاکم ہردوار نے جو دو طوطے سفید بھیجے تھے وہ پیش ہوئے۔ یہ دونوں طوطے تغلق شاہ کے عہد کے تھے اور ہمیشہ بادشاہوں کی مجلسوں میں شیریں گفتاری کیا کرتے تھے۔ اس تحفہ گرامی سے نہایت خوش ہوا۔ اُسنے حکم دیدیا کہ ہر روز پنجرے میں ان طوطوں کو لایا کریں کہ میں ان کی میٹھی بولیاں سنا کروں۔ اب آگے منزل بمنزل چلکر وہ موضع اسار میں پہنچا۔

قلعہ میرٹھ کی فتح

یہاں امیر تیمور نے سنا کہ میرٹھ میں ایک قلعہ نہایت استوار ہے اور الیاس افغان اور اسکا بیٹا مولا احمد تہانیسری وہاں حاکم ہے اور صفی ایک گبر ہے جو بہت سے گبروں کو ساتھ لیکر قلعہ میں اس کی مدد کو گیا ہے اس کے پاس ہتھیار اور سامان جنگ بہت ہے۔ یہ سب سن کر امیر تیمور نے شاہزادہ رستم و امیر طغی خاں بوغا۔ امیر شاہ ملک اور امیر اللہ داد کو قلعہ میرٹھ کی فتح کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر اہل قلعہ اطاعت اختیار کریں تو ان کی شرائط کو قبول کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اطلاع دیں۔ ان افسروں نے ۲۶۔ ربیع الثانی کو کوچ کیا اور میرٹھ میں پہونچکر امیر تیمور کا پیغام اہل قلعہ پاس بھیجا کہ وہ اپنی جان و مال و آبرو کو صاحب قران کی حفاظت میں حوالہ کریں۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہمارے قلعہ پر بادشاہ ترمشیریں خاں بے شمار سپاہ لیکر حملہ آور ہوا تو وہ اس کو نہ لے سکا اور حیران ہوکر چلا گیا۔ اس جواب سے صاحب قراں کو اطلاع ہوئی تو اُس کو ترمشیریں خاں کی نسبت جو اہل قلعہ نے گستاخانہ کلام کیا تھا وہ نہایت ناگوار گذرا اور غصہ میں وہ بھر آیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر حکم دیا کہ میرٹھ کے لئے لشکر تیار ہو ۲۸۔ ربیع الثانی کو ظہر کی نماز کے بعد دس ہزار سواروں کو لیکر روانہ ہوا اور ایک رات سڑک پر قیام کرکے دوسرے روز ۲۹۔ کو قلعہ میرٹھ پر جا پہنچا اور اسی وقت حکم دیا کہ قوشونات کے امرا میں سے ہر یک نقب لگائے۔ اس حکم سے رات کو ہر برج و بارہ کے آگے دس پندرہ گز نقب تیار ہوگئی۔ اہل قلعہ یہ حال دیکھکر سہم گئے۔ امیر اللہ داد نے قلعہ کے دروازہ پر حملہ کیا اور تکبیر اور تہلیل کا آوازہ بلند کیا اور ایک نوکر ہیرا بہادر پسر قلندر قلعہ کے کنگرہ میں کمند ڈال کر سب سے پہلے چڑھ گیا۔ ہیرا اور بہادر اسکے پیچھے چڑھے اور الیاس افغان اور اس کا بیٹا خاصے لڑے مگر آخر کو رستم برلاس نے اسکی گردن میں رسی ڈال کر امیر تیمور کے سامنے پیش کیا۔ اور صفی اس لڑائی میں مارا گیا۔ بعد اس فتح کے اہل قلعہ قتل ہوئے اور قلعہ مسمار ہوکر خاک کی طرح زمین کی برابر ہوا۔ امیر تیمور کو اس فتح سے اس سبب سے زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ ترمشیریں خاں جس قلعہ کو بہت سپاہ سے نہیں فتح کرسکا اُسکو تھوڑی سپاہ سے ایک ہی دفعہ میں اُس نے فتح کرلیا۔ اُسنے کہا کہ جو کام اسکے لئے مشکل تھا وہ میرے لئے خدا نے سہل کردیا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ امیر تیمور کے پیغام کا جواب اہل قلعہ نے یہ لکھا کہ ترمشیریں خاں جب اس قلعہ کو نہیں فتح کرسکا

تو اور کوئی کیا فتح کریگا - امیر تیمور نے حکم دیا کہ اہل قلعہ کو ایک تہدید نامہ لکھا جائے - منشی نے اس نامہ میں یہ بھی لکھدیا کہ ترمشیرین خاں کو ہم سے کیا نسبت ہی - جب منشی نے یہ نامہ پڑھا تو وہ اس عبارت کو سنکر مکدر ہوا اور کہنے لگا کہ ترمشیرین خاں ہم سے لایق و فائق ہے اور جمیع امور میں رجحان اس کا ہم پر محقق ہے - اس کہنے سے اسکا حسن اخلاق بڑا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے بزرگوں کی بزرگی مانتا تھا -

دریاء گنگ پر ہندوؤں سے لڑائیاں

قلعہ میرٹھ کا قصہ فتح پر تمام ہوا تو صاحب قران نے غرہ جمادی الاول ۸۰۱ھ کو حکم دیا کہ امیر جہاں شاہ لشکر جرار کو لیکر جمنا کے اوپر اوپر تاخت و تاراج کے لئے جائے اور اغرق امیر شیخ نور الدین کے سپرد کیا جائے کہ وہ آب قراسو (جسکا ترجمہ سیاہ ندی ہے اس سے مراد ندی کالی نی ہے) پر سفر کرے اور خود وہ دریائے گنگ کی طرف جو میرٹھ سے ۱۴ کروہ تھا روانہ ہوا - ۲۰ کو فیروز پور میں پہنچا مگر دریا کو ایسا پایاب نہ پایا کہ اسکے سب آدمی آسانی سے عبور کرنے - بعض سوار تیر کر اُتر گئے - جب صاحب قران نے پار جانے کا ارادہ اسی طرح کیا تو امرا نے دست بستہ عرض کی آج حضور یہاں توقف فرمائیں کل وہاں سے دریا کو عبور کریں جہانسے فیروز پور کے قریب مرزا پیر محمد کا لشکر اترا ہے - امیر نے اِسے منظور کر لیا اور دوسرے روز دریا کو عبور کرکے تغلق پور کی طرف کوچ کیا - اثناء راہ میں امیر کا ایک بازو سوجھ گیا اور اس میں درد پیدا ہوا ملازم علاج کی تدبیریں کر رہے تھے کہ خبر آئی کہ اڑتالیس کشتیوں میں بے دین سوار ہوئے چلے آتے ہیں یہ پیلبان باد میدان آب میں کشتیوں کے ہاتھیوں کو دوڑائے لئے چلا آتا ہے - وہ مرغ کی طرح پرواز کرتی ہیں اور باز کی طرح سینوں کو چھپاتی ہیں - امیر تیمور کو اہل شرک کے ساتھ لڑائی کا ایسا شوق تھا کہ اس خبر کے سنتے ہی خوشی کے مارے اس کی علالت زائل ہوگئی اور بے توقف ہزار آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر دریا کی طرف آیا - اور دریا کے کنارہ پر سے دشمنوں پر تیروں کا مینھ برسایا جسکو انہوں نے سپروں سے روکا - مگر بعض دلاوروں نے گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیا - اور تیر کر کشتیوں کو پکڑ لیا - اور انکے اندر گھس کر دشمنوں کو تلوار سے بے سر کرنا شروع کیا

غرض اس طرح زخم تیر اور ضرب شمشیر نے دشمنونکو ہلاک کیا۔ ان کشتیونکو دریا میں کاغذ کی ناؤ بنا دیا۔

ایک دن میں امیر تیمور کی تین فتوح

دریائے گنگ میں اہل کشتی پر امیر تیمور کی فتح ہوئی تو وہ تغلق پور کو چلا گیا۔ امیر اللہ داد اور بایزید قوچین اور التون کہ قراولی کے لئے گئے تھے انہوں نے دو آدمی بھجکر صاحبقراں کو مطلع کیا کہ ہمنے ایک جگہ دریا سے عبور کیا تھا وہاں ہم نے ہندیوں کا ایک بڑا لشکر دیکھا جس کا سردار مبارک خاں ہے امیر تیمور دوسرے روز قبل از نماز صبح ایک ہزار سوار ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ جب دشمن کے لشکر کے نزدیک ہوا تو مبارک خاں دس ہزار سوار و پیادہ لئے لڑنے پر آمادہ تھا۔ امیر تیمور نے کہ امیر شاہ ملک اور امیر اللہ داد کو ایک ہزار سوار کے ساتھ دشمنوں پر حملے کے لئے روانہ کیا اور اپنے قلت اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا جسب الحکم دشمنوں پر وہ ایسے جا گرے۔ جیسے بھوکے شیر بھیڑوں پر۔ ہندی شکست پاکر لومڑیوں اور گیدڑوں کی طرح جنگلوں میں جا چھپے۔ زن و فرزند انکے اسیر ہوئے۔ بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ یہاں صاحبقراں ایک ساعت ٹھیرا تھا کہ خبر آئی کہ درہ کوپلہ (ہردوار کا پرانا نام ہے) کے دامن میں دریا پر بہت سے ہندی جمع ہیں۔ وہ پانچسو سوار لیکر اس طرف متوجہ ہوا۔ باقی لشکر غنیمت کے لینے میں مصروف ہوا۔ جب درہ کوپلہ پر وہ پہونچا تو یہاں دیکھا کہ دشمنوں کا اژدحام کثیر ہے۔ شاہ ملک اور علی سلطان تواچی تکبیر و تہلیل کا نعرہ مار کر کے دشمنوں پر گرے اور بہت سے ہندی قتل کئے۔ باوجودیکہ وہ کثیر تھے مگر ان قلیل نے ان کو مغلوب کرلیا۔ لشکر لوٹنے میں لگا۔ صاحبقراں کے ہمرکاب صرف سو سوار رہ گئے تھے کہ ناگاہ ملک شیخہ پانچ سو سوار و بہت سے پیادوں کے ساتھ تیور بدلے ہوئے امیر تیمور کی طرف متوجہ ہوا۔ جب ایک تیر کے فاصلہ پر وہ تھا تو ایک سپاہی نے بے تحقیق کئے امیر سے عرض کی کہ یہ بندۂ درگاہ شیخ کوکری آتا ہے۔ امیر نے یہ سنکر پہاڑ کی طرف رُخ کیا۔ مگر جب شیخہ نے لشکر اسلام پر تلوار کھینچی تو حضرت صاحبقراں نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور شیخہ کے پیٹ پر تیر اور سر پر شمشیر ایسی لگائی کہ وہ پشت زین سے روئے زمین پر آیا۔ اُسکے گلے میں رسی باندھ کے لائے۔ جب صاحبقران نے اس سے سوال پوچھا تو اُسنے بجائے جواب کے اپنی جان دیدی۔ پھر اس ساعت میں

خبر آئی کہ یہاں سے دو کروہ پر درہ کوپلہ میں دشمنوں کا انبوہ لگ رہا ہے ان کے زن و فرزند و مال اسباب مویشی کثرت سے جمع ہیں۔ تیمور لکھتا ہے کہ میں نے سوچا کہ آدھی رات سے میں جاگ رہا ہوں اور دو فتحیں حاصل کر چکا ہوں اور ان میں بہت محنت مشقت اُٹھا چکا ہوں اس لئے بستر استراحت پر کچھ آسائش ضرور ہے مگر اسکے ساتھ ہی مجھے یاد آیا کہ میں نے تلوار نیام سے نکالی ہے اور ہند میں جہاد کرنے آیا ہوں پس جہاں تک ممکن ہے ہندیوں سے لڑنا اور آسائش اور آرام کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہئے۔ دشمنوں تک راہ دشوار گذار تھی اس میں گھنے جنگل و خارستان و نیستان تھے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ جب لشکر کی ضرورت تھی تو مرزا پیر محمد و سلیمان شاہ کے لشکر جو فیروزپور سے دور دراز کی مہم پر گئے ہوئے تھے امیر کے لشکر سے آملے۔ اس لشکر کے ساتھ دشمنوں پر اُسنے حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ لشکر اسلام کو چوپائے اونٹ گائے اور طرح طرح کے اسباب ہاتھ لگے۔ غرض ایک دن میں یہ تین فتحیں حاصل ہوئیں۔ ایک دفعہ نوبت ایسی آئی کہ امیر مرتے مرتے بچا۔ تریسٹھ برس کی عمر میں ان لڑائیوں کے اندر اُسنے اپنے اوپر جفاکشیاں و مصائب و تکالیف وہ گوارا کئے جو ایک ادنیٰ سپاہی گوارا کرتا ہے۔ غرض پیرانہ سالی میں یہ اُس کی فتوحات عجائبات روزگار سے ہیں۔

درہ کوپلہ (ہردوار) میں ہندیونکا غارت کرنا اور پتھر کی گائے

تیمور لکھتا ہے کہ درہ کوپلہ پائے کوہ میں واقع ہے جسکے پاس گنگا بہتی ہے یہاں سے پندرہ کوس (کروہ) بالا تر ایک پتھر گائے کی شکل کا ہے اور اس گائے کے منہ سے گنگا بہتی ہے یہاں ہندو اُس کی پوجا کرتے ہیں اور چاروں طرف سے ہزاروں جاتری برس برس روز چلکر یہاں آتے ہیں۔ ہر سال نہان ہوتا ہے۔ ہندو مُردوں کو جلاتے ہیں اور ان کی خاکستر اپنے ساتھ لاتے ہیں اور گنگا میں ڈالتے ہیں اور اس کو وسیلہ نجات جانتے ہیں۔ سونے چاندی کو بھی دریا میں ڈالتے ہیں۔ دریا کے اندر نہان و اشنان کرتے ہیں اور سر پر پانی چھڑکتے ہیں اور سر و ڈاڑھی منڈا کے بھدرا کرتے ہیں اور اسکو عبادت ایسی ہی سمجھتے ہیں جیسے کہ مسلمان حج کو جو ارکان اسلام میں سے ہے۔

اس درہ میں ہنود کے گروہوں کا انبوہ تھا اور اُنکے پاس مال اور مویشی اور مال منقولہ بہت کچھ تھا۔ اسلئے ۵۔ جمادی الاول کو امیر تیمور اس طرف متوجہ ہوا۔ ہنود اپنے غلبہ اور کثرت پر مغرور تھے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ ہوئے۔ صبح کو لڑائی شروع ہوئی۔ سپاہ کے جوش و خروش نے اور تکبیر کے غل نے دہل کے خروش نے ہنود کے دلونکو ہلادیا اور آتش خوف کو ایسا بھڑکایا کہ دشمنوں کے دل ٹھنڈے کردئے اور ڈر کے مارے وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ لشکر اسلام ان کے پیچھے پڑا اور اکثر ہنود کو تہ تیغ کیا۔ تھوڑے سے نیم جاں پراگندہ زندہ رہے اُنکا اموال و اسباب سب لشکر اسلام کے ہاتھ آیا۔ بعد اس فتح کے دریاء گنگ سے امیر تیمور عبور کرکے منزل پیما ہوا۔

ممالک ہندوستان سے صاحبقراں کا عزم مراجعت

جب دہلی اور ان ممالک کی فتح سے صاحبقران کو فراغت ہوئی تو یہاں سے مراجعت کا عزم ہوا ۶۔ جمادی الاول ۸۰۱ھ کو گنگا کے کنارہ سے جدا ہوا۔ سارے لشکر کو سفر کا حکم ہوا۔ پہلی منزل میں خبر آئی کہ کوہ سوالک کے دروں میں ہنود ستیزہ کار بہت جمع ہیں اسلئے امیر کا ارادہ خود ان سے لڑنے کا ہوا۔ امرا نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم کو حکم ہو کہ ان ہندوؤں کو ہلاک کریں اُسپر صاحب قران نے فرمایا کہ میں نے فرض جہاد کے ادا کرنے میں دو فائدے سوچے ہیں ایک ثواب اخروی دوم حصول غنائم و فتوحات دنیوی جیسی کہ تمہاری نظر ان دو فائدوں پر ہے ایسے ہی میری نظر بھی ہے میں جہاد پر جائے بغیر نہیں رہونگا۔

کوہ سوالک کی تاخت و تاراج

صاحب قراں ۱۰ جمادی الاول کو کوہ سوالک کی تاخت کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ یہاں ایک راجہ تھا جس کا نام بہروز تھا۔ اسنے سپاہ کثیر جمع کر رکھی تھی اور اپنی جگہ کے استحکام اور کوہ کی حصانت پر مغرور تھا۔ امیر تیمور تو خود درہ کے منہ پر ٹھہرا اور امرا کو لشکر دے کر لڑنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے فتح کامل حاصل کی اور غنائم بیش قیمت اور اموال و بردہ و مویشی بہت ہاتھ لگے۔ لشکر میں سے قوی مردوں نے تین تین چار چار سو گائیں گرفتار کیں۔ ضعیفوں کو ایک ایک گائے

بھی نہیں ہاتھ لگی اسلئے امیر تیمور نے حکم دیا کہ قوی اپنی لوٹ میں سے ضیعفوں کو حصہ دیں تمام خرد و بزرگ اسطرح ان غنائم سے بہرہ ور ہوئے۔ بعد اس فتح کے اور آگے امیر کا لشکر چلا مگر وہ غنیمت کے مال سے ایسا لدا ہوا تھا کہ تین چار کوس سے زیادہ سفر نہیں کرسکتا تھا۔

کوہ سوالک سے آگے جنگلوں میں لڑائیاں

۱۴ جمادی الاول روز چہارشنبہ کو موضع کندر سے صاحبقراں نے دریا جمن سے عبور کیا۔ کوہ سوالک کے دوسرے حصہ میں خیمہ زن ہوا یہاں اسنے سنا کہ ہند کے راجاؤں میں ایک راجہ رتن ہے جس پاس بہت سے ہنود جمع ہیں اور جنگلوں میں اونچے مقامات پر مقیم ہے۔ پہاڑ ایسے بلند ہیں کہ آنکھ ان کو نیچے سے اوپر تک نہیں دیکھ سکتی اور درختوں کے جنگل ایسے گھنے ہیں کہ چاند سورج کی کرنوں کو زمین پر نہیں پڑنے دیتے۔ صاحب قران نے ایسے محل باخطر اور جنگل پرحذر کے جانے میں اتنا بھی توقف نہیں کیا کہ رات گذر جاتی۔ شب پنجشنبہ ۱۵۔ ماہ مذکور کو حکم دیا کہ قوشونات مشعلیں روشن کریں اور لشکر تورہ کے ساتھ یعنے لڑنے کے لئے مرتب ہو کر چلے۔ رات ہی کو بارہ کوس کی منزل طے کی۔ اور جنگل کو کاٹ کر اپنا رستہ بنالیا۔ اور ۱۵ کو کوہ سوالک اور کوہ کولہ کے درمیان جا پہنچا۔ یہاں رائے رتن بھی اپنے میمنہ و میسرہ کو رسم و آئین کے ساتھ تزئین دیکر جنگ کو امادہ ہوا۔ مگر جسوقت لشکر کے نقاروں اور نفیریوں اور بھوپوں کے طنطنہ اور تکبیر و تہلیل کے زمزمے ہنود کے کانوں میں پہونچے تو ان کو ثبات و قرار کی تاب نہیں رہی بے توقف فرار اختیار کیا۔ لشکر اسلام اُنکے پیچھے پڑا بہت سے بھگوڑوں کو مارا۔ بہت کچھ مال و اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا۔ کسی طرف تو ہر ایک سپاہی کو سو و سو گائیں اور دس بیس لونڈی غلام ہاتھ آئے اور کسی طرف اسقدر غنیمت لشکر کو نہ ہاتھ لگی۔ روز جمعہ ۱۶۔ کو پھر صاحب قراں کوہ سوالک میں آیا۔ یہاں سے نگرکوٹ پندرہ کوس تھا اور اس درہ میں بڑے گھنے جنگل تھے اور ان میں ہنود بہت تھے۔ امیر تیمور نے اس لشکر کو جس کو پہلے لڑائی میں غنیمت کم ہاتھ لگی تھی۔ حکم دیا کہ وہ یہاں تاخت و تاراج کرے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں ہندوؤں کی جمعیت بہت ہی تو وہ خود آیا اور یہاں لڑائی ہوئی اور اوس کو فتح و ظفر حاصل ہوئی

بہت کچھ غنیمت ہاتھ آئی۔ اس غنیمت کو صاحب قران نے لشکر میں برابر تقسیم کر دیا۔ پہلے پہاڑ پر رات کو قیام کیا۔ یہاں جنگلوں میں بندر بہت رہتے تھے وہ رات کو لشکر میں آتے تھے اور سپاہیوں کی چیزیں لے جاتے تھے۔

۱۶۔ جمادی الاول کو سوالک کے دو پہاڑوں کے درمیان صاحبقران تھا اور ۱۶۔ جمادی الآخر کو نواحی جموں میں پہنچا اس ایک مہینے کے عرصہ میں وہ اہل ہند سے بیس لڑائیاں لڑا اور انمیں فتحیاب ہوا اور ان تیئس دن کے اندر ہندوستان کے قلاع عظیم میں سے سات قلعے فتح کئے۔ یہاں کے لوگ سلاطین سابق کو جزیہ دیتے تھے مگر اب انھوں نے جزیہ دینا چھوڑ دیا تھا اور اہل اسلام کے انقیاد سے گردن نکال لی تھی۔ ان قلعوں میں سے ایک قلعہ شیخو تھا جو ملک شیخ کوکر کے (گھگر) رشتہ داروں پاس تھا مسلمانوں کی ایک جماعت یہاں رہتی تھی اور ان کے وسیلہ سے اسلام کی ظاہری اطاعت اہالی قلعہ کرتے تھے لیکن نفاق اور خبث کی علامتیں اُنکے احوال سے نظر آتی نہیں جب مال امانی انپر مقرر ہوا تو اُسکے ادا میں انہوں نے عذرات پیش کئے اور ان کی اوضاع سے یہ معلوم ہوا کہ عذر و فساد مچا ئینگے۔ صاحب قران کے ایک ملازم کو ان سے ہتھیار لینے کی یہ تدبیر خوب سوجھی کہ اس نے مال امانی میں اجناس کا لینا اختیار کیا اور کم قیمت پرانے کپڑوں اور کمانوں کی بڑی قیمت مقرر کی اور ان کو لینا شروع کیا یہ حکمت اس کی ایسی چلی کہ جس قدر ہتھیار دشمنوں کے پاس تھے وہ سب باہر لائے اور ان کو بیچ ڈالا اور کوئی ہتھیار ان کے ہاتھ میں باقی نہیں رہا۔ بعد ازاں صاجقراں کا حکم یہ صادر ہوا کہ ہمارے خزانچی ہندو شاہ پاس چالیس ہندو خدمت کے لئے حاضر ہوں اس حکم کو اُنھوں نے نہ مانا اور بعض مسلمانوں کو قتل کیا جسکا انتقام لشکر اسلام پر واجب ہوا۔ صاجقراں کے لشکر نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور دو ہزار بے دینوں کو قتل کیا اور انکے خانماں کو آگ لگائی۔ اور ان سات قلعوں میں سے ایک قلعہ دیوراج اور پانچ اور قلعے تھے جو تھوڑے دنوں میں فتح ہو گئے۔

نواحی جموں میں لڑائیاں

۱۶۔ جمادی الآخر روز یکشنبہ کو نواحی جموں میں قریہ پائلہ میں صاحب قران کا لشکر پہنچا۔ اس

موضع کے باشندے دلاور تھے اور جنگل اونکے محکم تھے جنگل کے کنارہ پر جیروں کو ترتیب دیکر مقابلہ ومقاتلہ کے لئے وہ تیار ہوئے لشکر اسلام بھی بے ورنگ جنگ کے لئے تیار ہوا مگر صاحب قران نے لڑائی میں ایک روز کے توقف کرنیکا حکم دیا اور دوسرے روز خود لڑنے گیا کہ دشمن جنگلوں میں بھاگ گرگیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح جا چھپا۔ اور لشکر اسلام کو غلہ اور علوفہ بہت ہاتھ لگا جس سے سفر کا مایحتاج مہیا ہو گیا۔

برسم رسالت شاہ سکندر والی کشمیر پاس جو امیر کشمیر گئے تھے وہ دوسری منزل میں اس کے ایلچیوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ شاہ سکندر نے اطاعت اختیار کی اور وہ موضع جیہان میں آگیا ہے۔ مولانا نورالدین نے اس سے یہ عرض کی کہ دیوان اعلیٰ کے امرا نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ تیس ہزار گھوڑے اور سو ہزار آورست زر (اشرفیاں) جن میں سے ہر ایک کا وزن ڈھائی مثقال ہو کشمیر سے اس کا انتظام کر کے حضور کو حوالہ کرے۔ وہ یہ سنکر کشمیر کو واپس گیا تاکہ حکم کی تعمیل کر کے دوبارہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس درخواست سے صاحب قران راضی نہ ہوا۔ اور اس نے کہا کہ شاہ اسکندر کو تکلیف مالایطاق دی گئی ہے اور اس کی ولایت میں ایسی سکت وگنجائش نہیں ہے کہ جو کچھ اس سے طلب کیا گیا ہے وہ دے سکے۔ عقل کی بات یہ ہے کہ ہر مملکت سے اس قدر منافع کا مطالبہ کیا جائے کہ اسکے ادا کی طاقت اسمیں ہو اور شرائط انصاف وعدالت مرعی رہیں۔ ایلچیوں نے شاہ اسکندر کی خدمتگاری اور طاعت گذاری وغلامی اور کمال اخلاص کا اظہار کیا۔ صاحبقران نے بادشاہانہ عاطفت سے فرمایا کہ وہ کسی بات کا اظہار نہ کرے اور ہماری خدمتمیں حاضر ہو۔ اور ۱۸۔ روز سہ شنبہ کو شاہ سکندر کے ایلچیوں اور معتمد زین الدین کو کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ اور یہ مقرر کیا کہ جب اٹھائیس روز گذر جائیں تو شاہ سکندر ہم سے آب سندپر آنکر ملے۔ اسی روز لشکر نے ایک گاؤں کو جلاکر خاک سیاہ کیا۔ اور غلہ وعلوفہ اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ ۱۹۔ روز چہارشنبہ کو قصبہ جبو میں لشکر فروکش ہوا۔ سارے رستہ میں برابر ہرے بھرے کھیت لہرا رہے تھے۔ لشکر کے چارپایوں کو مفت کی خوید مل جاتی تھی۔ ۲۰۔ روز پنجشنبہ کو اس درہ میں صاحب قران آیا کہ آب جمو کا منبع ہے اور اسکا لشکر اس دریا سے گذرا اور دامن کوہ میں پہنچا جسکی بائیں طرف قصبہ جمو تھا اور دائیں طرف قریہ منو

یہاں تنومند قوی ہیکل وشیر دل وجاہل ہندو رہتے تھے اور اُنکے پہاڑ و جنگل نہایت محکم و استوار تھے وہاں پہنچنا نہایت مشکل تھا۔ اُنہوں نے اپنی عورتوں اور بچّوں کو پہاڑوں میں بھیجدیا۔ ان کا راجہ ایک ہندوؤں کی جماعت لیکر پہاڑ پر کسی موضع حصین میں چلا گیا تھا۔ یہ بہادر ہندو جان دینے کے لئے جان لڑاتے تھے اور مسلمانوں پر مارتے تھے۔ صاحب قران کی یہ رائے ہوئی کہ انکو اسطرح سے دام تسخیر میں پھنسانا چاہیے کہ سپاہ اسلام کو ان سے کوئی آسیب نہ پہونچے۔ اسنے لشکر کو حکم دیا کہ قریۂ مُو کو غارت کرے حسب الحکم اُسکو غارت کر کے بازگشت میں قصبہ جمو میں واپس آئے اور علوفہ کے لئے غلہ بہت کچھ یہاں سے لادا اور پھر صاحب قران کا اشارہ ہوا کہ جلدی سے چند قوشوں (پلٹنیں) جنگلوں میں چھپ کر توقف کریں اور وہ خود لشکر کو لیکر رواں ہوا ۲۱۔ روز جمعہ کو اب جمو سے گذر گیا اور چار کروہ چلکر دریا جہلم کے کنارہ پر قیام کیا۔ یہاں چاروں طرف چار چار کوس تک کھیتیاں ہری بھری کھڑی تھیں۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ لشکر تیمور چلا گیا اور جنگل شیروں سے خالی ہوا تو وہ لومڑیوں اور گیدڑوں کی طرح جنگل سے باہر نکلے۔ قوشوں جو انکے کمیں بیٹھے تھے اُنسے وہ غافل تھے کہ یکایک اس سپاہ نے انپر شیروں کی طرح حملہ کیا اور ملک نورالدین نے رائے جمو کو مع اور پچاس امرا کے اسیر کیا اور صاحب قران پاس اُس کو لایا۔ اُسنے خدا کا شکر ادا کیا اور امرا کو یہ کلمات سنائے کہ کل کے روز یہ بہادر ہندو ایسے مغرور و سرکش تھے کہ آدمی کو آدمی نہیں سمجھتے تھے یا آج سب گردن بستہ مسخر و مقہور میرے سامنے کھڑے ہیں۔ یہ فضل ذو الجلال سے ہے اس میں میری سعی جمیل اور تدبیر صائب کا دخل نہیں ہے۔ لڑائی میں رائے جمو زخمی ہوا تھا۔ اسنے اسلام اختیار کیا اور گائے کا گوشت کھایا۔ صاحب قران نے اس سبب سے یہ اس کی رعایت کی کہ سایۂ حمایت میں لے لیا۔ یہاں روز یکشنبہ ۲۳۔ کو قیام ہوا۔

لاہور اور شیخہ کوکر (کھکر) کا ذکر

اسی منزل میں خبر آئی کہ صاحب قران کے حکم سے جو شاہزادے اور امرا لاہور کیطرف گئے تھے انہوں نے اس شہر کو تسخیر کر لیا اور مال امانی کی تحصیل کر رہے ہیں اور شیخہ کوکر برادر نصرت کو جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اُسکا آخر کار اول حال سے موافق نہ تھا گرفتار کر لیا ہے ہی بہت سے آدمی

مبادی امور مین اپنے حال کے جمال کو مکروا حتیال کے زلف وخال سے آراستہ کرتے ہین مگر انجام مین وہ اپنی بدافعالی وزشت کاری سے شرمسار ہوتے ہین بہت سے شخص ابتداء مرض بندگی وخدمت گذاری کے چہرہ پر فرمانبرداری اور طاعت گذاری کا گلگونہ ملتے ہین مگر جب آئینہ امتحان درمیان آتا ہے تو سیاہ روئی اور زرد رخساری اُنکی عیان ہوتی ہے شیخہ کوکر کا حال یہی تھا کہ وہ اوائل یورش ہند مین سارنگ کے برخلاف بے توقف حضرت صاحبقران کی ملازمت مین آیا تھا اور نوازش بادشاہانہ سے بلند پایہ وسرافراز یہانتک ہوا تھا کہ ہندوستان مین جہان ہندیون نے اُس سے توسل ڈھونڈھا اور اپنی کوئی نسبت اُسکے ساتھ تبلائی وہ غارتی اور تباہی سے محفوظ رہے۔ گنگا جمنا کے دوآبہ مین اس نے اجازت حاصل کی کہ وہ اپنے وطن لاہور کو جائے اور صاحب قران سے بیاس کے کنارہ پر ملجائے مگر جب اپنے گھر پہنچا تو عیش وعشرت ونشاط مین ایسا مصروف ہوا کہ اپنے وعدہ کو بھول گیا اور اس وعدہ خلافی کے سوا بے باک ایسا ہوگیا کہ ماوراء النہر سے جو بعض بڑے بڑے امیر آئے اُنکے حال پر کچھ التفات نہ کی نہ اُنکی دعوت کی نہ ضیافت۔ آخر کو صاحب قران نے حکم دیدیا کہ اس کی ولایت کو غارت کرین اور اس کو گرفتار کرکے لے آئین روز شنبہ ۲۵ کو آب چناب سے عبور کرنے مین چند ضعیف لشکری پانی مین غرق ہوکر ضائع ہوگئے تھے اس لئے امیر نے اپنے خاصہ کے گھوڑے اور اونٹ دیدئے کہ جو آدمی پیچھے رہ گئے ہین وہ اُنپر سوار ہوکر چلے آئین یہان ہندوستانی خزانچی کو سمرقند روانہ کیا کہ وہان اس کے آنے کا مژدہ سناوے سمرقند جانے کے لئے صاحبقران کا یہ حال تھا ؎

وعدۂ وصل چون شود نزدیک   آتش شوق تیز تر گردد

راہ مین سارے امرا کو حکم دیدیا کہ وہ اپنے قشونات کے ساتھ اپنے اپنے مقامات پر روانہ ہون امراء مین سے ہرایک کو اُس کی قدر ورتبہ کے اندازہ کے موافق خلعت گرانمایہ مرحمت ہوئے اور سب کو رخصت کیا۔ خضر خان کو کہ سارنگ نے اُسے گرفتار کرکے قلعہ مین بند کیا تھا اور وہ بھاگ کر بیانہ مین ملک آہودن پاس جو مسلمان تھا چلا گیا تھا۔ جب امیر تیمور اس دیار مین آیا تو وہ اُسکی خدمت مین فیروزآباد مین حاضر ہوا تھا اور ہمیشہ ہم رکاب رہتا تھا اُسکو ملتان کی ریاست مرحمت کی۔ راہ مین بہادرون نے گینڈونکا شکار تیغ وسنان سے کیا

باوجودیکہ وہ ایسا زبردست جانور ہے کہ اپنے سینگ سے سوار کو گھوڑے سمیت گرا دیتا ہے اور چرم اُس کا ایسا سخت ہے کہ شمشیر و پیکان کا زخم شاذونادر ہی اُسپر کارگر ہوتا ہے -

امیر تیمور بڑی کڑی منزلین طے کرتا ہوا - ۲ - رجب کو دریائے سندھ پر پہونچا اُس نے اپنے آدمیون کو پہلے سے پُل بنانے کا حکم دیدیا تھا اس پل پر سے عبور کر کے بانوین پہنچا غرض یہان کی سلطنت کو لنگڑا لولا کر کے تمرلنگ ہندوستان سے باہر ہوا -

امیر تیمور کے چلے جانے کے بعد دہلی کا حال

دہلی اور نواح دہلی کو لشکر تیموری پامال کر چکا تو اُس کے بعد وبا، قحط نے آنکھین دکھائین بہت لوگ بیمار ہو کر ہلاک ہوئے - بہت سے بھوک کے مارے مرے دو مہینے تک اس بے چراغ شہر مین کوئی شہر یار بھی نہ تھا - ماہ رجب ۸۰۲ھ مین سلطان ناصر الدین نصرت شاہ اقبال خان کے خوف سے دوآبہ مین چلا گیا تھا ڈرتے ڈرتے تھوڑی فوج کے ساتھ میرٹھ مین آیا اس سے عادل خان اپنے لشکر اور چار ہاتھیون کے ساتھ ملا نصرت شاہ اُس سے مطمئن نہ تھا اس لئے اُسکو مقید کیا اور اُس کے اسباب پر متصرف ہوا - دو ہزار سوارون کو لے کر فیروزآباد مین آیا اور وہان دہلی پر قبضہ کیا - اُس پاس شہباز خان فوج اور دس ہاتھی لیکر میوات سے اور ملک الیاس دوآبہ سے آیا اس سبب سے اُس کے پاس جمعیت زیادہ ہوگئی شہباز خان کو اقبال خان کی سرکوبی کے لئے برن کی طرف روانہ کیا - مگر رستہ ہی مین زمینداروں نے اقبال خان کی اغواسے اُسپر شب خون مارا اور شہید کیا - جمعیت اُسکی متفرق ہوئی اور اُسکا سارا اسباب حشم اقبال نے منگوایا - اقبال خان کی قوت و قدرت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور نصرت شاہ کی طاقت گھٹتی جاتی تھی ربیع الاول ۸۰۳ھ کو اقبال خان برن سے لشکر لے کر دہلی مین آیا - نصرت شاہ اُسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا فیروزآباد چھوڑ کر میوات کو چلا گیا - دہلی اقبال خان کے تصرف مین آئی - قلعہ سیری مین قیام کیا - اب پھر یہان اُسکا اقبال چمکا مغلون کے خوف سے جو دہلی کے آدمی ادھر اُدھر چلے گئے تھے اُنکو پھر اُس نے جمع کیا اور ان بے وطنون کو وطن مین آباد کیا تھوڑے دنون مین شہر سیری پھر سرسبز و آباد ہو گیا دوآبہ پر اور دارالسلطنت کے آس پاس تو اقبال خان کا قبضہ تھا باقی ملک

مین طوائف الملوکی تھی۔ جو ملک جسکے قبضہ مین تہا وہ اُسکا اپنے تئین مطلق العنان بادشاہ سمجہتا تہا گجرات مین اعظم خان کا ڈنکہ بجتا تہا۔ مالوہ مین دلاور خان دلاوری سے فرمانروا تھے قنوج واودھ وکڑہ ولمئو وسندیلہ وبہرائچ وبہار وجونپور مین خواجہ جہان سلطان الشرق جہانداری کر رہے تھے۔ ملتان ودیبال پور ونواحی سندمین خضر خان شاہی کر رہے تھے سامانہ مین غالب خان وبیانہ مین شمس خان اوحدی اپنا سکہ چلارہے تہے۔ کالپی۔ مہوبہ۔ پر محمود خان پسر ملک زادہ فیروز کا قبضہ تہا۔ اسطرح دہلی کی سلطنت تقسیم ہورہی تھی اُس کے حصونکے فرمانروا آپسمین ایک دوسرے کا اعتبار نہین کرتے تہے اور ایک دوسرے کو کہائے جاتے تہے۔ اقبال خان میدان رزم مین ان امیرون کو اپنی اطاعت مین لانے کی کوشش کرتا تہا کسی کو شکست دیتا تہا کسی سے شکست پاتا تہا ربیع الاول ۸۰۲ھ کو بیانہ کی طرف گیا شمس خان اُس سے لڑنے آیا ہزیمت پاکر قلعہ مین چلا گیا دو ہاتھی دشمنون کو دے گیا پہر اقبال خان کٹھیر مین گیا اور وہان راجہ رائے سنگہ سے پیشکش وخراج لیکر دہلی چلا آیا۔ اسی سال مین جونپور مین خواجہ جہان نے وفات پائی اور اُسکا متبنٰے ملک مبارک اُس کا جانشین ہوا۔ مبارک شاہ اپنا خطاب رکہا اور خواجہ جہان کی ساری ولایت پر متصرف ہوا جمادی الاول ۸۰۳ھ مین اقبال خان نے مبارک شاہ شرقی پر لشکرکشی کی اور شمس خان حاکم بیانہ اور مبارک خان وبہادر ناہر کو بہی ہمراہ لے گیا جب گنگا کے کنارہ پر قصبہ پٹیالی پر وہ پہونچا تو رائے اور اس نواح کے سارے زمیندار اُسکے مقابلہ مین آئے مگر سب شکست پاکر اٹاوہ کو بہاگ گئے۔ اقبال خان قنوج مین آیا اور یہان سے چاہتا تہا کہ جونپور ولکہنؤ جائے کہ مبارک شاہ مستعد ہوکر لشکر سمیت جنگ کے لئے آگیا۔ ان دونون لشکرون کے درمیان دریائے گنگ حایل تہا کسی کو عبور کرنے کی مجال نہ ہوئی دو مہینے تک لشکرونکا آمنا سامنا رہا پہر اپنے اپنے خیمے اکہیڑ کر دونون اپنے گہرون کو رخصت ہوئے۔ اثناء راہ مین مبارک خان وشمس خان اوحدی سے اقبال خان بدگمان ہوا۔ دونو کو بعد ایک دوسرے کے قتل کر ڈالا۔ انہین دنون مین طغی خان بدگمان ہوا۔ دونون کو بعد ایک دوسرے کے قتل کر ڈالا۔ انہین دنون مین طغی خان ترک بچہ داماد غالب خان حاکم سامانہ کا لشکر کثیر لیکر خضر خان سے لڑنے گیا اور ۹ ماہ رجب ۸۰۳ھ کو نواحی اجودہن مین لڑائی ہوئی طغی خان نے شکست پائی۔ اور قصبہ بہودر مین گیا۔ طغی خان کو غالب خان اور ہمراہ امراء

نے مار ڈالا-

سنہ ۸۰۴ھ مین سلطان ناصر الدین محمود شاہ جو ظفر خان حاکم گجرات کی بدسلوکی سے مالوہ مین چلا آیا تہا - ملو اقبال خان کے التماس کرنے سے دہلی مین چلا آیا - یہان بادشاہی چہوڑکر نان جا پر قناعت کی - ملو اقبال خان نے سلطان محمود شاہ کو ہمراہ لیکر پہر قنوج پر لشکرکشی کی - شاہ ابراہیم برادر مبارک شاہ جس نے تخت جونپور پر جلوس کیا تہا لشکر شرقی کے ساتھ نہایت شان و عظمت سے ملو اقبال خان سے لڑنے آیا اُس کو یہ خیال تہا کہ لشکر دہلی سے کوئی آسیب اُس کی مملکت پر نہ پہونچے محمود شاہ اس خیال خام سے کہ شاہ ابراہیم خانہ زاد ہمارا ہے اور ہم نے اس کو بادشاہ بنایا ہے وہ ہمارا مدد گار بنے گا - ایک رات کو شکار کا بہانہ کرکے شاہ ابراہیم کے پاس چلا گیا - ابراہیم کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیون آیا ہے اُس نے اپنی کم اصلی کے سبب سے لوازم ضیافت مین بہی تقدیم نہین کی - سلطان ناصر الدین اپنا سا مُنہ لیکر اُلٹا قنوج مین آیا اور اس شہر پر متصرف ہوا - اور وہان کے حاکم ملک زادہ ہربوئی کو جو شاہ ابراہیم کی طرف سے مقرر تہا خارج کیا - شاہ ابراہیم جونپور کو اور ملو اقبال خان دہلی کو چلے آئے قنوج کے سب وضیع و شریف محمود شاہ پاس آئے اور اُن کے غلام اور متعلقین کو منتشر و پریشان ہو گئے تہے اُس پاس جمع ہوئے اور وہ قنوج پر قابض ہو کر بیٹھ رہا -

ماہ جمادی الاول سنہ ۸۰۵ھ مین اقبال خان نے گوالیار کی عزیمت کی - صاحبقران کی لشکرکشی کے زمانہ مین قلعہ گوالیار نرسنگہ کے ہاتھ آگیا تہا اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا بیرم دیو متصرف ہوا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس لئے وہ فتح نہ ہوا - اقبال خان ملک گوالیار کو خراب کرکے دہلی آیا اور پہر دوسرے سال بہی گوالیار گیا - بیرم دیو قلعہ دہولپور مین اُس سے لڑا مگر شکست پاکر قلعہ مین آیا - پہر یہان سے رات کو بہاگ کر گوالیار چلا گیا - اقبال خان نے اُس کا گوالیار تک تعاقب کیا اور لوٹ مار کرکے پہر دہلی چلا آیا -

سنہ ۸۰۶ھ مین تاتار خان پسر ظفر خان امیر گجرات نے کمینہ پن یہ کیا کہ باپ کو قید کرکے اساول (احمد آباد) مین بہیجدیا اور اپنا ناصر الدین محمد شاہ خطاب رکہا - اُس نے دہلی کے فتح کرنے کے قصد سے بہت سی سپاہ جمع کی - مگر راہ مین اُس کو شمس خان نے زہر دیدیا جس سے وہ مرگیا اور رات کو اساول سے ظفر خان کو بلا لیا اور ساری سپاہ نے اُسکی اطاعت کی

پدر کشش بادشاہی را نشاید وگر شاید بجز ششش مہ نیاید

۸۰۷ھ مین دوبارہ اقبال خان نے اٹاوہ پر لشکرکشی کی - یہان راے سمیر و گوالیار و راے جہالار اور راے اٹاوہ مین جمع ہوئے تھے - ملو اقبال خان یہان چار مہینے تک لڑتا رہا اور آخر کو پیشکش اُس نے لی اور اس اقرار پر صلح کی کہ شاہ دہلی کو راے گوالیار جو چار زنجیر فیل ہر سال بھیجتا تہا وہ بھیجا کرے - نہایت بے مروتی و ناانصافی اقبال خان نے یہ کی کہ ماہ شوال ۸۰۷ھ قنوج کو سلطان محمود سے لڑنے گیا اور اُس کا محاصرہ کرلیا - مگر حصار ایسا مضبوط تہا کہ اُس کو وہ فتح نہ کرسکا مایوس ہو کر دہلی آیا - ماہ محرم ۸۰۸ھ مین اقبال خان سامانہ کی جانب گیا - بہرام خان ترک بچہ کہ خانہ زادان فیروز شاہی سے تہا اور سارنگ خان سے اُس نے مخالفت کی تہی اقبال خان کے خوف کے مارے اپنی جائے سامانہ کو چھوڑ کر کوہ دہور کو چلا گیا - اقبال خان نے اُس کا تعاقب کیا اور درۂ کوہ تک پہونچا - شیخ عالم الدین نبیرہ شیخ جلالی بخاری نے ان دونون کے بیچ مین پڑکر صلح کرادی - اقبال خان بہرام خان کو لیکر ملتان کیجانب گیا کہ خضر خان کا جھگڑا مٹا کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ دہلی مین جاری کرے - جب تلونڈی مین آیا تو راے داؤد کمال میانی اور راے ہیمو پسر کمل چند بھٹی کو گرفتار کرکے قید کیا - اور عہد شکنی کرکے بہرام خان کی کھال کھچوائی جب وہ اجودھن کے قریب پہونچا تو خضر خان پہونچا -

دیبال پور و ملتان کا لشکر جمع کرکے اُس سے لڑنے آیا - ۱۹ جمادی الاول ۸۰۸ھ کو دونون مین لڑائی ہوئی ملو اقبال خان کو شکست ہوئی نقض عہد سے اُس کی شامت یہ آئی کہ خضر خان نے اُسکا تعاقب کیا تو اس کا گھوڑا اُس پر گرا اور اُس کو ایسا زخمی کیا کہ وہ بھاگ نہ سکا اسلام خان لودی اُسکا سر کاٹ کر خضر خان کے پاس لایا اور اُس نے اُس کو فتح پور بھیجدیا جہان اُس کا مسکن تہا ؎

بہ نقض عہد دلیری مکن کہ چرخ فلک نتیجہ عملت زود در کنار نہد

جب یہ خبر دہلی پہونچی تو دولت خان لودی و اختیار خان و امرا جو یہان تھے سب نے محمود شاہ کو قنوج سے بلاکر جمادی الآخر ۸۰۸ھ مین تخت سلطنت پر دہلی مین بٹھا دیا اقبال خان کی اہل و عیال دہلی سے کول بھیجدئے گئے کسی کو کچھ تکلیف نہین دی گئی - دوآبہ کا فوجدار دولتخان

مقرر ہوا اور فیروز آباد اختیار خان کے سپرد ہوا۔اقلیم خان بہادر ناہر نے دو ہاتھی نذر دیئے اور بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ماہ جمادی الاول ۸۰۹ھ کو بادشاہ قنوج کو گیا اور دولت خان کو لشکر گران کے ساتھ سامانہ روانہ کیا جب محمود شاہ قنوج کے قریب پہونچا۔سلطان ابراہیم جونپور سے اُس کے مقابلہ کو آیا گنگا کے کنارون پر دونون لشکر برابر اُترے کئی روز تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔آخر کو امرا کی سعی سے صلح ہوگئی۔ایک کانپور کو دوسرا دہلی کو روانہ ہوا۔جو لوگ بادشاہ کے اوضاع سے متنفر تھے۔لشکر کشی کی کثرت سے تنگ آرہے تھے حکم شاہی سے اپنے اقطاع کو گئے۔سلطان ابراہیم شرقی نے جب یہ خبر سنی تو گنگا سے اُتر کر اُس نے قنوج کا محاصرہ کیا محمود شاہ نے محمود ترمیتی جو سلطان محمود شاہ کی طرف سے یہان حاکم تھا قنوج مین متحصن ہو کر چار مہینے تک مقابلہ کیا۔جب سلطان محمود کی طرف سے کمک آنے سے مایوس ہوا تو امان مانگ سلطان ابراہیم کو قنوج سپرد کر دیا۔اور سلطان اختیار خان نبیرہ ملک دولت یار کنپلہ کو قنوج کا منتظم مقرر کیا۔

سلطان ابراہیم نے قنوج مین برسات کاٹی اور جمادی الاول ۸۱۰ھ کو وہ دہلی کی جانب کوچ بہ کوچ کرتا ہوا چلا۔اور جمنا کے کنارے پہونچا۔چاہتا تھا کہ جمنا کے پار جاکے کہ اسی اثنا مین یہ خبر آئی۔کہ اعظم ظفر گجراتی نے الپ خان والی منڈو کو گرفتار کر لیا ہے۔اور مملکت مالوہ پر متصرف ہوا۔اور جونپور کی تسخیر کا ارادہ رکھتا ہے۔اب ابراہیم شاہ شرقی نے دہلی کی عزیمت فسخ کر کے جونپور کو مراجعت کی اور مرحبا خان کو کچھ سپاہ کے ساتھ برن مین چھوڑ گیا۔ماہ ذیقعدہ ۸۱۰ھ مین دہلی سے محمود شاہ نے برن پر لشکر کشی کی۔مرحبا خان لڑنے آیا۔مگر شکست پا کر قلعہ مین چلا گیا۔سلطان کی سپاہ نے اُس کا تعاقب کیا اور قلعہ کے اندر اُس کو مار ڈالا۔پھر سلطان سنبھل کو گیا۔مگر پہلے اس سے کہ وہ گنگا کے کنارے پر پہونچے تاتار خان قنوج چلا گیا۔سلطان نے یہان اسد خان کو حاکم مقرر کیا اور خود دہلی چلا گیا۔

دولت خان سامانہ کو لڑنے کے لئے بھیجا گیا تھا یہان بہرام خان ترک بچہ کے مرنے کے بعد بیرم خان مالک ہو گیا تھا۔۱۱ رجب ۸۰۹ھ کو سامانہ سے دو کوس پر ان دونون مین لڑائی ہوئی دولت خان نے فتح پائی۔بیرم خان بھاگ کر سرہند مین آیا کچھ دنون بعد دولت خان نے

اُس کا قصور معاف کردیا اور اُسپر عنایت کرنے لگا - بیرم خان نے پہلے خضر خان سے اُس کی خدمت گذاری کے لئے عہد و پیمان کئے تھے - جب خضر خان کو سامانہ کی تسخیر کا حال معلوم ہوا تو وہ ایک بڑا لشکر لیکر دولت خان سے لڑنے کو چلا جب وہ فتح آباد مین آیا تو دولت خان جمنا کے پار بہاگا تمام امرا جو اُس کے دوست تھے اُس سے جدا ہوکر خضر خان سے آن ملے اس نے حصار فیروزہ کی شق قوام خان کو دی اور اقطاع سامانہ اور سیام بیرم خان سے لیکر زیرک خان کو دی اور اقطاع سرہند اور بعض اور پرگنے بیرم خان کو دئے خضر خان فتح پور سے واپس آیا - اب سلطان محمود کے قبضہ مین ... صرف بیانہ میان دوآب اور اقطاع رہتک رہگئے تھے -

ماہ رجب ۸۱۱ھ مین سلطان حصار فیروزہ کو گیا اور قلعہ مین قیام خان کا محاصرہ کیا چندروز بعد قیام خان نے اپنے بیٹے کو پیشکش سلطان پاس بھیجا اور عذر خواہی کی - سلطان نے دہلی کو مراجعت کی خضر خان اس خبر کو سنکر فتح آباد مین آیا اور جو آدمی یہان محمود شاہ سے مل گئے تھے اُن کو ایذا دی - ۱۱ - رمضان کو خضر خان نے ملک الشرق تحفہ کو لشکر جرار کے ساتھ میان دوآب جو بادشاہ کے پاس رہ گیا تھا - تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا خضر خان رہتک کی راہ سے دہلی آیا اور اُس کا محاصرہ کیا - سلطان ناصر الدین محمد جو عقل و شجاعت سے چندان بہرہ نہین رکھتا تھا فیروزآباد مین حصاری ہوا - خضر خان نے چندروز فیروزآباد کا محاصرہ رکھا - مگر غلہ و علف کی نایابی سے مجبور ہوکر بے فتح فتحپور چلا گیا -

۸۱۲ھ مین بیرم خان ترک بچہ نے خضر خان سے مخالفت اور دولت خان سے موافقت کی - اس عہد کی بیوفائی کو سنکر خضر خان سرہند کو روانہ ہوا - بیرم خان نے اپنے اہل و عیال کو پہاڑ پر بہیجدیا - اور لشکر کو ساتھ لیکر دولت خان پاس جمنا کی ریتی مین ملنے گیا - خضر خان نے اُسکا تعاقب کیا اور جمنا کے کنارہ پر قیام کیا - بیرم خان نے دیکھا کہ اب کوئی راہ گریز نہین ہے ناچار خضر خان سے عاجزانہ عفو تقصیر کی التجا کی - خضر خان نے اس کا قصور معاف کرکے بدستور اُس کے پرگنون پر بحال کردیا - اس سال مین سلطان کہین یورش کو نہین گیا دار السلطنت ہی مین پڑا رہا -

سنہ ۸۱۳ھ مین خضرخان نے رہتک جاکر ادریس خان کو قلعہ مین گھیرلیا۔ چھ مہینے تک لڑائی رہی آخرکار عاجز ہوکر ادریس خان نے اپنا بیٹا پیشکش مین بھیجا اور اس طرح خضرخان سے صلح اور عہد وپیمان کرلئے بعدازان راہ سامانہ سے خضرخان فتح پور مین آیا۔ سلطان محمود کٹھیر کو گیا اور وہان شکار کھیل کر پھر دہلی مین چلا آیا۔ اُس وقت سلطنت کے سارے کاروبار پریشان اور ابتر تھے اور اس حالت مین بھی سلطان رات دن اپنے عیش وعشرت مین مصروف تھا اور تخت سلطنت کی قایم رکھنے کی پروا کچھ نہ کرتا تھا۔

سنہ ۸۱۴ھ مین خضرخان نے رہتک کی جانب عزیمت کی صرف یہی خطہ ساری سلطنت مین سے بادشاہ ناصرالدین پاس تھا۔ ملک ادریس خان اور اُس کے بھائی مبارزخان نے ہانسی مین جاکر اُسکا استقبال کیا اور ملازمت حاصل کی۔ اُس نے اپر بہت عنایت کی اور پھر خضرخان نے حصہ نارنول کو جس کے حاکم اقلیم خان وبہادر ناہر تھے غارت کیا پھر وہ میوات کو گیا اور قصبات تجارہ وسرتھ کہرول اور مقامات کو لوٹتا وغارت کرتا دہلی مین آیا اور سیری کا محاصرہ کیا یہان سلطان محمود تھا اور فیروزآباد مین اختیارخان حاکم تھا۔ لڑائی جب تک ہوتی رہی کہ اختیار خان خضرخان سے ملگیا۔ خضرخان سیری سے سامنے سے کوچ کرکے کوشک فیروزآباد پر قابض ہوا اب وہ یہان دوآب اور حوالی دارالسلطنت کا مالک ہوا۔ اس وقت بلا قحط اس پر نازل تھی اس لئے محرم سنہ ۸۱۵ھ کو بسبب تنگی علف وغلہ کے ترک محاصرہ کرکے پانی پت کی راہ سے فیروزپور چلا گیا سلطان محمود جمادی الاول کو کٹھیر گیا۔ اور شکار کھیل کر دہلی چلا آیا۔ اس مراجعت مین وہ ماہ رجب مین مریض ہوا اور موت نے اس دنیا کی کشمکش سے رہائی دی باوجود ان سب انقلاب وتزلزل کے بیس برس دو مہینے سلطنت برائے نام کرگیا۔

دولت خان لودھی

سلطان محمود کے انتقال کے بعد امرا وملوک وارکان شاہی نے دولت خان سے بیعت کی مبارزخان اور ملک ادریس خضرخان سے ٹوٹ کر دولت خان پاس چلے آئے اس سال خضرخان فتحپور مین رہا اور دہلی نہین گیا۔ محرم سنہ ۸۱۶ھ ۱۴۱۳ مین دولت خان کٹھیر گیا رائے ہرسنگھ

اور اور رئیس اُس کی ملازمت کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہ قصبہ بتیالی مین پہونچا تو مہابت خان امیر بدایون اُس سے آ کر ملا۔ یہ خبر آئی کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے سلطان محمود کے بیٹے قادر خان کو کالپی مین گھیر رکھا ہے۔ دولت خان پاس اس قدر لشکر نہ تہا کہ وہ ابراہیم شاہ شرقی سے مقابلہ کرسکتا۔ وہ پہر اُلٹا دہلی چلا آیا خضر خان ایسے وقتون کی گہات مین لگا رہتا تہا وہ حصار فیروزہ مین آیا۔ اس دیار کے امیر خضر خان کی خدمت مین حاضر ہو کر دولت خواہون کے زمرہ مین داخل ہوئے۔ ملک ادریس قلعہ رہتک مین متحصن ہوا خضر خان نے اس سے کچھ تعرض نہین کیا۔ رہتک کے قریب سے گذر کر میوات مین پہونچا جلال خان برادر زادۂ بہادر ناہر اُس کی خدمت مین حاضر ہوا۔ یہان سے قصبہ سنبہل مین گیا یہان لوٹتا مارتا ماہ ذی الحجہ مین ساٹھ ہزار سوارون کی جمعیت بہم پہونچا کر دہلی گیا اور حصار سیری مین دولت خان لودہی کو محاصرہ کر لیا۔ دولت خان چار مہینے تک قلعہ داری کرتا رہا۔ ملک لونا اور خضر خان کے بعض اور دولت خواہون نے حسن تدبیر سے دروازہ نوبت خانہ پر خضر خان کا قبضہ کرا دیا۔ اب دولت خان نے اپنی حالت تباہ دیکھی تو اُس نے خضر خان سے امان چاہی خضر خان نے اُس سے ملاقات کی اور قوام خان کے حوالہ کر کے حصار فیروزہ مین اسکو محبوس کیا اور وہین وہ مر گیا ایک سال تین مہینے وہ سلطنت کر گیا۔ ۱۰ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو دہلی پر خضر خان کا قبضہ ہو گیا۔ دولت خان نے کبہی کوئی خطاب بادشاہی نہین اختیار کیا اور نہ لوازم و مراتب شاہی کو اپنے لئے لازم جانا۔ ملو خان کی طرز پر حکومت کرتا کسی شخص کو برائے نام بہی تخت پر نہ بٹہایا۔ سکہ مین فیروز شاہ کا یا اوس کی اولاد مین سے کسی کا نام ہوتا تہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان تغلق کے ساتھ موالنست چلی جاتی تہی۔ انگریزون نے بہی اول یہی طریقہ اختیار کیا تہا کہ اپنے سکہ مین شاہ عالم کا نام اور اوسکا سنہ جلوس مندرج کیا تہا۔

باب سوم سیدون و لودہیون کی سلطنت

سید خضر خان کی سلطنت کا بیان

خضر خان کے نام کے ساتھ تاریخ فرشتہ مین سید اور طبقات اکبری مین رایات اعلیٰ اور منتخب التواریخ

مُلّا عبدالقادر بدایونی نے مین مسند عالی کا خطاب لکھا ہے کسی نے اُس کو نہ اُس نے خود اپنے تئین بادشاہ یا سلطان کا خطاب دیا ہے۔

خضر خان کو خاندان حضرت رسالت پناہی صلعم سے منسوب کرتے ہین وہ ملک سلیمان کا بیٹا تھا اور ملک سلیمان کو ملک ناصر الملک مردان دولت نے لڑکپن مین متبنے کر کے پرورش کیا تھا۔ اور ملک مردان دولت سلطان فیروز شاہ کے امراء کبار مین سے تھا۔ اور ملتان کا حاکم تھا صاحب تاریخ مبارک شاہی نے لکھا ہے کہ مورخ لکھتے ہین کہ ملک سلیمان سید تھا اور اُس کے سید ہونے کی دلیل قوی یہ لکھی ہے کہ ایک روز ملک مردان دولت نے اپنے گھر مین سید السادات جلال بخاری قدس سرہ کی دعوت کی جب اُنہون نے قدم رنجہ فرمایا اور کھانا چنا گیا تو ملک سلیمان جس نے پہلے کبھی دعوے سیادت نہین کیا تھا طشت و آفتابہ لیکر ہاتھ دُہلانے کیلئے آیا تو حضرت سید السادات نے فرمایا کہ اِس سید سے یہ ایسی خدمت لینی گستاخی مین داخل ہے پس جب اُس کے سید ہونے کی شہادت ایسے بزرگ سید نے دی ہو تو پھر اُس کے سید ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا۔ سوائے اِس کے سید ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خضر خان کے اخلاق و اوصاف سخاوت و شجاعت و حلم و تواضع و صلاح و تقوے و اخلاق و رحم مین سیادت ٹپکی پڑتی تھی اور یہ اخلاق آنحضرت کے اخلاق کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔

جب ملک مردان مر گیا تو اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ملک شیخ ہوا مگر موت نے اُس بیٹے کو جلد باپ پاس پہونچا دیا تو ملک سلیمان اُسکا جانشین ہوا مگر وہ بھی جلد فوت ہو گیا تو خضر خان کو سلطان فیروز نے ملتان کی حکومت عطا کی۔ پھر روز بروز اُسکا درجہ بڑھتا گیا۔ دہلی پر متصرف ہونے سے پہلے جنگ ہائے عظیم مین جو بڑی بڑی فتوح اُس نے حاصل کین اُنکا بیان اوپر ہو چکا ہے ۱۵ ربیع الاول
۸۱۷ھ / ۱۴۱۴ع مین وہ دہلی پر متصرف ہوا اور قلعہ سیری مین داخل ہوا اور اپنی سپاہ کو سلطان محمود کے قصر مین اتارا۔ وہ استعداد سلطنت و اسباب ملکداری رکھتا تھا مگر اسپر بھی اسکو امیر تیمور کے ادب کی رعایت ایسی مدنظر تھی کہ اپنے نام کیساتھ بادشاہ کے لقب کا اطلاق نہین کرتا تھا اور القاب رایات اعلیٰ سے مخاطب کرتا تھا۔ ابتدا مین سکہ و خطبہ بنام امیر تیمور اور بعد ازان بنام مرزا شاہ رخ مقرر رکھا مگر آخر

مین خضر خان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اُس کے دعا کی گئی۔ اکثر سالون مین لایق پیشکش امیر شاہرخ کو بھیجتا رہا۔

الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ مین اپنی راے یہ لکھتے ہین کہ خضر خان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اور امرا جنکا استحقاق سلطنت اس زیادہ تھا اسپر رشک و حسد لیجائین اسلئے اپنے تئین امیر تیمور کا نائب مشہور کیا اور خود بادشاہی لقب نہین اختیار کیا۔ مگر یہ بات انگریزی دماغ کی گڑھی ہوئی ہے اصل یہ ہے کہ خضر خان شریف سید تھا وہ امیر تیمور کو اپنا محسن جانتا تھا اس لئے اُسکا یہ ادب کرتا تھا کہ اپنے تئین اُسکا نائب کہتا تھا۔ آخر زمانہ مین ایسے واقعات پیش آئے تھے کہ جس سے اہل شہر تنگ حال اور مفلس ہو گئے تھے سو اُس نے اُن کے واسطے وظیفے و اوراد مقرر کئے ملک الشرق ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیکر وزیر مقرر کیا۔ سید سالم سید السادات کو اقطاع وشق سہارنپور عطا کیا۔ اور ملک سلیمان کے بیٹے ملک عبدالرحیم کو لقب علاء الملک کا دیا اور ملتان و فتح پور کی اقطاع وشق مرحمت کی ملک سردار کو شحنہ شہر بنایا اور اپنی غیر حاضری کی صورت مین اپنا قایم مقام ملک خیرالدین کو عارض ممالک اور ملک کالو کو شحنہ فیل اور ملک داؤد کو دبیر مقرر کیا۔ اختیار خان کو دوآب کی شق حوالہ کی سلطان محمود کے عہد مین جن پاس پرگنے و دیہات و اقطاع تھے وہ سب بدستور اُن کو دیدئے اور اپنی جاگیر و نپر اُنکو روانہ کیا غرض معاملات سلطنت کا مناسب طور سے انتظام کیا۔

۸۱۷ھ ۱۴۱۴ء مین تاج الملک کو لشکر گران کے ساتھ بدایون و کٹھیر کی جانب بھیجا کہ وہ متمردون کی گوشمالی و سرکوبی کرے۔ ملک تاج الدین جمنا سے عبور کر کے شہر اہار مین آیا اور یہان سے گنگا پار اُتر کر ملک کٹھیر مین گیا اور اس دیار کے زمینداروں کی واجبی گوشمالی دی۔ راے ہرسنگھ یہان کا راجہ بھاگ کر کوہستان آنولہ مین گیا۔ جب سپاہ اسلام نے اُس کا حال تنگ کیا تو اُس نے محصول و مال ادا کیا اور رعیت ہونا قبول کیا مہابت خان امیر بدایونی بھی تاج الملک کی خدمت مین حاضر ہوا۔ پھر تاج الملک آب راہب (کالی ندی) سے گذر کر قلعہ سرگ دواری مین آیا اور یہان سے گنگا پار گیا۔ کھور (شمس آباد) اور کمپل (کمپلہ) کو دھمکایا اور اُن سے مال و اسباب و خراج چند سالہ وصول کیا اور شہر

سکینہ سے گذر کر یا وہم مین آیا حسن خان امیر راپری (راپری وچندوار آگرہ سے چند میل نیچے جمنا کے کنارہ پر قصبے ہین) اور اُس کا بھائی ملک حمزہ دونون اُس کی خدمت مین حاضر ہوئے اور گوالیار اور اوری اور چندوار کے راجاؤن نے مال ومحصول ادا کیا اور اطاعت قبول کی اور قصبۂ جلیسر کو چندوار کے راجپوتون سے چھین لیا۔ اور جو مسلمان پہلے اس کے مالک تھے اُنکو وہ دیدیا اور اپنے شق دار مقرر کر دئیے اور پھر اٹاوہ گیا اور یہان کے مقدمون کی تادیب کر کے وہ دہلی مین چلا آیا۔

۸۱۸ھ/۱۴۱۵ء مین خضر خان نے اپنے بیٹے ملک الشرق ملک مبارک کو اقطاع فیروز پور و سرہند اور وہ اقطاع جو بیرام خان کے پاس تھے حوالہ کی۔ سارے مغربی ملک کی حکومت اُس کو دیدی اور ملک سدہو نا ہر کو اس کا نائب مقرر کیا اور یہ شاہزادہ اس ملک کا بہمہ وجوہ انتظام کر کے دہلی مین مع ملک سدہو نا ہر اور اور امرا کے آگیا۔

۸۱۹ھ/۱۴۱۶ء مین خضر خان نے ملک تاج الملوک کو بڑی سپاہ کے ساتھ بیانہ وگوالیار بھیجا۔ جب تاج الملوک ملک بیانہ مین داخل ہوا تو ملک فخر الملک اور اُس کے بھائی شمس خان نے بڑے دہوم دہام سے اُسکا استقبال کیا یہان سے وہ گوالیار گیا اور ملک کو تاخت وتاراج کیا اور رائے گوالیار اور رئیون سے جو سالانہ مال ومحصول مقرر تہا لیکر چندوارہ کے سامنے جمنا پار اُتر کر کمپلہ اور پٹیالی مین گیا۔ رائے ہرسنگہ کٹھیر کا راجہ تابع تہا اسے مال ومحصول لیکر وہ دہلی چلا آیا۔ اور سرہند مین شاہزادہ کے بجائے ملک سدہو نا ہر کو بھیجا۔ اس سنہ مین جمادی الاول کے مہینے مین خبر آئی کہ بیرام خان کی قوم مین سے ترک بچون کی ایک جماعت نے ملک سدہو کو مکر و فریب سے پکڑ کر مار ڈالا اور قلعہ سرہند پر متصرف ہوئی۔ خضر خان نے ملک داؤد دبیر اور زیرک خان کو اس بغاوت کے دُور کرنے کے لئے بھیجا۔ ترک بچے دریائے ستلج سے عبور کر کے کوہستان مین بھاگ گئے۔ داؤد خان اور زیرک خان نے اُنکا تعاقب کیا۔ اس ملک کے پہاڑ نگر کوٹ کے پہاڑون سے متصل تھے زمینداروں نے اپنی سینہ زوری سے تصرف کر رکھا تہا اور بڑی قوت رکھتے تھے۔ دو مہینے تک ہر چند ملک داؤد اور زیرک خان نے اُنکے استیصال مین کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہوا دہلی مین وہ واپس چلے آئے۔ یہ فساد برپا ہو ہی رہا تہا کہ ماہ رجب مین خبر آئی کہ سلطان احمد شاہ

گجراتی نے قلعہ ناگور کا محاصرہ کرلیا ہے۔ خضرخان اُس کے دفع کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ سلطان احمد گجراتی نے جب سُنا کہ وہ قریب آگیا تو ملک مالوہ کو بھاگ گیا۔ خضرخان شہر نوجہائن مین آیا۔ اس شہر کو عروس جہان کہتے تھے اور اس کو سلطان علاء الدین خلجی نے بسایا تھا۔ اس شہر کا حاکم الیاس خان اُس کی خدمت مین آیا اور اُسپر نوازش کی گئی۔ یہان کے مفسدون کی گوشمالی کرکے خضرخان گوالیار کی طرف متوجہ ہوا اور راجہ کا قلعہ مین محاصرہ کیا مگر قلعہ ایسا مستحکم تہا کہ فتح نہ کرسکا راجہ سے مال اور خراج مقررہ لیکر پھر خطۂ بیانہ مین گیا اور شمس خان اوحدی حاکم بیانہ سے بہی باج لیکر دہلی مراجعت کی۔

۸۲۰ھ ۱۴۱۷ء مین خبر آئی کہ ملک طغائی رئیس اور اَوراد باش ترک بچون نے جو ملک سدہو کے قاتل تھے بغاوت اختیار کی خضرخان نے زیرک خان حاکم سامانہ کو اس بغاوت کے دبانے کے لئے مقرر کیا۔ باغیون نے قلعہ سرہند کا محاصرہ کرر کہا تہا۔ جب زیرک خان اُن کے قریب آیا تو باغی پہاڑون مین بہاگ گئے اور ملک کمال الدین کہ قلعہ مین گھرا ہوا تہا نجات پاکر دہلی گیا اور زیرک خان مخالفون کے درپے ہوا۔ جب وہ قصبہ پائل مین پہونچا تو ملک طغا نے انقیاد قبول کیا اور پیشکش دی اور اپنے بیٹے کو اَوَل مین دیا اور ملک سدہو کے قاتلون کے عماید کو اپنے پاس سے جدا کردیا۔ زیرک خان نے جالندہر اسکو دیدیا اور خود سامانہ مین چلاگیا۔ اور پیشکش اور پسر طغا کو دہلی خضرخان پاس بہیجدیا۔

۸۲۱ھ ۱۴۱۸ء مین خضرخان نے تاج الملک کو لشکر گران کے ساتھ ملک کٹھیر کو روانہ کیا کہ وہان کے راجہ ہرسنگہ کی بغاوت کو وہ فرو کرے۔ جب گنگا پار یہ لشکر اترا تو ہرسنگہ تمام ملک کٹھیر کو غارت کرتا ہوا آتولہ کے جنگل مین جو بیس کوس تک پہیلا ہوا تہا چلاگیا لشکر اسلام جنگل کے قریب خیمہ زن ہوا اور ہرسنگہ کو گھیر لیا وہ لڑا مگر لشکر شاہی فتح مند ہوا اور دشمن کا سارا اسباب سلاح و اسپ اُس کے ہاتھہ آیا اور ہرسنگہ کمایون کے پہاڑون مین بہاگ گیا۔ دوسرے دن اُس کے تعاقب مین بیس ہزار سوار بہیجے گئے۔ تاج الملک لشکر سمیت اپنے جگہ مقیم رہا۔ لشکر اسلام نے آب رہب سے عبور کیا اور کوہ کمایون مین دشمنون کا تعاقب کیا ہرسنگہ پہاڑون مین دور تک چلاگیا اور لشکر اسلام نے پانچوین دن مراجعت کی بہت سا مال اسباب غنیمت مین ہاتہہ لگا۔ بعدازان تاج الملک نے بدایون

کی راہ سے گنگا کے کنارہ پر آیا اور بجلانہ گھاٹ سے دریا سے عبور کیا۔ مہابت خان حاکم بداون کو اُس نے رخصت کیا۔ اور خود اٹاوہ مین آیا۔ یہان کا راجہ سمبر متحصن ہوا تاج الملک نے ولایت اٹاوہ کو تاخت وتاراج کیا اور راجہ نے مال ومحصول دیکر صلح کرلی۔ اس طرح فتح کے ساتھ تاج الملک دہلی مین ربیع الآخر مین آگیا جو مال وخراج لایا تھا وہ اُس نے خضر خان کے حوالہ کیا اور مورد عنایت خسروانہ ہوا۔

سنہ ۸۲۲ھ ۱۴۱۹ء مین مفسدون کی سزا کے لئے خضر خان ملک کٹھیر کو گیا اول اُس نے کول کے مفسدون کی تنبیہ وگوشمالی کی۔ پھر اس نے راہب اور سنبھل کے جنگلون کو صاف کیا اور سارے مفسدون کی سرکوبی کی پھر ذیقعدہ کے مہینے مین بداون کی طرف اُس نے حرکت کی اور پٹی آلی کے قریب گنگا سے پار اترا اور اس خبر کو سننے سے مہابت خان امیر بداون کے دل مین ہول اٹھا اور وہ ذالحجہ کے مہینے مین قلعہ بداون مین متحصن ہوا۔ اور چھ مہینے تک لڑتا بھڑتا رہا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہوجائے کہ خضر خان پاس خبر آئی کہ بعض امرائشل قوام خان واختیار خان اور کل خانہ زادان سلطان محمود جو خدمت خان سے جدا ہوکر خضر خان سے آن ملے تھے اُنہون نے غدر مچانے کا کا ارادہ کیا ہے خضر خان اُن کے ارادہ کو سمجھ گیا اور اُس نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دہلی کی جانب مراجعت کی اثنار راہ مین گنگا کے کنارہ پر ۲۰ جمادی الاول سنہ ۸۲۲ھ کو قوام خان اور اختیار خان اور خانہ زادان محمود شاہ اور کل اہل غدر کو کسی بہانہ سے ایک مجلس مین جمع کرکے قتل کرڈالا اور خود دہلی مین آگیا۔

دہلی مین آنے کے چند روز بعد اُس نے سُنا کہ باجوارہ یا ماچیوارہ کے پہاڑون مین جو جالندہر سے متعلق ہین ایک شخص اپنے تئین سارنگ خان کہتا ہے اور اُسکے گرد ایک خلق کثیر جمع ہوگئی ہے اور احمق اُسکو سچ مچ سارنگ خان جانتے ہین حالانکہ سارنگ خان اسی زمانہ مین کہ صاحبقران ہند مین آیا تھا فوت ہوچکا تھا۔ خضر خان نے اقطاع سرہند ملک سلطان شاہ لودی مخاطب اسلام خان کو دیکر اُسکو سارنگ خان کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ ملک سلطان شاہ سپاہ لیکر ماہ رجب مین سرہند کیطرف چلا۔ سارنگ خان اپنی گنواری سپاہ کو لیکر آگے بڑھا اور جب ستلج کے پار اترا تو ارو بر (روپر) کے آدمی اُس کے ساتھ اور شریک ہوگئے۔ شعبان مین وہ سرہند

کے قریب آیا اور ایک جنگ ہوئی جس مین ملک شاہ کو فتح ہوئی اور سارنگ خان پہاڑون مین بھاگا۔ اور قصبہ ترسری علاقہ سرہند مین وہ پہونچا خواجہ علی اندرابی امیر قصبہ جبلیٹھ معہ اپنے تابعین کے اِس جعلی سارنگ خان سے آن ملا۔ حسب الحکم خضر خان کے ملک طغائے ترک امیر جالندھر وزیرک خان امیر سامانہ و ملک خیر الدین حاکم میان دوآب لشکر عظیم کے ساتھ سلطان شاہ کی کمک کو دوڑے۔ سلطان شاہ سرہند مین داخل ہوا اور جعلی سارنگ خان روپر مین گیا خواجہ علی نے سارنگ کو چھوڑ دیا۔ اور زیرک خان سے آن ملا۔ رمضان کے مہینہ مین روپر مین سب لشکر متفق ہو کر پہاڑون مین سارنگ خان کے پیچھے پڑا۔ سارنگ خان کی جمعیت پراگندہ ہو گئی وہ چند معتمد آدمیون کے ساتھ پہاڑ مین متحصن ہوا۔ اور لشکرون نے اپنے اپنے مقام پر مراجعت کی اور سلطان شاہ لودہی روپر مین مقیم رہا۔

۸۲۳ھ مین جعلی سارنگ خان پہاڑ سے نکلا اور بعد عہد و پیمان کے ملک طغا سے مل گیا ملک طغا نے ملک و مال و دولت کی طمع سے اُسے مار ڈالا۔ اس عرصہ مین خضر خان نے شہر مین آرام کیا تاج الملک کو سپاہ کے ساتھ اٹاوہ اور اُس کی نواح کے زمینداروں کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ یہ سپاہ اول برن مین گئی اور پھر کول مین آئی۔ اس نواح کے مفسدون کی گوشمالی کر کے اٹاوہ پر آگے بڑھی اور موضع دہلی کو جو سب سے زیادہ مستحکم جگہ ہندوؤن کے قبضہ مین تھی برباد کیا پھر اٹاوہ مین جا کر رائے سمبیر کا محاصرہ کیا۔ جس نے آخر کو صلح کر لی اور سالانہ مال و خراج ادا کیا۔ پھر لشکر چندواڑہ مین گیا اور اُس کو تاخت و تاراج کیا۔ پھر وہ کٹھیر مین گیا اور وہان کے راجہ رائے سنگھ سے پہلے سے زیادہ مال و خراج وصول کیا۔ پھر تاج الملک دہلی مین آیا۔ رجب کے مہینے مین خبر آئی کہ ملک طغا نے دوبارہ سرکشی اختیار کی ہے اور سرہند کے قلعہ کو تسخیر کر لیا ہے اور منصور پور اور پایل تک ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ خضر خان نے اُسکے مغلوب کرنے کے لئے ملک خیر الدین و زیرک خان کو نامزد کیا وہ اس باغی کے تلاش مین چلے۔ جب ملک طغا نے سنا کہ وہ اُس کے قریب آگئے ہین تو وہ دریا ستلج سے پار اُتر کر لدھیانہ مین آیا اور دریا کے دوسری طرف لشکر شاہی کے سامنے پڑا۔ دریا پایاب تھا اس لئے لشکر شاہی دریا پار اُتر گیا تو طغا (طوغان) بھاگ کر جسرتھ گکھر (کھوکر) کی ولایت مین چلا گیا۔ اُس کی اقطاع زیرک خان کو دی گئی اور ملک خیر الدین دہلی چلا آیا۔

۸۲۴ھ (۱۴۲۱ء) مین خضر خان نے میوات پر عزیمت کی میواتیون مین سے بعض نے حاضر ہو کر اطاعت کی باقی نے بہادر ناہر کے کوٹلہ مین پناہ لی۔ انکا محاصرہ اِسنے کیا۔ میواتی حملہ اول ہی مین جلد شکست کہا کر کوہستان مین بہاگ گئے قلعہ فتح ہو گیا خضر خان نے اِس قلعہ کو بالکل برباد کیا اور گوالیار کی جانب روانہ ہوا۔ ۷ محرم ۸۲۴ھ (۱۴۲۱ء) کو ملک تاج الملک فوت ہوا۔ اسکا بڑا بیٹا ملک الشرق ملک سکندر وزیر مقرر ہوا۔ جب خضر خان گوالیار مین پہونچا تو اُسکی سپاہ نے اُسکا محاصرہ کیا اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ یہان سے خراج لیکر اٹاوہ مین آیا۔ راے علم بیر تو مر گیا تہا اُسکا بیٹا مقابلہ کی تاب نہین رکہتا تہا۔ اُس نے مال و خراج دیدیا۔ اب خضر خان علیل ہوا اور دہلی کو مراجعت کی۔ شہر مین پہونچکر ۱۷ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو (۲۰ مئی ۱۴۲۱ء کو) رحمتِ حق سے پیوستہ ہوا۔ سات سال دو ماہ دو روز سلطنت کر گیا۔ خیرات و مبرات اس سے بہت سی ظہور مین آئین۔ جو جماعت کہ صاحب قِران کے حملون سے بیخانمان و بے سر و سامان ہوئی تہی اسکے ایام سلطنت مین مرفہ الحال و صاحب جمعیت ہو گئی تہی۔

اس سلطنت کا ذکر پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایام سلطنت مین وزیر بادشاہ دونون کا حال یہ رہا کہ کبھی کٹھیر کبھی گوالیار کبھی بدایون کبھی سنبہل۔ یہان محصول کیا وہان کسی سرکشی کو دبایا۔ کسی سرکش کو مطیع کیا سوا دہلی کوئی ضلع اور صوبہ بادشاہ کے قبض و تصرف مین نہ تہا۔ اگر ایک طرف کچہہ ملک ہاتہہ لگا تو دوسری طرف سے نکل گیا یہی حال رہا۔ نہ وزیر سے کچہہ ہوا نہ بادشاہ سے بلکہ خود صوبۂ ملتان اور پنجاب مین جو میراث مین خضر خان کو پہونچا تہا خلل پڑنے لگے خلاصہ یہ ہے کہ اُسکے عہد سلطنت مین نہ سلطنت کی نمایش ہوئی اور نہ ملک کی افزایش ہوئی جو ملک اِس بادشاہ کے قبضہ مین آیا وہ اُس کی سلطنت سے سرسبز و شاداب ہوا مگر کوئی نیا صوبہ اُس کے ہاتہہ نہ آیا۔ اکثر ہماری تاریخ مین ملک کٹہیر کا ذکر آیا ہے جس ملک کو اب رہیلکہنڈ کہتے ہین ہندو اس کو کٹہیر کہتے تہے۔ مسلمان پہلے اُس ملک کو جو گنگا کے مشرق مین ہے کٹہیر کہتے تہے لیکن جب سنبہل اور بدایون جدا جدا صوبے مقرر ہوئے تو صرف اس ملک کو جو رام گنگا کے پرے ہے کٹہیر کہنے لگے۔

ذکر سلطنت بادشاہ معز الدین ابو الفتح مبارک شاہ بن خضر خان

خضر خان نے اپنی وفات سے تین دن پہلے مبارک خان کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تہا باپ کے مرنیکے بعد اُس روز یا تیسرے روز ۱۹ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو امرا و ملوک نے متفق ہو کر اُسکو باپ کے تخت پر بٹہایا

بٹھادیا اور اُسنے اپنے تئیں معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ ملقب کیا۔ امراو ملوک و اکابر و مشائخ و سادات کی جاگیر و وظائف ادرار بدستور سابق جاری رکھے۔ اور بعض کا اضافہ کیا اور حصار فیروزہ و ہانسی کی اقطاع ملک رجب نادر سے لیکر ملک الشرق ملک مدو (بدر) اپنے برادر زادہ کو دیں اور ملک رجب کو دیبال پور اور پنجاب کی اقطاع عطا کیں خبر آئی کہ شیخا گھکر (کھوکر) کا بھائی جسرت اور طغار ئیس نے سرکشی کی۔

گھکروں کی لڑائی

شیخا گھکر کا پہلے کام تمام ہوچکا تھا اُسکی جگہ اُسکا بھائی جسرت گھکر اپنی قوم کا سردار مقرر ہوا۔ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو سلطان علی پادشاہ کشمیر ٹلنبہ گیا تھا جب اس نے مراجعت کی تو اسکی سپاہ متفرق تھی۔ جسرت گھکر نے سرراہ اُسے روکا اور لڑکر اس کو زندہ گرفتار کرلیا اور اس کا تمام مال اسباب لوٹ لیا۔ اس بردکے ہاتھ لگنے سے وہ بہت مغرور ہوگیا اور ایسا دماغ چلا کہ دہلی کی تسخیر کی فکر کرنے لگا اور ملک طغائے ترک کو جو سپاہ دہلی کے صدمہ سے پہاڑ میں بھاگا تھا بلاکر امیر الامرا مقرر کیا۔ جب اسنے خضر خاں کا مرنا سنا تو پیادوں اور سواروں کو ساتھ لیکر دریا بیاس اور دریا ستلج سے پار اترا اور تلونڈی میں رائے کمال الدین پر حملہ کیا۔ رائے فیروز کو اپنے آگے سے جنگل میں بھگادیا۔ شہر لودہیانہ سے لیکر روپر کے ہمسایہ تک ملک کو دوبارہ جسرت نے خوب لوٹا۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر ستلج سے پار اُترا اور جالندہر کی طرف چلا۔ زیرک خاں حاکم جالندہر متحصن ہوا۔ جسرت شہر سے تین کوس پر خیمہ زن ہوا۔ آپس میں عہد و پیمان کی باتیں ہونے لگیں اور طرفین سے صلح پر راضی ہوئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ زیرک خاں لڑا۔ اور جسرت نے فریب کرکے صلح کی اور یہ قرار پایا کہ زیرک خاں بیٹے کو اُول میں دے اور قلعہ جالندہر کو خالی کرکے طغا کو سپرد کرے پسر طغا کو مع لایق پیش کش کے مبارک شاہ کی خدمت میں جسرت بھیجے۔

۲۔ جمادی الآخر ۸۲۴ھ کو زیرک خاں حصار جالندہر سے باہر آیا اور جسرت کے لشکر میں جو تین کوس پر دریا سرستی کے کنارہ پر فروکش تھا آیا۔ دوسرے روز جسرت عہد شکنی کرکے زیرک خاں کے سر پر چڑھ گیا اور اُسکو قید کرکے لودہیانہ لے گیا یہاں سے ۲۰۔ جمادی الآخر کو عین برسات میں سرہند پہنچا

ملک سلطان شاہ متحصن ہوا۔ جسرت نے ہر چند قلعہ کی فتح میں کوشش کی مگر ناکام رہا جب سلطان شاہ اسلام خاں نے بادشاہ سے کمک طلب کی تو باوجود برسات کے بادشاہ خود ماہ رجب میں شہر سے سرہند کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب وہ حوالی سرہند میں سامانہ پہنچا تو جسرت اس کے نزدیک آنے کی خبر سنکر ۲۷۔ رجب کو محاصرہ چھوڑ کر لدہیانہ چلا گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ جسرت نے خود زیرک خاں کو چھوڑ دیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ زیرک خاں بھاگ کر سامانہ میں مبارک شاہ سے آن ملا پھر لشکر شاہی لدہیانہ کی طرف بڑھا۔ جسرت گھکر دریا کے دوسرے کنارہ پر چلا گیا اور وہاں لشکر شاہی کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ کل کشتیوں پر اس کا قبضہ تھا اسلئے لشکر شاہی دریا کے پار نہ اتر سکا اور چالیس دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ جب سہیل نے طلوع کیا اور دریا کا پانی اترا تو بادشاہ دریا کے کنارہ کنارہ قبول پور گیا اور جسرت شیخا دوسرے کنارہ پر بادشاہ کے لشکر کے سامنے ہر روز لشکر اُتارتا ہوا چلا۔ ۱۱۔ شوال کو بادشاہ نے سکندر تحفہ و زیرک خاں و ملک الشرق محمود حسن و ملک کالو اور بعض امرا کو لشکر اور ۲۰ زنجیر فیل کے ساتھ دریا کے پار روبر میں بھیجا۔ صبح کو پایاب دریا سے یہ اُتر گئے اور یہیں سے مبارک شاہ بھی ان کے پیچھے دریا سے اُترا۔ جسرت کا لشکر بادشاہی لشکر کے متوازی دریا کے کنارہ پر چل رہا تھا مگر جب لشکر شاہی دریا سے اُتر کر اس کے سامنے آیا تو بغیر لڑے وہ بھاگ گیا۔ لشکر سلطانی نے اس کا تعاقب کر کے بہت پیدل اور سوار اس کے قتل کئے۔ اور بہت مال اسباب لوٹ لیا۔ جسرت مفلوکانہ چند سواروں کے ساتھ جالندھر گیا۔ دوسرے روز بیاس پار اُترا۔ جب لشکر شاہی یہاں آیا تو وہ دریائے راوی کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ بیاس اُتر کر راوی پر قصبہ بھوا کے قریب جسرت کے تعاقب میں پہنچا۔ تو جسرت تکھر کے پہاڑوں میں جا چھپا راجہ جمو بادشاہ کی ملاقات سے سرفراز ہوا اور وہ رہبری کر کے بادشاہی کو تکھر پرے گیا جو جسرت کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا۔ لشکر نے اس مقام کو ویران کیا اور شیخا کے آدمیوں کو جو اس پہاڑ میں پراگندہ پھر رہے تھے اسیر کیا اور شاہی لشکر سالم و غانم لاہور پہنچا۔

محرم ۸۲۵ھ میں بادشاہ شہر لاہور میں پہونچا۔ یہاں شہر میں اُلو بول رہا تھا۔ بادشاہ نے اس شہر کے آباد کرنے پر توجہ کی اور اس سبب سے یہاں عمارات بنی شروع ہوئیں۔ یہاں راوی کے کنارہ پر

ایک مہینہ وہ مقیم رہا اور قلعہ اور شہر کے دروازوں کی مرمت میں مصروف رہا اور جب یہ کام سب ہو چکا تو اُسنے اقطاع لاہور ملک الشرق ملک محمود حسن کو دی اور اس کے ساتھ دو ہزار سوار بھی یہیں چھوڑے۔ اور خود دہلی مراجعت کی۔ جب بادشاہ دہلی میں آگیا تو جسرت شیخا چناب اور راوی سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اُترا اور حصار لاہور کے پاس آیا۔ اور اسنے اپنے خیمے شیخ المشائخ حسین زنجانی کے مزار کے پاس لگائے۔ حصار خام لاہور پر ۱۱۔ جمادی الآخر کو لڑائی ہوئی جسمیں جسرت کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ قلعہ سے باہر لشکر شاہی نے آن کر اسکا تعاقب کیا مگر دور تک نہیں دونوں لشکر اپنے مقامات میں مقیم رہے۔ غرض جسرت نے ایک مہینے پانچ روز تک قلعہ کا محاصرہ رکھا اور کئی دفعہ قلعہ پر لڑا مگر جب کچھ کام نہ بنا تو کلانور چلا گیا اور یہاں قلعہ کلانور میں لشکر شاہی کی امداد کے لئے رائے بھیم آیا تھا۔ اُس سے جسرت اپنا انتقام لینا چاہتا تھا دونوں میں لڑائی ہوئی مگر ماہ رمضان میں اُنہوں نے آپس میں صلح کر لی اور جسرت شیخا دریا بیاس کے کنارہ پر پہونچکر گھکروں کا لشکر جمع کرنے لگا اس اثناء میں ملک تحفہ اسکندر جو ملک محمود حسن کی امداد کے لئے متعین ہوا تھا گذرپوہی میں بڑے لشکر کے ساتھ آگیا۔ جسرت اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ راوی اور چناب کے پار اپنے ہمراہیوں سمیت بھاگ گیا اور تھکر میں چلا گیا ملک الشرق گذرپوہی سے بیاس کے پار اترا اور ۱۲۔ شوال کو لاہور پہونچا۔ ملک محمود اُس کے استقبال کے لئے قلعہ سے تین کوس پر آیا۔ اس سے پہلے ملک سکندر تحفہ سے ملک رجب امیر دیبال پور ملک سلطان شاہ لودی اور رائے فیروز مل گئے تھے۔ اب سکندر تحفہ کا یہ لشکر چلکر سرحد جموں میں پہونچا۔ یہاں راجہ بھیم اس سے آن ملا لور جہاں یہ گمان تھا کہ گھکر پنہاں ہونگے ان کو قتل کیا اور ملک تحفہ سکندر لاہور میں آگیا۔ اب یہاں مبارک شاہ کا مبارک فرمان پہونچا کہ ملک محمود حسن جالندھر میں جا کر سب اسباب درست کر کے دہلی آئے اور ملک سکندر تحفہ لاہور کا بندوبست کرے اور بادشاہ نے اس سے وزارت لیکر ملک الشرق سرور شحنہ شہر کو دیدی اور اس کے بیٹے کو شحنہ شہر مقرر کیا۔

کٹھیر اور اٹاوہ کی مہمات

۸۲۶ھ میں مبارک شاہ نے لشکر مرتب کیا اور محرم کے مہینے میں ملک کٹھیر کیطرف حرکت کی اور مال محصول وصول کیا اور بعض متمردوں کو سزا دی۔ مہابت خاں حاکم بدایوں جو حصاری ہوکر خضر خاں سے لڑا تھا اور اب اسکے بیٹے سے خوف زدہ ہو رہا تھا وہ بادشاہ کیخدمت میں آیا اور اسکا قصور معاف ہوا۔ بادشاہ یہاں سے گنگا پار اُترا اور راٹھور راجپوتوں کے ملک پر تاخت کی اور انمیں سے بہت سے راجپوت قتل و اسیر کئے۔ گنگا کے کنارہ پر چندروز اُس نے توقف کیا اور قلعہ کمبلہ میں ملک مبارز و زیرک خاں و کمال خاں کو لشکر عظیم کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ راٹھوروں کو ضرر نہ اٹھانے دیں۔ راجہ اٹاوہ نے بادشاہ کی ہمراہی کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تھا وہ لشکر سے بھاگ گیا بادشاہ نے ملک الشرق مبارک خاں کو لشکر عظیم کے ساتھ اسکے پیچھے روانہ کیا۔ وہ اس کو پکڑ تو نہ سکا مگر ولایت اٹاوہ میں داخل ہوکر مراسم تاخت و تاراج میں سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ملک مبارک شاہ خود بھی جلد سفر کرکے اٹاوہ میں داخل ہوا۔ یہاں راجہ نے بہت سے راجپوت اپنے پاس جمع کرکے قلعہ میں پناہ لی۔ بادشاہ نے اُسکا محاصرہ کیا۔ جب راجہ تنگ و عاجز ہوا تو دوسری دفعہ اپنے بیٹے کو بادشاہ پاس بھیجا۔ اور جو مال محصول واجب الادا تھا اُس کو ادا کیا۔ مبارک شاہ دہلی چلا آیا اور اس اثنا میں ملک محمود حسن اپنے لشکر سمیت دہلی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منصب بخشی گری پر جسکو ان دنوں میں عارض ممالک کہتے تھے سرفراز ہوا۔

جسرت شیخا اور رائے بھیم

اسی سال میں جسرت شیخا اور رائے بھیم میں لڑائی ہوئی اور رائے بھیم مارا گیا اور اُس کا بہت سا مال و اسباب جسرت شیخا کے ہاتھ آیا۔ دس بارہ ہزار گھکر جمع کرکے پھر لاہور و دہلی کی بادشاہی کا اُسنے قصد کیا اور دیپالپور اور لاہور کی نواح کو تاخت و تاراج کرکے اموال فراواں لوٹا۔ ملک سکندر تحفہ نے اُسکے دفع کرنے کا قصد کیا اور دریاء چناب سے پار اُترا مگر کچھ کام نہ ہوسکا ناچار واپس آیا جسرت گھکروں کی ولایت میں جاکر خیل و حشم کی ترتیب میں مشغول ہوا۔ کابل میں امیر شیخ علی پسر سرغتمش اقامت رکھتا تھا اور مرزا شاہرخ کے امرا میں سے تھا اور یہاں اُس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اُس سے آشنائی اور خصوصیت جسرت نے پیدا کی اور سیوستان و بھکر و ٹھٹھہ کی

تاخت و تاراج کرنے کی صلاح بتائی - تاکہ بادشاہ دہلی پر سب طرف سے ایسا زور پڑے کہ اسکا مقصود حاصل ہو - اسی زمانہ میں ملک علاء الدین حاکم ملتان نے وفات پائی اور امیر شیخ علی کے آنے کی خبر منتشر ہوئی - مبارک شاہ نے اقطاع ملتان و بھکر و سیوستان میں بے تامل ملک محمود حسن کو آراستہ لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس نے حصار ملتان کو جو صاحب قران کے صدمہ سے ویران پڑا تھا مرمت کرائی اور اطراف و نواحی سے لشکر کو جمع کیا اور یہاں کے آدمیوں کو انعام و وظیفے و بخششیں دے دے کے خوش کر دیا اور مغلوں سے جنگ کیلئے مستعد ہوا -

گوالیا اور میوات کی مہم و بیانہ کی مہمات

اسی سال میں خبر آئی کہ الپ خاں یا الف خاں عرف ہوشنگ والی دھار (مالوہ) نے گوالیار کے قلعہ کا محاصرہ تسخیر کے ارادہ سے کر رکھا ہے - اہل حصار کی حمایت کیلئے بادشاہ مبارک شاہ روانہ ہوا جب بیانہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر خاں بن داؤد خاں حاکم بیانہ نے اپنے چچا مبارک خاں کو مار کر بیانہ میں تہلکہ ڈال رکھا ہے اور مخالفت کے قصد سے بالائے کوہ چلا گیا ہے - دامن کوہ میں مبارک شاہ فروکش ہوا - اور رسل و رسائل کے بعد امیر خاں نے سالانہ خراج دینے کا عہد کیا اور لوازم طاعت بجالایا - بادشاہ مبارک شاہ گوالیار گیا - سلطان ہوشنگ نے چنبل کے گھاٹ کو روک رکھا تھا - مبارک شاہ دوسرا گھاٹ تلاش کر کے چنبل سے جلد پار اتر گیا اور دہلی کے مقدمہ لشکر نے سلطان مالوہ کی اطراف لشکر کو غارت کیا اور جماعت کثیر کو اسیر کیا - چونکہ یہ اسیر مسلمان تھے اسلئے مبارک شاہ نے انکو چھوڑ دیا - سلطان ہوشنگ نے لائق پیشکش بھیجے اور دہار کو چلا گیا مبارک شاہ نے چنبل کے کنارہ پر توقف کیا اور قانون قدیم کے موافق خراج اس دیار کے زمینداروں سے وصول کیا اور جب ۸۲۷ھ میں دہلی میں آیا اور ۸۲۸ھ میں کٹھیر کے ملک میں گیا - یہاں کے راجہ ہر سنگھ نے گنگا کے کنارہ پر آن کر ملازمت کی اور تین سال کی بقایا مالگزاری کی بابت چند روز مقید رہا - ادائے مال کے بعد رہائی پائی - بادشاہ نے گنگا کے پار اتر کر متمردوں اور مفسدوں کو پامال کیا اور کمایوں کی طرف چلا - یہاں کچھ دنوں ٹھیرا لیکن جب موسم گرم ہو گیا تو رہب کے کنارہ کنارہ گھر کا راستہ لیا اور گنگا پار ہو کر قنوج کا ارادہ کیا کہ ہندوستان کے سارے شہروں میں قحط کی سخت بلا نازل ہوئی تھی

اس لئے سپاہ نے آگے کوچ نہیں کیا۔ میواتیوں کی سرکشی کی خبر آئی بادشاہ اس طرف روانہ ہوا اور غارت و تاراج پر دست دراز کیا۔ میواتیوں نے اپنا ملک خراب اور کوہ جہرہ میں چلے گئے بادشاہ نے بسبب عسرت غلہ و صف و محکمی جائے کے دہلی کو مراجعت کی اور ملوک و امرا کو اپنی جاگیروں پر رخصت کیا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

۸۲۹ھ میں پھر میوات کی طرف بادشاہ گیا۔ بہادر ناہر کے پوتوں جلو و قدر کے ساتھ میواتیوں نے ملکر اپنے ملک کو ویران کیا۔ اور کوہستان اندور کو اپنا مقام بنایا۔ لشکر شاہی نے کئی روز تک اُن پر حملہ کیا اور اندور سے نکال دیا تو وہ کوہستان الور میں چلے گئے۔ لشکر شاہی نے اندور کے مستحکم مقامات کو مسمار کیا اور الور پر چڑھ گئے اور جلو و قدر کے پیچھے پڑے۔ انہوں نے آخر کو عاجز ہو کر امان چاہی اور ملازمت کے چند روز بعد پھر بھاگنے کا ارادہ کیا تو محبوس ہوئے اور بادشاہ نے میواتیوں کے ملک کو تاراج کیا جب قحط پڑا تو مراجعت کی۔ پھر چودہ مہینے بعد محرم ۸۳۰ھ میں میوات گیا اور یہاں کے متمردوں کو سزا دیکر بیانہ گیا۔ حاکم بیانہ محمد خاں پسر اوحد خاں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور سولہ روز تک لڑتا رہا اکثر آدمی اُسکے بادشاہ سے جا ملے تو وہ از روئے عجز و انکسار رسی گردن میں ڈالے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ میں جو گھوڑے اور ہتھیار اور نفیس اشیا تھیں وہ بادشاہ کی پیشکش میں پیش کیں۔ بادشاہ نے اُسکے اہل و عیال کو قلعہ سے اُتار کر دہلی بھیجدیا اور قلعہ بیانہ کو مقبل خاں کے سپرد کیا اور سیکری کو کہ اب فتحپور مشہور ہے ملک خیر الدین تحفہ کو حوالہ کی اور آپ خود یہاں سے گوالیار آیا یہاں کے راجہ اور کھنکر و چندواڑہ کے رئیسوں نے کچھ مقابلہ نہیں کیا۔ اور دستور قدیم کے موافق خراج ادا کیا۔ جمادی الاول میں بادشاہ دہلی میں آگیا۔ اور ملتان اور اسکی نواح کے ملک سے ملک حسن کو بدل کر حصار فیروزہ میں بھیجا۔ اور اسکی جگہ ملک جب نادری کو مقرر کیا۔ اور کوشک جہان نما فیروز شاہی کو اوحد خاں بیٹے محمد خاں کے لئے تجویز کیا اسکی تربیت کی فکر میں تھا لیکن محمد خاں جلدی کر کے مع زن و فرزند اور تمام متعلقین کے کوشک جہاں نما سے بھاگ کر میوات میں چلا گیا۔ اور وہاں مردمان واقف طلب کو جمع کیا جو وقت اُسنے خبر پائی کہ قلعہ بیانہ میں ملک ناصر الدین کو مقبل خاں چھوڑ کر خود مہابن (مہاون) کی طرف گیا ہے تو ایلغار کر کے زمینداروں کو اپنے ساتھ ملاکر شہر بیانہ پر متصرف ہو گیا

ملک ناصر الدین قلعہ داری نہ کرسکا امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا اور خود دہلی چلا آیا۔ مبارک شاہ نے بیانہ میں ملک مبارز کو حاکم مقرر کیا اور محمد خاں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ محمد خاں میں جنگ کی طاقت نہیں تھی قلعہ میں آنکر قلعہ بند ہوا۔ ملک مبارز یہاں کی ولایت پر متصرف ہوا۔ چند روز بعد محمد خاں نے اپنے چند معتمدوں کو قلعہ سپرد کیا اور خود جریدہ ایلغار کرکے سلطان ابراہیم شرقی سے جا ملا جو اپنے آراستہ لشکر کے ساتھ کالپی کی تسخیر کے قصد سے آتا تھا سلطان مبارک شاہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ملک مبارز کو اپنی خدمت میں بلا لیا اور خود بیانہ کی فتح کے لئے چلا اثنا راہ میں قادر خاں حاکم کالپی کی عرضداشت پہنچی کہ سلطان ابراہیم شرقی آراستہ لشکروں کے ساتھ کالپی کی فتح کے قصد سے چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے مہم بیانہ کو موقوف کیا اور سلطان ابراہیم کے مقابلہ کے لئے رواں ہوا۔ اس اثنا میں جو افواج شرقیہ نے بھوگانو کو لوٹ کر بداوں کا قصد کیا تھا سلطان مبارک شاہ جمنا اوترکر موضع اترولی یا (ہرنوئی) میں کہ جو اس کے مشہور مقاموں میں سے تھا وڑا اور وہاں سے وہ اترولی میں آیا۔ یہاں اُس کو معلوم ہوا کہ مختص خاں برادر شاہ شرقی اٹاوہ میں آن پہنچا ہے تو اس نے ملک محمود حسن کو دس ہزار چیدہ سواروں کے ساتھ مختص خاں (مخلص خاں کے) مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مختص خاں نے اس لشکر سے لڑنے کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی اس لئے اپنے بھائی پاس بازگشت کی۔ محمود حسن نے چند روز توقف کیا کہ دشمن کو غافل پائے تو اس پر حملہ کرے مگر دشمن ہوشیار تھا اُس کو موقع حملہ کرنے کا نہ ملا تو وہ اپنے بادشاہ کی فوج سے جا ملا۔ ابراہیم شاہ شرقی کالی ندی کے کنارہ کنارہ چلکر برہان آباد ضلع اٹاوہ میں آیا۔ مبارک شاہ نے اترولی سے کوچ کیا اور قصبہ پائیں کوٹہ (بالی کونہ یا مالی کوٹہ) میں آیا۔ اب دونوں لشکروں کے درمیان کچھ تھوڑا ہی فاصلہ تھا کہ لشکر مبارک شاہی کی شان و عظمت کو شاہ شرقی نے دیکھکر مقابلہ کا ارادہ ترک کیا اور ماہ جمادی الاول میں قصبہ رابری کی طرف چلا اور جمنا سے پار اتر کر بیانہ میں گیا اور کٹھیر یا کنھیر ندی کے کنارہ پر مقام کیا۔ مبارک شاہ بھی چند وار کے نزدیک جمنا اتر کر بیانہ پہونچا۔ اور دشمن کے لشکر سے پانچ کوس پر فروکش ہوا۔ طرفین نے اپنے اپنے لشکروں کے آگے خندق کھودی اور بیس روز تک یہ لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں

پڑے رہے اور مبارک شاہ کے لشکری ہر روز لشکر شرقی کی اطراف پر تاخت کرکے اسکے گھوڑے اور مویشی پکڑ کے اور آدمی قید کرکے اپنے لشکر میں لاتے۔ ۷ جمادی الآخر کو شاہ شرقی لڑنے کے ارادہ سے سوار ہوا۔ سلطان مبارک شاہ نے محمود حسن خان اعظم فتح خاں بن سلطان مظفر گجراتی وزیرک خاں و اسلام خان ملک جے من نبیرہ فیروز خاں و ملک کالو شحنہ پیل و ملک احمد مقبل خاں کو سرور الملک وزیر و سید السادات سید سالم خاں کے ہمراہ کر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ دوپہر سے شام تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ جب رات ہوئی دونوں لشکر اپنے اپنے مقام و جائے پر چلے گئے۔ ۸ ماہ جمادی الآخر کو شاہ شرقی نے جونپور کی راہ لی۔ مبارک شاہ نے تعاقب میں زیادہ اہتمام اسلئے نہیں کیا کہ مسلمانوں کا کشت و خون ہوتا۔ وہ خود ہاتھ کانٹ کی راہ سے گوالیار گیا اور یہاں کے راجہ سے اور رئیسوں سے دستور قدیم کے موافق خراج لیا اور بہیانہ میں گیا۔ محمد خاں اوحدی قلعہ میں چلا گیا۔ اگرچہ قلعہ نہایت مستحکم تھا مگر قلعہ نشینوں کے نہ ہاتھ ایسے تھے کہ بادشاہ سے مقابلہ کر سکتے نہ پانوں ایسے تھے کہ بھاگ سکتے۔ محمد خاں کو شاہ شرقی کی مدد سے بالکل ناامیدی تھی اسلئے امان مانگی اور مبارک شاہ کی خدمت میں آیا بادشاہ نے اسکے جرائم کو معاف کردیا اور جان و مال کے ساتھ رخصت کیا کہ جہاں چاہے جائے۔ وہ میوات چلا گیا۔ مبارک شاہ نے محمود حسن کو بیانہ کے قلعہ و ملک کے لئے منتظم مقرر کیا اور خود مظفر و منصور شعبان ۸۳۱ھ کو دہلی میں آگیا۔ ملک قدو میواتی کو اس سبب سے کہ شاہ ابراہیم شرقی کے ہمراہ ہوا تھا قتل کرایا اور ملک سرور الملک کو میوات کے ملک کا منتظم مقرر کیا میواتیوں نے خود اپنے ملک کو بے چراغ کیا اور وہاں کو اوجاڑا اور پہاڑوں میں چلے گئے۔ جلال خاں برادر ملک قدو و احمد خاں و ملک فخر الدین اور انکے اقربا نے اپنے سواروں اور پیادوں کو قلعہ اندور میں جمع کیا جب ملک سرور نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو محصورین نے دیکھا کہ مقابلہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اسلئے انہوں نے خراج اور اول دیے اور ملک سرور انکو لیکر دہلی چلا آیا۔

جسرت گھکر کا فساد

سنہ مذکور کے ماہ ذیقعد میں خبر آئی کہ جسرت گھکر نے کلانور کا محاصرہ کیا ہے اور ملک سکندر تحفہ لاہور سے انسے لڑنے گیا اور شکست پاکر لاہور چلا آیا اور جسرت نے دریاء بیاس سے اتر کر

قلعہ جالندہر کی تسخیر کے درپے ہوا لیکن اس کو نہ لے سکا تو اُس نواح کے مواضع کو لوٹا اور آدمیونکو قید کر کے اپنے ساتھ کلانور میں لے آیا۔ سلطان مبارک شاہ نے فرمان بھیجا کہ ملک اسکندر تحفہ کی کمک کے لیئے زیرک خاں حاکم سامانہ اور اسلام خاں حاکم سرہند روانہ ہوں۔ ملک سکندر تحفہ پہلے اس سے کہ یہ کمکیں اسکے پاس آئیں کلانور گیا اور یہاں کے راجہ غالب کو اپنے ساتھ متفق کر کے جسرت کے پیچھے پڑا اور بیاس کے کنارہ پر کانگڑہ میں اُسکو جا لیا اور اسکو شکست دی اور جسقدر کہ غنیمت جسرت نے جالندہر میں لی تھی سب اس سے واپس لیکر لاہور چلا آیا۔

ماہ محرم ۸۲۶ھ میں ملک محمود حسن بیانہ کے سارے فسادوں کو جو محمد خاں اوحدی نے برپا کئے تھے مٹا کر دہلی میں اور سلطان مبارک شاہ میوات میں مہدواری یا مہنداری میں آیا اور یہاں چند روز توقف کیا۔ جلال خاں میواتی اور امیر میواتیوں نے عاجز ہو کر مال گزاری بدستور سابق قبول کی اور بعض نے حاضر ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی۔ سلطان دہلی میں آیا۔ ملک رجب نادری حاکم ملتان کے فوت ہونے کی خبر آئی تو اقطاع ملتان ملک الشرق محمود حسن کو عنایت ہوئی اور عماد الملک کا خطاب ملا اور ملتان کو ایک بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا۔

۸۲۷ھ میں بادشاہ گوالیار گیا اور یہاں کے فتنوں کو مٹا کر بھیل گھاٹ (ہاتھہ کانٹ) میں آیا۔ یہاں کے راجہ کو شکست دیکر کوہ پایہ میں آیا اور اسکے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور کنیز و غلام اسیر کئے اور یہاں سے رابری میں آیا اور اس ضلع کو پسر حسین خاں سے لیکر ملک حمزہ کے حوالہ کیا اور مراجعت کا عزم کیا کہ اثنار راہ میں سید السادات سید سالم فوت ہوا بادشاہ نے اُسکے بڑے بیٹے کو سید خاں کا اور چھوٹے بیٹے شجاع الملک کا خطاب دیا اور اور تمام اقطاع اور پرگنوں کو بدستور انکو حوالہ کیا۔

فولاد غلام کا فساد

کہتے ہیں کہ سید السادات سید سالم تیس سال تک خضر خاں کے حضور میں عمدہ امرا کے زمرہ میں رہا تھا اور بڑے بڑے اقطاع کا مالک تھا اور تبرہندہ (سرہند) میں خزانہ و ذخیرہ و اسباب قلعہ داری جمع کیا تھا اور سوا اقطاع تبرہندہ (سرہند) کے اُسکے پاس اور اقطاع امروہہ و سرستی

تھیں اور میان دوآب میں جاگیریں رکھتا تھا۔ مال کے جمع کرنے میں بڑا حریص تھا۔ بادشاہ نے اُسکا خزانہ کہ بادشاہ کے خزانہ سے ہمسری کا دعویٰ کرتا تھا بالکل مع اقطاع کے اُس کے فرزندوں کو دیدیا۔ مگران بیٹوں نے حقوق بادشاہی کو منظور نہ رکھا اور فولاد ترک بچہ کو جو سید سالم کا غلام تھا قلعہ سرہند میں بھیجکر مخالفت کی ترغیب اس امید پر دی کہ اس فتنے کے وقع کے لئے ان کی طرف رجوع ہوگی اور اس تقریب سے وہ خود علم بغاوت بلند کرینگے بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہو تو سید سالم کے بیٹوں کو مقید کیا اور ملک یوسف ورائے ہسو بھٹی کو سرہند کو بھیجا کہ وہ فولاد کو سمجھا سمجھو کر راضی کرلیں اور سید کا سارا خزانہ لے آئیں۔ جب یہ سرہند میں پہونچے تو اول روز فولاد دوستانہ ملا اور انکو غافل کرنے کے لئے صلح کی باتیں خوب بنائیں مگر دوسرے روز وقت سحر ناگاہ قلعہ سے نکلکر ان کے لشکر پر شب خون مارا۔ مگر ملک یوسف ورائے ہسو بھٹی پرانے سپاہی تھے فولاد کا یہ وار خالی گیا۔ اُلٹا پھر گیا۔ مگر دوسری رات کو پھر شب خون مارا اور قلعہ کے برج و بارہ سے بھی توپ و تفنگ چلائے جس سے بادشاہی آدمی متفرق ہوگئے اور سب بھاگ کر سرستی کی طرف چلے گئے اور ان کے اموال اور اسباب پر فولاد غلام متصرف ہوا اور اُس سے اُسکو قوت و غلبہ حاصل ہوا جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ خود تبرہندہ کی طرف متوجہ ہوا۔ امیر و سردار و سپاہ و زمیندار اس کے حکم سے جمع ہوئے اور عماد الملک حاکم ملتان بھی فرمان کے بموجب حاضر ہوا۔ بادشاہ نے سرستی پر چند روز قیام کیا اور بعض امرا کو آگے روانہ کیا۔ انہوں نے جاکر قلعہ تبرہندہ کا محاصرہ کیا۔ فولاد غلام نے پیغام دیا کہ مجھے عماد الملک کی بات پر پورا اعتماد ہے اگر وہ آئے اور مجھے امان دے تو میں قلعہ سے نکل کر سلطان کی ملازمت میں حاضر ہوں۔ یہ التماس اس کی منظور ہوئی۔ سلطان نے عماد الملک کو تبرہندہ میں بھیجا۔ قلعہ کے دروازوں کے نزدیک عماد الملک سے فولاد غلام نے ملاقات کی اور عہد واثق کیا کہ کل بادشاہ کی پابوسی سے مشرف ہونگا اسی اثنا میں سلطان کے اہل لشکر میں سے اس کے ایک آشنا نے اس پاس یہ پیغام بھیجا کہ عماد الملک تو صادق القول ہے لیکن بادشاہ صلاح درست پر نظر کرکے اون کی بات نہیں مانے گا اور اوروں کی عبرت کے لئے تیری سیاست فرمائیگا۔ فولاد غلام خائف ہوکر

اپنے ارادہ سے پشیمان ہوا۔ خزانہ اور اسباب اُس پاس کافی تھا۔ اسنے جنگ و قلعہ داری میں اصرار کیا۔ عماد الملک بے نیل مقصود سلطان پاس آیا۔ یہ قلعہ جلد تسخیر نہیں ہو سکتا تھا اسلئے صفر ۸۲۶ھ میں عماد الملک کو بادشاہ نے ملتان رخصت کیا اور خود نواحی تبرہندہ سے رایت مراجعت بلند کیا اور اسلام خاں لودی اور کمال خاں اور رائے فیروز اور امیران صدہ کو قلعہ کے محاصرہ اور تسخیر کے لئے متعین کیا۔ عماد الملک اول تبرہندہ گیا اور قلعہ کے محاصرہ کے لئے امرا کو سربراہ کیا اور پھر ملتان کو چلا گیا۔ حصار کے فتح کرنے کیلئے بہت سعی اور کوشش کی گئی اور چھ مہینے محاصرہ پر گذر گئے۔ اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو کہ ایک اور گل یہ کھلا۔

امیر کابل سے لڑائی

فولاد خاں دریائے اضطراب میں ڈوبا پڑا تھا کہ اس کو یہ سوجھی کہ امیر شیخ علی حاکم کابل کی دستگیری سے میری نجات ہو سکتی ہے اسلئے اسنے اپنے معتمدوں کی جماعت بھیجی اور مبلغ خطیر اُس کے ہاتھ بھیجے۔ سلطان مبارک شاہ نے اپنے باپ کا طریقہ ملائمت و مدارات کا مرزا شاہرخ کے ساتھ نہیں رکھا تھا۔ امیر شیخ علی کابل سے آیا راہ میں اُس سے گکھر بہت سے مل گئے۔ امیر شیخ علی نے دریا بیاس سے اتر کر ان امیروں کی اقطاع کو جو قلعہ گیری میں مشغول تھے تاخت و تاراج کر کے بالکل ویران کر دیا۔ ماہ جمادی الاول میں جب تبرہندہ سے دس کوس کے فاصلہ پر پہونچا تو امرا نے دیکھا کہ اس سے لڑنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے اسلئے وہ محاصرہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے اقطاع کو چلے گئے۔ فولاد غلام نے قلعہ سے نکل کر امیر شیخ علی سے ملاقات کی اور اپنے وعدہ کے موافق دو لاکھ ٹنکہ نقرہ اُسکو دئے۔ اور اپنے اہل و عیال اُس کے سپرد کئے اور خود قلعہ میں گیا اور استحکام قلعہ زیادہ کیا۔ امیر شیخ علی نے دریائے ستلج سے اتر کر قتل و غارت کرنے میں خوب کوشش کی اور جو کچھ فولاد غلام نے دیا تھا اس سے سو گنی نقد و جنس اُسکو ہاتھ آئی۔ اُس کے آدمی کئی سال سے گرسنہ تھے اب وہ سیر ہو گئے۔ وہ لاہور میں آیا۔ یہاں ملک سکندر تحفہ نے اس بلا کو یوں ٹالا کہ جو روپیہ پہلے ہر سال جاتا تھا وہ اُسکو دیدیا۔ اب وہ دیبال پور کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں آبادی دیکھتا اسکو برباد کرتا تیس چالیس ہزار ہندؤں کو مار ڈالا اور بہت سے ہندی قید کئے۔ اس کا کوئی روکنے والا

نہ تھا اس لئے وہ فساد برپا کرنے میں کوئی تقصیر نہ کرتا۔ امیر شیخ علی کے دفع کرنے کے لئے طلنبہ (تلمبا) میں عماد الملک آیا۔ امیر شیخ علی جنگ سے پہلو تہی کر کے خطیب پور میں گیا اس اثنا میں سلطان کا فرمان آیا کہ عماد الملک طلنبہ کو چھوڑ کر ملتان کوچ کرے۔ ۲۴ شعبان کو وہ ملتان گیا تو اس سے امیر شیخ علی دلیر ہو گیا اور دریا راوی سے اتر کر دریائے جہلم کے آبادیر گنوں کو جن کو چناب کہتے تھے ویران کیا اور ملتان سے دس کوس پر پہنچا۔ عماد الملک نے سلطان شاہ لودھی کو جو ملک بہلول کا چچا تھا اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اثناء راہ میں امیر شیخ علی سے محاربہ صعب ہوا جس میں سلطان شاہ نے شکست پائی اور کشتہ ہوا کچھ اس کا لشکر بھاگا کچھ مارا گیا۔ دوسرے روز تیسری ماہ رمضان کو امیر شیخ علی خیر آباد میں کہ ملتان کے قریب ہے پہونچا۔

۲۵۔ ماہ رمضان کو شیخ علی اپنے تمام لشکر کو ہمراہ لیکر ملتان کے دروازوں کی طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ لیکن عماد الملک واہل شہر اس سے لڑنے کو نکلے اور باغوں میں لڑائی ہوئی۔ حملہ آوروں کو واپس جانا پڑا اور جو اسباب وہ اپنے ساتھ لائے تھے اسے چھوڑنا پڑا۔ ۲۷۔ رمضان کو پھر بڑے لشکر سے انہوں نے حملہ کیا وہ گھوڑوں پر سے اتر پڑے کہ شہر کے دروازوں کے اندر داخل ہوں۔ مگر عماد الملک نے پیادہ وسواروں سے ایسا حملہ کیا کہ وہ الٹے ہٹے۔ کچھ مارے گئے کچھ اپنے لشکر سے جا ملے۔ اس دوبارہ شکست پانے سے پھر حملہ کرنے کا اون کو حوصلہ نہ رہا جب سلطان مبارک شاہ کے کانوں تک یہ خبر پہونچی تو فتح خاں بن مظفر خاں گجراتی کو مع امرائے بزرگ مثل زیرک خاں و ملک کالو شحنہ پیل و ملک یوسف و کمال خاں و رائے ہنسو کے عماد الملک کی مدد کے لئے بھیجا۔ ۲۶۔ ماہ شوال کو یہ امرا ملتان کے قریب آئے۔ جب دشمنوں نے شاہی لشکروں کو دور سے دیکھا تو ان کا ہول کے مارے دل دہلنے لگا اور جب ان بہادروں نے انپر حملہ کیا تو وہ شکست پا کر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس بھاگنے میں انکے لشکر کے کئی سردار مارے گئے۔ باقی فوج اس حصار میں گئی جو انہوں نے اپنے لشکر کے گرد بنایا تھا فتح مند لشکر نے اس حصار میں بھی ان کو جمنے نہ دیا ناچار فرار پر قرار ہوا مگر بہت سے ان میں دریائے جہلم میں غرق ہوئے اور جو ڈوبنے سے بچے وہ قتل وا اسیر ہوئے

شیخ علی اور امیر مظفر چند سواروں کے ساتھ قلعہ سیور میں (شور) میں پہونچے۔ امیر شیخ علی نے جو کچھ ہندوستان سے لیا تھا وہ سب یہیں چھن گیا وہ صرف جان سلامت لے گیا۔ عماد الملک اور امرا نے اسکا تعاقب قلعہ سیور تک کیا۔ شیخ علی نے اپنے بھتیجے ملک مظفر کو قلعہ سیور میں قلعہ دار مقرر کیا خود کابل چلا گیا۔ اس زمانہ میں سلطان کے احکام آئے کہ تمام امرا جو کمک کو گئے تھے وہ قلعہ سیور کو چھوڑ کر دہلی آئیں۔ اب بادشاہ کو اس فتح نمایاں سے عماد الملک کی جانب سے وہم پیدا ہوا اور اس سے اقطاع ملتان لیکر خیر الدین کو دیدی اور اس کو مع امرا کے دہلی طلب کیا مگر یہ کام بادشاہ نے جلدی بے غور و تامل نادانی کا کیا اس سے خطۂ ملتان میں بُرے فساد کھڑے ہوئے جو نیچے صفحوں میں بیان ہوتے ہیں۔

جسرت شیخا گھکر

اس زمانہ میں جسرت شیخا گھکر نے فرصت پاکر اپنی قوت بڑھائی اور فتنہ و آشوب برپا کرنا شروع کیا اور ملک سکندر تحفہ نے اس فساد کے مٹانے کے لئے جالندھر کی طرف حرکت کی جسرت نے جمعیت بہم پہنچا کر کوہ تھکر سے نکل کر دریا جہلم و راوی و بیاس کو عبور کر کے جالندھر کے قریب آیا۔ ملک سکندر غافل تھا اس نے جسرت کا مقابلہ تھوڑے لشکر سے کیا۔ لڑائی میں اسکا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا اور وہ زندہ جسرت کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ جسرت اس کے گھوڑوں اور اموال پر متصرف ہو کر بڑی تیاری سے لاہور میں آیا اور اسباب قلعہ گیری کی ترتیب میں مصروف ہوا اور محاصرہ کر لیا۔ ملک سکندر کا نائب سید نجم الدین اور اس کا غلام ملک خوشخبر قلعہ دار تھے اور محاصرین سے روز لڑتے تھے جسرت کی تحریک سے امیر شیخ علی کو انتقام کی فکر ہوئی کابل سے چلکر ملتان کی حدود پر حملہ آور ہوا۔ دریا جہلم کے کناروں پر خطیب پور کے اور اور مواضع کے آدمیوں کو دریا سے اتر کر قید کیا۔ ۱۱ ربیع الاول کو طلنبہ میں آیا۔ یہاں کے آدمیوں نے اپنے تئیں اسکے حوالہ کیا۔ اسنے رئیسوں کو قید کیا۔ پھر اسنے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ پر قبضہ کریں۔ دوسرے دن میں سارے مسلمان قید ہو گئے ان میں کچھ لحاظ سید امام قاضی کا نہیں کیا گیا۔ سب عورتوں بچوں کو اپنے گھر کھچوا منگایا۔ کچھ آدمیوں کو مارا کچھ آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ قلعہ طلنبہ کو مسمار کر کے ہموار کر دیا

انہیں ایام میں فولاد ترک بچہ مع اپنے تابعین کے تبرہندہ سے باہر آیا اور رائے فیروز کے ملک پر حملہ کیا۔ رائے نے اپنے پیدلوں اور سواروں کو ساتھ لیکر اس سے مقابلہ کیا مگر رائے مارا گیا اور فولاد اس کا سر کاٹ کر تبرہندہ لے گیا۔ اس کو بہت گھوڑے اور غلہ کے ذخیرہ سے ہاتھ لگے۔ جب سلطان کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اُس نے خود لاہور اور ملتان کی طرف کوچ کیا اور ملک سرور کو اپنے آگے بھیجا کہ فولاد کی سرکشی کو دبائے۔ جب یہ سپاہ سامانہ کے قریب آئی تو حصار کا محاصرہ جسرت نے چھوڑ دیا اور کوہ تھکر میں چلا گیا۔ اور ملک سکندر کو اپنے ساتھ لے گیا۔ امیر شیخ علی بھی بادشاہی لشکر سے ڈر کر یار توت یا بار توت کو بِک ٹٹ بھاگا اور فولاد غلام بھی قلعہ تبرہندہ میں آگیا۔ بادشاہ نے ملک الشرق شمس الملک سے اقطاع لاہور لیکر خان اعظم نصرت خاں گرگ انداز کو دی اور وہ قلعہ لاہور اور جاگیر جالندہر کا مالک ہوا۔ ذی الحجہ کے مہینہ میں جسرت گھکر مع اپنے تابعین کے پہاڑ سے اُترا اور لاہور میں نصرت خان پر حملہ کیا۔ مگر آخر کار ناکام ہو کر پہاڑ میں چلا گیا۔ بادشاہ نے اپنا خیمہ جمنا کے کنارہ پر خطہ پانی پت میں لگایا اور کچھ دنوں یہاں رہا۔ رجب کے مہینہ میں ملک الشرق عماد الملک کو لشکر جرار کے ساتھ بیانہ و گوالیار بھیجا کہ وہ یہاں کے متمردوں کو سزا دے اور خود دہلی چلا آیا۔

محرم ۸۳۳ھ میں وہ دہلی سے سامانہ کی طرف چلا کہ یہاں کے سرکشوں کو سزا دے۔ وہ پانی پت میں پہنچا تھا کہ اپنی والدہ مخدومہ جہاں کی علالت کی خبر سنکر پانی پت سے دہلی آیا۔ تکفین و تجہیز و مراسم ماتم و عزا کے بعد پھر اپنے لشکر سے جا ملا۔ اور یہاں پہونچکر اس نے حکم دیا کہ ملک سرور لشکر لیکر قلعہ تبرہندہ کو جائے۔ یہاں فولاد ترک بچہ بہ نسبت سابق کے زیادہ قوی ہو گیا ہے اس نے رائے فیروز کے ملک سے بہت سے ہتھیار اور آلات جنگ اور غلہ کے ذخیرے اکٹھے کر کے قلعہ میں رکھ لئے تھے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ ملک سرور الملک نے زیرک خاں و اسلام خاں اور کھون راج کو محاصرہ کا اہتمام سپرد کیا اور خود بادشاہ سے پانی پت میں جا ملا۔ بادشاہ نے تبرہندہ کی عزیمت کو فسخ کیا۔ اور نصرت خاں سے لاہور اور جالندہر کی حکومت لیکر ملک اللہ داد لودہی کو تفویض کی۔ جب جالندہر میں ملک داد پہنچا تو امیر جسرت شیخا نے دریا بیاس سے اُتر کر حملہ کیا اور

فتح پائی اور ملک الہ داد مجبور ہو کر کوہستان کو بھتی میں بھاگا۔ ربیع الاول میں سلطان کوہستان میوات کو راہی ہوا اور قصبہ تاؤری میں پہنچا۔ جلال خاں میواتی نے بادشاہ کی آمد سنی تو وہ بہت سی سپاہ کو لیکر قلعہ اندار وین چلا گیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس مقام پر حملہ کی تیاری کی مگر اس کی فوج وہاں ابھی نہیں پہونچی تھی کہ جلال خاں نے قلعہ میں آگ لگائی اور خود نکلکر کوٹلہ چلا گیا تمام مال اسباب و غلہ کے ذخیرے جو اس نے جمع کئے تھے وہ لشکر شاہی کے ہاتھ آئے سلطان تجارہ میں خیمہ زن ہوا اور میوات کے ملک کو لوٹا جب جلال خاں عاجز و تنگ ہوا تو اس نے بدستور قدیم خراج ادا کیا اور اپنا قصور معاف کرایا۔ ملک عماد الملک بھی بادشاہ سے تجارہ میں بیانہ سے آن کر آملا اس کے ساتھ سوار اور پیادوں کا بہت لشکر تھا۔ بادشاہ نے کمال الدین اور تمام امراء اور ملوک کو تجارہ سے گوالیار اور اٹاوہ میں سرکشوں سے لڑنے کے لئے بھیجا اور جمادی الاول میں خود دہلی میں آگیا۔

چند روز بعد یہاں دہلی میں بادشاہ پاس خبر آئی کہ قلعہ تبرہندہ کے محاصرہ میں جو امراء مصروف ہیں انپر حملہ کرنیکے لئے شیخ علی بڑی سپاہ لیکر چلا آتا ہے۔ بادشاہ کو اس سے یہ تردد پیدا ہوا کہ مبادا امراء اس خبر کو سنکر محاصرہ نہ چھوڑ دیں۔ مگر اس تردد سے پہلے وہ محاصرہ چھوڑ چکے تھے اسلئے اُسنے ملک عماد الملک کو ان امرا کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ ان امرا کو کمک پہنچ جانے سے بڑی تقویت ہوئی۔ بہت جلد شوریا سیور سے شیخ علی کوچ کر کے دریا بیاس کے کنارے کے ملک میں داخل ہوا اور ساہنی وال اور مواضعات کے باشندوں کو قید کیا اور لاہور پہنچا۔ قلعہ کے محافظ ملک یوسف سرور الملک و ملک اسمٰعیل تھے انہوں نے قلعہ کے دروازہ بند کئے اور محاصرین کا مقابلہ کیا۔ مگر اہل شہر اپنی حفاظت میں غافل تھے۔ اور انسے مخالف تھے اسلئے وہ دونو رات کو شہر سے نکل کر دیبال پور کو بھاگے۔ دوسرے روز امیر شیخ علی نے انکے تعاقب میں فوج بھیجی جسنے جا کر ایک جماعت کو قتل کیا اور ایک جماعت کو اسیر کیا جسمیں ملک راجا بھی تھا۔ دوسرے روز امیر شیخ علی نے شہر کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو قید کیا مسلمانوں کے قید کرنے میں اور انکے ملک برباد کرنے میں اُسکو بڑا مزہ آتا تھا۔ غرض اُسنے حصار اور شہر دونوں پر قبضہ کیا اور قتل و غارت و قید

کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی۔ یہاں ٹھیر کر اُسنے حصار لاہور کی جس جگہ سے شکستہ ہوگیا تھا مرمت کرائی اور اس کو دو ہزار جنگی آدمیوں کے سپرد کیا اور خود دیبال پور کے اس طرف راہی ہوا۔ ملک یوسف اور ملک اسمٰعیل کا ارادہ تھا کہ یہاں کے قلعہ کو بھی لاہور کے قلعہ کی طرح چھوڑ کر بھاگ جائیں مگر عماد الملک کو تبرہندہ میں جب اس ارادہ کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بھائی ملک الامرا ملک احمد کو مع سپاہ کے ان کی کمک کے لئے بھیجا کہ قلعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ امیر شیخ علی ایک مرتبہ عماد الملک سے شکست فاحش پاچکا تھا اس کا خوف ایسا غالب ہوا کہ دیبال پور کی طرف قدم نہ اُٹھا سکا۔ جمادی الآخر میں جب سلطان کو ان واقعات پر علم ہوا تو وہ اپنا لشکر اس وقت جس قدر تیار کر سکا اس کو ساتھ لیکر سامانہ کو روانہ ہوا۔ یہاں کچھ دنوں ملک الشرق کمال الملک کے انتظار میں اس نے توقف کیا جب وہ لشکر سمیت بادشاہ سے آن ملا تو وہ سامانہ سے چلا۔ اور رائے فیروز کے علاقہ میں آیا۔ یہاں اس نے ملک الشرق عماد الملک اور اور اسلام خاں لودہی کو جو تبرہندہ بھیجے گئے تھے حکم بھیجکر بلالیا۔ باقی امرا جو منصب دار و نکو احکام بھیجدئے کہ وہ بدستور قلعہ گیری میں مصروف رہیں۔ اور بادشاہ پوہی کے گھاٹ سے جو پایاب تھا راوی کے پار آگیا۔ تو امیر شیخ علی جہلم پار اُتر گیا۔ ملک سکندر تحفہ نے جسرت شیخا کو بہت کچھ روپیہ دیکر اپنے تئیں خلاص کیا اس کو شمس الملک کا خطاب اور اقطاع دیبال پور اور جالندھر عنایت ہوا۔ شور کی طرف سلطان راہی ہوا۔ یہ مقام دشمن کے قبضہ میں تھا۔ اور طلنبہ کے قریب راوی سے اوترا اور ملک الشرق کو دشمن کے تعاقب میں بھیجا جس سے دشمن ایسے بے سروسامان ہو کر بھاگے کہ پیچھے بھی مڑ کر نہ دیکھا۔ دشمنوں کے بہت سے گھوڑے اور اسباب جو کشتیوں میں لادے گئے تھے لشکر شاہی کے ہاتھ آئے۔ قلعہ شور میں شیخ امیر علی کا بھتیجا امیر مظفر قلعہ دار تھا۔ ایک ہفتہ تک محاصرہ کے دفعہ کرنے میں مصروف رہا مگر وہ آخر ایسا مجبور کیا گیا کہ رمضان کے مہینہ میں اُسنے اپنے تئیں حوالہ کیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح بادشاہ کے بیٹے سے کیا اور بہت روپیہ خراج میں دیا اور لاہور میں جو مغلوں کے گروہ کا محاصرہ شمس الملک نے کیا تھا اُسنے بھی شوال کے مہینہ میں اپنے تئیں حوالہ کیا اور شہر و قلعہ پر شمس الملک کا قبضہ ہوگیا

عماد الملک نے بڑے کارہا نمایاں کئے تھے اسلئے شمس الملک سے صوبہ دیبال پور وجالندھر و لاہور لیکر اُسکو سپرد کیا اور عماد الملک پاس جو اقطاع بیانہ تھے وہ شمس الملک کو دیدئے۔ بادشاہ نے لشکر کو دیبال پور کے قریب چھوڑا اور اپنے مخصوصوں کی جماعت کو ساتھ لیکر ملتان آیا اور مشایخ کبار کی زیارت کی اور پھر لشکرگاہ میں واپس آیا۔ اور کوچ پر کوچ کرکے دہلی آیا۔ کار وزارت اور دیوان اشراف کا کام دونو ملک سرور الملک وزیر سے اچھی طرح نہیں چلتے تھے ملک کمال الدین کو دیوان اشراف کا کام اس سے لیکر سپرد کیا اور اسکو فقط وزارت کے کام پر رکھا اور حکم دیدیا کہ دونو متفق ہوکر مہمات بادشاہی کو سرانجام دیں۔ ملک کمال الدین مرد سنجیدہ اور کار آزمودہ تھا وہ مرجع خلائق ہوکر صاحب اختیار ہوگیا۔ سرور الملک کو یہ کانٹا کھٹکتا تھا کہ اقطاع دیبال پور اور عہدہ دیوان اشراف ہاتھ سے نکل جائے اسلئے اسکے دماغ میں خیالات فاسد پیدا ہونے لگے اور وہ سلطنت میں تغیر عظیم کے پیدا کرنے کے درپے ہوا۔ اور اس کے ساتھ بادشاہ کے قتل کی سازش میں وہ امرا شریک ہوئے کہ اس خاندان کے پرورش یافتہ اور ملازم صاحب حشم وخدم تھے سدارن ولد کانگو کھتری اور سدہ پال نبیرہ کجوی کھتری و میراں صاحب نائب عرض ممالک و قاضی عبدالصمد خاں صاحب اور کچھ اور آدمی۔ ان کو نہ خدا کا خوف تھا نہ خلقت کی شرم۔ اس تلاش میں ہروقت رہتے تھے کہ کب وقت فرصت کا ملے کہ بادشاہ کو ٹھکانے سے لگائیں۔

بادشاہ کی وفات اور اُس کے خصائل

سلطان کا ارادہ ہوا کہ جمنا کے کنارہ پر ایک شہر آباد کروں۔ ۱۷۔ ربیع الاول ۸۳۷ھ کو اسکی بنیاد رکھی۔ اور اسکا نام مبارک آباد رکھا۔ مگر وہ ایسا نامبارک اسکے حق میں ہوا کہ خراب آباد ہوگیا۔ وہ اس شہر میں اپنے قصر کی بنیاد رکھتا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے قصر تن کی بنیاد متزلزل ہورہی ہے اور جان نکلنے کو ہے وہ اس شہر کے آباد کرنے میں نہایت سرگرم تھا اور اہتمام تمام کرتا تھا۔ اس زمانہ میں خبر آئی کہ قلعہ تبرہندہ فتح ہوگیا اور فولاد غلام کا سر بھی میراں صدر کے ہاتھ بادشاہ پاس آگیا۔ بادشاہ اس خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا

اور تبرہندہ کے انتظام کے واسطے دوڑا گیا۔ بعد ازاں پھر اپنے شہر مبارک آباد کو واپس آیا یہاں سنا کہ سلطان ابراہیم مشرقی اور سلطان ہوشنگ مالوی میں کالپی پر لڑائی ہو رہی ہے۔ سلطان مبارک کو ممالک مشرقی کی فتح کا شوق تھا وہ یہ سمجھا کہ یہ خوب فرصت کا وقت ہے لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا اور سراپردہ شاہی دہلی سے باہر چبوترہ سبزہ گاہ پر لگایا گیا اور اجتماع لشکر کے لئے چند روز توقف کیا وہ اس تدبیر میں تھا مگر تقدیر میں کچھ اور ہی تھا۔ اس نے ہمیشہ سب کے ساتھ نیکی کی تھی اور کافر نعمتوں کے ساتھ کوئی بدی نہیں کی تھی فقط ان کی جاگیریں بدلی نہیں اسلئے وہ ملک سرور الملک وزیر کے اندیشہ عذر سے بالکل غافل تھا اور بے تکلف مبارک آباد کی عمارتوں کے دیکھنے کے لئے جاتا تھا۔ چنانچہ ۹۔ ماہ رجب ۸۳۷ھ روز جمعہ کو وہ اپنی عادت معہود کے موافق تھوڑے آدمیوں کے ساتھ مبارک آباد میں گیا اور عمارت خاص میں اوترا اور نماز جمعہ کی تیاری کی اسوقت میراں صدر نے اور امرا کو جو بادشاہ کے محافظ تھے کسی بہانہ علیحدہ کردیا اور ایک جماعت بے مروت و کافر نعمت کو جو کتے سے بھی بدتھی ہتھیار بند مع سواروں کے لومڑی اور خونی گیدڑوں کی طرح اندر آنے دیا اور یہ بہانہ بنایا کہ وہ رخصت لینے آئی ہے سلطان نے باوجودیکہ یہ سلاح داروں کی جماعت دیکھی مگر اسکو عذر کا گمان بھی نہ ہوا اور اپنے حال میں رہا یہانتک کہ سدہ پال نے سلطان کے فرق مبارک پر ایک تلوار کا ہاتھ مارا اور اور کافر نعمت بھی تلواریں ہاتھ میں لیکر اس بادشاہ پر پل پڑے اور اس کو شہید کیا مبارک شاہ کی سلطنت کی مدت تیرہ سال تین مہینے سولہ روز تھی۔ یہ بادشاہ عاقل اور اخلاق ستودہ رکھتا تھا تمام ایام بادشاہی میں کبھی فحش کلمے اور دشنام اس کی زبان پر نہیں آئے اور کبھی وہ مکروہات پاس نہیں گیا اکثر امور ملکی کی تحقیقات وہ اپنے نفس نفیس سے کرتا تھا اسکی نظر انصاف پر رہتی تھی۔ انتظام ملکی میں حتی الوسع کوشش کی مگر وقت ایسا سخت اور زمانہ ایسا نازک تھا کہ اس کا نتیجہ ظہور میں نہ آیا۔ تاریخ مبارک شاہی اسی بادشاہ کے نام پر لکھی گئی جس سے ہم نے اخذ کرکے بہت سا حال اوپر لکھا ہے۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن ظفر خاں

رسم جہان ہے کہ جہان بے جہاندار کے نہیں رہتا۔ اِدہر سلطان مبارک شاہ کو کافر نعمتوں نے شربت شہادت چکھایا۔ اُدہر اُسی روز جمعہ ۹۔ رجب ۸۳۷ھ کو محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا جسوقت بادشاہ کو مارا تھا۔ سرور الملک کو میراں صدر یہ خبر سنانے گیا جس سے خوشی کے مارے دل اس کا باغ باغ ہوگیا اور امرا و ملوک و اماموں و سیدوں و ملکی و جنگی افسروں کی منظوری سے محمد شاہ تخت پر بیٹھا۔ وہ خضر خاں کا پوتا اور فرید خاں کا بیٹا اور مبارک شاہ کا متبنے تھا۔ گو سرور الملک نے بادشاہ بنایا مگر اس کی نیت میں تو کچھ اور ہی تھا اس لئے اس نے خزانہ و فیل خانہ و توپ خانہ بادشاہی پر اپنا تصرف رکھا۔ اس کافر نعمت وزیر کو خاں جہاں کا خطاب ملا جس نے ساری ہمت اپنے اس کام میں صرف کی کہ امرائے قدیم کی جڑ اکھیڑئے اور امراء جدید کو انکی جگہ قائم کیجئے اور بوقت فرصت محمد شاہ کو بھی مبارک شاہ کی بغل میں سلائے اور خود خداوند تاج و تخت ہوجائے۔ اُسنے محمد شاہ کو صرف اس خیال سے بنایا تھا کہ اصل میں خود بادشاہ ہو اور ظاہر میں برائے نام وہ بادشاہ ہو۔ کمال الملک اور اور امرا، سلطان مبارک شاہ سراپردہ کے قریب شہر سے باہر تھے اسی روز شہر میں آئے۔ اور محمد شاہ سے بیعت کی مگر دل میں انکے اپنے ولی نعمت کے انتقام کی فکر تھی۔ ملک سرور الملک وزیر نے اپنے مقاصد کا آغاز کیا۔ اول سدہ پال و سدارن کھتری اور اس کے قرابتیونکو مبارک شاہ کے قتل کے صلہ میں مملکت بیانہ و امروہہ و نارنول و کہرام اور انکے ساتھ میان دوآب کے چند پرگنے دیدئے اور میراں صدر کو خطاب معین الملک کا دیا اور اچھی جاگیر دی اور سید السادات کے بیٹے کو خاں اعظم سید خاں کا خطاب اور اقطاع لائق دیکر خوش دل کیا اور امراء و بندگان مبارک شاہی کو بیعت کے بہانہ سے دیوانخانہ میں بلاکر بعض کو قتل کیا اور بعض مثل ملک مخدوم و ملک مقبل و ملک قنوج و ملک بیرا کو قید کیا اور ان کی اقطاعات بزرگ کو اپنے قبضہ میں لایا۔ رانو سیہ کو جو سدہ پال کا غلام تھا مع اہل و عیال اور بہت سے مفسدوں کے بیانہ پر قبضہ کرنیکے لئے بھیجا۔ وہ ۱۲۔ شعبان کو ضلع بیانہ میں داخل ہوا۔ دوسرے روز قلعہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ تھا کہ یوسف خاں اوحدی خبردار ہوکر ہندون سے بیانہ میں آیا اور رانو سیہ سے لڑکر اس کے عیال و فرزندوں کو اسیر کیا۔ رانو سیہ کا سر کاٹا گیا اور دروازہ پر لٹکایا گیا۔ اب تمام ملک میں سرور الملک

کی دغابازی کی اور کمینہ کافروں کے ساتھ سازش کی شہرت پھیل گئی۔ ایک وہ امرا جو خضر خاں کے احسانوں کے بندے تھے مثل ملک آبار بیاں حاکم بدایوں و ملک اللہ داد کا کا لودھی حاکم سنبھل و امیر علی گجراتی اور امیر کمبل ترک بچہ انھوں نے علانیہ علم مخالفت بلند کیا۔ ملک سرور الملک وزیر خان جہاں نے اعظم سید خاں اور سدہارن اور اپنے بیٹے یوسف خاں کو کمال الملک کے ہمراہ کیا کہ وہ ان امیروں کی مخالفت کی بلا کو دفع کریں جب یہ قصبہ برن میں پہونچے۔ کمال الملک نے ارادہ کیا کہ جب فرصت ملے تو اپنے ولی نعمت کے خون کا انتقام یوسف پسر ملک سرور الملک اور سدہاؤں سے لوں ملک الہ داد نے پہلے گنگا پار بھاگنے کا ارادہ کیا مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ کمال الملک کس فکر میں ہے تو وہ خاطر جمع سے اہار میں مقیم رہا۔ جب ملک سرور الملک کو خبر ہوئی کہ کمال الملک اس فکر میں ہے تو اس نے کمال الملک کی کمک کا بہانہ بنایا اور ملک ہشیار اپنے غلام کو بہت سے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اس کا اصل مطلب یہ تھا کہ وہ یوسف اور سدہارن کی محافظت کرے اسی اثنا میں ملک اللہ داد کے پاس ملک جے من آگیا اس سے سدہارن اور ملک ہشیار جو پہلے سے کمال الملک سے بدگمان ہو رہے تھے اب اور زیادہ ڈر گئے اور دہلی کو بھاگ گئے۔ جب کمال الملک کو اس بھاگنے کی خبر ہوئی تو اسنے آدمی بھیجکر ملک الہ داد اور ملک جے من اور امراء موافق کو طلب کیا یہ بے توقف و بے تامل اُس سے آنکر مل گئے اور اور اطراف سے بھی آدمی آگئے اب کمال الملک لشکر گراں کے ساتھ سلخ ماہ رمضان کو متوجہ دہلی ہوا۔ ملک سرور الملک ناچار حصار سیری میں حصاری ہوا اور تین مہینہ تک لڑتا رہا۔ روز بروز اطراف سے کمال الملک کے پاس امرا آگئے وہ محصورین کو کمال تنگ کرتے تھے۔ سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کی بیوفائی اور غدر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ اسکا دل باہر کے امیروں کی طرف تھا اور فرصت کی تلاش میں تھا کہ کیونکر کمال الملک سے جاملے یا سرور الملک کا سر تلوار سے اوڑائے۔ سرور الملک کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اسنے بادشاہ ہی کے قتل میں پیشدستی کرنی چاہی۔ اور ۸۔ محرم ۸۳۷ھ کو وہ اپنے آدمیوں اور میران صدر کے بیٹوں کو لیکر غدر کے قصد سے شمشیریں کھینچے ہوئے سراپردہ شاہی میں گھس گیا۔ بادشاہ ہوشیار رہتا تھا اور ایک جماعت کو اپنے پاس مستعد رکھتا تھا۔ اسنے سرور الملک

وزیر خاں جہاں کے قتل کے لئے اشارہ کیا سرور الملک وزیر اس جماعت کے مقابلہ میں نہ ٹھیر سکا اور بھاگا قریب تھا کہ سراپردہ سے نکل جائے اور اپنے آدمیوں سے جاملے مگر بادشاہ کے سپاہیوں نے پہنچکر اس کو تلواریں مار مار کر پارہ پارہ کردیا اور میراں صدر کے بیٹوں کی جو حرام خوروں میں بھی کمترین حرام خور تھے قصر کے آگے گردن اڑائی۔ مگر سرور الملک کے اور رفقا نے اپنے گھروں کو محکم کر کے لڑنا شروع کیا۔ محمد شاہ نے کمال الملک کے پاس اپنا آدمی بھیجکر اس واقعہ سے مطلع کیا۔ کمال الملک اور جمیع امرا مستعد ہوکر دروازہ بدایوں سے شہر کے اندر آئے۔ سدہ پال نے اپنی زندگی سے ہاتھ دہوکر رسم قوم کے موافق اپنے گھر میں آگ لگائی اور اپنے زن و فرزند کو جلایا اور خود آن کر اتنا لڑا کہ مارا گیا اور سدہارن مع تمام کھتریوں کے گرفتار ہوا اور سلطان کے حکم سے اس کو سلطان شہید کے مقبرہ کے قریب طرح طرح کی تکلیفیں دیکر قتل کیا اور ملک ہشیار اور ملک مبارک کو جو سرور الملک سے منسوب تھے دروازہ لعل پر پھانسی دی گئی۔ کھتری اور سرور الملک کے اور متعلقین اپنے گھروں کو محکم بنا کے لڑتے تھے۔ سلطان محمد شاہ نے فرمایا کہ دروازہ بغداد کو کھول کر کمال الملک اور دولت خواہوں کو بلالو۔ وہ حسب الحکم شہر میں آئے اور باغیوں کو گرفتار کر کے قتل کیا دوسرے روز کمال الملک اور تمام امرا نے دوبارہ بادشاہ سے بیعت کی اور بادشاہ انکی منظوری سے دوبارہ تخت پر بیٹھا۔ کمال الملک کو کمال خاں کا خطاب اور منصب وزارت ملا۔ اور ملک جےمن کو غازی الملک کا خطاب ملا اور اقطاع امروہہ و بدایوں میں وہ مستقل مقرر کیا گیا۔ ملک الہ داد لودہی نے خود کوئی خطاب نہیں لیا۔ مگر اپنے بھائی کے لئے دریا خاں کا خطاب لیا اور ملک کہون راج مبارک خانی کو اقبال خاں کا خطاب ملا اور اقطاع حصار فیروزہ میں وہ مستقل کیا گیا اور خان اعظم سید خاں لقب مجلس عالی کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور حاجی شدانی عرف حسام خاں شحنہ دہلی مقرر ہوا۔ غرض جس پاس جو اقطاعات و پرگنات و عہدے تھے وہ ان پر مستقل مقرر ہوئے۔ جب محمد شاہ کو مہمات دہلی سے انفراغ ہوا تو ارکان دولت کے استصواب سے سیر کے طور پر ملتان جانیکا ارادہ کیا۔ اور ربیع الآخر کو مبارک پور کے چبوترہ کے نزدیک خیمہ زن ہوا۔ حصار لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو اکثر امیروں نے آنے میں تامل کیا۔ مگر عماد الملک بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ سب امرا اور

سران سپاہ کو خلعتہا، فاخرہ کا فخر حاصل ہوا۔ سلطان محمد شاہ نے ملتان میں جاکر مشائخ کی زیارت کی اور خاں جہاں کو انتظام ملکی حوالہ کرکے دہلی مراجعت کی۔

۸۴۴ھ میں سلطان خود سامانہ میں گیا اور وہاں سے ایک فوج جسرت گھکر کے فساد مٹانے کے لئے بھیجی۔ وہ ملک کو تاخت و تاراج کرکے واپس آئی اور یہ دہلی میں آیا۔ بادشاہ نے اول اول سلطنت کے کاموں میں اپنی کچھ لیاقت دکھائی۔ مگر آخر کو اُسنے سلطنت کا تمام کام امیروں وزیروں کے حوالہ کیا خود عیش و عشرت میں مصروف ہوا پھر اسنے خبر نہ ملی کہ کہاں ملک ہے اور کدہر دولت ہے۔ یہ وقت ایسا نہ تہا کہ ایسا خفیف العقل بادشاہ عنان سلطنت کو اپنے ہاتھ سے سبنہال سکتا۔

ملک بہلول اپنے چچا اسلام خاں کے مرنیکے بعد سرہند کا حاکم ہوا اور بادشاہ کے حکم بغیر دیبالپور اور لاہور پر قبضہ و تصرف کیا۔ اور پنجاب میں مشرق کی جانب میں پانی پت تک ملک لے لیا گویا دلی کے دروازہ پر اُس کا پانوں جم گیا۔ بادشاہ نے اسکے رفع کرنے کے واسطے لشکر بہیجا اُس نے ملک بہلول کو پہاڑوں میں بہگادیا اور بہت معتبر افغانوں کو قتل کیا۔ ملک بہلول پھر جمعیت بہم پہنچاکر سرہند و پنجاب میں آیا اور دوبارہ پانی پت پر متصرف ہوا۔ بادشاہ نے اس دفعہ حسام خاں کو اوس کے مقابلہ کے لئے بہیجا وہ شکست فاحش پاکر اُلٹا دہلی میں آیا۔ تو بہلول نے بادشاہ پاس پیغام بہیجا کہ اگر حسام خاں کو آپ مارڈالئے اور حمید خاں کو وزیر بنایئے تو میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ بادشاہ نے مدعی کی بات سن لی اور حسام کو مارڈالا اور حمید خاں کو وزیر مقرر کیا۔ اور ایک اور شخص کو نائب وزیر مقرر کرکے حسام خاں کا خطاب دیا۔ اطراف کے حکام نے جب بادشاہ کی یہ حالت زبون دیکہی تو اسکے ملکوں پر طمع کی۔ جب باجگزار زمینداروں کے باج ستاں کا حال یہ ہوا تو انہوں نے ادائے مال سے ہاتھ کہینچا۔ سلطان محمد شاہ نے کسی کی تادیب کی فکر نہ کی اور بے پروائی کی تو ہر سر میں ایک سودا اور ہر دل میں ایک تمنا پیدا ہوئی۔ ابراہیم شاہ شرقی نے بعض پرگنات دبا لئے بعض امرائے سلطان محمود خلجی بادشاہ مالوہ کو بلا دیا۔ ۸۴۴ھ میں دہلی سے دو کوس پر وہ آگیا اور ملک کا انتظام کرنا شروع کیا۔ محمد شاہ نہایت مضطرب ہوا اور سوا اسکے کوئی اور چارہ نظر نہ آیا کہ ملک بہلول کو منت سماجت کرکے بلایا۔ وہ بیس ہزار سوار مسلح لیکر بادشاہ کی مدد کو آیا۔ سلطان محمد شاہ

نے باوجود شوکت و لشکر کی کثرت کے خود ارادہ جنگ نہ کیا اور امرا سے کہدیا کہ میری سواری کی حاجت نہیں ہے۔ تم فوج کو آراستہ کر کے لڑو۔ سلطان کے حکم کے موافق امرا نے سلطان محمود خلجی کے مقابل لشکر آراستہ کیا۔ ملک بہلول کے لشکر میں اکثر افغان و مغل تیر انداز تھے وہ سپاہ دہلی کا مقدمہ بنا۔ جب سلطان محمود خلجی نے دیکھا کہ بادشاہ خود لڑنے کو اس سے نہیں آیا تو اُسنے بھی اپنے دو بیٹوں غیاث الدین اور قدر خاں کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ دونوں لشکروں میں شام تک لڑائی ہوئی۔ ملک بہلول نے جنگ رستمانہ کر کے اپنی مساعی جمیلہ سے دہلی کے لشکر کو برابر سلطان محمود کے لشکر کے رکھا۔ سلطان محمود خلجی نے رات کو پریشان خواب دیکھے تھے کہ صبح کو اُس نے یہ سنا کہ سلطان احمد گجراتی منڈو میں آتا ہے اُس سے وہ دلگیر ہو کر صلح کی فکر میں تھا لیکن غیرت کے سبب سے زبان پر حرف صلح نہ لایا اور اس اثنا میں محمد شاہ نے یہ حرکت کی جو کسی بادشاہ دہلی نے نہیں کی تھی کہ بے سبب و بے تقریب دوسرے روز بے جنگ ایسے وہم میں گرفتار ہوا کہ بے مشورت امرا و ارکان دولت کے ایک جماعت صلحا کو محمود خلجی پاس بھیجکر مصالحت کا طالب ہوا۔ وہ تو اس کی دعا خدا سے مانگ رہا تھا اس نے صلح کو قبول کر لیا۔ اور اسی وقت کوچ کیا۔ ملک بہلول کو بادشاہ کی یہ ادا نہ بھائی وہ پیچ و تاب کھا کر مالویوں کے تعاقب میں سوار لیکر گیا۔ بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا اور بہت سا مال لوٹ لیا اور اسطرح دہلی کے لشکر کی آبرو کو قائم رکھا۔ بہلول کے اس کام سے بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ اسکو اپنا بیٹا بنایا۔ اور خان خاناں کا خطاب دیا۔ لیکن بادشاہ نے جو صلح کا پیغام خود دیا تھا اس سے وہ امرا کی نظروں سے گر گیا۔

۸۴۵ھ میں بادشاہ سامانہ میں آیا اور لاہور اور دیبال پور کی حکومت ملک بہلول کو اس نظر سے دی کہ وہ جسرت گھکر کو ٹھیک بنائے اور خود دہلی چلا گیا۔ ملک بہلول لاہور میں بڑا قوی ہو گیا بہت سے افغان اس پاس جمع ہو گئے اور جسرت گھکر نے بھی اُس سے صلح کر لی اور دہلی کی سلطنت لے لینے کی سوجھائی۔ اس سے بہلول کے دل میں بھی بادشاہی کی کلول اٹھی اور بغیر کسی ظاہری سبب کے سلطان محمد شاہ سے مخالفت کی اور بڑی شان و شوکت سے اسکے استیصال کے لئے لشکر کشی کی مگر بے نیل مرام پھرنا پڑا۔ محمد شاہ نے روز بروز سستی ایسی بڑھائی کہ پاس کے امیروں نے بھی جو دہلی سے

بیس کوس پر تھے سرتابی کی اور زمینداران بیانہ تمر و مو کر محمود خلجی سے مل گئے۔ اسی زمانہ میں محمد شاہ بیمار ہوا۔ اور ۸۴۹ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور بارہ برس چند مہینے سلطنت کر گیا۔ اس کا بیٹا علاء الدین بادشاہ ہوا۔

ذکر بادشاہی سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ

جب بادشاہ علاء الدین نے تخت پر قدم رکھا تو سب امیروں نے سوا ایک بہلول کے بعض مورخ لکھتے ہیں مع بہلول کے تخت گاہ میں آکر اس سے بیعت کی ۸۵۰ھ میں علاء الدین بیانہ کیطرف روانہ ہوا کہ اثنائے راہ میں یہ شہرت سنی کہ دہلی کے قصد سے جونپور کا بادشاہ چلا آتا ہے باوجودیکہ یہ خبر غلط تھی مگر یہ ڈرپوک بادشاہ الٹا دہلی میں چلا آیا۔ حسام خاں وزیر ممالک نائب غیبت نے عرض کی کہ جھوٹی خبر کے سنتے ہی بادشاہوں کو مراجعت کرنا سزاوار نہیں ہے۔ وزیر کا یہ کہنا بادشاہ کو ناگوار خاطر گذرا اور اس پر اپنی رنجش کا اظہار اس سے کیا۔ اس سے خلق پر ظاہر ہو گیا کہ بادشاہ اپنے باپ سے زیادہ سست اور امور سلطنت میں زیادہ بیوقوف ہے ۸۵۱ھ میں بادشاہ بداؤں گیا۔ وہاں کی ہوا ایسی اسکو خوش معلوم ہوئی کہ مدتوں تک وہاں توقف کیا۔ پھر دہلی میں آیا تو کہنے لگا کہ مجھے دہلی سے زیادہ بداؤں کی آب و ہوا خوش معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت سارے ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی تھی۔ دکن۔ گجرات۔ مالوہ۔ جونپور۔ بنگالہ میں حاکم خود بادشاہ صاحب سکہ و خطبہ ہو گئے۔ پنجاب میں پانی پت سے لاہور تک۔ ہانسی۔ حصار۔ ناگور میں ملتان تک ملک بہلول فرمانروائی کرتا تھا۔ پھر دہلی سے سرائے لاڈو تک کہ شہر دہلی کے قریب ہی احمد خاں میواتی متصرف تھا۔ سنبھل سے لیکر خواجہ خضر تک کہ نارنول تک دہلی سے ملا ہوا ہے۔ دریا خاں لودہی۔ اور کول جلالی مع مضافات میں عیسٰے خاں ترک بچہ دراہری میں قصبہ بہوگانو تک قطب خاں افغان کنپل وپٹیالی میں رائے پرتاب اور بیانہ میں داؤد خاں اوحدی تصرف رکھتے تھے۔ گوالیار۔ دہولپور۔ بھدوراہیں جدا جدا راجہ راج کرتے تھے۔ غرض سلطنت دہلی کی یہ حدود رہ گئی تھیں کہ شہر پناہ کے ایک جانب میں ایک اور باقی اور اطراف میں بارہ میل سے زیادہ نہیں تھی۔ یہ مثل اسی پر صادق آتی تھی کہ بادشاہی شاہ عالم تا حویلی پالم۔ انہیں دنوں میں ملک بہلول لودہی سلطان محمد شاہ کے زمانہ کی طرح دوبارہ

دہلی کی تسخیر کے قصد سے آیا مگر مقصد نہ حاصل ہوا اور ناکام پھر گیا۔ پادشاہ علاءالدین نے تقویت سلطنت کے لئے متامل ہوکر مشورہ قطب خاں و عیسےٰ خاں و راے پرتاب سے کیا۔ یہ امرا بادشاہ کو اور زیادہ ضعیف کرنا چاہتے تھے انھوں نے کہا کہ حمید خاں سے امرا نہایت دل تنگ ہو رہے ہیں اگر حضور اُس کو منصب وزارت سے معزول کرکے مقید فرمائیں تو سب مطیع ہوجائیں اور سلطنت کو از سرِ نو رونق ہوجائے اور ہم چند پرگنے امراسے لیکر خالصہ شاہی میں داخل کردینگے بادشاہ کو تو عقل سے بہرہ نہ تھا فی الفور اس مشورہ کو قبول کرلیا۔ اور حمید خاں کو زنجیروں میں کس دیا ....اب پھر بادشاہ نے بداؤں جانے کا عزم کیا اور کہا کہ میں وہاں ہمیشہ رہنا چاہتا ہوں۔ حسام خاں نے پھر از روے اخلاص عرض کیا کہ دہلی کو چھوڑنا اور بداؤں کو پایہ تخت بنانا صلاح دولت نہیں ہے بادشاہ نے اُس کا کہا نہ سُنا بلکہ پیشتر سے بیشتر رنجیدہ ہوکر اُس سے بگڑ گیا اور اپنے سے علحدہ کرکے دہلی میں چھوڑ گیا اور اپنی بیوی کے دو بھائیوں میں سے ایک کو شحنہ دہلی اور دوسرے کو عہدۂ دیوان امیر کوہی دیا اور آخر ۸۵۲ھ میں بداؤں روانہ ہوا۔ چند دنوں میں بادشاہ کے دونوں سالوں میں آپس میں نزاع ہوئی ایک مارا گیا اور دوسرے کو حسام خاں کے بہکانے سے شہر کے آدمیوں نے قصاص میں قتل کیا۔ اور بادشاہ اپنے عیش عشرت میں مشغول تھا وہ اس واقعہ پر ملتفت نہ ہوا۔ جب بداؤں میں آیا تو قطب خاں و راے پرتاب اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حمید خاں کے زندہ رہنے سے امرا بڑے پریشان خاطر ہیں اگر سلطان اُسے مار ڈالے تو چالیس پرگنے خالصہ بادشاہی کے ابھی ہم کئے دیتے ہیں اس باب میں حد سے زیادہ سعی راے پرتاب اس لئے کرتا تھا کہ حمید خاں کا باپ فتح خاں اُس کے ملک کو تاراج کرکے اس کی بیوی پر متصرف ہوا تھا۔ اس بیر کا بدلا اسوقت لینا چاہتا تھا۔ بادشاہ عاجز ہو رہا تھا اور عقل کے پیچھے لاٹھی لئے پھرتا تھا۔ اسلئے حمید خاں کے قتل کا حکم دیدیا۔ لیکن حمید خاں کے بھائیوں و ہوا خواہوں کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ حیلہ اور تدبیر سے جو اُنسے بن پڑی حمید خاں کو قید سے چھڑا کر دہلی میں بھگا کرلے گئے ملک محمد جمال کہ اُس کا نگہبان تھا جب آگاہ ہوا تو اسکے پیچھے دہلی میں آیا اور حمید خاں کے گھر بار پر چڑھ گیا۔ لڑائی ہوئی محمد جمال کے ایسا تیر لگا کہ

سفیر مرگ ہوا۔ حمید خاں نے حرم شاہی میں گھس کر بادشاہ کے بیٹوں اور بیٹیوں اور بیویوں کو باہر کھینچکر اور سب کو برہنہ سر کر کے بہایت اہانت و بے عزتی سے حصار سے باہر نکال دیا اور خزائن و اسباب بادشاہی پر متصرف ہو بیٹھا۔ اس پر بھی بادشاہ کو غیرت نہ آئی اور برسات کا بہانہ کیا اور دہلی نہ گیا انتقام کے لئے آجکل کرتا رہا۔ حمید خاں کو فرصت ملی اور اُس کو یہ فکر ہوئی کہ کسی اور کو بادشاہ بناؤں۔ سلطان محمود مشرقی حاکم جونپور کو بلانا تو اس سبب سے مصلحت نہ جانا کہ وہ علاء الدین سے قرابت رکھتا تھا اور سلطان محمود خلجی مانڈو میں بہت دور تھا۔ لودہی سب سے زیادہ نزدیک تھے اس لئے ملک بہلول لودہی کو کہ یہاں بادشاہ نہ تھا بلایا کہ بادشاہ برائے نام وہ ہو اور حقیقت میں وہ خود بادشاہ بنے۔ اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ ملک بہلول تو اس تمنا میں مدتوں سے بیٹھا تھا اُسنے ادہر تو بادشاہ علاء الدین کو لکھا کہ میں حمید خاں کے دفع کرنے کے لئے دہلی جاتا ہوں۔ ادہر کوچ پر کوچ کر کے بڑی جمعیت کے ساتھ دہلی میں آن کر متصرف ہوا۔ اسکا آگے ذکر کرینگے کہ وہ حمید خاں کو الگ کر کے کس طرح خود بادشاہ ہو گیا۔ اس نے بادشاہ علاء الدین کا نام خطبہ میں داخل کیا اور اسی سال ۸۵۴ھ میں دہلی کو اپنے بڑے بیٹے بایزید اور اور امرا کو سپرد کر کے بموجب اقتضاء وقت وہ دیبا پور میں گیا اور افغانوں کو جمع کیا اور ملک کا انتظام کیا اور بادشاہ علاء الدین کو لکھ بھیجا کہ مینے حمید خاں کو دفع کیا اور سلطنت کا کام جو ہاتھ سے نکل گیا تھا اس کو سنبھالا۔ اور شہر کی آپ کے نام سے حفاظت کی اور خطبہ میں سے حضور کا نام نہیں نکلوایا بادشاہ نے اُسکے جواب میں یہ لکھا کہ تم کو میرے باپ نے بیٹا بنایا تھا۔ اس رشتہ سے تم میرے بڑے بھائی ہو سلطنت تم کو میں دیتا ہوں اور آپ بداؤں پر قناعت کرتا ہوں۔ سلطان بہلول کامیاب ہوا۔ اور ۱۷۔ ربیع الاول ۸۵۵ھ کو بالکل بادشاہی انتظام میں مشغول ہوا خطبے سے علاء الدین کا نام نکال ڈالا اور اپنے سر پر چتر رکھا۔ بادشاہ علاء الدین بداؤں کے کونے میں مدتوں تک جیتا رہا۔ آخر ۸۸۳ھ میں دنیا سے گذر گیا۔ اس نے دہلی میں بادشاہی سات سال اور چند ماہ کی اور بداؤں میں حکومت اٹھائیس سال۔

سیدوں کی سلطنت

سیدوں کے خاندان کی سلطنت چھتیس برس ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ سے ۸۵۵ھ ۱۴۵۰ تک رہی خضر خاں نے تو اپنا نام ہی بادشاہ نہیں رکھا۔ مبارک شاہ بیچارہ فسادوں کے مٹانے میں خود مٹ گیا۔ محمد شاہ اور علاء الدین نام کے بادشاہ رہے۔ اُنکی سلطنت دہلی کے گرد چند میلوں میں رہی۔ اس کل زمانہ میں امراء کا ایسا زور رہا کہ کبھی یہاں کی سلطنت میں حکومت نوعی کی جھلک نظر آنے لگتی تھی۔ ہندوستان کے بڑے حصے میں مسلمان بادشاہ اور ہندو راجہ آزادانہ خودمختاری کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔

ذکر سلطنت سلطان بہلول لودہی

سلطان بہلول کی تخت نشینی اور اس کا ابتدائی حال

لودہی افغانوں کی ایک جماعت تھی جو متفق ہو کر ہندوستان میں تجارت کے لئے آیا جایا کرتی تھی اور تجارت کی بدولت دولتمند ہوتی تھی اسی سبب سے بہلول کو بھی کہتے ہیں کہ اس نے تجارت کی مگر یہ بالکل غلط ہے ہاں اس کو ایک دفعہ بادشاہ نے وہ روپیہ گھوڑوں کی قیمت کا دیا تھا جو اس کے باپ کا دینا تھا۔ اس جماعت میں سے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں سلطان بہلول کا دادا ملک بہرام اپنے بڑے بھائی سے خفا ہو کر ملتان میں چلا آیا اور ملتان کے حاکم ملک مردان دولت کا نوکر ہو گیا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے ملک سلطان شہ۔ ملک کالا۔ ملک فیروز ملک محمد۔ ملک خواجہ۔ باپ کے مرنیکے بعد یہ پانچوں بیٹے ملتان میں آن رہے۔ جب فیروز شاہ کے عہد میں ملتان کا حاکم خضر خاں ہوا تو ملک سلطان شہ اُس کا ملازم ہوا۔ اور ایک جماعت افغان کا سردار بنا۔ خضر خاں اور ملو اقبال خاں کی جو لڑائی ہوئی تو اس میں ملک سلطان شہ نے ملو کو قتل کیا۔ اس سے خضر خاں کی نظر میں اُس کا اعتبار بڑہا اور اس نے اس خدمت کے جلدو میں اسلام خاں کا خطاب دیا۔ اور سرہند کی حکومت سپرد کی۔ اس کے اور بھائی بھی اس کے ہمراہ تھے اور فوج کے افسر تھے ان میں سے ملک کالا اپنے چھوٹے بھائی اسلام خاں کی طرف سے دورالہ میں حاکم تھا۔ کسی سبب سے اسکی افغانان نیازی سے لڑائی ہوئی۔ اور وہ مارا گیا۔ اس کی شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اسوقت بہلول ماں کے پیٹ میں تھا اُن گنا مہینہ ختم ہو چکا تھا وضع حمل کے

دن قریب تھے کہ اتفاقاً ایک مکان کی چھت اس حاملہ پر گر پڑی اور وہ اس صدمہ سے مرگئی مگر اُسکے پیٹ میں بچہ زندہ رہا جس کو پیٹ چاک کرکے زندہ نکالا جسکا نام حقارت سے پہلے بلّو اور پھر بہلول ہوا وہ ایک مہینہ کا تھا کہ اس کے چچا اسلام خاں پاس سرہند میں لوگ اُس کو لے آئے۔ چچا نے اس کو پالا پوسا تربیت کیا۔ ایک لڑائی میں ملک بہلول نے ایسی شجاعت وجلادت دکھائی کہ اسلام خاں نے اُس سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اسلام خاں ایسا ذی اختیار اور صاحب مقدور ہوگیا تھا کہ بارہ ہزار افغانوں کو اپنے گھر سے تنخواہ دیتا تھا۔ یہ افغان اکثر اس کی برادری میں تھے۔ جب اسلام خاں کی رحلت کا وقت آیا تو اس نے اپنے رشید بیٹوں کو محروم کرکے اس داماد بہلول کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور اپنی پگڑی اُس کے سر پر بندھوائی اس کے مرنے کے بعد وارثوں میں جوتی چلی۔ اس کے نوکروں کے تین فریق ہوگئے۔ ایک فرقہ تو بہ سبب اسلام خاں کی وصیت کے بہلول لودہی کا مددگار ہوگیا۔ دوسرا فرقہ اسلام خاں کے بھائی ملک فیروز کے ساتھ موافق ہوگیا وہ بھی بادشاہ کی طرف سے صاحب منصب تھا۔ تیسرا فرقہ اسلام خاں کے بیٹے قطب خاں کا طرفدار ہوگیا۔ ان سب میں ملک بہلول فائق تھا وہی بہ تدریج غالب ہوا اور ملک فیروز اور ملک قطب خاں کو اُس نے بٹھادیا۔ اس نزاع کے سبب سے سرہند سے دلی میں سلطان محمد شاہ پاس قطب خاں آیا اور ارکان دولت کی وساطت سے بادشاہ سے عرض کیا کہ سرہند میں افغانوں نے ہجوم کیا ہے آخر کو ملک میں انسے کوئی خلل پیدا ہوگا اسکا تدارک چاہئے۔ سلطان محمد شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو ایک لشکر قوی کے ساتھ قطب خاں کے ہمراہ متعین کیا کہ سرہند میں جاکر افغانوں کو ہمارے پاس بھیجدے اور اگر وہ سرکشی کریں تو سرہند سے اُنکو نکال دے اور ایسا ہی حکم جسرت گھکر کو بھیجا۔ جب اس واقعہ کی افغانوں کو خبر ہوئی تو وہ کوہستان میں پناہ کے لئے چلے گئے جسرت گھکر اور ملک سکندر تحفہ نے ان پاس پیغام بھیجا کہ کوئی تقصیر ہم نے نہیں کی پھر کس سبب سے فرار ہوتے ہو تو افغانوں نے انسے عہد وپیمان طلب کیا۔ جب ایمان کے ساتھ وہ موکد ہوگیا تو ملک فیروز لودہی نے اپنے بڑے بیٹے شاہین خاں اور اپنے بھتیجے ملک بہلول کو اہل وعیال پاس چھوڑا اور خود معتبر افغانوں کے ساتھ ملک سکندر تحفہ وجسرت گھکر کے پاس آیا۔ انہوں نے قطب خاں کی تحریک سے خلاف عہد کیا

اور ملک فیروز لودہی کو قید کیا اور باقی افغانوں کو مار ڈالا اور افغانوں کے اہل وعیال کے سر پر لشکر کو چڑھا دیا۔ملک بہلول اہل وعیال کو قلب جکھوں میں لے گیا۔اور شاہین خاں اور افغانوں کو ساتھ لیکر لڑا۔ان میں سے کچھ گرفتار ہوگئے اور باقی مع شاہین خاں کے قتل ہوگئے سرہند میں ان کے سر کٹ کر آئے۔جسرت گھکر ایک ایک سر کو اٹھاتا جاتا تھا اور ان کا نام ملک فیروز سے پوچھتا جاتا تہا اور وہ بتلاتا جاتا تہا۔جب اس کے بیٹے کا سر اس کے سامنے آیا تو ملک فیروز نے کہا کہ میں اسے نہیں پہچانتا۔جسرت گھگر کے آدمیوں نے کہا کہ یہ جوانمرد بڑا شجاع تہا اور اسنے ایسے مردانہ کام کئے ہیں کہ کسی اور نے نہیں کئے ملک فیروز رونے لگا۔لوگوں نے پوچھا کہ روتے کیوں ہو تو اُسنے کہا کہ یہ میرے پسر کا سر ہے۔اس شرم سے کہ مبادا کہیں اسنے جنگ میں سستی ونامردی نہ کی ہو میں نے اسکا نام چھپایا تھا۔اب میری خاطر جمع ہوگئی اسلئے میں نے ظاہر کر دیا۔یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں ملک بہلول نہ تھا وہ باہر سلامت چلا گیا جب وہ آئیگا تو تم سے انتقام لیگا۔ملک تحفہ کو سرہند سپرد کرکے جسرت گھکر پنجاب کو گیا اور قیدیوں کو دہلی بہیجا۔ملک بہلول لودہی نے دوست آشناؤں سے روپیہ قرض لیکر افغانوں کو قسمت کیا اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ متفق کرکے لٹیراپن اختیار کیا اور اضلاع کی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔جو کچھ ہاتھ آتا ہمراہیوں میں تقسیم کر دیتا۔تھوڑے دنوں میں بہت سے افغان اور تہوڑے سے مغل اس پاس جمع ہوگئے۔ایک مدت کے بعد ملک فیروز بھی قید سے بھاگ کر اور قطب خاں بھی اپنے کئے سے پشیمان ہوکر اُس سے آن ملے۔ملک بہلول نے سرہند پر پھر قبضہ کر لیا۔سلطان محمد شاہ نے حسام خاں وزیر الممالک کو اُس سے لڑنے بہیجا۔اسنے ملک بہلول سے موضع لدہ پرگنہ خضر آباد میں شکست پائی جسکا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔اس سے بہلول کی قوت و شوکت زیادہ ہوگئی۔

یہ ایک حکایت ہے کہ ابتدائے حال میں ملک بہلول اپنے چچا اسلام خاں کی خدمت میں رہتا تھا۔تو ایک روز سامانہ میں اپنے دو یاروں کو ساتھ لیکر درویش سید انام کی خدمت سے مشرف ہوا اور اُسکے آگے دو زانو ہو بیٹھا۔ان مجذوب صاحب نے اپنی بڑ میں کہا کہ وہ کون ہے کہ دہلی کی بادشاہی کو دو ہزار ٹنکہ کو مول لیتا ہے۔ملک بہلول نے سولہ سو ٹنکہ اسکے سامنے رکھ دئے اور

عرض کیا کہ اس سے زیادہ ٹنکہ میرے پاس نہیں ہیں۔ مجذوب صاحب نے سلطنت کا سودا اتنے ہی ٹنکوں پر قبول کرلیا اور فرمایا کہ بادشاہی تجھ کو مبارک ہو۔ ہمراہیوں نے ملک بہلول کے اس فعل پر ٹھٹہ لگایا۔ اس پر ملک بہلول نے کہا کہ یارو سنو یہ بات دو حال سے خالی نہیں کہ میں بادشاہ ہونگا یا نہیں اگر ہونگا تو کیا مفت سودا میں نے خریدا ہے۔ اور اگر نہ ہونگا تو درویشوں کی خدمت اجر سے خالی نہیں ہوتی۔ غرض مجذوب کی اس بشارت سے بہلول کو دہلی کی سلطنت کی دہن صغرسنی سے لگی تھی۔ اور دل سے یقین تھا کہ مجھے ایک نہ ایک دن تخت شاہی نصیب ہوگا۔ ملک بہلول نے ملک فیروز اور کل اپنے اقربا او مشاہیر کو متفق کرکے پانی پت تک اپنی حدود حکومت کو بڑھا لیا اور حسام خاں وزیر الممالک کے شکست دینے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں اپنی حسن عقیدت کا عریضہ لکھا۔ اور اس میں عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت سے اس سبب سے دور ہوں کہ حسام خاں وزیر الممالک مجھ سے ناخوش ہے۔ اگر آپ اُسے قتل کیجئے اور اس کی جگہ حمید خاں کو مقرر کیجئے تو بندہ مطیع و فرمانبردار ہوگا۔ ان سب باتوں کا ذکر سید محمد شاہ کی سلطنت کے بیان میں لکھ چکے ہیں حسام خاں قتل ہوا حمید خاں وزیر ہوا۔ بہلول لودہی بادشاہ کا بیٹا بنا۔ ملک بہلول جسوقت بادشاہ ہوا ہے اسکے نو بیٹے تھے۔ خواجہ بایزید نظام خاں جو آخر بادشاہ سکندر لودہی کے نام سے مخاطب ہوا باربک شاہ۔ مبارک خاں۔ عالم خاں مشہور بہ سلطان علاءالدین۔ جمال خاں۔ میاں یعقوب فتح خاں۔ میاں موسےٰ۔ جلال خاں۔ اور امرا نامی چونتیس تھے جنمیں سے اکثر اُسکے قریب کے رشتہ دار خویش و یگانے تھے۔ جیسے قطب خاں پسر اسلام خاں لودی۔ خانجہاں لودہی۔ دریا خاں لودہی۔ تاتار خاں پسر دریا خاں لودہی وغیرہ۔

حمید خاں کا قید ہونا اور بہلول لودہی کا بے خوف و خطر بادشاہ ہونا

اب دہلی میں دو حریف سلطنت تھے ایک ملک بہلول اور دوسرا حمید خاں وزیر الممالک تھوڑے دنوں میں ان دونوں میں ظاہری تواضع و تعظیم خوب رہی۔ ملک بہلول سے حمید خاں نے کہا کہ میری خوشی ہے کہ آپ تاج شاہی سر پر رکھئے مجھے وزارت دیجئے۔ ملک بہلول نے عرض کیا کہ میں سپاہی ہوں

اپنے ملک کا انتظام تو مجھ سے ہو نہیں سکتا شاہی سلطنت کا انتظام کیسے ہوگا۔ آپ تخت پر بیٹھئے مجھے فوجدار اور سپہ سالار بنائیے۔ کچھ دنوں یہ منافقانہ برتاؤ ان میں رہا۔ حمید خاں قوت و مکنت بہت رکھتا تھا۔

ملک بہلول اپنی صلاح اسکے ساتھ صلح رکھنے میں دیکھتا تھا۔ مدتوں تک کی ملازمت کرتا رہا اور اکثر اوقات اس کے گھر جاتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حمید خاں کے ہاں وہ مہمان ہوا اور اس نے ایک افغانوں کی جماعت کو جو روہ سے تازہ وارد تھی سکھایا کہ تم حمید خاں کے ہاں جاکر ایسی حرکتیں کرنا کہ عقل سے بعید اور حمق کے قریب ہوں جن سے حمید خاں کو یقین ہو جائے کہ افغان پرلے درجے کے احمق اور بے وقوف ہوتے ہیں ان سے کچھ ڈرنا نہیں چاہئے۔ چنانچہ یہ افغان جب دعوت میں گئے تو عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگے کہ کسی نے کمر سے جوتیاں باندھیں کسی نے طاق پر جو حمید خاں کے سر پر تھا کفشیں رکھیں جب حمید خاں نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے تو انہوں نے کہا کہ چوروں کا خوف ہے اس لئے جوتیوں کو احتیاط سے رکھا ہے۔ پھر حمید خاں کی طرف مخاطب ہو کر کوئی کہنے لگا کہ تمہارے فرش کے رنگ عجیب ہیں اگر اس میں سے کتر کر کچھ ٹکڑے ہم کو عنایت ہونگے تو ہم اپنے بچوں کی ٹوپیاں اور کُرتے بنا کر اپنے اہل وعیال پاس بھیجیں گے جس سے ان کو معلوم ہوگا کہ حمید خاں ہم پر ایسی عنایت کرتا ہے۔ حمید خاں نے کہا کہ تمہاری بچوں کے لیے میں تمکو زربفت و مخمل تحفہ میں دونگا۔ جب عطر و پھولوں کے خوان آئے تو کوئی افغان عطر کی شیشیوں کو چاٹنے لگا۔ کوئی پھولوں کو کھانے لگا۔ پانوں کے بیڑے جو آئے تو کسی نے اس کو بغیر کھولے اوپر کے پتے سمیت منہ میں رکھ لیا۔ کسی نے کھول کر چونے کو ہونٹوں سے ملا اور جب منہ پھٹا تو بیڑہ کو ہاتھ سے پھینکا اور اچھلنے کودنے لگا۔ حمید خاں نے ہنسکر کہا کہ یہ عجیب مرد ہیں۔ اسپر بہلول نے کہا کہ یہ آدمی روستائی صحرانشین ہیں آدمیوں میں کم رہے ہیں اسلئے آدمیت سے دور ہیں اور سوا کھانے و سونے و مرنے کے کچھ اور نہیں جانتے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بدستور قدیم ایک روز وہ حمید خاں کے ہاں مہمان ہوا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب ملک بہلول آتا تو حمید خاں کے دربان اُسکے ساتھ کم آدمیوں کو اندر جانے دیتے اور اکثر افغان باہر رہتے۔ مگر اب کی دفعہ

سلطان بہلول کے سکہانے پڑہانے سے افغان جب دروازہ پر پہونچے تو سب کے سب اندر گہسنے لگے۔ جب دربانوں نے حسب دستور روکا تو ملک بہلول کو پکار پکار کر گالیاں دیکر کہنے لگے کہ اگر حمید خاں کا نوکر بہلول ہے تو ہم بھی ملازم ہیں پھر کسواسطے وہ حمید خاں کو سلام کرے اور ہم نہ کریں۔ حمید خاں نے یہ سنکر دربانوں کو آواز دی کہ سب کو آنے دو کسی کو روکو نہیں۔ غرض افغان سب کے سب داخل ہوئے اور حمید خاں کے ہرایک آدمی کے پاس دو دو کہڑے ہوئے۔ بیت

دگر زندگانی توقع مدار که در جیب و دامن وہی جائے مار

جب بہلول نے دیکھا کہ افغان بہت آگئے ہیں کام بخوبی تمام ہو جائیگا تو اشارہ کیا تو اس کے چچازاد بھائی قطب خاں نے بغل سے زنجیر نکالی اور حمید خاں سے کہا کہ اس سے بہتر کوئی چیز آپکے واسطے نہیں ہے کہ آپ اسے پہنکر گوشہ عزلت میں بیٹھئے اور اللہ اللہ کیجئے۔ آپکی جان کا قصد اسلئے نہیں کیا کہ پاس نمک ہی۔ غرض حمید خاں کو یوں قید کرکے محافظوں کے سپرد کیا اور ۱۷۔ ربیع الاول ۸۵۵ھ ۱۴۵۱ء میں بے خوف وخطر بہلول تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ چلایا اور خطبہ میں اُسے پڑہوایا اور سلطان بہلول اپنا لقب رکھا۔

سلطان بہلول کا دیپال پور میں لشکر جمع کرنا اور دہلی کو محمود شاہ شرقی کا محاصرہ کرنا

۸۵۵ھ اول سنہ جلوس میں سلطان بہلول اپنے بیٹے بایزید اور امرا معتمد کو دہلی سپرد کرکے خود لشکر جمع کرنے اور ممالک ملتان و پنجاب کا انتظام کرنیکے لئے دیپال پور گیا۔ لودہیوں کی بادشاہی سے سلطان علاء الدین کے بعض امرا ناراض تہے۔ اُنہوں نے محمود شاہ شرقی جونپور کو دہلی آنے کی تحریک کی اور سلطان علاء الدین کی بیٹی نے جو محمود شاہ کی بیوی تھی خاوند کو یہ کہکر ترغیب دی کہ دہلی کی سلطنت میرے باپ دادا کی ہے بہلول کس باغ کا بتھوا ہے کہ اس سلطنت کو غصب کرے۔ اگر آپ دہلی نہیں جاتے تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں تیر و ترکش لیکر سلطنت کے جہوٹے مدعیوں سے لڑنے جاؤں۔ بیوی کی یہ طعن آمیز گفتگو محمود شاہ شرقی کے دل پر اثر کرگئی اور وہ ۸۵۶ھ میں لشکر عظیم اور ہزار قوی ہیکل ہاتھی لیکر دہلی پر چڑہ آیا۔ اسوقت سلطان بہلول تو

دیپالپور میں تھا اور دہلی میں خواجہ بایزید اور شاہ سکندر شروانی اور اسلام خاں کی بیوی متو نے تمام اہل و عیال افغانوں کو لیکر قلعہ دہلی میں پناہ لی۔ ان کے پاس آدمی تھوڑے تھے اس لئے بیوی متو نے عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر مردوں کی شکل بنوائی اور یوں مردوں کی تعداد کو زیادہ دکھایا سلطان بہلول کو جب اس دہلی کے محاصرہ کی خبر دیپالپور میں پہونچی تو اس نے اپنے ارکان دولت سے صلاح و مشورہ کرکے ملک روہ میں ہر قبیلہ کے سردار کے نام فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ خدا تعالےٰ نے ملک دہلی کی سلطنت افغانوں کو عنایت کی ہے۔ مگر سلاطین ہند یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان سے افغانوں کو نکال باہر کریں مستورات کی شرم آپ کی اور ہماری ایک ہے۔ ہند ایک وسیع ملک و زردار ہے۔ اس میں تمام عزیزوں کی گنجائش ہے۔ اگر آپ میرے عزیز اس دیار میں آئیں تو سلطنت میرے نام پر ہوگی مگر جو ملک اور ولایت بالفعل میرے ہاتھ میں ہیں اور آیندہ آئیں گے وہ آپسمیں تقسیم کردئے جائینگے۔ ان دنوں میں سلطان محمود بادشاہ جونپور نے ایک لشکر کثیر سے شہر دہلی کا محاصرہ کر رکھا ہے اور افغانوں کے اہل و عیال اس شہر میں گھرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ عزیز بطریق کمک ایک جماعت کثیر کے ساتھ اس دیار میں تشریف لائیں تو یہ وقت امداد ہے۔ شرم و ناموس کا اقتضا یہ ہے کہ اس فرمان کے دیکھتے ہی یک بار جمعیت بسیار کے ساتھ یہاں آؤ اور محمود شاہ شرقی کو ٹھکانے لگاؤ۔ جب یہاں آؤگے تو ایسی دولت پاؤگے کہ اپنے وطن کو بھول کر بھی یاد نہ کروگے۔ سارے ملک کے تم مالک ہوجاؤگے غرض ان فرامین کے پہونچتے ہی افغانوں کے قبائل ملک روہ سے مور و ملخ کی طرح سلطان بہلول کی خدمت میں آگئے۔ سلطان بہلول پاس بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ سلطان بہلول کو یہ خوب سوجھی کہ اُسنے اپنے ملک میں سے اپنے عزیزوں کو جو وہاں معاش کے ہاتھ سے تنگ تھے بلالیا جس سے ان کا اپنا کام بھی چلا اور اس کا کام بھی نکلا۔

جب دہلی کے آنے میں سلطان بہلول کو عرصہ لگا تو محصورین دہلی گھبرا گئے اور دشمنوں کے مورچے پاس قریب آگئے اور گولے آپسے آنے لگے کہ گھر سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا اسلئے عاجز و تنگ ہوکر انہوں نے ان شرائط پر قلعہ کو حوالہ کرنے کا ارادہ کیا کہ قلعہ کی کنجیاں محمود شاہ کے کسی افسر کے حوالہ کریں اور وہ ان کو بغیر کسی تعرض کے قلعہ سے باہر جانے دے۔ ان شرائط کے موافق سید شمس الدین کنجیاں لیکر دریا خاں لودہی پاس گیا

جسنے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس سے درخواست کی کہ مجھے خلوت میں کچھ عرض کرنا ہے۔ دریا خاں نے اپنے نوکروں کو باہر کر دیا تو خلوت میں سید صاحب نے خانصاحب سے یہ پوچھا کہ محمود شاہ سے آپکا کیا رشتہ ہی اُسنے کہا کہ کچھ نہیں میں اُسکا نوکر ہوں۔ پھر اُسنے پوچھا کہ سلطان بہلول سے آپکا کیا رشتہ ہے۔ اُسنے کہا کہ وہ بھی لودہی ہے اور میں بھی لودہی ہوں۔ سید نے اُسکے آگے کنجیاں رکھدیں اور کہا کہ اپنی ماہنوں کے ناموس کا رکھنا آپکا کام ہے۔ اس پر دریا خاں نے کہا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس برادرانہ محبت ہی کا پاس مجھے تھا کہ آجتک قلعہ کے لینے میں میں نے دیر کی ہی۔ سلطان بہلول نے آنے میں بڑی تاخیر کی ہے بالفعل تو کنجیاں آپ لیجائیے اور منتظر رہیے کہ میں آپکے حق میں کیا کرتا ہوں۔

سلطان محمود پاس دریا خاں گیا اور کنجیوں کے لینے دینے کا حال بیان کیا اور اسکے ساتھ کہا کہ افواہ ہے سلطان بہلول دہلی کو لشکر عظیم لئے چلا آتا ہے اسلئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہی کہ اسکی طرف توجہ کیجائے اگر اسکو مغلوب کر لیا تو دہلی خود بخود ہاتھ آجائیگی۔ حضور مجھے اور فتح خاں ہروی کو بہلول سے لڑنیکے لیے بھیجدیجئے کہ ہم اسکو پانی پت میں جاکر روک لیں۔ محمود شاہ کو یہ مشورہ پسند آیا اور تیس ہزار سوار اور چالیس جنگی ہاتھی دیکر انکو بہلول سے لڑنیکے لئے روانہ کیا۔ بہلول اس وقت پانی پت سے آگے بڑھ کر نریلہ میں آگیا تھا۔ رات کو محمود کے لشکر نے دو کوس ورے اپنے خیمے ڈیرے ڈالے جس رات میں یہ لشکر پہنچا ہی دو دفعہ لشکر میں سے بیل۔ اونٹ۔ گھوڑے دشمن لیگئے۔ دوسرے دن دونو لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ سلطان بہلول کے لشکر چودہ ہزار سوار تھے۔ قطب خاں لودہی پسر اسلام خاں ایسا قادر انداز تیر انداز تھا کہ جس ہاتھی کے تیر مارتا وہ لڑائی سے اُلٹا بھاگتا۔ دریا خاں جو مہتمم جنگ تھا جب سامنے آیا تو سلیم خاں نے پکار کر کہا کہ تیری ماہنیں تو دہلی کے قلعہ میں گھری بیٹھیں ہیں تجھے یہ کیا لایق ہی کہ بیگانوں کی طرف سے یگانوں کے ساتھ جنگ میں سعی کرتا ہی اور اپنے ناموس کی حفاظت نہیں کرتا۔ یہ سنکر دریا خاں نے کہا کہ میں اُلٹا جاتا ہوں تم میرا تعاقب نہ کرنا۔ پس دریا خاں نے لڑائی سے مُنہ پھیرا کہ فتح خاں ہروی نے شکست پائی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ رائے کرن نے اُسکا سر کاٹ لیا کہ اسکے بھائی پتھورا کو فتح خاں نے قتل کیا تھا۔ یہ سر سلطان پاس آیا۔ اس شکست کے بعد محمود شاہ شرقی میں لڑنیکی تاب نہیں رہی وہ جونپور چلا گیا۔

سلطان بہلول کا دورہ انتظام کے لئے

جب سلطان بہلول کو یہ فتح نصیب ہوئی تو اُسنے دہلی کے تخت پر اپنے تئیں مستقل کیا اور اپنی حکمرانی کے استحکام کے لئے دورہ کیا اور کل ملک پر تسلط ہونیکے لئے یہ تدبیریں کیں کہ اول میوات میں گیا احمد خاں میواتی حاکم میوات نے اطاعت قبول کی سلطان نے احمد خاں کی ریاست میں سے سات پرگنے نکال کر باقی اسکی ریاست اسی کو دیدی - احمد خاں نے اپنے چچا مبارک خاں کو مقرر کیا کہ وہ ہمیشہ پادشاہ کے دربار میں حاضر رہا کرے - میوات سے برن میں سلطان آیا - یہاں دریا خاں لودہی حاکم سنبھل حاضر ہوا اور اطاعت قبول کی اور اپنے سات پرگنے بادشاہ کی نذر کئے - یہاں سے سلطان کول میں آیا یہاں کے حاکم عیسیٰ خاں کو بشرائط سابق بحال رکھا - یہاں سے برہان آباد میں آیا تو سکیٹ کا حاکم مبارک خاں لوحانی فرمانبرداری کے لئے وہاں حاضر ہوا وہ بھی اپنی جاگیر پر بدستور سابق مستقل مقرر ہوا - رلئے پرتاب سنگھ کو بہوئیں گانو (بھوگانو) عنایت ہوا وہ اِن نواح میں زمینداروں کا سردار تھا - یہاں سے پھر وہ قلعہ راپری اور چندوار میں آیا - قطب خاں پسر حسین خاں جو راپری میں حکمراں تھا وہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا - مگر قلعہ راپری جلد فتح ہوگیا - خانجہاں نے قطب خاں سے قول و قرار کئے اور اسکو پادشاہ کے روبرو لایا - پادشاہ نے اسکو اپنے اقطاع پر بحال کر دیا - پھر سلطان اٹاوہ میں آیا یہاں کے حاکم نے اطاعت قبول کی سلطان نے اسکی جاگیر میں بھی کچھ تغیر نہیں کیا -

سلطان بہلول کی لڑائی سلاطین شرقی سے

ان دنوں میں پھر سلطان محمود شرقی اپنی بیوی ملکہ جہاں کے اغوا سے لشکر جمع کرکے اٹاوہ کے نواح میں سلطان بہلول سے لڑنیکو آموجود ہوا - اول روز دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی مگر دوسرے روز قطب خاں اور رائے پرتاب کے واسطہ سے اِن پسندیدہ شرائط پر طرفین میں صلح ہوگئی کہ جو ملک سید مبارک شاہ سابق سلطان دہلی کے قبضہ میں تہا - اسپر بہلول شاہ حکمراں رہے اور جو ملک سلطان ابراہیم سابق بادشاہ جونپور پاس تھا وہ سلطان محمود کے قبضہ میں رہے -

سات ہاتھی جو فتح خاں سے لڑنے میں سلطان بہلول کے ہاتھ آئے تھے وہ اُسے واپس کر دئے جائیں - شمس آباد بھی سلطان بہلول کے ملک سے سمجھا جائے اور جونا خاں جو محمود شاہ شرقی کی طرف سے وہاں حاکم ہے وہ اسکو سلطان بہلول کو حوالہ کر دے - یہ جونا خاں پہلے سلطان بہلول کے

امرا کبار میں سے تھا مگر اُس سے رنجیدہ ہوکر سلطان محمود شاہ شرقی پاس آگیا تھا جس نے شمس آباد میں اُسے حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس صلح کے بعد سلطان محمود شاہ تو جونپور کو روانہ ہوا اور سلطان بہلول نے وقت معین پر جونا خاں کو فرمان لکھا کہ رائے کرن کو وہ شمس آباد حوالہ کرے اور خود باہر چلا جائے۔ جونا خاں نے اس فرمان کی اطاعت نہ کی سلطان بہلول نے جاکر شمس آباد کا قلعہ اور شہر دونوں جونا خاں سے لیکر رائے کرن کے حوالہ کئے کہ وہ اس نواح کا انتظام کرے۔ جب سلطان محمود شاہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے عہد و پیمان سے پشیمان و منحرف ہوکر پھر سلطان بہلول سے لڑنے کو چلا آیا۔ شمس آباد میں دونوں لشکر روبرو آئے۔ قطب خاں لودہی اور دریا خاں لودہی نے لشکر شرقی پر شبخون مارا مگر اتفاق یہ ہوا کہ قطب خاں کے گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ زین سے زمین پر آیا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ محمود شاہ نے اسے جونپور روانہ کیا اور وہاں قید میں رکھا رائے کرن قلعہ شمس آباد گھیرا ہوا تھا اسکی کمک کے لئے سلطان بہلول نے شاہزادہ جلال خاں اور شہزادہ سکندر و عماد الملک کو متعین کیا اور خود محمود شاہ سے لڑنے گیا۔ اس اثنا میں محمود شاہ کو بیماری نے بستر مرگ پر سلایا۔ اُسکا بیٹا بھیکن خاں باپ کا جانشین ہوا۔ اور محمود شاہ اس کا لقب ہوا۔ اسکی ماں بی بی راجی بڑی دانشمند عاقلہ تھی اسکی حسن تدبیر سے یا امرا کی فرزانگی سے ان دونوں بادشاہوں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سلطان محمود شاہ کے ملک پر محمد شاہ سلطنت کرے اور سلطان بہلول اپنے ملک پر۔ بعد اس صلح کے محمد شاہ جونپور گیا۔ سلطان بہلول دہلی کی طرف روانہ ہوا کہ ابھی وہ دار السلطنت میں پہونچنے نہیں پایا تھا کہ اسکی ملکہ شمس خاتون کا یہ پیغام آیا کہ تم جب تک میرے سگے بھائی قطب خاں کو شاہ شرقی کے زنداں سے نہ چھٹاؤ تم پر خواب و آرام حرام ہے اگر اسے نہ چھٹاؤ گے تو مجھے بھی زندہ نہ پاؤ گے۔ بھلا اس چہیتی ملکہ کا پیغام کب خالی جاسکتا تھا بادشاہ کا دل اُس سے ایسا متاثر ہوا کہ وہ دہلی جاتا تھا یا الٹا محمد شاہ سے لڑنے کے لئے پھرا۔ محمد شاہ کو بھی اسکی خبر لگی تو وہ بھی سلطان بہلول سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوکر جونپور سے روانہ ہوا شمس آباد میں پہنچا۔ یہاں سے رانا کرن کو جو سلطان بہلول کی طرف سے ناظم و حاکم تھا نکال باہر کیا اور اپنی طرف سے پھر جونا خاں کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ رائے پرتاب پہلے

سلطان بہلول کا جانبدار تھا مگر اب محمد شاہ کو غالب دیکھکر اس کا طرفدار ہو گیا۔ محمد شاہ منزل پر منزل کرتا ہوا پہنچا اور اُسکے قریب سلطان بہلول پرگنہ راپری میں مقیم ہوا۔ دونوں بادشاہوں کے لشکروں میں کچھ دنوں لڑائی ہوتی رہی۔ محمد شاہ نے اپنے بھائی حسن شاہ کو قتل کرا دیا اسکا بیان سلاطین جونپور کی تاریخ میں ہوگا۔ اس قتل کے معاملات محمد شاہ کے روبرو پیش ہی تھے کہ اُسکے چھوٹے بھائی حسین خان نے سلطان شاہ اور جلال خاں اجودھنی کو بھیجا کہ وہ محمد شاہ کو اطلاع کریں کہ سلطان بہلول کا ارادہ اسکے لشکر پر شب خون مارنے کا ہے تیس ہزار سوار اور بیس ہاتھی اس مقصد کے لئے جھرنہ کے کنارہ پر آن پہنچے ہیں۔

محمد شاہ نے یہ خبر سنکر اپنی سپاہ کا ایک دستہ اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ شاہزادہ حسین خاں یہ چاہتا تھا کہ میں اپنے بھائی شہزادہ جلال خاں کو ہمراہ لے لوں اس لئے اس کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ لیکن سلطان شہ نے کہا جلال خاں پیچھے آجائیگا اس کے لئے توقف کرنا کیا ضرور ہے۔ پس دونوں دشمن کی طرف چلے۔ یہاں یہ ہوا کہ سلطان بہلول کا لشکر بھی دشمن کی لشکر کے ان نقل وحرکت کے لئے آمادہ ہوا تھا۔ جب شہزادہ جلال خاں بھائی کے بلانے سے محمد شاہ کے لشکر سے جدا ہو کر جھرنہ کی طرف چلا تو وہ سلطان بہلول کے سامنے آگیا اور اس نے یہ غلطی سے جانا کہ بھائی کا لشکر ہے۔ سلطان بہلول کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنے سلطان کے روبرو لائے تو وہ اس کو ایک لطیفہ غیبی قطب خاں کی سلامتی کے لئے سمجھا اور اس نے اس کو بطور آول کے قطب خاں کے زندہ رہنے کیلئے قید میں رکھا۔ حسین خاں نے جب اپنے بھائی جلال خاں کے قید ہونے کا حال سنا تو وہ محمد شاہ کے خوف کے مارے جونپور بھاگ گیا۔ محمد شاہ یہ دیکھکر کہ ایک بھائی قید ہوا اور دوسرا بھاگ گیا تو اس کو یہ خوف ہوا کہ معلوم نہیں کہ بھائی جونپور میں جاکر سارے ملک میں کیا فساد برپا کرے اس خوف کے مارے وہ سلطان کا مقابلہ نہ کرسکا اور قنوج کو چلا گیا۔ سلطان بہلول نے اسکا تعاقب گنگا تک کیا مگر وہ اُس کے لشکر کی بھیر بنگاہ کو کچھ لوٹ کر اور اُس کے کچھ ہاتھی گھوڑے چھین کر الٹا دہلی چلا آیا۔

حسین خاں ۸۵۶ھ میں جونپور میں پہنچا۔ وہاں جاکر مستقل بادشاہ ہو گیا اور محمد شاہ مارا گیا

ان واقعات کا حال مفصل ہم تاریخ سلاطین جونپور میں تحریر کرینگے۔ سلطان حسین شاہ جب تخت سلطنت پر مستقل ہوگیا تو اُسنے سلطان بہلول سے اس شرط پر صلح کرلی کہ ہر بادشاہ اپنے اپنے ملک میں فرمانروائی کرے اور چار سال تک کوئی ایک دوسرے کا مزاحم ہو۔ سلطان حسین شاہ نے بعد صلح کے قطب خاں کو خلعت اور اسپ اور شمشیر دیکر باعزاز سلطان بہلول پاس بھیجدیا۔ اور اسی طرح سلطان بہلول نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو سلطان حسین خاں پاس بھیجدیا۔

جب صلح کی مدت موعود منقضی ہوئی اسکے کچھ دنوں بعد سلطان بہلول دہلی سے شمس آباد میں گیا اور اسکو جونا خاں سے لیکر دوبارہ رائے کرن کو دیدیا۔ اور رائے پرتاب جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے کہ وہ بادشاہ سے بگڑکر سلطان حسین شرقی پاس چلا گیا تھا وہ قطب خاں کی تحریک سے بادشاہ کا طرفدار ہوگیا۔ اس کے بیٹے نرسنگھ کو وہ علم اور نقارہ جو بادشاہ نے دریا خاں سے چھینا تھا دیدیا۔ یہ علم اور نقارہ اس زمانہ میں سرداری وسروری کا نشان بادشاہ کیطرف سے سمجھا جاتا تھا۔ اس عداوت سے دریا خاں نے ایک موقع پاکر نرسنگھ دیو کو قتل کرڈالا اس سبب سے حسین خاں ومبارز خاں آپس میں سازش کرکے شاہ شرقی سے جاملے۔ سلطان بہلول نے دیکھا کہ مجھ میں تاب مقاومت نہیں ہے دہلی چلا آیا۔ چند روز بعد حاکم ملتان کی بغاوت اور مملکت پنجاب کی بدنظمی کے سبب سے سلطان بہلول دہلی سے اس جانب کو روانہ ہوا اور قطب خاں لودہی اور خان جہاں کو اپنا نائب دہلی میں مقرر کیا۔ اثناء راہ ہی میں اسنے سنا کہ حسین شاہ شرقی جنگی ہاتھی اور ایک آراستہ لشکر لیکر دہلی کے قصد سے چلا آتا ہے۔ ناچار بہت جلد اُلٹا پھرا اور پنجاب کے انتظام کو قطب خاں لودہی اور خان جہاں کے حوالہ کیا اور دشمن سے لڑنے کے لئے استقبال کیا موضع چندوار میں دونو لشکر وںکی مٹ بھیڑ ہوئی اور سات روز تک ہنگامہ گیرودار خوب گرم رہا۔ اس اثناء میں سلطان حسین شاہ سے احمد خاں میواتی ورستم خاں حاکم کول جاملے اور تاتار خاں لودہی نے سلطان بہلول سے موافقت کی۔ جب معرکہ جدال وقتال کو طول ہوا تو اعیان دولت کی سعی سے یہ امر قرار پایا کہ دونوں بادشاہ تین سال تک اپنے ملکوں پر قانع رہیں اور مخاصمت نہ کریں۔ جب یہ انتظام ہوگیا تو سلطان بہلول دہلی میں ملکی اور جنگی انتظاموں میں تین برس تک مصروف رہا۔ اور احمد خاں میواتی سے جو حسین شاہ سے مل گیا تھا لڑنے گیا مگر جب میوات میں پہنچا تو

خانخاناں نے جو بادشاہ کے امرا کبار میں سے تھا احمد خاں کو سمجھا کر سلطان کا مطیع کرا دیا تین سال گذرنے کے بعد اٹاوہ پر حسین شاہ شرقی نے دھاوا کیا اور وہاں کے حاکم کو جو سلطان بہلول کی طرف سے تھا دم دلاسا دیکر اُس سے اٹاوہ لے لیا۔ احمد خاں میواتی اور رستم خاں حاکم کول کو بھی اس نے اپنی طرف کرلیا۔ اور احمد خاں حلوانی حاکم بیانہ کو اپنے وعدوں پر ایسا فریفتہ کیا کہ اس نے بیانہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور پھر خود حسین شاہ ایک لاکھ سوار اور ایک ہزار فیل لیکر اٹاوہ سے دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان بہلول باوجود ان حالات کے کچھ نہیں گھبرایا اور لڑنیکے لئے استقبال کیا اور بھٹوارہ یا مٹی وارہ میں لشکروں میں قرب بعد سے مبدل ہوگیا ایک مدت تک دونوں لشکر برابر پڑے رہے۔ خاں جہاں نے درمیان میں پڑکر طرفین میں صلح کرادی۔ اور دونوں اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ تھوڑی مدت کے بعد سلطان بہلول پر حسین شاہ نے نقض عہد کرکے لشکر کشی کی۔ سلطان بہلول نے دہلی سے نکلکر سنکھرہ (سرائے لشکر) پر چند مرتبے چھیڑ چھاڑ کی پھر دونوں بادشاہوں میں صلح ہوگئی۔ سلطان حسین اٹاوہ میں اور سلطان بہلول دہلی چلے گئے۔ انہیں دنوں اٹاوہ میں اور سلطان حسین شاہ شرقی کی والدہ بی بی راجی نے وفات پائی اور راجہ گوالیار اور قطب خاں لودھی چندوار سے تعزیت کو حسین شاہ شرقی پاس گئے جب قطب خاں نے دیکھا کہ حسین شاہ کو سخت مخاصمت شاہ بہلول کے ساتھ ہے تو اس نے خوشامد کی باتیں بنانی شروع کیں کہ بہلول تو آپ کے نوکروں کی مانند ہے بھلا وہ آپ کی برابری کیا کرسکتا ہے اور میں جبتک دہلی تک ملک کو آپ کے لئے فتح نہ کرلونگا قرار اور آرام نہ لونگا۔ ایسے لطائف الحیل سے حسین شاہ شرقی سے قطب خاں رخصت ہوکر سلطان بہلول کی خدمت میں آیا اور اُس سے کہا کہ حیلہ اور تدبیر سے میں حسین شاہ شرقی کے پنجہ سے بچکر آیا ہوں وہ آپ کا سخت دشمن جانی ہے آپ کو اپنا فکر کرنا چاہئے۔ انہیں دنوں میں بداؤں میں سلطان علاء الدین نبیرہ خضر خاں کا انتقال ہوا اٹاوہ سے سلطان حسین شاہ تعزیت کے لئے بداؤں میں آیا۔ مراسم تعزیت کے ادا کرنے کے بعد یہ سخت بے مروتی اس سے کی کہ سلطان علاء الدین کے بیٹے سے بداؤں چھین لیا اور سنبھل میں جاکر مبارک خاں پسر تاتار خاں حاکم سنبھل کو مقید کرلیا اور بہت سا لشکر اور ہزار ہاتھی

لیکر دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ۸۸۳ھ میں دریائے جمنا پر گذر کر کیجہ کے قریب اُترا۔ سلطان بہلول اس وقت سرہند میں تہا وہاں یہ خبر اس نے سنی۔ حسین خاں پسر خانجہاں کو میرٹھ روانہ کیا اور خود دہلی میں آیا۔ طرفین میں ایک مدت تک روزگار کارزار میں گذرا۔ لشکر شرقیہ کثرت کے سبب سے کمال غلبہ رکھتا تہا۔ قطب خاں لودہی نے سلطان حسین شاہ شرقی کی خدمت میں آدمی بہیجکر یہ پیغام دیا کہ میں جب جونپور میں مقید تہا تو بی بی راجی نے مجھہ پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں تھیں میں ان کا نہایت ممنون ہوں آپ کو یہ صلاح دیتا ہوں کہ صلح کر کے مراجعت فرمائیے۔ اور فرصت میں خوشیاں منایئے۔ اور دریائے گنگ کا اسطرف کا ملک اپنے تصرف میں رکھئے اور دریائے گنگا کے اُس طرف کا ملک سلطان بہلول کو چہوڑ دیجئے۔ الغرض اس وساطت سے طرفین راضی ہوگئے۔ نزاع برطرف ہوا۔ صلح کے اعتماد پر سلطان شرقی نے اپنی بہیر بنگاہ وپرتال چہوڑ کر کوچ کیا۔ سلطان بہلول کو یہ خوب موقع ملا اس نے تعاقب کیا اور شاہ شرقی کے لشکر کو خوب لوٹا۔ اور کچھ خزانہ و اسباب نفیسہ جو گہوڑے ہاتھیوں پر لدا ہوا تہا ان میں سے ایک حصّہ اس کے ہاتھ لگا اور تیس چالیس امراء شرقیہ کو اسیر کیا جنمیں قاضی سماء الدین۔ قتلغ خاں وزیر اعظم کہ اعلم العلماء وقت تہا اور ملک نائب عرض اودہ ہوا اور بہت سے امیر تہے۔ اور ملکہ جہاں جو حسین شاہ کی زوجۂ اول تھی گرفتار ہوگئی۔ سلطان بہلول نے قتلغ خاں کو تو قید کر کے قطب خاں کے حوالہ کیا اور ملکہ جہاں کو اپنے معتمد خواجہ سراؤں کے ساتھ اس کے خاوند کے پاس بہجوادیا۔ پہر وہ خود آگے بڑہا اور بعض پرگنات مثل کنپل وپٹیالی وشمس آباد وسکیٹ ومارہرہ وجالیسر وکول پر جلدی متصرف ہوا اور ہر پرگنہ میں ایک اپنا شقدار مقرر کیا۔ جب تعاقب اپنی حد سے گذر گیا تو سلطان حسین شرقی موضع رام بہجہرہ (رنج وارن) پر پہنچا۔ یہاں اُسنے مقابلہ ومقاتلہ کا ارادہ کیا اور آخر صلح یوں قرار پائی کہ دونوں بادشاہ اپنی سلطنت کو قدیمی سرحدوں میں قائم رکھیں۔ سلطان حسین شرقی راپری میں گیا اور سلطان بہلول دہلی میں آیا۔ پہر ایک مدت کے بعد سلطان حسین شرقی کو شکست ہوئی اور اس کا مال و اسباب بہت کچھہ لودہیوں کے ہاتھ لگا جس سے انکی قوت وشکت زیادہ ہوگئی۔ جب سلطان حسین راپری میں گیا تو سلطان بہلول موضع دہوپاموئیں پہنچا کہ

خان جہاں کے مرنے کی خبر آئی سلطان نے اسکے بیٹے کو خان جہاں کا خطاب دیکر باپ کی جگہ مقرر کردیا اور پھر خود راپری میں آیا۔ سلطان حسین کے سر پر پہنچا۔ اب ایک سخت لڑائی ہوئی جسمیں پھر حسین شاہ کو شکست ہوئی اور وہ جمنا پار فرار ہوا اس سے اس کو نہایت غم ہوا کہ اس کے سارے اہل وعیال دریا میں غرق ہو کر مر گئے۔ وہ اس خستہ حالی میں گوالیار اس نظر سے آیا کہ جونپور جائے۔ راہ میں قوم بھدوریوں نے اُس کا سارا لشکر لوٹ لیا جب وہ گوالیار میں آیا تو یہاں کا راجہ رائے کرن اس کے ساتھ خادمانہ پیش آیا کئی لاکھ ٹنکہ نقد و خیمے و سراپردے و فیل و اسپ پیش کش میں دیکر دولت خواہوں کے زمرہ میں داخل ہوا اور کالپی تک مشایعت کی۔ اسی حال میں سلطان بہلول اٹاوہ میں داخل ہوا ابراہیم خاں سلطان حسین شاہ و ہیبت خاں عرف گرگ انداز اٹاوہ میں متحصن ہوئے تین روز لڑائی ہوئی آخر اُنہوں نے امان مانگی اور اٹاوہ حوالہ کیا سلطان بہلول نے ابراہیم خاں لوحانی کو اٹاوہ کی حکومت سپرد کی اور اٹاوہ کے کچھ پرگنے رائے داوند کو دئے اور خود ایک لشکر گراں کے ساتھ حسین شاہ کے تعاقب میں چلا اور کالپی کے علاقہ میں موضع راگن نوں میں پہنچا تو جمنا کے کنارہ پر سے سلطان حسین لڑنے آیا اور چند مہینے تک لڑائیاں ہوتی رہیں دریا جمنا دونو لشکروں کے درمیاں حائل تھا کہ اس اثنا میں رائے تلوک چند حاکم ولایت کالپی سلطان بہلول پاس آیا اور دریا گنگا کے پایاب مقام سے لشکر اُتار کر سلطان حسین شاہ سے لڑنے کے لئے گیا۔ سلطان حسین شاہ کا حال تباہ تھا۔ اس میں تاب مقابلہ کہاں تھی وہ پٹنہ کو بھاگ گیا۔ پٹنہ کے راجہ نے اسکے ساتھ سلوک نہایت آدمیت سے کیا۔ کئی لاکھ ٹنکہ نقد اور گھوڑے ہاتھی پیشکش میں دئے اور فوج بھی ہمراہ کی اور جونپور تک مشایعت کی سلطان بہلول نے تعاقب کیا اور جونپور کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان حسین شاہ جونپور چھوڑ کر بہرائچ کی راہ سے قنوج میں آیا۔ بادشاہ بہلول بھی قنوج کی طرف گیا۔ آب رہب (کالی ندی) پر دونو فریق میں آتش حرب افروختہ ہوئی اور سلطان حسین کو ہزیمت ہوئی ہزیمت پانا اسکا ایک امر طبیعی ہو گیا تھا۔ حشم و اسباب و امارت شاہی لودھیوں کے ہاتھ آئے بعد اس فتح کے سلطان نے لشکر کو ترتیب دیکر ولایت جونپور کی تسخیر کے لئے عزیمت کی

اور اس خطہ کو کہ مدتوں سے بادشاہان دہلی کے تصرف سے نکل گیا تھا تسخیر کرکے مبارک خاں لوحانی کے حوالہ کیا اور قطب خاں لودہی اور اور سرداروں کو قصبہ منجھولی میں چھوڑا اور خود بداؤں میں آیا۔ سلطان حسین شاہ یہ فرصت پاکر جمعیت تمام کے ساتھ جونپور میں آیا سلطان بہلول کے امرا جونپور کو چھوڑ کر منجھولی میں قطب خاں کے پاس چلے گئے سلطان حسین شاہ سے قطب خاں جب تک اسکی دولت خواہی کی باتیں بناتا رہا اور اسکو دموں میں رکھا کہ کمک آن پہونچی۔ جب سلطان بہلول کو یہ خبر ہوئی تو وہ موضع ہلدی میں آیا۔ یہاں قطب خاں لودہی نے اپنے چچازاد بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو وہ کچھ مراسم ماتم کے ادا کرنے کے لئے ٹھیرا اور پھر وہ جونپور گیا اور سلطان حسین شرقی کو دور تک بھگایا اور پھر از سر نو جونپور کو تسخیر کیا اور اپنے بیٹے باربک کو شاہان شرقیہ کے تخت پر بٹھایا خود کالپی جاکر اس پر متصرف ہوا۔ اور یہاں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید کو یہ ملک حوالہ کیا اور خود چند وارہ کی راہ سے دہول پور گیا۔ یہاں کے راجہ نے چند من طلا پیش کش میں دیا۔ اور تابعین کے سلسلے میں منتظم ہوا۔ یہاں سے بادشاہ الہ پور میں کہ رنتھنبور کے توابع میں سے ہے گیا اور اس کو تاخت و تاراج کرکے دہلی میں مظفر و منصور آیا۔

سلطان بہلول کی ۸۵۶ھ (۱۴۵۲) سے شاہ جونپور سے لڑائی شروع ہوئی اور چھبیس (۲۶) برس دونوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے اس درمیان میں کبھی کبھی تھوڑے دنوں کے لئے صلح بھی جو قابل اعتبار نہ تھی ہوتی رہی۔ اور دونوں بادشاہوں کے سردار کبھی ادہر آگئے کبھی اُدہر چلے گئے۔ اسکی سلطنت کا سارا عہد اس لڑائی میں مصروف ہوا اور اس طول طویل لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ ۸۸۳ھ (۱۴۷۸) میں جونپور فتح ہوکر ہمیشہ کے لئے دہلی کی سلطنت کا تابع ہوگیا۔

ملک کی تقسیم

بادشاہ معمر ہوگیا تھا۔ حواس اور قوا میں ضعف آگیا تھا اسنے اپنے ملک کو اپنے فرزندوں اور خویشوں میں اسطرح تقسیم کیا کہ جونپور تو شہزادہ باربک کو دیا جسکا اوپر بیان ہوا اور کڑہ مانک پور

شہزادہ عالم خاں کو اور بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی مشہور کالا پہاڑ کو اور لکھنؤ و کالپی اپنے پوتے اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید کو۔ بداؤں خاں جہاں کو کہ امیروں میں معتبر تھا اور نسبت خویشی بھی رکھتا تھا۔ دہلی اور میان دوآب کا بہت سا ملک شہزادہ نظام خاں (سلطان سکندر) کو عنایت کیا اور ولی عہد اپنا بنایا۔

جونپور کی فتح کے بعد بادشاہ دس برس تک زندہ رہا۔ گو اس عرصہ میں گوالیار گیا اور وہاں کے راجہ مان نے اسی لاکھ ٹنکہ پیشکش میں دے۔ بادشاہ نے گوالیار اسی کو دیدیا۔ پھر اٹاوہ میں آیا یہاں رائے سنکت پسر راجہ رائے ویدو (رائے داوند) کو بدل دیا۔

اودیپور کے رانا سے اور احمد خاں بھٹی سے سلطان بہلول کی لڑائی

یہ دو واقعات تاریخ سلاطین افغانیہ مصنفہ احمد یادگار سے نقل ہوتے ہیں اُن کا ذکر اور تاریخوں میں نہیں دیکھا گیا ہے ٹوڈ راجستان کی تاریخ میں رانا کی لڑائی کا اتنا پتا چلتا ہے کہ میواڑ کو اپنی شمالی سرحد کے لئے لودہیوں کے خاندان سے لڑنا پڑا۔

جونپور کی فتح سے کچھ مدت بعد سلطان بہلول رائے پور کے رانا سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اجمیر میں جاکر ڈیرے خیمے جمائے اور لشکر جرار جمع کیا۔ رائے پور میں رانا کا بھانجا چتر سال دس ہزار سوار لئے ہوئے موجود تھا۔ اُسکی طرف قطب خاں نے لڑنے کے لئے پیش قدمی کی۔ اول لڑائی میں لشکر شاہی کو ہندوؤں نے پیچھے ہٹا دیا اور بہت سے افغانوں کو مار ڈالا۔ مگر آخر کو قطب خاں اور خانجہاں فرملی نے لڑائی میں ایسی جان لڑائی کہ تلوار اور کٹار سے لڑنے کی نوبت آئی اور ہندوؤں نے شکست فاحش پائی چتر سال مارا گیا۔ اسقدر ہندو اس لڑائی میں مارے گئے کہ انکے سروں کے چُننے سے ایک مینار بن گیا۔ اور اُن کا خون بہنے لگا پانچ یا چھ ہاتھی اور چالیس گھوڑے اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ اور رانا کی فوج سب بھاگ گئی۔ پھر رانا نے صلح کرلی۔ اودے پور میں نمازیں پڑہی گئیں اور سلطان کے نام کا سکہ جاری ہوا۔

بعد ازاں سلطان اپنی سپاہ منصور کو مون کھار میں لے گیا اور یہاں کے ملک کو بالکل لوٹ مار کے

بے چراغ کیا اور لشکر کو غنیمت سے مالا مال کیا۔ پھر وہ سرہند میں آیا۔ دو تین مہینے کے بعد وہ لاہور گیا اور یہاں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

اس زمانہ میں ملک سندھ کے اندر احمد خاں بھٹی بڑا صاحب اقتدار ہو گیا تھا بیس ہزار سوار پاس رکھتا تھا وہ حاکم ملتان سے برگشتہ ہو گیا تھا۔ ملتان کے حاکم نے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ ملتان کے دہات کو احمد خاں بھٹی لوٹ رہا ہے اگر حضور خود تشریف لاکر اس بلا کو نہ ٹالیں گے تو مجھ سے ملتان نہیں سنبھل سکے گا اور پھر سارا پنجاب لٹ جائیگا بادشاہ یہ خبر سنکر پریشان خاطر ہوا۔ اور احمد خاں سے لڑنے کے لئے امرار کبار میں سے عمر خاں اور شہزادہ بایزید کو تیس ہزار بہادر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ لاہور سے یہ لشکر کوچ پر کوچ کر کے ملتان پہنچا اور یہاں کے حاکم سے ملا جوان کا ہادی بنکر دشمن کے ملک میں لے گیا۔ احمد خاں کو اپنے اور اپنی سپاہ پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ اس بادشاہی فوج کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے اس نے اپنے بھتیجے نورنگ خاں کو پندرہ ہزار سوار دیکر بھیجا۔ نورنگ ایک عورت پر جو کمال حسینہ تھی عاشق زار تھا وہ اسکے بغیر سیر و شکار کو نہ جاتا تھا۔ لڑائی کے دن بھی یہ معشوقہ اس کے ساتھ ہاتھی پر عماری میں سوار ہوتی۔ نورنگ خاں نے داؤد خاں کو دس ہزار سوار دیکر لڑنے کو بھیجا۔ دونوں فریق آپس میں ایسے لڑے کہ خون کے دریا بہا دئے۔ آخر کو داؤد خاں مارا گیا اور لشکر اس کا فرار ہوا۔ جب ان بھگوڑوں نے نورنگ خاں کو اس حال سے مطلع کیا تو ناچار اپنی معشوقہ سے بصد حسرت و افسوس رخصت ہو کر لڑنے کے لئے روانہ ہوا اور میدان جنگ میں ایسی شجاعت دکھائی کہ تلوار سے سواروں کو دو پیکر کر کے زین سے زمین پر گرا دیا۔ مگر آخر کو زنبورک کی گولی نے اسے بھی دنیا سے اُڑا دیا۔ جب نورنگ خاں کی سنا ونی اسکی معشوقہ کو پہونچی تو وہ اپنے عزم مردانہ سے آمادہ جنگ ہوئی اور اپنے تئیں مسلح کیا سر پر خود لگایا کمر میں ترکش کسا اور نورنگ خاں کے لشکر میں جا پہونچی۔ اسنے اپنے بھائی کو صلاح بتائی کہ سارے لشکر کو میری سلامی کے لئے بھیجے اور مشہور کرے کہ احمد خاں کا بیٹا آیا جس سے یہ دشمن جانے کہ ہمنے لشکر کا سردار جو اصل تھا اسکو کشتہ نہیں کیا۔ چنانچہ لشکر نے گھوڑوں پر سے

اتر کر سلامی او تاری اور خوشی کے نقارے بجائے۔ لشکر سلطانی یہ دیکھ کر متحیر تھا کہ اس حالت میں احمد خاں کے لشکر نے اسپر ایسا بہادرانہ حملہ کیا کہ سارا لشکر شاہی بھاگ گیا۔ جب احمد خاں نے دیکھا کہ اس عورت کی مردانہ ہمت سے اسکے لشکر کو فتح نمایاں حاصل ہوئی ہے تو وہ خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سمایا اور جب اسنے سپاہیانہ لباس میں اس عورت کو دیکھا تو اسکی کمال تعریف کی اور دس ہزار روپیہ کے جواہر عنایت کئے۔

اب شہزادہ بایزید نے بھگوڑے لشکر کو سزادی اور دوسرا اور لشکر بھیجا۔ اور دو تین سرداروں کو اسکی کمک کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر آپس میں مل گئے تو انہوں نے احمد خاں کے ملک پر تاخت و تاراج شروع کی۔ احمد خاں ان سے بہت لڑائیاں لڑا۔ مگر آخر کار گرفتار ہوا اور قید ہستی سے رہا ہوا۔ شہزادہ بایزید یہ فتح نمایاں حاصل کرکے باپ کے پاس آیا باپ نے اُسپر شاہانہ شفقت کی۔

بادشاہ کا بیمار ہونا

ان دو واقعات کا ذکر جملہ معترضہ کی طرح آگیا تھا۔ اب اٹاوہ سے آگے حال پڑھو بادشاہ اٹاوہ سے دہلی چلا آتا تھا کہ راہ میں بیمار ہوا۔ اکثر امراد لودھی یہ چاہتے تھے کہ اعظم ہمایوں کو بادشاہ اپنا ولیعہد بنائے۔ یہ امرا ایسے قوی اور ذی اختیار ہوگئے تھے کہ بادشاہ کو انکی مرضی کے ماننے کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ اس نے دہلی آدمی بھیجکر سلطان سکندر کو طلب کیا۔ امرا کے اس مشورہ پر بادشاہ کا وزیر عمر خاں مطلع ہوا۔ وہ بادشاہ کی بے وقوفی کے سبب مال و ملک کا مالک تھا تو اسنے سلطان سکندر کی ما سے جو بادشاہ کے ساتھ اس سفر میں تھی استصواب کرکے ایک معتمد مخفی کو سلطان سکندر پاس بھیجا اور صورت حال پر مطلع کیا کہ تم جو طلب کئے گئے ہو اسکا اصل مطلب یہ ہی کہ تم مقید کئے جاؤ۔ تم اپنے آنے کو لیت و لعل میں ڈالدو۔ سو ایک مدت تک سلطان سکندر آنے میں آجکل کرتا رہا۔ امرا مخالف نے بادشاہ سے چغلی کھائی کہ حضور کے حکم سے وہ آتا نہیں یہی اس کی مخالفت کی دلیل ہے۔ پدر کو اس پر ایسا غصہ آیا کہ پسر کو اسنے لکھا کہ اگر تو نہیں آتا تو میں آتا ہوں۔ اس پیغام سے سکندر ایسا سراسیمہ ہوکہ جانے کا

ارادہ کیا مگر دہلی کے امرا و معارف میں سے کسی نے جانے کی تجویز نہ کی۔ سلطان سکندر نے قتلغ خاں زبیر سلطان حسین شرقی سے جو دہلی میں مقید تہا اور اصابت رائے میں مشہور تہا مشورہ لیا تو اس نے کہا کہ آپ باہر اپنے سراپردے لگوا دیجئے اور اپنے جانے کی شہرت کر دیجے اور سفر کی تیاری کے بہانوں میں دنوں کو گذار دیجے سلطان سکندر نے اسکی تعلیم پر عمل کیا۔ بادشاہ کے مرض نے غلبہ کیا۔ اور بھدالی کے قریب ضلع سکیٹ میں ۸۹۴ھ میں بادشاہ نے دنیا سے سیر ہو کر عقبےٰ کی راہ لی۔ اسکے مرنے کی تاریخ کسی نے یہ کہی ہے ؎

ہشتصد و نود و چار رفت از عالم خدیو ملک ستان و جہاں کشا بہلول

اگرچہ ملک ستاں بود لیک دفع اجل بود محال بشمشیر و خنجر مصقول

سلطان بہلول ۳۸ برس ۸ مہینے سات دن سلطنت کر گیا اور مرتے دم تک اتنا ملک چھوڑ گیا کہ جمنا سے کوہ ہمالیہ تک اور جمنا کے مشرق میں بنارس تک اور اس کے مغرب میں بندیل کھنڈ تک۔

سلطان بہلول کے خصائل

تاریخ داؤدی مولفہ عبداللہ میں سلطان بہلول کے خصائل کو اسطرح بیان کیا ہے کہ بے شک سلطان بہلول ایک بادشاہ سخی و شجاع اور مذہب کا حامی تہا۔ رحم و رافت اس کی عادت میں داخل تہے وہ احکام شرع کا پابند تہا۔ اور دیانت کے قاعدوں کے خلاف کام نہیں کرتا تہا۔ اکثر علمار و مشائخ کے ساتھ صحبت رکھتا تہا اور غریبا و محتاجوں کا حال انسے تحقیق کرتا رہتا تہا۔ اس نے سائل کو کبھی محروم نہیں کیا۔ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑہتا تھا وہ عدل و انصاف میں ہمہ تن ساعی رہتا تہا مستغیثوں کی عرضیوں کو وہ خود پڑہتا تھا اور وزرا کے فیصلہ پران کو نہ چھوڑتا تہا۔ وہ دانا تجربہ کار غور کرنے والا مہربان دوست متحمل عادل تھا۔ روپیہ اسباب یا نئے پرگنے غرض جو کچھ اس کے ہاتھ لگتا تہا اس کو وہ اپنی سپاہ میں تقسیم کر دیتا تہا اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے کبھی خزانہ جمع نہیں کیا اس نے اپنی بادشاہانہ خدمات بغیر کسی نمایش کے کیں۔ وہ تو خود خشک روٹیاں کہاتا

مگر جو کوئی اور مسلمان جاتا اس کے ساتھ اور کھانے کھاتا۔ دوستانہ صحبتوں میں وہ کبھی تخت پر نہیں بیٹھتا اور نہ اس نے رؤسا کو اپنے سامنے کھڑا رہنے دیا۔ سب کو برابر بٹھاتا دربار میں بھی وہ تخت پر نہ بیٹھتا تھا بلکہ فرش پر نشست رکھتا تھا۔ اپنے امرا میں سے جب کسی کو فرمان لکھتا تو اس کو مسند عالی لکھتا۔ اگر اُس سے امرا ناراض ہو جاتے تو انکے راضی کرنے میں ایسی کوشش کرتا کہ ان کے گھروں میں جاتا اور اپنی کمر سے تلوار کھولکر اُنکے سامنے رکھدیتا بلکہ بعض دفعہ اپنے سر سے پگڑی اوتار کر انکے قدموں میں رکھ دیتا اور قصور معاف کراتا اور کہتا کہ اگر تم مجھے بادشاہی کے قابل نہیں سمجھتے ہو تو کسی اور کو بادشاہ بنالو اور مجھے کوئی اور عہدہ دیدو۔ وہ اپنے سپاہیوں اور سرداروں کے ساتھ برادرانہ ملاپ خلاپ رکھتا۔ اس کی تخت نشینی سے پہلے دہلی میں پٹھانوں میں یہ رسم تھی کہ مردہ کے سوم کو شربت۔ پان۔ شکر۔ مٹھائی تقسیم ہوتی۔ مگر اس نے اس رسم کو موقوف کردیا اور کہا کہ جب ایک غریب پٹھان مرتا ہے تو اس کے گھر قوم کے لاکھ پٹھان آتے ہیں کس طرح وہ غریب اس رسم کو ادا کر سکتا ہے وہ بڑا شجاع تھا لڑائی کے دن جب وہ دشمن کی صورت دیکھتا تو فوراً گھوڑے پر سے اُتر کر خدا کی درگاہ میں سجدہ کرتا اور اسلام کی فتح کی اور مسلمانوں کی سلامتی کی دعا مانگتا اور اپنا عجز و انکسار ظاہر کرتا جس دن سے بادشاہ ہوا اس پر کسی دشمن نے فتح نہیں پائی۔ ابتدا میں وہ لڑائی سے بچنا چاہتا تھا مگر جب میدان جنگ میں جاتا تو بغیر فتح حاصل کئے اُسے نہیں چھوڑتا۔ یا زخمی ہوکر چلا آتا تھا۔

یہ مشہور بات ہے کہ تخت نشینی کے اول ہفتہ میں وہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو ملّا فاذن نے جو شہر کے بڑے ملانوں میں سے تھا منبر پر خطبہ پڑھ کے نیچے اترا تو اس نے پکار کر کہا کہ سبحان اللہ ہمارے حکام کی کیا عجیب قوم ہے۔ میں انکو نہیں جانتا کہ وہ بڑے شیطان کی ذریات ہیں یا بڑے شیطان کے نوکر ہیں یا خود شیطان ہیں۔ انکی زبان عجب وحشیانہ ہے کہ ماکو مور اور بھائی کو رور اور دایہ کو شور اور سپاہی کو تور اور آدمی کو نور کہتے ہیں۔ جب وہ یہ کہہ چکا تو سلطان نے اپنے منہ پر رومال رکھ لیا اور ہنسکر کہا کہ ملا فاذن بس

بہت کچھ کھ چکے ہم سب بندگانِ خدا ہیں۔

ذکر بادشاہی نظام خاں مخاطب سلطان سکندر بن سلطان بہلول کی تخت نشینی

جب بہلول لودہی اس دنیا سے چل بسا تو اوسکی بی بی زیبا نے اپنے بیٹے نظام خاں پاس آدمی کے ہاتھ یہ پیغام دہلی بھیجا کہ اگر جلد آجاؤگے تو باپ کے تخت پر بیٹھ جاؤ گے اور اگر دیر کروگے تو رہ جاؤگے۔ یہاں اکثر امرا کی یہ مرضی ہے کہ بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے باربک شاہ کو تخت پر بٹھائیں اس طرفداری کا سبب یہ ہے - کہ اس کی ماں پٹھانی ہے۔ بعض امیروں کی یہ مرضی تھی کہ بادشاہ کے پوتے اعظم ہمایوں کو تخت پر بٹھائیں۔ اس وقت امرا میں تخت نشینی کے باب میں جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ نظام خاں کی ماں بی بی زیبا جو سنار کی لڑکی تھی اور سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی پردہ کے اندر سے امرا سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا بادشاہی کی ساری لیاقتیں رکھتا ہے۔ تم سب کے ساتھ وہ نیک سلوک کریگا۔ یہ سنکر عیسٰے خاں لودہی کہ سلطان بہلول کا چچا زاد بھائی تھا گالی دیکر اُس بی بی سے کہنے لگا کہ سنار کی بیٹی کا لڑکا بادشاہی کے لایق نہیں ہوسکتا۔ مثل مشہور ہے کہ کار درود گراز بوزینہ راست نمی آید۔ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ پسر زرگرزادہ کو سلطنت دیجائے اور باربک شاہ کہ اصالت نجابت رکھتا ہے چھوڑ دیا جائے۔ خانخاناں فرملی کہ سب امرا میں زیادہ با اقتیار تھا اُسنے عیسٰے خاں سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے کہ بادشاہ کل مرا ہے تو آج اس کی بی بی کو گالیاں دیتا ہے اسکا جواب عیسٰے خاں نے یہ دیا کہ تو ایک نوکر ہے تجھے بادشاہوں کے عزیز واقارب کے باب میں دخل دینے سے کیا تعلق ہے۔ اسپر خانخاں نے غصہ میں آکر کہا کہ بادشاہ سکندر کا میں نوکر ہوں کسی اور کا نوکر نہیں اور مجلس سے اُٹھکر باہر آیا اور امرا جو اُسکے ساتھ متفق تھے اون کو اور بادشاہ کی نعش کو لیکر قصبہ جلالی میں چلا آیا۔ اتنے میں بادشاہ سکندر بھی ماں کی طلب کے موافق ہوا کی طرح چلکر یہاں آن پہنچا۔ اور جمعہ کے دن ۷۔ شعبان ۸۹۴ھ کو اٹھارہ برس کی عمر میں کالی ندی کے کنارہ پر کسی بلند مقام میں کہ اسکو کوشک سلطان فیروز

کہتے ہین سریر بادشاہی پر جلوہ فرما ہوا۔ اور سلطان سکندر غازی خطاب ہوا بادشاہ نے باپ کا جنازہ دہلی بہیجا اور خود عیلسے خان کے سر پر چڑہا اور مغلوب کر کے اُسکا گناہ معاف کر دیا اور دہلی مین مراجعت کی۔ باپ کی طرح افغانون کے ساتھ برابر برادرانہ پیش آیا اور کبھی اکابر قوم کے آگے تخت پر نہ بیٹھا۔ اُس وقت اُس کے چھ بیٹے تھے۔ ابراہیم خان۔ جلال خان۔ اسمٰعیل خان۔ حسین خان۔ محمود خان۔ اعظم ہمایون خان اور امراء نامی ترین تھے جیسے خانجہان لودھی۔ احمد خان پسر خانجہان بن خان خانان فرملی۔ شیخ زادہ فرملی۔ خان خانان لوحانی اعظم خان شروانی وغیرہ۔

سلطان سکندر کا دورہ۔ مہمات گوالیار و بیانہ

جب بادشاہ کو یہان سب طرح سے اطمینان ہوا تو اُس نے اپنی سلطنت مین انتظام کیواسطے دورہ شروع کیا۔ اول وہ پرگنہ راپری مین گیا عالم خان عرف بادشاہ علاء الدین برادر سلطان سکندر چندوار مین چند روز متحصن ہوا اور آخر کو بہاگ کر عیسیٰ خان کے پاس پٹیالی مین گیا۔ بادشاہ سکندر نے خانخانان فرملی کو راپری مین حاکم مقرر کیا اور خود اٹاوہ مین گیا اور سات مہینے یہان مقیم رہا اور عالم خان کو اعظم ہمایون سے توڑ کر اپنی طرف کیا اور ولایت اٹاوہ اسکو دی اور وہان سے پٹیالی مین یہان کے حاکم عیلسے خان سے لڑنے کے لئے دوڑ گیا۔ عیسیٰ خان اُس سے لڑا اور زخمی ہو کر شکست پائی اور عاجز ہو کر اطاعت کی مگر زخمون سے وہ زندہ نہ بچا۔ بادشاہ نے اپنے معتمد اسمٰعیل خان کو اپنے بہائی باربک شاہ بادشاہ جونپور پاس بہیجا تہا کہ مین آپ کی اطاعت کرتا ہون اور خطبہ مین آپ کا نام اول پڑہوا تا ہون۔ انہین دنون مین باربک شاہ کے ہمراہیون سے رائے کش نے سلطان سکندر کی اطاعت اختیار کی بادشاہ نے پٹیالی مین اُسکو حاکم مقرر کیا۔ اسمٰعیل خان نے باربک پاس سے آنکر کہا کہ حضور کی بات وہ نہین مانتا بلکہ لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان سکندر نے اسپر لشکر کشی کی باربک شاہ بہی قنوج کو روانہ ہوا کالا پہاڑ اُسکے ساتھ تہا جب لشکر ایک دوسرے پاس آئے ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو کالا پہاڑ اپنے لشکر کو ساتھ لیکر سکندر کی فوج کے قلب مین حملہ آور ہوا اور فوج کے اندر گرفتار ہوا۔ جب اُسکو بادشاہ کے روبرو لائے تو بادشاہ گھوڑے سے اُترا

اور اُس کو گلے لگایا اور بہت ہی نوازش کرکے فرمایا کہ آپ تو میرے باپ کی جگہ ہین مجھے فرزندی
مین قبول فرمایئے کالا پہاڑ نہایت خجل ہوا اور اُس نے کہا کہ اِس احسان کے عوض مین
مین سواے جان دینے کے کچھہ اور اپنے پاس نہین رکھتا ع

انچہ دارم سر لیست بر کف دست

اب مجھے گھوڑا عنایت ہو تاکہ لوازم جان نثاری بجا لاؤن۔ بادشاہ نے اپنے گھوڑے پر
اُس کو سوار کیا اور وہ سوارون کو لیکر اُس لشکر سے لڑنے لگا جس کا پہلے وہ خود سپہ سالار
تہا اُس سے بادشاہ کو فتح کے لئے بڑی مدد ملی۔ جب باربک کے لشکر نے دیکھا کہ کالا پہاڑ ہی
اُن پر حملہ کر رہا ہے اور اُس کی سپاہ دشمن سے جا ملی ہے تو وہ بہاگ نکلا۔ شاہزادہ باربک نے
بھی بڑی بہادری دکہائی مگر جب اُس کا لشکر ہی بہاگ گیا تو ناچار وہ بداؤن کو بہاگا اور اُس کا بیٹا
مبارک خان گرفتار ہوا۔ سکندر نے برادر کا تعاقب کیا اور بداؤن مین اُسے جا گہیرا۔ باربک شاہ
نے ناچار ہوکر بادشاہ کی ملازمت کی بادشاہ نے اُس کا اعزاز و احترام کرکے خوش کر دیا اور
اپنے ساتھہ جونپور لے گیا۔ اور وہان کے تخت پر بٹہایا اور اُس کی خدمت مین اپنے معتمد مقرر کئے
اور اکثر مواضع مین اپنے حکام متعین کئے اور بعض پرگنے اپنے امرا مین تقسیم کر دئے اِس انتظام
کے دو سبب تھے اول اگر باربک شاہ کے دل مین کوئی فساد آئے تو اُس کا علاج جلد ہو جائے
دوسرا سبب یہ کہ حوالی بہار مین سلطان حسین شاہ شرقی صاحب لشکر ابتک موجود تہا وہ سر
نہ اٹھائے۔ یہان سے وہ کالپی مین آیا۔ اعظم ہمایون کو یہان کی حکومت سے بدل دیا اور محمود خان
لودہی کو یہان حاکم مقرر کیا اور یہان سے وہ شکر جہیر آگیا یہان کے حاکم تاتار خان نے اطاعت
کی وہ بدستور مستقل مقرر کیا گیا۔ یہان سے قلعہ گوالیار کی طرف توجہ ہوئی۔ یہان کے راجہ مان
پاس خلعت خاص اور گھوڑا خواجہ محمد فرملی کے ہاتھ بہیجا راجہ نے سلطان سکندر کی حکومت کو مان لیا
اور ہمراہ دار اپنے بہتیجے کے ساتھہ بادشاہ کی خدمت گزاری کے بہیجے۔ اب بادشاہ بیانہ مین
گیا سلطان اشرف خان حاکم بیانہ نے بہی اخلاص کا طریقہ اختیار کیا اور بادشاہ کی ملازمت مین
حاضر ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ تم بیانہ کو چہوڑ دو اور اُسکے عوض مین جالیسر وچندوار و ماہرہ وسکیٹ
لیلو عمر خان شروانی کو سلطان اشرف نے ہمراہ لیا کہ قلعہ بیانہ کی کنجیان اُسکے حوالہ کرے مگر جب وہ

تو بیوقوفی سے اپنے عہد وپیمان سے پہر گیا اور قلعہ کے دروازونکو بند کرلیا اور اُسکی پیروی ہیبت خان حلوانی حاکم آگرہ نے جو سلطان اشرف کا تابع تہا یہ کی کہ قلعہ آگرہ مین متحصن ہوا اسوقت سلطان جمنا کے کنارہ پر خیمہ زن تہا چیلیون کا شکار کہیل رہا تہا کہ یہ خبرین اُس پاس پہونچین اُس نے ایک جماعت امرا کو قلعہ آگرہ کے محاصرہ کے لئے چہوڑا اور خود بیانہ مین گیا اور قلعہ بیانہ کا سخت محاصرہ کیا سلطان اشرف نے نہایت عاجز و تنگ ہوکر اپنے تئین بادشاہ کے حوالہ کیا اور قلعہ کی کنجیان بادشاہ کے آدمیون کو دیدین ۸۹۷ھ یا ۸۹۸ھ مین قلعہ بیانہ فتح ہوگیا۔ خانخانان فرملی یہان کا حاکم مقرر ہوا اور اور سلطان اشرف کو گوالیار کیطرف نکال دیا۔ بادشاہ نے دہلی مین مراجعت کی۔

جونپور اور پٹنے کی طرف کی لڑائیان

دہلی مین بادشاہ کو آئے ہوئے تیسرا روز ہوا تہا اور وہ چوگان کہیل رہا تہا کہ آس پاس یہ خبر آئی کہ جونپور کے زمینداروں اور باچ گوتی رجپوتون نے جوگا کو اپنا سردار بنایا ہی اور ایک لاکہ سوار اور پیادے جمع کئے ہین مبارک خان لوحانی پر حملہ کرکے اُس کو شکست دی ہی اور اسکے بہائی شیر خان کو مار ڈالا ہی۔ مبارک خان پریاگ (الہ آباد) مین پرستی ہپال کے گہاٹ سے گنگا پار جاتا تہا کہ اس کو رائے سہدیو راجہ پٹنہ نے گرفتار کرلیا ہی۔ اور باربک شاہ اس طائفہ کا یہ غلبہ دیکہکر بہرائچ مین دریا بادین کالا پہاڑ پاس چلا گیا ہی۔ اس خبر کے سنتے ہی سلطان نے چوگان کو پہینکا اور خان جہان لودھی کے گہر جاکر یہ ساری داستان سنائی اُس نے کہا کہ کہانا تیار ہے اب پہلے وہ کہائیے اور پہر جونپور کی تیاری کیجئے۔ سلطان نے کہا کہ مین اول منزل طے کرکے کہانا کہاؤنگا غرض سفر کی تیاری کی اور دسوین روز جوگا کے قریب جا پہونچا۔ سلطان سے دلمؤ مین باربک شاہ ملا اور دبدبۂ سلطانی سے رائے سہدیو راجہ پٹنہ ایسا دبا کہ مبارک خان کو جو اس پاس قید تہا سلطان کی خدمت مین بہیجدیا۔ بادشاہ یہان سے کاٹھ گڈہ مین گیا یہان کے زمیندار اس سے لڑے اور بہاگ گئے۔ تاریخ داؤدی مین لکہا ہے کہ جوگا کو جب خبر ہوئی کہ سلطان سکندر کا لشکر آپہونچا ہے تو وہ سارا اپنا مال اسباب چہوڑ کر بہاگ گیا جب سلطان نے کہا کہ اگر وہ بہاگتا نہین تو پہر دیکہتے کہ وہ کیا دیکہتا جوگا کے خیمہ مین جب سلطان گیا تو اُسمین اُس کے کپڑے گیلے پڑے ہوئے دیکہے غرض

دشمنون کے اِس طرح فرار ہونے سے لشکر اسلام کو بہت غنیمت ہاتھ آئی سلطان نے ان سرکشون کا مقابلہ قلعہ جوند (جھوند) تک گیا اس قلعہ مین سلطان حسین شرقی تہا اس پاس جوگا نے پناہ لی۔

سلطان سکندر نے قلعہ سے تہوڑے فاصلہ پر خیمہ ڈالا اور سلطان حسین شرقی کو یہ خط لکھا کہ مین آپ کو بجائے چچا کے بزرگ جانتا ہون آپ کے اور سلطان بہلول کے درمیان اگچہ گذشت گذشت مجھے آپ سے کچھ عداوت نہین ہی۔ بلکہ مین آپ کا ادب کرتا ہون اور قلعہ اور زمین جو آپ پاس ہے وہ ہمیشہ آپ پاس رہین گے مین یہان سرکش جوگا کو سزا دینے آیا ہون۔ اگر آپ اُسکی گوشمالی خود کر دیجئے تو بہتر ہے ورنہ اُسکو نکال دیجئے کہ مین اسکو وہ سزا دون جس کا وہ مستحق ہے وہ کافر ہے یقین ہے کہ آپ اس کی طرفداری نہین کرینگے۔ جب سلطان حسین شرقی پاس یہ خط پہونچا تو اُس نے اپنے امراء کبار مین سے میر سید خان کو ایلچی بنا کر بہیجا کہ وہ سلطان سکندر کو یہ جواب دے کہ جوگا میرا نوکر ہے اور تیرا باپ بہلول سپاہی تہا مین اُس سے تلوار ہاتھ مین لیکر لڑا تو ایک سفلہ لونڈا ہے۔ اگر تو کوئی حماقت کرے گا تو مین تجھے جوتی سے بجائے تلوار کے سمجھا دون گا۔ جب سلطان سکندر نے یہ جواب سُنا تو کہا کہ مین نے اُسکو چچا کہا ہے اس لئے مین اُس کا اب بہی ادب کرون گا۔ مین نے ایک کافر کی سزا کا ارادہ کیا ہے اگر وہ اسکی مدد کرے گا تو مجھے مجبوراً کچھ کرنا پڑے گا۔ سارے مسلمان گواہ ہین کہ مین شیخی کی باتین نہین بگہارتا خدا کی عنایت سے جس منہ سے جوتی کا لفظ نکلا ہے اُسی پر جوتی پڑے گی۔

سلطان سکندر نے میران سید خان سے کہا کہ آپ نبی کی اولاد ہین۔ سلطان حسین کو عقل کی باتین آپ کیون نہین سکہاتے کہ وہ اپنی احمقانہ حرکتون کا خمیازہ نہ اُٹھائے۔ سید نے جواب دیا کہ مین اُسکا تابع ہون جس بات کو وہ پسند کرتا ہے مین بہی اُسے پسند کرتا ہون سلطان سکندر نے کہا کہ اقبال اور عقل آپس مین لازم ملزوم ہین جبکا ادبار آتا ہے اُسکی عقل جاتی رہتی ہی اگر خدا نے چاہا تو کل وہ بہاگیگا اور تم قید ہو کر میرے سامنے آؤ گے تو اُس وقت تم کو یاد آئیگا کہ مین نے کیا کہا تہا اس لئے بہتر ہے کہ تم خود ہی اُسکو سمجہاؤ جو مین نے کہا ہے یہ کہکر سید کو رخصت کیا اور امراء کو بلا کر کہا کہ تم نے سلطان بہلول کے ساتھ وہ کام کئے جو بہائیون اور خیر خواہ تابعین کو کرنے چاہئین اب اس میرے معاملہ مین بہی مجھے یقین ہے کہ تم وہی کام کرو گے

میرے لئے بہتر ہوگا دوسرے روز ادھر سے سلطان سکندر کا لشکر لڑنے کو تیار ہوا اُدھر قلعہ سے سلطان حسین کا لشکر آیا۔ دونون مین کچھہ لڑائی ہوئی کہ سلطان بہاگ گیا اور میران سید خان جو ایلچی بنکر آیا تہا مع اورامرا کے گرفتار ہوکر سلطان کے روبرو آیا تو وہ سر ننگے پاؤن پیدل تہا تو سلطان نے اُس کی طرف سے مُنہ پہیرلیا اور کہا کہ مین اس حال مین اسے نہین دیکھہ سکتا اسے پگڑی اور گھوڑا دو جب حکم کی تعمیل ہوئی تو اُس نے ان سردارون سے کہا تم نے اپنے آقا کے ساتھہ بڑی خیرخواہی کی مگروہ عقل سے بے بہرہ تہا تم مجبور تھے۔ اب تم ان خیمون مین جاؤ جو مین نے تمہارے لئے کہڑے کرلئے ہین وہان سب طرح آرام سے رہو۔

سلطان حسین شرقی شکست پاکر جوند کو بہاگا۔ مبارک خان نے بادشاہ سے اُس کے تعاقب کی اجازت چاہی سلطان نے کہا کہ تحمل کرو۔ مبارک خان نے کہا اس مین تحمل مناسب نہین ہے تو سلطان نے کہا کہ سلطان شرقی کو تم نے نہین بہگایا ہے خدا کے غضب نے اُسے بہگایا ہے تم تو وہی ہو جنہون نے اُس سے کنچہ کے میدان مین شکست پائی تہی جس خدا نے اُسے نیچا دکہایا ہے اور تم کو اونچا کیا ہے وہ اُس کے کامون کو اب بہی دیکھتا ہے غرور نہ کرو صبر کرو سلطان حسین کو اُس کے غرور نے ہی ڈہایا ہے بادشاہ یہ تحمل کی باتین اپنے اٹھارہوین انیسوین برس کی عمر مین کرتا تہا سلطان حسین شرقی تو بہار کو بہاگا اور بادشاہ جونپور مین آیا اور یہان کا انتظام دوبارہ باربک شاہ کے سپرد کیا اور خود نواحی اودہ مین چلا گیا اور ایک مہینہ کے قریب سیر وشکار مین مشغول رہا۔ اس اثناء مین یہ تازی خبر آئی کہ زمیندارون نے ایسا سر اٹہایا ہے کہ جونپور کو باربک شاہ اپنے قبضہ مین نہ رکھہ سکا یہ خبر سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ اودہ کی راہ سے کالا پہاڑ اور اعظم ہمایون شروانی اور خانخانان لوحانی جونپور جائین اور کڑہ کی راہ سے مبارک خان اس مطلب کے لئے جائے کہ باربک شاہ کو گرفتار کرکے میرے پاس بہیجدے حسب الحکم وہ گرفتار ہوا۔ اور بادشاہ کے روبرو آیا اُس نے ہیبت خان شروانی اور عمر خان کے حوالہ اُسکو کردیا۔ خود نواحی جونپور سے قلعہ چنار کی طرف گیا۔ یہان حسین شاہ شرقی کے بعض امرا موجود تہے وہ اس سے لڑے اور شکست پاکر قلعہ مین جاگھسے قلعہ نہایت مستحکم تہا

اسلئے بادشاہ اس کے محاصرہ کے لیئے نہ ٹھیرا اور کنٹوٹ (کٹنبہ) کو کہ پٹنے کے مضافات مین سے تہا چلا گیا۔ یہان کے راجہ بلبھدہر نے استقبال گیا اور اطاعت کی۔ بادشاہ نے اُس کو اپنے ملک مین بحال کیا اور اریل کو روانہ ہوا اس اثناء مین رائے بلبھدہر کو ایسا وہم پیدا ہوا کہ تمام اسباب وحشم چھوڑ کر پٹنے کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ نے اسکا تمام مال اسباب اُس پاس بہیجا مگر اریل مین آ کے لوٹ لیا۔ اور اُسکے تمام باغون اور مکانون کا نام ونشان باقی نہ رکھا پہر بادشاہ کڑہ کی راہ سے دلمؤ مین آیا اور یہان شیر خان لوحانی برادر مبارک خان کی بیوہ سے نکاح کیا اس زمانہ مین یہ عورت حسن وعقل مین یگانہ تہی پہر شمس آباد مین آیا یہان چھ مہینے قیام کر کے سنبہل مین گیا اور وہان سے پہر شمس آباد مین آیا۔ اثناء راہ مین دیوتاری کو دیہہ یونا گل) کو کہ متمردونکا ماویٰ وملجا بن رہا تہا تباہ اور قتل کیا۔ سرکش جو یہان سے جان بچا کر بہاگے وزیرآباد مین جا کر چھپے اُنکو یہان مع وزیرآباد کے باشندون کے قتل واسیر کیا۔ پہر بادشاہ شمس آباد مین آیا اور یہین برسات کا موسم گذرا۔ سنہ ۹۰۰ھ ۱۴۹۴ع مین رائے بلبھدہر راجہ پٹنے کی گوشمالی کیلیے پٹنے کی طرف روانہ ہوا۔ راہ مین سرکشون کے دیہات کو ویران کرتا اور ان کو قتل واسیر کرتا کہان گہاٹی مین پہونچا یہان اسے راجہ کا بیٹا بیرسنگہ دیو لڑا اور ہزیمت اُٹھا کر پٹنے کو بہاگا لشکر اسلام اُس کے پیچھے گیا اس شکست کہانے سے وہ باپ سے ڈرتا تہا اُس کے خوف سے وہ سرگجہ گیا۔ مگر راہ مین ایسا بیمار ہو گیا کہ مر گیا (تاریخ فرشتہ مین لکہا ہے کہ جب سلطان پٹنے گیا تو راجہ بلبھدہر سرگجہ کی طرف بہاگا اور راہ مین فوت ہو گیا۔ سرگجہ کی جانب سے سلطان سہدیو کی طرف کہ عمال پٹنے سے تہا گیا۔ یہان افیون اور کوکنار ونمک وروغن وغلہ ایسا گران تہا کہ یہان سے بہاگ کر وہ جونپور گیا پٹنے کے اس سفر مین گہوڑونپر ایسی محنت پڑی کہ جس کے اصطبل مین دس گہوڑے تہے نو مر گئے سلطان نے اپنے لشکر کی درستی کے لیے جونپور مین چند مہینے قیام کیا۔

جونپور مین سلطان کی فوج پریشان ہو گئی تہی کہ لکہمی چند پسر رائے بلبھدہر نے سلطان حسین شرقی کو لکہا کہ سلطان سکندر کے لشکر مین کوئی گہوڑا باقی نہین رہا اور سارا سامان جنگ تلف ہو گیا ہے جلد آؤ ایسا فرصت کا وقت پہر نہین ہاتہہ آئیگا سلطان حسین یہ سنتے ہی بڑا لاؤ لشکر

اور سو ہاتھی لیکر سلطان سکندر سے لڑنے کو بہار سے چل پڑا سلطان نے اپنے لشکر کو بے سر و سامان دیکھکر خانخانان کو سالباہن پاس بہیجا کہ اُس کو دلاسا دیکر لائے اور خود گذر کنتیت سے گنگا کے پار ہوا اور بنارس سے سترہ کوس پر دشمن کے لشکر کے پاس جا پہونچا - سالباہن بہی لشکر لیکر اُس پاس آگیا - طرفین مین لڑائی ہوئی - سلطان حسین کو شکست ہوئی اور پٹنہ کو وہ بہاگا کہتے ہین کہ لشکر کو چہوڑ کر سلطان سکندر نے ایک لاکھ سوار سے اُس کا تعاقب کیا مگر جب معلوم ہوا کہ سلطان حسین بہار کو گیا تو وہ نو روز مین اُلٹا آنکر اپنے لشکر سے جا ملا اور پہر بہار گیا یہان سے سلطان حسین ملک کہنڈو کو حصار بہار مین چہوڑ کر خود کہل گانو مین کہ لکہنوتی کے توابع مین تہا چلا گیا - علاء الدین بادشاہ بنگالہ نے اُسکو عزت کے ساتھ رکہا اور اسباب عیش و فراغت اُسکے لئے مہیا کیا اُس نے بادشاہی کے فکر و تردد سے باز آکر یہین باقی عمر بسر کی اُس کے ساتھ ہی بادشاہان جونپور کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا سلطان سکندر نے منزل دیو بارہ سے ملک کہنڈو کے سر پر سپاہ کو چڑہایا وہ بہاگ گیا اور ولایت بہار گماشتگان سکندری کے ہاتہ آئی - سلطان نے بہار مین محبت خان کو ایک جماعت امرا کے ساتھ چہوڑا اور خود درویش پور مین گیا اور خان جہان فرملی کو لشکر کا افسر بنا کے خود ترہت کو گیا - راجہ ترہت نے کئی لاکھ تنکہ کا خراج دینا قبول کیا سلطان نے تحصیل زر کے لئے یہان مبارک خان لوحانی کو مقرر کیا اور خود دوبارہ درویش پور مین آیا - دہلی مین خانجہان پسر خانخانان نے وفات پائی اس کے بڑے بیٹے احمد خان کو سلطان نے اعظم ہمایون کا خطاب دیا اور پہر شیخ شرف منیری کے مزار کی زیارت کو بہار مین آیا اور فقیر اور مساکین کو انعام دیا اور پہر درویش پور مین آنکر علاء الدین بادشاہ بنگالہ سے لڑنے کو روانہ ہوا - جب قتلغ پور مین پہونچا تو علاء الدین شاہ نے اپنے بیٹے دانیال کو لڑنے کے لئے بہیجا اور سلطان سکندر نے بہی محمد خان لودہی اور مبارک خان لوحانی کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا - جب موضع بارہ مین یہ مخالفت لشکر ملے تو ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ سلطان علاء الدین تو بہار کے ملک پر حملہ نہ کرے اور سلطان سکندر نے کسی دشمن کو پناہ نہ دے سلطان سکندر علاء الدین کے ملک کو خالی کر دے - سلطان نے درویش پور مین آنکر چند مہینے توقف کیا - یہان مبارک خان لوحانی کے مرنے کے بعد اعظم ہمایون کو اُس کی جگہ مقرر کیا - اور ولایت بہار دریا خان پسر مبارک خان لوحانی کو عنایت کی اُسوقت

غلہ کا قحط پڑا۔ رفاہیت خلایق کے لئے سلطان نے فراین بہیجکر غلہ کی معمولی زکاۃ کے دینے کو منع کردیا۔ سلطان جہانگیر کے عہد مین یہ زکاۃ دوبارہ جاری ہوئی۔ سلطان پہر قصبہ سارن مین آیا اور اُس کے گرد و نواح کے پرگنے زمینداروں سے چہین کر اپنے آدمیون کی جاگیر مین دیدے مچہلی گڈہ کی راہ سے جونپور مین آیا اور چہہ مہینے ٹہیرا رہا پہر وہ پنا کی طرف گیا۔ یہان کے راجہ سال باہن سے لڑکی بیاہنے کے لئے مانگی تہی راجہ نے انکار کیا اس گستاخی کا انتقام لینے کے لئے ۹۰۴ھ مین وہ پنا گیا اور اسکی تمام زراعت کو برباد کردیا باندہو گڈہ مین پہونچا کہ یہان کے قلعون مین سب سے زیادہ مستحکم تہا جوانون نے اُس کے فتح کرنے مین بڑی مردانگی دکہائی۔ لیکن اسکو فتح کرنا دشوار تہا اِس لئے بادشاہ حصار کو چہوڑ کر جونپور مین آیا اور یہان ٹہیر کر امور ملکی مین مشغول رہا۔

امراء افغانی کی رنجش سلطان سکندر سے

باربک شاہ کی قید کے بعد مبارک خان کو صوبہ جونپور سپرد ہوا تہا۔ اُسکا محاسبہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس نے بہت روپے کا تغلب کیا تہا۔ ہر چند اُس نے لطائف الحیل کئے اور بہت خوانین اُس کے شفیع ہوئے مگر اس سے کچہہ فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ بندوبست شاہی کے موافق اس سے حاصل چند سالہ بازیافت کیا جائے۔ اِس بات پر امراء افغانی بادشاہ سے خفا ہوگئے قاعدہ ہے کہ جب کسی شرارت کے کام کو آدمی شریک ہوکر کرتے ہین تو اپنی ایک دوسرے کے ساتہہ عجب غمخواری اور ہمدردی و دلسوزی ہوتی ہے۔ افغان امیر یہ چاہتے تہے کہ خواہ ہم خزانہ ہی کیون نہ نگل جائین مگر ہم سے اِس قسم کا محاسبہ نہوا کرے انہین دنون مین بادشاہ چوگان بازی کے لئے سوار ہوا عین چوگان مین ہیبت خان شروانی کا چوگان سلیمان خان پسر دریا خان کے ایسا لگ گیا کہ اسکا سر پہٹ گیا اس بات مین آپس مین جہگڑا ہوا خضر خان برادر سلیمان خان نے قصداً چوگان ہیبت خان شروانی کے سر پر مارا اسپر شور و غوغا ہوا۔ ہیبت خان کو محمود خان لودہی اور خانخانان نے تسلی دی اور اُسکو گہر لے گئے بادشاہ اپنے محل مین چلا گیا۔ چار روز بعد بادشاہ چوگان بازی کیلئے اثناء راہ مین ہیبت خان شروانی کے

ایک عزیز شمس خان نے خضر خان برادر سلیمان کے سر پر چوگان مارا بادشاہ نے شمس خان کے بہت لاٹہین لگائین اور اپنے قصر کو مراجعت فرمائی اور بعد اس کے امراء افغان سے بدگمان ہوا جن امراء کو وہ مخلص اور دولت خواہ اپنا جانتا تہا اپنی پاسبانی کے لئے اشارا کیا یہی امر مسلح ہو کر سلطان کی حفاظت کیلئے رات کو پہرہ دیتے تہے۔ اس ضمن مین ہیبت خان شروانی نے بائیس سردارون کو اپنے ساتھ متفق کر کے شہزادہ فتح خان بن بادشاہ بہلول سے کہا کہ سرداران سپاہ سکندر کی بادشاہی سے ناراض ہین اور آپکو سردار مقرر کرنا چاہتے ہین اگر فرمایئے تو سکندر کو مار کر آپ کو تخت سلطنت پر بٹہائین فتح خان نے شیخ طاہر کابلی اور اپنی ماسے اس راز کو افشا کیا۔ شیخ اور والدہ نے فتح خان کو صلاح دی کہ ان سازش کرنے والون کے نام سلطان سکندر کو تبلادے چنانچہ فتح خان نے یہی کیا۔ اس جماعت کی بداندیشی سے جب سلطان خبردار ہوا تو اُس نے اُسکو اِدہر اُدہر بہیجکر پراگندہ کر دیا اور دور بہیجکر گرادیا۔

حاکم دہلی کو سلطان سکندر کا سزا دینا

۹۰۵ھ مین سلطان سنبہل مین گیا اور سیر و شکار و چوگان بازی مین چار سال گذارے یہان خبر آئی کہ اصغر حاکم دہلی نے بدعملی و بدکرداری کی ہے۔ بادشاہ نے خواص خان حاکم چیواڑہ کو حکم دیا کہ دہلی مین جا کر اصغر کو مقید کر کے ہمارے پاس بہیجدے۔ ہنوز وہ دہلی پہونچا بہی نہ تہا کہ یکم صفر ۹۰۶ھ کو دہلی سے اصغر بہاگ کر سنبہل مین بادشاہ پاس خود آگیا۔ وہ قیدخانہ مین بہیجدیا گیا خواص خان دہلی مین آیا اور پہر بادشاہی حکم سے سنبہل مین چلا گیا اور دہلی کے انتظام کے لئے اپنے بیٹے اسمعیل خان کو چہوڑ گیا۔ سعید خان شروانی نے لاہور سے آنکر ملازمت کی وہ غدار اندیشون مین سے ایک تہا۔ اُسکو اور اُس کے ساتھ تاتار خان۔ محمد خان اور اور بدخواہون کو اپنی سلطنت سے نکال دیا۔ وہ گوالیار کی راہ سے مالوہ اور گجرات چلے گئے۔

گوالیار و بیانہ و دہولپور اور مندریل کے معاملات

۹۰۶ھ مین راجہ مان سنگہ رائے گوالیار نے نہال خواجہ سرا کو برسم رسالت بہت سے تحفے و ہدیئے دیکر بہیجا۔ یہ خواجہ سرا درشت گو و بدسخن تہا۔ بادشاہ کے سوالون کے جواب ایسی بری طرح سے دئے کہ بادشاہ نے غصہ مین آنکر یہ تہدید کی کہ مین خود آنکر قلعہ کو فتح کرون گا اور سفیر کو رخصت کیا

اسی اثنامین خانخانان فرملی حاکم بیانہ کے فوت ہونے کی خبرآئی۔ بادشاہ نے باپ کی جگہ دو بیٹون عماد اورسلیمان کو مقررکردیا قلعہ کے مستحکم اور سرحدونکے محکم ہونے کے سبب سے بیانہ اکثر محل بغاوت اور فساد رہتا تہایہ دونون حاکم بادشاہ پاس سنبہل مین کسی باب مین مشورہ لینے آئے تو بادشاہ نے اُنکے آنے کونامناسب سمجکر خواص خان کو حاکم بیانہ مقررکردیا اورکچہہ دنون کے بعد صفدر خان کو آگرہ مین جو بیانہ سے متعلق تہا حاکم مقرر کیا اور عماد اور سمعیل کو شمس آباد۔ جالیسر۔ منگلور۔ شاہ آباد اور بعض اور ضلعے دیدئے اسکے بعد بادشاہ نے عالم خان میواتی اور خانخانان لوحانی جاگیردار رابری کو حکم دیاکہ وہ خواص خان کے شریک ہوکر رائے مانک دیوسے قلعہ دہولپور کو چہین لین

حسب الحکم قلعہ دہولپور پر اِن سردارون نے لشکرکشی کی توقلعے سے راجہ باہر نکل کرلشکر کو لشکر سے ہٹانے کیلئے آیا۔ خوب محاربہ ومجادلہ ہوا۔ خواجہ بہن کہ دلاوران صف شکن مین سے تہا مارا گیا اور ہرروز آدمیون کی ایک جماعت کا خون ہونے لگا۔ تو سلطان سکندر نےاس حال کی خبر سنکر ۶ رمضان سنہ ۹۰۴ھ کو جمعہ کے دن دہولپور کی طرف سفرکیا۔ جب بادشاہ نزدیک آیا تو رائے مانک دیونے قلعہ اپنے متعلقین کے سپرد کیا اور خود رات کو بہاگ کر گوالیار چلاگیا مگر قلعہ کو اہل قلعہ نہ بچاسکے۔ وہ لشکراسلام کے ہاتہہ لگا۔ سکندر نے خداکی درگاہ مین دوگانہ شکر ادا کیا لشکرنے خوب دل کہول کر دہولپور کے قلعہ کو لوٹا۔ اوراُس کے باغات کو جن کا سایہ سات سات کوس تک پڑتا تہا جڑ پیڑسے اکہیڑ ڈالا۔ دہولپور مین بادشاہ ایک مہینہ ٹہیرا۔ اور یہان آدم خان لودہی اورکل امرا کو چہوڑکر گوالیار کی طرف کوچ کیا اور ندی اسی عف میڈ کی پر اترا اور دو مہینے یہان توقف کیا۔ پانی کے خراب ہونے کی وجہ سے اس کے آدمیون مین بماری وبا کی طرح پہیلگئی راجہ گوالیار نے بہی ملائمت کے ساتہہ صلح چاہی۔ سعید خان وبالو خان ورلے گنیش جنہون نے بادشاہ سے بہاگ کر یہان پناہ لی ہتی انکو اپنے پاس سے اُس نے نکال دیا۔ اوراپنے بڑے بیٹے بکرماجیت کو بادشاہ کی خدمت مین بہیجا۔ بادشاہ نے اُسے خلعت اوراسپ دیکر رخصت کیا اور بادشاہ نے دہولپور آن کر اُس کو بہی راجہ بناِیک ڈیو کو عطا کیا اور خود بیانہ مین جو دار الحکومت تہی گیا اور برسات یہین لگائی ۔

ماہ رمضان ۹۱۰ھ مین طلوع ہلال کے بعد قلعہ مندرایل کی تسخیر کے ارادہ سے علم بلند کیا اور دہولپور کی حوالی مین توقف کیا اور فوج کو بھیجا کہ گوالیار اور مندرایل کی نواح کو تاخت وتاراج کرین اور خود قلعہ مندرایل کو جاکر محاصرہ کیا اہل قلعہ نے امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا۔ سلطان نے بتخانون کو ڈھاکر وہان مساجد بنائین اور میان خان اور مجاہد خان کو قلعہ دیکر خود گردو نواح مین تاخت وتاراج کے لئے گیا۔ خلق کثیر کو اسیر ودستگیر کیا اور عمارات وباغات کو غارت کیا اپنے نزدیک یہ سب مقدس کام کرکے بیانہ مین آیا۔

شہر آگرہ کی بِنا

اس سال مین لوئین ایسی چلین اور گرمی شدت سے پڑی کہ سارے آدمیون کو بخار آنے لگا سلطان سکندر کو مدتون سے یہ خیال تہا کہ جمنا کے کنارہ پر کوئی شہر ایسا بسائے کہ جس مین بادشاہ رہا کرے اور وہین لشکر کا صدر مقام ہو تاکہ اس ملک کے سرکشون کی سرکشی کا جلد علاج ہو جایا کرے اور اُنکو اور زیادہ سر اُٹھانے کا موقع نہ ملے سوا اُسکے سرکار بیانہ کے جاگیردار اور ملازم شاہی اور کسان اکثر شکایت کیا کرتے تہے کہ اُن پر ظلم بہت ہوتا ہے اِس لئے سلطان نے ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء مین حکم دیا کہ بعض عالی دماغ عاقل فرزانہ جمنا کے کنارہ پر ایسے شہر کے آباد کرنے کا مقام تجویز کرکے تبلائین کہ جس سے یہ ساری خرابیان دور ہو جائین۔ غرض یہ عاقل فرزانہ دہلی سے کشتیون مین سوار ہو کر جمنا کے دونون کنارون کو خوب دیکھتے بہالتے گئے وہ مقام انہون نے انتخاب کیا جہان اب آگرہ بسا ہوا ہے جب یہ مقام تجویز اُنہون نے کیا تو سلطان دہلی سے متہرا گیا اور یہان بجرہ مین بیٹہا اور راہ مین سیر وشکار کرتا ہوا اُس مقام کے نزدیک پہونچا جو شہر کے آباد کرنے کے لئے تجویز ہوا تہا تو اُس کو دو بلند ٹیلے نظر آئے جو عمارات کی تعمیر کے لئے موزون معلوم ہوتے تہے۔ مہتر ملا خان سے جس کو نائک کہتے تھے اور بادشاہ کے بجرہ کا مہتمم تہا اُس نے پوچہا کہ اِن دونون بلند ٹیلون مین سے کونسا ٹیلہ تم کو شہر کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اُس نے کہا کہ آگرا دا گلا، یعنی جو آگے ہے تو سلطان نے سنکر کہا کہ اِس شہر کا نام آگرا رکہا جائے گا۔ بادشاہ نے فاتحہ پڑہی اور نیک ساعت مین اِس شہر کی بنا رکہی مورخ لکہتے ہین کہ آگرہ پہلے ایک قدیمی گانو تہا ہندو کہتے ہین متہرا کے راجہ گنیش کے عہد مین آگرہ ایک مستحکم مقام تہا۔ راجہ جس شخص سے

خفا ہوتا اُس کو آگرہ کے قلعہ مین قید کرتا۔ آخر وہ شاہی قیدیون کا قیدخانہ ہو گیا۔ سلطان محمود نے اُسکو غارت کر کے پھر ایک کورد ھ بنا دیا پھر سلطان سکندر نے اُسکو شہر بنایا۔ موضع پاشی اور موضع پویا پرگنہ ڈولی سرکار بیانہ اس شہر کی آبادی مین داخل ہوئے اور سرکار بیانہ کے باون پرگنون مین ایک اور پرگنہ آگرہ داخل ہوا پس اس زمانہ سے اس شہر کی آبادی کی ترقی ہوتی گئی اور پھر وہ سلاطین ہند کا پایۂ تخت ہو گیا۔ یہان سلطان قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر دھول پور گیا اور راے نایک یو کو یہان سے بدل دیا اور اُس کی جگہ ملک معزالدین مقرر کیا اور پھر خود آگرہ آیا اور جاگیردارون کو اپنے اپنے علاقہ پر بھیجدیا۔ بعض آگرہ کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہین کہ وہ اگور سے مشتق ہے جس کے معنی نمک ان کے ہین یہان کی زمین مین نمک بہت نکلتا تھا۔

آگرہ مین زلزلہ

سوم ماہ صفر ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء کو آگرہ مین ایسا سخت زلزلہ آیا کہ پہاڑ بھی ہل گئے اور عمارات عالیشان گر گئین زندون نے یہ جانا کہ قیامت آئی اور مردون نے یہ سمجھا کہ حشر برپا ہوا حضرت آدم کے زمانہ سے اس دم تک ایسا زلزلہ کبھی ہندوستان مین نہین آیا ایک فاضل نے اس زلزلہ کی تاریخ لفظ قاضی مین نکالی ہے یہ زلزلہ خاص آگرہ ہی مین نہین آیا بلکہ ہندوستان کے مختلف صوبون مین ۵

در ہفصد واحدی عشر از زلزلہا ۔۔۔ گردید سواد آگرہ چو مرحلہا

با آنکہ بناہائیش عالی بود ۔۔۔ از زلزلہ شد عالیہا سافلہا

چنبل کے کنارہ کے واقعات

جب برسات ختم ہوئی اور سہیل طلوع ہوا تو بادشاہ نے گوالیار کی جانب سفر کیا دھول پور مین ڈیڑھ مہینے توقف کیا اور پھر چنبل ندی کے کنارہ پر گور کے قریب نزول کیا یہان چند مہینے رہا۔ شہزادہ ابراہیم اور جلال خان کو اور خوانین کے ساتھ یہان چھوڑ کر جہاد اور غارت بلاد کے ارادے سے سوار ہوا جنگلون اور پہاڑون مین جو کفار چھپے ہوئے تھے اُنکو تہ تیغ کیا جس سے لشکر منصور غنیمت سے مالا مال ہوا۔ بنجارون کے نہ آنے سے لشکر مین غلہ کی کمی ہوئی۔ اعظم ہمایون کو رسد غلہ کے لئے روانہ کیا راے گوالیار نے رسد کی راہون کو روکا مگر وہ ناکام ہو کر واپس گیا اور لشکر شاہی کو رسد پہونچ گئی۔ جب بادشاہ سیر کرتا ہوا

موضع جتاور (جنور) مین پہونچا۔ اور یہان سے طلایہ پاسبانی لشکر کے لئے دس کوس آگے غنیم کی جانب پہونچا تو رائے گوالیار کی فوج مراجعت کے وقت کمین سے نکلکر لڑی اور سخت لڑائی ہوئی۔ داؤد خان اور احمد خان کی دلیری سے دشمنون کو شکست ہوئی اور راجپوت بہت قتل اور اسیر ہوے۔ ان سردارون پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی۔ داؤد خان کو خطاب ملک داؤد کا دیا۔ اور خود آگرہ مین آکر برسات عیش وعشرت کے ساتھ بسر کی۔

آونت گڈہ کی فتح

سنہ ۹۱۲ھ مین قلعہ آونت گڑہ (اودیت نگر۔ تہنکر) کی طرف متوجہ ہوا جب دہول پور مین پہونچا تو یہان توقف کیا اور عماد خان فرلی اور مجاہد خان کو دس ہزار سوار اور سو ہاتھیون کیساتھ قلعہ مذکور کی جانب آگے روانہ کیا اور ۲۳۔ ذی الحجہ کو خود آنکر قلعہ کا محاصرہ کیا اُس کو وہ قلعہ گوالیار کی فتوح کا مقدمہ جانتا تھا اس لئے تمام سپاہ کو حکم دیا کہ جنگ وپیکار کے لئے مستعد ہو اور قلعہ کی تسخیر مین ہمت صرف کرے خود اس ساعت سعید مین کہ اختر شناسون نے مقرر کی میدان جنگ مین گیا اور چارون طرف سے لڑنا شروع کیا۔ مور وملخ کی طرح قلعہ کی دیوارون پر سارے لشکری چمٹ گئے اور مردانگی اور مردی کی داد دی۔ ملک علاءالدین کی جانب قلعہ کی دیوار شق ہوئی اور اُس مین سے قلعہ کے اندر مردانہ وار جوان گھس گئے ہر چند قلعہ کے آدمیون نے فریاد الامان مچائی مگر کسی نے نہ سُنا قلعہ کو تسخیر کرلیا۔ راجپوت اپنے گھرون اور مکانون مین جاتے اور اپنے اہل وعیال کو جلاتے اور مارتے اور پھر لڑتے اس طرح راجپوت بہت قتل ہوئے۔ اس اثناء مین ملک علاءالدین کی آنکھہ مین تیر لگا۔ دیدہ دور بین اسکا بے نور ہوا۔ بعد فتح سلطان نے لوازم شکر الہی بجالا کر قلعہ کو سبکین خان پسر مجاہد خان کو سپرد کیا اور ہدایت کی کہ بُت خانون کو ڈہا کر مسجدین بنائے۔ مگر جب بادشاہ نے یہ بات سنی کہ مجاہد خان نے یہان کے راجہ سے رشوت لی ہے کہ وہ سلطان کو سمجھا کر اس ملک سے باہر لی جائے تو اُس نے ملک تاج الدین کو یہان کا قلعہ سپرد کیا اور دہولپور مین جو خوانین تھے اُنکو لکھہ بھیجا کہ مجاہد خان کو گرفتار کرلین۔

آگرہ کا سفر مصیبت ناک

محرم ۹۱۳ھ مین بادشاہ نے آگرہ کی طرف مراجعت کی راہ ایسی ناہموار اونچی نیچی تھی کہ بادشاہ
نے ایک دن قیام کیا کہ لوگ آرام کرین مگر یہان اس دن پانی کی کمیابی سے سارے لشکر کو سخت
تکلیف ہوئی باربرداری کے جانورون مین وہ ہلچل پڑی کہ جنکے پاؤن کے نیچے آدمی کچلے گئے پانی
کا ایک کوزہ پندرہ ٹنکہ سکندری کو بکتا تہا بعض آدمیون کو پانی ملا تو وہ اتنا پی گئے کہ مر گئے بعض
پیاسے ہی مر گئے۔ جب بادشاہ کے حکم سے ان مردون کا شمار ہوا تو وہ آٹھ سو تھے۔ ۲۷ محرم
کو بادشاہ دھولپور مین پہونچا اور چند روز توقف کرکے دار السلطنت آگرہ مین تشریف لایا۔ یہان
برسات کا موسم کاٹا سہیل کے طلوع ہونے پر نرور کی مہم مین مصروف ہوا۔

نرور کی مہم

سنہ ۹۱۳ھ مین قلعہ نرور کی تسخیر کی عزیمت کی جو مالوہ کے توابع مین تہا اور ہندؤون کے پاس تہا
کالپی کے حاکم جلال خان کو حکم ہوا کہ پیشتر جاکر نرور کا محاصرہ کرے اور لشکر اکٹھا کرے جلال خان نے
سلطان کے حکم کے موافق نرور کا محاصرہ کیا۔ یہان سلطان بہی جلد آنکر محاصرہ مین شریک ہو گیا۔ دوسرے
روز بادشاہ سوار ہوا کہ وہ قلعہ محصور کی طاقت دیکھکر محاصرین کے کامون کو آزمائے جلال خان
نے اپنی سپاہ کے تین حصے کئے کہ ایک حصے مین پیدل اور دوسرے حصے مین سوار تیسرے
حصے مین ہاتھی تھے۔ سلطان سکندر کو اس لشکر کے دیکھنے سے حیرت ہوئی اُس نے یہ ارادہ کیا کہ جلال خان
کی طاقت کو بتدریج گھٹانا اور حکومت سے معزول کرنا چاہیئے۔ محاصرہ آٹھ کوس کا تہا ہر روز لڑائی
ہوتی اور طرفین کے آدمی ہلاک ہوتے۔ آٹھ مہینے کے بعد معلوم ہوا کہ بعض معتبر آدمی اُسکے لشکر کے
اہل قلعہ سے ساز باز رکھتے ہین ایکدن بادشاہ محل پر کھڑا سیر کر رہا تہا کہ قلعہ کے ایک جانب شگافتہ
ہوئی اُس کو اسی ساعت اہل قلعہ نے مسدود کر لیا۔ بادشاہ نے جانا کہ اہل قلعہ سے میرے بعض
امرا سازش رکھتے ہین اس لئے اُس نے جلال خان کو مقید کرکے قلعہ ہنونت گڈہ مین بہیجدیا اور پہر
اہل قلعہ کو بے آبی اور کمی غلہ سے ایسا تنگ کیا کہ انہون نے امان چاہی اور باہر آئے قلعہ فتح ہو گیا
سلطان قلعہ کے نیچے چھ مہینے مقیم رہا۔ اور ۲۸ شعبان ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ع کو وہ یہان سے روانہ
ہوا اس عرصہ مین بتخانون کو گرا کر اون کی جگہ مسجدین بنوائین اور مفتی اور خطیب
مقرر کئے اور علماء و طلباء کے وظیفے مقرر کرکے یہین کا متوطن انکو بنا دیا سلطان کو یہہ

خیال ہی آیا کہ یہ قلعہ نرور ایسا مستحکم ہے کہ اگر کسی دشمن کے ہاتھہ مین آگیا تو پھر اُس کا دوبارہ لینا مشکل ہوگا اسلئے اُس کے گرد ایک اور حصار بنوا کر اُس کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔

ہٹ کانٹ۔ لکھنو۔ چندیری۔ ناگور۔ سیوس پور کے واقعات

نرور سے سلطان چلکر قصبہ لہیر مین پہنچا یہان ایک مہینے توقف کیا یہان قطب خان لودھی کی زوجہ بیعت خاتون مرضعہ شاہزادہ جلال خان تھی شہزادہ کے ساتھہ آئی۔ سلطان اس سے ملنے گیا اور اُنکی کمال دلجوئی کی اور شاہزادہ کی جاگیر مین سرکار کالپی عطا کی۔ اور ایک سو بیس گھوڑے اور پندرہ زنجیر فیل اور نقد مبلغ عطا فرمائے اور کالپی کو رخصت کیا۔

سنہ ۹۱۵ھ ۱۵۰۹ مین سلطان ہٹ کانٹ کی طرف متوجہ ہوا اور دار الملک سے مقام گوالیار کو چلا جب بلگھانٹ مین پہونچا تو اِن حدود کے سرکشون کے سر پر لشکر بھیجا اور باغیون کے خس و خاشاک سے اِس ملک کو پاک کیا اور جابجا تھانے مقرر کئے اور خود بادشاہ آگرہ چلا آیا۔

اُسیوقت خبر آئی کہ احمد خان پسر مبارک خان حاکم لکھنو نے کافرونکی صحبت مین بیٹھکر ارتداد اور الحاد کا طریقہ اختیار کیا ہے اور دین اسلام سے پھر گیا ہے۔ بادشاہ نے احمد خان کے چھوٹے بھائی محمد خان کو بھیجا کہ اُس کے گلے مین طوق ڈال کر حضور مین بھیجے اور اُس کے منجھلے بھائی کو لکھنؤ مین حاکم مقرر کیا۔

سنہ ۹۱۳ھ مین شہزادہ شہاب الدین بن سلطان ناصر الدین سلطان مالوہ نے باپ سے رنجیدہ ہو کر سلطان سکندر پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اور چندیری سے چلکر جب وہ سیپری علاقہ مالوہ مین آیا تو بادشاہ نے اُسکے پاس خلعت اور گھوڑا بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم چندیری کو ہمارے حوالہ کر دو تو پھر ایسی امداد تمہاری کردیجائے گی کہ سلطان ناصر الدین سے تمہاری صلح ہو جائے گی اور وہ تمہارا کچھہ نہ کرسکیگا۔ مگر شہاب الدین نے یہ خیال کیا کہ چندیری حوالہ کر دینے پر میرا چھٹکارا نہ ہوگا اسلئے وہ اُلٹا چندیری چلا گیا۔ سلطان نے قلعہ چندیری کے پاس ایک اور قلعہ تعمیر کرایا۔

سنہ ۹۱۵ھ مین سلطان ناصر الدین مالوی کا پوتا محمد خان اپنے دادا کے قہر و غضب سے ڈر کر سلطان سکندر کی پناہ مین آیا۔ بادشاہ نے شاہزادہ جلال خان کو حکم دیا کہ ہمنے محمد خان کی جاگیر مین سرکار

چندیری دی وہ وہان رہے گا تم اُسکے ایسے مدد و معاون رہو کہ مالوہ کی سپاہ سے اُسکو کوئی تعب نہ پہونچے پہر سلطان سکندر سیر و شکار کے لئے دہولپور گیا اور آگرہ سے دہولپور تک اُس نے ہر منزل پر قصر و مکانات بنوائے۔ ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء مین جب سلطان سکندر کی سلطنت کو استحکام ہو گیا اور وہ سیر و شکار مین مصروف تہا تو ایک اور ریاست اُسکو اس طرح ہاتہہ لگ گئی کہ ناگور کے حاکم محمد خان کے دو رشتہ دار علی خان اور ابو بکر تہے اُنہون نے سازش کر کے یہ ارادہ کیا کہ محمد خان کو مار ڈالئے اور اُس کے ملک پر قبضہ کر لیجئے۔ مگر محمد خان کو اس سازش کی خبر ہو گئی اُس نے اُنکی کوئی تدبیر چلنے نہ دی اور ارادہ کیا کہ اُنکو گرفتار کر کے سخت سزا دے اس خوف سے یہ دونو بہاگ کر سلطان سکندر پاس آئے محمد خان نے جب یہ دیکہا کہ یہ دونو اس سلطان عالی شان کے پاس پناہ لے گئے ہین تو عاقبت اندیشی اُس نے یہ کی کہ بادشاہ کے پاس بہت سے تحفونکے ساتہہ عرایض اخلاص آمیز بہیجین اور اپنے ملک ناگور مین بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا بادشاہ اُس کی اس اطاعت سے ایسا خوش ہوا کہ اُسکو خلعت اور گہوڑا بہیجا۔ اب دہول پور سے بادشاہ آگرہ مین آیا اور کچہہ دنون بزم آرا رہا اور پہر دہولپور چلا گیا۔ اس زمانہ سے یہ سمجہنا چاہئے کہ بیانہ کے علاقہ سے آگرہ نکل کر دار السلطنت ہو گیا۔

بادشاہ نے سلیمان پسر کو جک خان خانان فرملی کو حکم بہیجا کہ وہ اپنے لشکر و حشم کے ساتہہ آونت گڈہ (دہنونت گڈہ) اور حدود شیو پور مین جا کر حسین خان نو مسلم کی کمک کرے اُسنے اس حکم کی بجا آوری مین یہ عذر کیا کہ مین حضور کی خدمت سے دور ہونا نہین چاہتا اس سبب بادشاہ اُس سے آشفتہ خاطر ہو گیا اور اُسکو اپنی خدمت سے دور کر دیا اور کہدیا کہ صبح تک اپنا جتنا مال لشکر گاہ سے لیجانا چاہے لیجائے ورنہ جو مال باقی رہیگا صبح کو لٹوا دیا جائیگا اور پرگنہ رابری مدد معاش کے لئے اُس کو دیدیا کہ وہان جا کر رہے۔

انہین دنون مین بہجت خان حاکم چندیری نے جو باپ دادا کے وقت سے سلطان مالوہ کا مطیع تہا سلطان محمود سلطان مالوہ کی مملکت مین فتور دیکہکر بادشاہ سکندر پاس بہت تحفے تحائف بہیجے اور اس وسیلہ سے اُسکا متوسل ہوا۔ بادشاہ نے عماد الملک بدہ کو کہ جسکا نام احمد خان تہا چندیری بہیجا کہ بہجت خان کے ساتہہ ہو کر وہ چندیری مین بادشاہ کے نام کا خطبہ ضلع چندیری مین پڑہوائے۔ بادشاہ آگرہ مین آیا

اور اپنی عادت معہود کے موافق اطراف سلطنت مین اس نے بہجت خان کی اطاعت کا اور ولایت چندیری مین خطبہ پڑہے جانے کا اور فتوحات تازہ کے حاصل ہونے کا اشتہار دیدیا اور مصلحت ملکی کے سبب سے بعض امرا کو تغیر و تبدل کیا سعید خان اعیانی مبارک خان لودہی و شیخ جمال فرملی و رائے اگرسین کچھواہہ و خضر خان و احمد خان کو چندیری بہیجا اور انہون نے اس ضلع پر قبضہ کر کے اپنے تئین مستقل کر لیا اور حسب الحکم شہزادہ محمد خان نبیرہ سلطان ناصر الدین کو شہر بند کر کے ملک کی سلطنت جیسی تہی بظاہر برقرار رکہی بہجت خان حاکم چندیری نے جب دیکہا کہ بادشاہی اہلکارون نے سارا کاروبار حکومت لے لیا تو یہان اپنا رہنا مناسب نہ جانا بادشاہ پاس چلا گیا ان دنون بادشاہ کی طبیعت حسین خان حاکم سارن سے منحرف تہی حاجی سارنگ کو اس طرف بہیجا اُس نے اپنی حسن تدبیر سے اُس کے لشکر کو اپنی طرف کر لیا اور اُسکی قید کی فکر مین ہوا۔ جب اُسکو خبر ہوئی تو وہ علاء الدین شاہ والی بنگالہ پاس چلا گیا۔

۹۲۲ھ مین علی خان ناگوری کو دسیع سرکار شیوپور مین متعین کیا اُس نے دولت خان حاکم رنتھنبور جو محکوم سلطان محمود مالوہی کا تہا موافقت پیدا کر کے بادشاہ کی اطاعت کی ترغیب دی اور یہ ٹہیرایا کہ بادشاہ پاس جا کر قلعہ مذکور کو پیشکش مین دیدے۔ اس باب مین علی خان ناگوری کا عریضہ بادشاہ پاس آیا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس طرف جانیکا قصد کیا اور نواح بیانہ مین چار مہینے شکار کہیلتا رہا اور مشایخ کبار کی زیارت کرتا رہا اور اس عرصہ مین شہزادہ دولت خان اور اُس کی مان سے کہ قلعہ رنتھنبور کے مالک تہے بہت سے وعدے اُس نے کئے کہ بہت جلد بادشاہ کی ملازمت کے لئے دولت خان روانہ ہوا اُس کے استقبال کے لئے بادشاہ نے اپنے امرا کو بہیجا۔ یہ امرا اُسکو بڑی عزت کے ساتھ لشکر مین لائے بادشاہ نے اس سے ایسی ملاقات کی جیسے کوئی فرزندون سے کرتا ہے خلعت اور چند زنجیر فیل اُسکو عنایت کئے اور قلعہ رنتھنبور کے سپرد کرنے کی فرمایش کی۔ مگر اتفاقاً وہی علی خان ناگوری مخالف ہو گیا اور دولت خان کو صلاح دی کہ قلعہ مذکور کو نہ دے۔ بادشاہ کو جب اسکا حال معلوم ہوا تو اسکو سرکار شیوپور سے بدل دیا اور اُس کی جگہ پر اُس کے بہائی ابو بکر خان کو مقرر کر دیا اور حلم و کرم کے سبب سے اُس پر عتاب زیادہ نہین کیا پہر وہ اپنی دار الخلافہ مین چلا آیا۔

وفات سلطان سکندر

بادشاہ اب مرض مین مبتلا ہوا۔ مگر وہ مرض کو کچھہ خاطر مین نہ لایا اور اسی حال مین دربار کرتا اور سوار ہوتا مگر رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ سانس کی آمد و فت بند ہوئی حلق کے نیچے نوالہ نہ اترتا۔ روز یکشنبہ ساتوین ماہ ذیقعدہ ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء کو دار السرور کو تشریف فرما ہوا۔ حیات الفردوس تاریخ وفات ہے اور مدت سلطنت ہ سال ۵ ماہ ہے۔ جب سلطان سکندر نے دیکھا کہ مرض سے میری حالت غیر ہوئی جاتی ہے تو اُس نے اپنے امام شیخ لادن دانشمند سے پوچھا کہ اِن گناہون کا کفارہ کسقدر ہوتا ہے قضاء نماز و روزہ۔ داڑھی منڈانا۔ شراب پینا۔ آدمی کے ناک کان کاٹنے۔ اِن گناہون کے باب مین اپنی رائے لکھہ کر میرے پاس بھیجدے۔ شیخ لادن نے ان گناہون کے کفارہ کی تفصیل لکھکر سلطان پاس بھیجدی۔ سلطان نے اپنے وقایع نگار کو حکم دیا کہ اُسکے عہد سلطنت کے روزنامچے کو دیکھکر یہ تحقیق کرے کہ ایسے گناہ جو اوپر بیان ہوئے کتنے ہوئے شیخ لادن سے پوچھکر ان گناہون کے کفارہ کا تخمینہ لکھہ بھیجے جس سے مجھے معلوم ہو کہ کتنا سونا مجھے دینا چاہیے غرض جب سلطان کے روبرو یہ تخمینہ پیش ہوا تو اُس نے خزانچی کو حکم دیا کہ علماء کو اسقدر سونا دیدو مگر خزانہ عامرہ مین سے ایک پھوٹی کوڑی نہ لی جائے علماء کو اسپر حیرت ہوئی اور اُنھون نے خزانچی سے پوچھا کہ یہ زر مطلوبہ خزانہ کے سوا کہان دھرا ہوا ہے تو خزانچی نے کہا کہ سلطان کے پاس جو سلاطین تحفے تحائف بھیجتے تھے اور بعض امراء ہدیے دیدیتے تھے ان سب کا حساب سالانہ طیار ہوتا تھا تو بادشاہ حکم دیتا تھا یہ سب روپیہ خزانہ سے علیحدہ رکھا جائے کہ مین جب چاہون اُسکو اپنی مرضی کے موافق خرچ کرون یہ بات سُنکر سب علما اُسکی نیکیون کی تعریف اور مدح و ثنا کرنے لگے۔

حکایات وفات

اگرچہ یہ حکایات پایۂ تاریخ سے ساقط ہین مگر دلچسپ بڑی ہین اسلئے ہم تاریخ داؤدی سے نقل کرتے ہین بادشاہ کو جو یہ بیماری ہوئی کہ حلق سے دانہ پانی نہ اترتا تھا اور سانس رکتا تھا اسکی وجہ یہ لکھی گئی تھی کہ ایکدن حاجی عبد الوہاب نے سلطان سکندر سے کہا کہ تم مسلمان بادشاہ ہو اور داڑھی نہین

رکھتے ہو یہ امر سب کے لئے شرع اسلام کے خلاف ہے اور خاصکر بادشاہ کے لئے تو اور بھی زیادہ
برا ہے سلطان سکندر نے اسکے جواب مین کہا کہ انشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ ڈاڑھی رکھونگا۔ اسپر شیخ
عبدالوہاب نے کہا کہ ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ٭ نیک کام کے کرنے مین تاخیر
نہین چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری داڑھی چگی ہے اگر وہ بڑھے گی تو چہرہ پر کھلے گی نہین بُری
معلوم ہوگی اور لوگ اسکو بُرا کہینگے تو گنہگار ہونگے مین یہ نہین چاہتا کہ مسلمان میرے سبب سے گنہگار
ہون حاجی صاحب نے کہا کہ مین اپنا ہاتھہ آپکے چہرہ پر پھیرتا ہون اگر خدا نے چاہا تو داڑھی بھری نکل آئیگی
اور بڑی داڑھی والے آپکو سلام کرنے لگین گے اور کسی کی مجال نہو گی کہ اسپر ہنسے۔ سلطان سکندر
نے سر جھکا لیا اور جواب کچھہ نہ دیا۔ اسپر حاجی صاحب نے کہا کہ اے شاہ عالم مین آپکے سامنے ایک حق
بات کہتا ہون اور آپ مجھے جواب نہین دیتے۔ سلطان نے کہا کہ مین داڑھی جب رکھونگا کہ میرے
پیر و مرشد مجھے داڑھی رکھنے کا حکم دینگے حاجی صاحب نے پوچھا کہ حضور کے پیر کون ہین۔ سلطان نے
کہا کہ میرے پیر کبھی کبھی میرے پاس تشریف لاتے ہین منگاسو علاقہ جلیسر مین وہ رہتے ہین حاجی
صاحب نے پوچھا کہ وہ خود بھی داڑھی رکھتے ہین یا صفاچٹ کرلتے ہین سلطان نے کہا کہ داڑھی
نہین رکھتے تو حاجی صاحب نے کہا اگر اُسنے میری ملاقات ہو گی تو مین اُسے یقین دلادونگا کہ وہ
غلطی کرتا ہے سلطان یہ سُنکر چُپکا ہو گیا۔ اور حاجی کیطرف سے منہ پھیر لیا۔ حاجی صاحب سلام علیکم کر کے
مجلس سے رخصت ہوئے تو سلطان نے حاجی صاحب کے چلے جانیکے بعد کہا کہ حاجی اپنی پند و وعظ
سنانے مین بڑی غلطی کرتا ہے اور میری مہربانیون کے سبب سے بڑا گستاخ ہو گیا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری
ذات ہی مین کچھہ فخر ہے کہ جو لوگ میرے سامنے آتے ہین وہ میرے قدمون پر اپنا سر رکھتے ہین وہ یہ نہین
سمجھتا کہ اگر آج مین اپنے غلامون مین سے کسی ایک کو یہ اعزاز دون کہ وہ میرے پاس پالکی مین بیٹھکر آیا جایا
کرے اور سارے امرا اُسکو کندھا دیا کرین تو لوگ اُسکی تعظیم ایسی ہی کیا کرین کہ جیسی حاجی کی کرتے ہین
عبدالجلیل نے بادشاہ کا کہنا حاجی صاحب سے کہدیا حاجی صاحب نے عبدالجلیل کے کندھون پر
ہاتھہ رکھکر کہا کہ تو یقین جان کہ بادشاہ نے مجھہ سید آل نبی کو غلام سے تشبیہ دی خدا نے چاہا تو
ایکدن اُسکا حلق بند ہو جائیگا۔ حاجی صاحب آگرہ کو چھوڑکر بغیر بادشاہ سے رخصت ہوئے
دہلی گئے اس سے کچھہ دنون بعد بادشاہ کے حلق مین مرض ہوا اور روز بروز بڑھتا گیا۔

سلطان سکندر کے خصایل و عادات اور انتظامات اور اور حالات

بعض تاریخون مین سلطان سکندر کے مناقب و مفاخر اسقدر بیان کیئے ہین کہ انمین بڑا مبالغہ معلوم ہوتا ہی مگر ہم طبقات اکبری و تاریخ فرشتہ و تاریخ داؤدی سے وہ باتین اُسکی لکھتے ہین کہ جو صحت سے قریب ہین سلطان سکندر مشہور بادشاہون مین سے ایک تہا۔ وہ حُسن اخلاق اور سخاوت مین بہت مشہور تہا اُسکی طبیعت سادگی پسند تہی۔ وہ مراسم و لباس شاہانہ مین تکلف کو پسند نہین کرتا تہا۔ بد اخلاق و رند و اوباش آدمی اُسکے پاس پہٹکنے نہ پاتے تہے۔ اُسکو علما و فقہا و صلحا کی صحبت مرغوب تہی۔ جمال ظاہری سے آراستہ اور حُسن باطنی سے پیراستہ تہا وہ اپنی ہواے نفسانی کا پابند نہ تہا اور نہایت خدا ترس اور بندگان خدا پر مہربان تہا وہ عادل و شجاع تہا قوی و ضعیف کو وہ ایک نظر سے دیکھتا تہا وہ شہادت لینے مین مقدمات کے فیصلہ کرنے مین اور امور سلطنت کے انتظام مین اور رعایا کے خوش کرنے مین ہمیشہ مشغول رہتا تہا اور مصیبت زدون کی خود مدد کرتا تہا وہ جس محاصل کی جاگیر کسی شخص کو دیتا جاگیردار کو اس محاصل مقررہ سے خود کتنا ہی زیادہ روپیہ وصول ہوتا تو وہ خود نہ لیتا جاگیردار ہی کو دیدیتا۔ جاگیردار ہی ایسے ایماندار تہے کہ وہ محاصل کی افزایش کو کبہی نہ چہپاتے اور سچ سچ بتاتے۔ اگر کہین گڑا ہوا خزانہ دفینہ کیسا ہی بڑا کسی شخص کو ملجاتا تو وہ نکالنے والے کو دیدیتا اور اُس کی طمع نہ کرتا۔ دریا خان وکیل کو حکم تہا کہ عدالت کی اندر پہر رات گئے تک بیٹہے۔ ایک قاضی مع بارہ علما کے مقدمات کا فیصلہ کرتا اور خاص جوان غلام ان مقدمات کی خبر رسانی کے لئے مقرر تہے کہ بادشاہ کو خبر کرین۔ ظہر کی نماز پڑہ کے وہ مجلس علما مین جاتا اور قرآن شریف پڑہتا جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز پڑہ کر وہ اپنی حرم سرا مین جاتا اور ایک گہنٹہ ٹہیرتا اور پہر خلوت خاص مین رہتا۔ رات کو جاگتا دن کو دوپہر مین سوتا رات مین ان کامون کے کرنے کو پسند کرتا کہ مستغیثون کی فریاد رسی۔ امورات سلطنت کی اصلاح۔ خراین کی تحریر۔ سلاطین وقت کے نام خطوط نویسی۔ بڑے جید اور مستعد سترہ عالم اُس کی خلوت خاص مین رہتے تہے۔ آدہی رات کے بعد وہ کہانا منگاتا تو یہ سترہ عالم ہاتہ دہوکر اُس کے سامنے بیٹہتے اور وہ خود ایک کوچ پر بیٹہتا اور کوچ کے آگے ایک بڑی میز

برابر بچھائی جاتی اور اُسپر اُس کے روبرو اور اُن سترہ عالمون کے سامنے کھانا چُنا جاتا بادشاہ کھانا کھاتا۔ مگر یہ عالم اُس کے روبرو کھانا نہین کھاتے تھے۔ بلکہ جب بادشاہ کھانا کھا چکتا تو یہ عالم کھانا اُٹھوا کے اپنے گھر لے جاتے اور وہان کھاتے بعض مورخون نے یہ لکھا ہے کہ بادشاہ اپنی حفظ صحت کے لیے چھپا کر کچھہ شراب بھی پیتا تھا۔

اُس نے اپنی تمام سلطنت مین مساجد بنوائین اور اُن مین واعظ۔ قاری۔ جاروب کش مقرر کئے جنکو ماہ بماہ درماہہ ملتا تھا۔ ہر جاڑے مین وہ کپڑے اور شالین محتاجون کو تقسیم کرتا تھا۔ اور جمعہ کے روز روپیہ کی ایک مقدار معین تھی کہ وہ خیرات کرتا تھا۔ اُس کے حکم سے شہر مین ہر روز کئی جگہہ پکی خوراک محتاجون کو تقسیم ہوتی تھی۔ رمضان مبارک اور بارہ وفات مین وہ مساکین اور مستحقون کو شاہانہ خیرات دیتا تھا۔ اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ ششماہی مین اوس کی سلطنت مین جو مساکین اور مستحق ہون اُن کی مفصل حالت کی کیفیت اُس کے روبرو پیش ہو جب یہ کیفیت پیش ہوتی تو مستحقونکو اُنکی احتیاج کے موافق اتنا روپیہ دیدیتا کہ وہ چھہ مہینے تک سہین اپنا گذارہ کرتے مختلف شہرون مین خدا ترس مہتمم مقرر ہوتے کہ وہ خزانہ شاہی سے محتاجون کی احتیاجون سے واقف ہو کر روپیہ دلادین۔ بادشاہ کی دیکھا دیکھی اور اہل جاہ و امرا و علما و مشایخ بھی محتاجون اور مساکین کا وظیفہ اور مدد معاش حسب شریعت مقرر کرتے جس کے سبب سے وہ بادشاہ کے نزدیک معزز و معتبر ہوتے اور وہ اُنسے کہتا کہ تمنے بھائیون خیر کا بیج بویا اس مین تم کو نقصان نہ ہوگا اس بادشاہ کے مبارک عہد مین زراعت خوب ہوتی اشیا کی ارزانی رہتی سوداگر۔ کسان۔ اور مخلوق خدا اپنے اپنے پیشے و کام کو نہایت آسایش اور آرام سے کرتے۔ جو کوئی اُسکے پاس نوکری کیلئے آتا تو اُسکے حسب نسب کا حال پوچھتا اور اُس کے باپ دادا کے حسب حال اُسکو نوکری و رجاگیر دیتا اور امیدوار کے گھوڑے اور ہتیار رونکو نہ دیکھتا اور اُس کو حکم دیتا کہ جاگیر کی آمدنی سے اپنا ساز و سامان کرے۔ اُس کے عہد مین اور سب پیشون مین سپاہی کا پیشہ زیادہ ممتاز و معزز تہا اُس کی ساری سلطنت مین راہزنون اور چورون کا کہین پتہ نہ تہا سب سڑکین امن و امان مین رہتی تہین۔ اوسنے اُن ہندوون کو بہی جاگیرین اپنے ملک مین دیدین تہین جنہون نے اسلام کی اطاعت قبول کرلی تہی۔ مگر جو شخص سرکشی اور بغاوت کرتا وہ قتل ہوتا یا جلاوطن۔ اُس کا یہ دستور تہا کہ جب لشکر

کو کسی مہم پر بھیجتا تو ہر روز اُس کو دو فرمان بھیجتا۔ ایک صبح کی نماز کے وقت فرمان پہونچتا اُس مین یہ حکم ہوتا کہ لشکر سفر کر کے کہان قیام کرے اور دوسرا حکم ظہر کی نماز کیوقت پہونچتا کہ لشکر قیام کر کے کیا کیا کام کرے۔ سرا یون مین گھوڑون کی ڈاک تیار رہتی اگر لشکر پانسو کوس پر بھی جاتا تو اس قاعدہ مین فرق نہ آتا سلطان سکندر کو اپنے مذہب کا تعصب بڑا تھا۔ اُس نے مختلف مقامات پر ہندؤون کے معابد کو ڈھا کر خاک کی برابر کر دیا تھا متھرا کے بڑے بڑے مندر جو ہندؤون کے مرجع تھے بالکل غارت کر دئے اور مندرون کے کاروان سرائے اور مدرسے بنا دئے۔ بتون کو توڑ کر اُنکے پتھرون کو قسائیون کے حوالہ کیا کہ وہ اُنکے بٹ بنا کر گوشت تولین۔ یہان کے تمام ہندؤون کو منع کر دیا کہ وہ داڑھی اور سر نہ منڈائین اور اشنان نہ کرین۔ تمام مراسم بت پرستی کو بند کر دیا۔ یہ حال ہو گیا تھا کہ اگر متھرا مین ہندو داڑھی یا سر منڈانا چاہتا تو اُسکو نائی میسر نہ ہوتا۔ ہر شہر مین مراسم اسلام کے موافق کام ہوتا۔ ہر جگہ نمازین پڑھی جاتین اذانین پکار کر دی جاتین۔ ادنے اعلےٰ سب کو علم کا شوق ہو گیا۔ اس عہد مین بعض تاجر بہت دولتمند ہو گئے تھے۔ اور اُنکو یہ شوق پیدا ہو گیا کہ ایک دوسرے سے خرچ زیادہ کرے اُس نے حکم دیدیا تھا کہ ہر جاگیر دار املاک اور وظائف سے کسی طرح کا محصول نہ لے۔ حکم تھا کہ گانو سے مویشی بیگار مین نہ پکڑے جائین۔

یہ دستور تھا کہ جب کوئی امیر وافسر سُنتا کہ بادشاہ کا فرمان میرے پاس آیا ہے تو وہ اُسکے استقبال کے لئے دو تین کوس جاتا اور ایک صفہ (چبوترہ) بنایا جاتا جپر فرمان بٹھتا اور وہ امیر اس چبوترہ کے نیچے کھڑے ہو کر دونو ہاتھون سے فرمان لیتا اور سر و چشم پر رکھتا۔ اگر وہ فرمان اُسکی ذات خاص کا ہوتا تو وہ خود ہی اُسکو اپنے آپ پڑھتا اور اگر وہ فرمان تمام رعایا کے لئے ہوتا تو وہ مسجدون مین منبرون پر پڑھا جاتا۔ سالانہ سالار مسعود کی چھڑیان جو جاتی تھین اُس کو بالکل اپنی مملکت مین موقوف کر دیا۔ مزارات پر زیارت کے لئے عورتون کے جانے کی سخت ممانعت کر دی۔

بعض مورخ لکھتے ہین کہ تعزیون کے نکلنے کو اور سیتلا کی پوجا کو بھی بند کر دیا اس کے عہد مین اناج اور اشیا اور اسباب کی ارزانی ایسی تھی کہ تھوڑی آمدنی کا آدمی اپنی فراغت سے بسر کرتا تھا عید کے جشن مین اور بارہ وفات کے دن اُس نے

حکم دے رکہا تہا کہ قید خانہ کے سارے قیدیون کی فہرست اُس کے سامنے پیش ہو بقایاے مالگزاری کے سبب جو لوگ قید ہوتے انکو رہائی کا حکم تحریری دیا جاتا - اگر وہ گہوڑے پر سوار جاتا ہوتا اور کوئی دادخواہ آتا تو اُس سے وہ پوچہتا کہ تو کون ہے - امرا کے وکیل اس کے دربار مین رہتے تہے وہ اس دادخواہ کا ہاتہہ پکڑ کر اُس کے علاقہ کے وکیل کے سپرد کرتا اور ایسی کوشش کرتا کہ مستغیث راضی ہو جاتا - جب کسی شخص کو جاگیر دیتا تو اُس مین تغیر جبتک کچہہ نہ ہوتا کہ جاگیردار کے ذمہ کوئی قصور و جرم نہ ثابت ہوتا - اگر کسی ملازم پر کوئی جرم ثابت ہو جاتا تو پہر اُس کو کوئی کام نہ دیتا مگر اوس کی توقیر و عزت کرنے مین کمی نہ کرتا - اگر گویے اور علم موسیقی کے ماہر اُس کے دربار مین آتے تو اُن کو یہ اجازت نہ دیتا کہ وہ اپنا کمال و ہنر اُس کے سامنے ظاہر کرین - بلکہ اپنے دو بڑے دوستون میران سید روح اللہ و سید رسول کو حکم دیتا کہ بارگاہ سلطانی کے قریب وہ قیام کرین اور یہ اہل موسیقی اپنا کمال وہان ظاہر کرین - اس طرح وہ اُن کا گانا سُنتا - اُس کو سرنا کے سُننے کا بڑا شوق تہا - رات کو بادشاہی دربار مین اُس کو اور شہنائی کو ۹ بجے سے شام تک بجاتے تہے اور صرف ان چار راگون کے گانے بجانے کا حکم تہا - مالی گور کلیان کانڑا حسینی - بعض مورخ لکہتے ہین کہ چار غلام اُس کے تہے اُن مین سے ان راگون مین سے ایک راگ کو ایک ایک غلام خوب گاتا تہا -

ہر کام کے واسطے ایک وقت معین تہا - اور ہر وقت کیواسطے ایک کام - اِس مین کبہی فرق نہ پڑتا تہا جو ایک بات وہ مقرر کرتا پہر اُس مین تغیر نہین کرتا ایک دفعہ کسیکی جو خورونوش مقرر کی پہر اُس مین اُسے آخر وقت تک تغیر نہین کیا - ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ کی ملاقات کے لئے شیخ عبدالغنی جونپوری آئے تو اُن کیواسطے جو خوراک مقرر ہوئی اُس مین گرمی کے موسم کے سبب شربت کے چہ شیشے بہی تہے دوبارہ اِن شیخ صاحب کے آنیکا اتفاق جاڑے مین ہوا تو بہی کہانے کیساتہ شربت کے چہ شیشے آئے اُسپر انہون نے کہا کہ یہ جاڑہ اور یہ شربت تو لوگون نے کہا کہ بادشاہ نے ایکدفعہ جو حکم دیدیا اُس مین تغیر نہین ہوتا خواہ جاڑا ہو خواہ گرمی - اپنے عہد کے امرا و بزرگون سے جس طرح وہ پہلی ملاقات مین ملتا اسیطرح ہمیشہ ملتا خواہ برسون کے

بعد وہ ملاقات مین آئین یا ہر روز۔ ہمیشہ بادشاہ کی گفتگو مربوط ومنضبط ہوتی کبھی بے ربط نہ ہوتی۔ ہر امیر کیواسطے ایک جگہ مقرر کردی تہی کہ ہمیشہ وہ وہین کہڑا رہتا۔ اُس کا حافظہ وہ بلا کا تہا کہ مدتون کی باتین یاد رکہتا تہا۔ ہر روز اُس کے سامنے کل اشیا کا نرخنامہ اور سلطنت کے مختلف اضلاع کے واقعات اور حالات کا بیان پیش ہوتا۔ اگر ذرا بہی اُنمین کوئی بات غلط و ناملایم دیکہتا تو اُس کی تحقیقات کا حکم دیتا۔ وہ اکثر آگرہ مین رہتا تہا۔

سلطان سکندر کے عہد مین جو امرا امور سلطنت مین با اختیار ہوئے اُنہون نے علما ومشایخ وصلحا کو ایسی بڑی بڑی جاگیرین دیدین جو پہلے کبہی اُس سے بڑی دولتمند سلطنتون مین بہی نہین دی گئی تہین اسکے عہد مین صلاحیت و دیانت وصداقت کے ساتہہ کام ہوتے تہے۔ ادنے اعلیٰ مین اخلاق۔ خودداری۔ دیانتمندی۔ مذہب کی پابندی ایسی پیدا ہوئی تہی یہ معلوم ہوتا تہا کہ زندگی کا طریقہ نیا پیدا ہوگیا ہے خدا پرستی اور جانت کی بڑی عزت ہوتی تہی۔ تحصیل علم مین بہی غفلت نہ ہوتی تہی۔ صناعت کے کارخانے بہی قایم ہوگئے تہے۔ اور نوجوان امرا اور سپاہی فائدہ مند کسب ہنر مین مشغول ہوتے تہے۔ بادشاہ خود شاعر تہا اور گل رخ تخلص رکہتا تہا اُسکے یہ اشعار ہین

سروے کہ سمن پیرہن وگل بدنستش — روحے است مجسم کہ در پیرہنستش
مشک ختنی چلیست کہ صد مملکت چین — در حلقۂ آن زلف شکن در شکنستش
در سوزن مژگان بکشم رشتۂ جان را — تا چاک بدوزم کہ دران پیرہنستش
گل رخ چو کند جوہر دندان ترا وصف — ہمچون دُر سیراب سخن در دہنستش

شاعرون کے ساتہہ وہ صحبت رکہتا۔ شیخ جمال کنبوہ اُسکے عہد کے بڑے باکمال شاعر تہے وہ اپنی قوم کے ساتہہ نہایت مہربانی سے پیش آتا تہا جب وہ اپنے امرا مین سے کسیکا وظیفہ مقرر کردیتا تو اُسپر وہ پورا اعتماد کرتا تہا اور کہا کرتا تہا کہ مین نے نیکی کا بیج بویا ہے اس سے مجہے کچہہ نقصان نہ ہوگا اسکا بڑا مطلب یہ تہا کہ خلق اللہ اُسے عزیز رکہے اُس نے اپنے امرا اور سپاہ کی خاطر سے اُسی ملک پر اکتفا کی جو اسکو باپ سے میراث مین ملا تہا اور اُسی کے لئے لڑتا بہڑتا تہا اور غیر بادشاہون سے اُس نے لڑنا بالکل موقوف کردیا تہا اُسنے ادنے اعلیٰ کے دلون کو تسخیر کرلیا تہا۔

وہ اپنے نفس سے نفس اسلام کو زیادہ عزیز رکہتا تہا۔ ایک دن وہ اپنے بہائی باربک شاہ سے لڑرہا تہا

کہ کارزار کے وقت ایک قلندر نے اُسکا ہاتھہ پکڑ کر کہا کہ تیری فتح ہے اُسپر بادشاہ نے جھنجلا کر ہاتھہ اپنا چھٹا لیا درویش نے کہا کہ مین تیرے لئے نیک فال منہ سے نکالتا ہون اور تو مجھسے ہاتھہ اپنا اس طرح چھٹاتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ جب لڑائی مین دونو طرف مسلمان ہون تو ایک طرف حکم لگانا نہین چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جس چیز مین اسلام مین خیر ہو وہ ہو۔ سلطان کو اپنی ابتداء عمر سے تعصب مذہبی دامنگیر تھا۔ ابھی تخت سلطنت پر بیٹھا بھی نہ تھا کہ اُس نے یہ سنکر کہ کورو چھنیر مین بیشمار ہندو جمع ہوتے ہین یہ ارادہ کیا کہ مین تھانیسر جاکر ان سب ہندؤون کو ٹھکانے لگاؤون۔ اسپر اس کے ایک مصاحب نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ پہلے اس امر کو علماء سے پوچھہ لیجیے سکندر نے علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پوچھا۔ اُن مین میان عبداللہ اجودھنی ملک العلماء تھے اُنھون نے پوچھا کہ تھانیسر مین کیا ہوتا ہے تو سکندر نے کہا کہ وہان ایک تالاب ہے اُس مین ہندو نہاتی ہین میان عبداللہ نے کہا کہ آپ سے پہلے جو مسلمان بادشاہ ہوئے ہین انھون نے اس باب مین کیا کیا ہے۔ سکندر نے جواب دیا کہ ان بادشاہون نے اس نہان کا تعرض کچھہ نہین کیا تو ملک العلما نے کہا کہ نہایت غیر مناسب ہے کہ ہندؤون کے کسی قدیمی معبد کو آپ غارت کیجیے آپ کو چاہیے کہ ہندؤون کی جو قدیمی رسم نہانے کی چلی آتی ہے اُسکو منع نہ کیجیے۔ سلطان اس کلام کو سنکر ایسا غصہ ہوا کہ خنجر پر ہاتھہ رکھکر چلایا کہ تو کافرون کی مدد کرتا ہے۔ اوّل مین تجکو قتل کرونگا۔ پھر سارے ہندؤون کو۔ میان عبداللہ نے کہا کہ جان تو سب کی خدا کے ہاتھہ مین ہے کوئی بغیر حکم الٰہی کے مرتا نہین۔ جو ظالم کے پاس رہتے ہین وہ پہلے ہی اپنی جان سے ہاتھہ دھولیتے ہین جب آپنے مجھہ سے مسئلہ پوچھا مینے احکام شرع کے موافق جواب دیا۔ اگر ان احکام کا پاس آپ کو نہین تھا تو پھر پوچھنا عبث تھا اس کہنے سے سکندر کا غصہ دھیما ہوا اُس نے یہ کہا کہ اگر آپ مجھے اس کام کے کرنے کی اجازت دیتے تو اس مین ہزارون مسلمانون کا بھلا ہوتا میان عبداللہ نے جواب دیا کہ مجھے جو کہنا تھا۔ وہ مینے کہا اب آپ کو اختیار ہے کہ میری پند سے مسرور ہون یا رنجور ہون جو چاہو سو کرو۔ سکندر مجلس سے اُٹھکر چلا گیا اور علماء بھی اُسکے ساتھہ گئے مگر میان عبداللہ مجلس مین بیٹھے رہے اُنکو حکم ہوا کہ کبھی کبھی ہمسے ملنے آیا کرو۔

نقل ہے کہ ایک برہمن لودہن (بدہن۔ لودھن) نامی موضع کٹھیر مین رہتا تھا اُسکی جو کبھی آئی

تو اُس نے مسلمانون کے روبرو ایک دن کہا کہ اسلام بہی حق ہے اور میرا مذہب بہی حق ہی خلقت مین اسکا چرچا پہیلا۔ علما کے کانون تک وہ پہونچا۔ لکہنوتی مین قاضی پیارے و شیخ بدر نے اس باب مین فتوے متناقض دئے۔ یہان کے حاکم اعظم ہمایون نے اُس برہمن اور قاضی و شیخ کو سنبہل مین بادشاہ پاس بہیجدیا۔ بادشاہ کو تو تذکرہ علمی کا شوق تہا اُس نے سب طرف سی بارہ علماء نامی کو بلایا اور مجلس مباحثہ کو مرتب کیا اور اسمین امرا کو بہی بلایا مباحثہ کے بعد علما کا اتفاق اسپر ہوا کہ برہمن محبوس ہو اور اُس سے کہا جائے کہ مسلمان ہو۔ اگر مسلمان ہونے سی انکار کرے تو اُسکی جان لیجائے برہمن نے اسلام نہین قبول کیا قتل ہوگیا علما کو بادشاہ نے انعام دیکر رخصت کیا۔ اس بیان کو ایک ہندو نے ہندی زبان مین قصہ کے طور پر لکہا ہی کہ یہ برہمن نوجوان نہایت حسین تہا اُسپر حاکم کو ایسا رحم آیا کہ اُس نے برہمن سے کہا کہ تو مسلمان ہو جائے تو مین اپنی بیٹی بیاہ دون مگر اُس نے ایمان کے آگے اپنی جان کی پروا نکی۔ ایک نقل سلطان سکندر کی یہ بہی مشہور ہے کہ جس دن وہ دہلی سے تخت سلطنت پر بیٹہنے کے لئے بلایا گیا ہی تو وہ شیخ سماء الدین (بہاء الدین) کہ ان بانہ کے بزرگون مین سے تہی فاتحہ پڑہنے کے لئے گیا۔ اور اُن سے عرض کی کہ مین آپ سے میزان الصرف پڑہنی چاہتا ہون جسکا آغاز بدان اسعدک اللہ فی الدارین سی ہوتا ہے یہ پڑہنا شروع کیا استاد نے کہا کہ بدان اسعدک اللہ فی الدارین بادشاہ نے کہا کہ پہر اس کو فرمائیے غرض تین دفعہ اس کو مکرر کہوایا بادشاہ نے اِس بزرگ کے ہاتہہ پر بوسہ دیا اور اُن کے ارشاد کو اپنے حق مین فال نیک سمجہا۔

سلطان سکندر کے عہد مین ہندوون کا فارسی پڑہنا اور سنسکرت سے کتابون کا فارسی مین ترجمہ ہونا

سلطان سکندر کے عہد سے پیشتر مسلمان بادشاہون کے زمانہ مین ہندوونمین فارسی زبان پڑہنے کا رواج نہ تہا جب سلطان کو نوکری کے لئے فارسی خوان ہندوونکی ضرورت ہوئی تو اُسنے فرمایا کہ کدام ہندو بچہ ایست کہ فارسی می داند۔ جواب ملا کہ کوئی نہین تو اول اُس نے برہمنون کو بلا کر فارسی پڑہنے کی درخواست کی۔ برہمنون نے یہ عرض کیا کہ مہاراج ہمکو اپنے دہرم کرم دویا سے کہان فرصت ہی جو فارسی پڑہین پہر جہتریون سی یہی کہا گیا تو انہون نے کہا ہم اہل سیف ہین اہل قلم بنا نہین چاہتے

پہر دیش سے بہی کہا تو انہون نے کہا کہ ہم تجارت پیشہ ہین اپنے پیشہ کو چہوڑکر دوسرا پیشہ کیونکر اختیار کرسکتے ہین پہر شودردن مین سے کایتون سے جو پہلے سے سنسکرت کی لکھائی کی اجرت سے اوقات بسر کرتے تہے یہ کہا تو اُنہون نے بسروچشم قبول کیا۔ اپنے حاکمون کو زباندانی کے سبب سے مسلمانون کے عہد سلطنت مین اُنکا پہلے سے زیادہ عروج ہوگیا۔ تہوڑے ہی دنون مین ہندؤون کو مسلمانون کے علوم سے ایسی آگاہی ہوگئی کہ وہ ان علوم کا درس دینے لگے۔ پنڈت ڈونگرمل تو شاعر بہی ہوگئے جنکا یہ مطلع ہے ؎

دل خون نشدی چشم تو خنجر نشدی گر
رہ گم نہ شدے زلف تو ابتر نشدی گر

بادشاہ کو تصنیفات کا ایسا شوق تہا کہ وہ ہر علم مین کتابین علما سے تصنیف کراتا اُس نے امرگرہا ویدک کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان مین کرایا۔ اُس نے خراسان اور ہندوستان کے طبیبونکو جمع کیا دونون طرح کی طب کی کتابون سے مضامین کو اُس نے انتخاب کرایا اور اُسکا نام طب سکندری رکہا جو ایک معتبر کتاب علم طب مین سمجہی گئی۔

ذکر سلطنت سلطان ابراہیم لودھی بن سلطان سکندر لودھی

جب آگرہ مین سلطان سکندر کا انتقال ہوا تو امرا و عمائد افغان نے یہ قرار دیا کہ اُسکا بڑا بیٹا سلطان ابراہیم تخت دہلی پر بیٹہکر ولایت جونپور کی سرحد تک سلطنت کرے اور اُسکا سگا بہائی شہزادہ جلال خان مسند شاہی جونپور پر بیٹہکر اُس طرف کے ممالک پر فرمانروائی کرے تقسیم سلطنت کی سبب جداجدا مورخ بتاتے ہین کوئی لکھتا ہے کہ اہل سپاہ اور خاص کر منافق واقعہ طلب ایسی کوشش و سعی کرتے ہین کہ ملک مین کوئی فرمانروا اور تخت پر کوئی حکم آرا ایسا مستقل نہ ہو کہ اُسکو نہایت تسلط اور غایت استیلا ہو جس کے سبب سے اُنکو نظام مہام کا اور سپاہگری اور نوکری کی رونق درواج کا موقع نہ ملے اس سبب سے انہون نے ان دو بہائیون مین سلطنت کو تقسیم کیا۔ بعض یہ لکھتے ہین سلطان ابراہیم سے امرا ناراض تہے اسلئے اُنہون نے یہ کیا۔ غرض ، ذیحجہ ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء کو آگرہ مین بڑی دہوم دہام اور تزک واحتشام سے سلطان ابراہیم کو تخت سلطنت پر امرا نے بٹہایا اور اُس کے برادر حقیقی کو سلطان جلال الدین کا خطاب دیکر بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مملکت جونپور کو روانہ کیا

چار مہینے بعد خانجہان لوحانی زبری سے سلطان ابراہیم کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُس نے وزرا و وکلا پر لعن طعن کی کہ بادشاہی کو مشترک رکھنا انکی بڑی خطا ہے

دو جسان بیک پیکر نگنجد　　　دو فرمانده بیک کشور نگنجد

یون سمجہانے سے سلطان ابراہیم اُن عہد و پیمان کو بہول گیا جو اُس نے اپنے بہائی سے کئے تہے اُس نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ لیکر یہ مصلحت دیکہی کہ ابہی شاہزادہ اپنی دارالحکومت کو پہونچا نہین ہے اور اپنی حکومت پر مستقل نہین ہوا۔ اسکو لکہنا چاہئے کہ ایک امر اہم مین اُسکی اصلاح لینی ضرور ہے اسلئے وہ تنہا دہلی مین چلا آئے۔ مشورہ لینے کے بعد وہ واپس بہیجدیا جائیگا ہیبت خان گرگ انداز جو روباہ بازی مین استاد تہا اس کام کے سرانجام دینے کیواسطے متعین ہوا کہ شہزادہ کو واپس لائے مشہور ہے کہ دیوار ہم گوش دارد۔ شہزادہ کے کانون تک یہ سارا حال پہونچ گیا تہا ہیبت خان نے ہرچند اُسکی چاپلوسی اور ملائمت کی باتین بنائین مگر شہزادہ اُسکی باتون مین نہ آیا۔ اُسنے بہی ملایم باتین بناکر عذر کئے اور لطائف الحیل مین اُسکو ٹالا اور آنے پر راضی نہ ہوا ہیبت خان نے حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے اور اپنے امرا شہزادہ کی طلب کے لئے بہیجے مگر اُنکا بہی افسون اُسپر کچہہ نہ چلا۔ پہر بادشاہ نے دانشمندون اور فیلسوفون سے مشورہ لیکر صوبہ جونپور کے امراء اور حکام کے نام فرمان جاری کئے۔ ہر امیر کے رتبے اور حالت کے موافق الگ الگ مضمون لکہا گیا جسکا خلاصہ یہ تہا کہ شاہزادہ کی اطاعت سے احتراز کرے اور اُسکے پاس نہ جائے اور اُسکی خدمت نہ اختیار کرے اور اس طرف کے بعض امرا جو صاحب شکوہ تہے اور تیس چالیس ہزار سوار نوکر رکہتے تہے مثل دریا خان لوحانی حاکم ولایت بہار اور نصیر خان حاکم غازی پور و شیخ زادہ محمد فرملی ضابط اودہ و لکہنو وغیرہ کو خلعت خاص و اسپ و خنجر وغیرہ ان معتبر آدمیون کے ہاتہہ جو اس کام مین محرم راز تہے بہیجے اور اُنکی دلجوئی کی جب ان امرا پاس یہ فرمان پہونچے تو سبنے شہزادہ کی اطاعت سے سرتابی اور اُس سے مخالفت اختیار کی۔ اسوقت مین بادشاہ ابراہیم نے تخت مرصع و مکلل بجواہر دیوانخانہ مین نصب کرایا اور روز جمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو اُسپر جلوس کیا اور دربار عام کیا اور ملازمان درگاہ اور اعیان دولت کو بقدر مرتبہ و منزلت ہر ایک کو خلعت و منصب و خطاب دیا و جاگیر مرحمت کی اور از سر نو سب کو ممنون احسان و مرہون منت کرکے اپنے سے خوش کیا فقرا

ومساکین کو خیرات دی گوشہ نشینون متوکلون کو نذرین بہیجین اسطرح امور جہانداری کو رونق تازہ دی اور کار ملک کو استقامت شہزادہ جلال خان نے بادشاہ کی اس دارائی کی عظمت کو اور اس طرف کے امرا کی مخالفت کو دیکھ کر جانا کہ اب سلطان ابراہیم سے مدارا کی کوئی صورت نہین رہی - وہ کالپی مین گیا اور علانیہ مخالفت اختیار کی اور جو جماعت اُسکے ساتھ متحد تہی اُسکے اتفاق سے کالپی مین اپنے نام کا سکہ وخطبہ جاری کرایا اس نواح کے راجاؤن اور زمینداروں کی تسلی کی اور لشکر کو بڑہایا غرض بادشاہ بننے مین بہائی کی نقل اُتاری اُسوقت اعظم ہمایون بڑے لشکر سے قلعہ کالنجر کا محاصرہ کر رہا تہا اُس کے پاس جلال خان نے پیغام بہیجا کہ آپ میرے باپ و چچا کی جگہ ہین اور آپکو خوب معلوم ہے کہ مین نے کوئی تقصیر نہین کی کہ سلطان ابراہیم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑا ہے اور باپ کے ملک ومال سے جو کچھہ بطریق ارث میرے لئے میرے سگے بہائی نے تجویز کیا تہا اب اُسپر بہی اسکا دانت ہے اُس نے پیوند موافقت اور صلہ رحم کو منقطع کیا آپکو چاہئے کہ حق کی جانب کو نہ چہوڑین اور مجھہ مظلوم کی رعایت واعانت کو اپنے اوپر واجب جانین سلطان ابراہیم سے پہلے ہی سے اعظم ہمایون ناراض بیٹہا تہا - اب شہزادہ کی زار نالی اور شکستہ حالی نے اُسپر اثر کیا قلعہ کالنجر کے محاصرہ کو چہوڑ کر شہزادہ سے عہد و پیمان کر لئے اور یہ قرار پایا کہ اول ولایت جونپور اور اوسکی حدود پر تصرف کرنا چاہئے - بعد ازان کسی اور فکر کے درپے ہونا چاہئے کوچ پر کوچ کر کے سعید خان پسر مبارک خان لودہی ضابطہ اودہ کے سر پر وہ جا چڑہے - اِس سے مقابلہ نہو سکا وہ لکہنؤ چلا گیا اور حقیقت حال سلطان ابراہیم کو لکہہ بہیجی سلطان ابراہیم نے ارادہ کیا کہ ایک انتخابی لشکر لیکر اس فتنہ کے رفع و دفع کرنے پر متوجہ ہوا کہ اس حال مین بعض دولت خواہون کی صلاح سے اُسے اپنے بہائیون اسمعیل خان وحسین خان ومحمود خان دولت خان کو محمد خان کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ قلعہ ہانسی مین اُنکو محافظت سے رکہے اور ہر ایک کی خدمت کیلئے دو حرم مقرر کین اور ساری خوراک و پوشاک وما یحتاج کو معین کر دیا -

اتوار کے دن ۲۴ ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو وہ جونپور کیطرف راہی ہوا اور کوچ بر کوچ کیا جب وہ بہو گاؤن مین پہونچا تو خبر آئی کہ سلطان جلال الدین سے برگشتہ ہو کر اعظم ہمایون مع اپنے بیٹے فتح خان کے سلطان ابراہیم پاس چلا آتا ہے اس نوید سے بادشاہ کو تقویت دل

حاصل ہوئی جب وہ پاس آیا تو قیام کرکے اُس کے استقبال کے لئے امرا کو بہیجا اور اُسکو نوازشات خسروانہ سے سرفراز فرمایا۔ اور پہر جلد روانہ ہوا اسی زمانہ مین جے چند زمیندار جرتولی پرگنہ کول نے عمر خان پسر سکندر خان سور کو لڑکر شہید کیا اسلئے ملک قاسم حاکم سنبہل اُسپر حرہ کر گیا اور اس فتنہ ناگہانی کو فرو کرکے اور مفسد کو قتل کرکے قنوج مین بادشاہ سے جا ملا جونپور کے اکثر امرا و جاگیردار مثل سعید خان و شیخ زادہ فرملی وغیرہ بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر دولت خواہون مین داخل ہوئے اُسوقت سلطان نے اعظم ہمایون شروانی و اعظم خان لودہی و نصیر خان لوہانی وغیرہ کو بہاری لشکر اور نامی ہاتہیون کے ساتہہ شاہزادہ جلال سے لڑنے کی لئے بہیجا۔ اِن امرا کے پہونچنے سے پہلے شاہزادہ نے اپنے بعض طرفدارون اور اہل و عیال کو قلعہ کالپی مین چھوڑکر تیس ہزار سوار اور منتخب ہاتھی لیکر آگرہ کی جانب کوچ کیا امرا بادشاہی نے قلعہ کالپی کا محاصرہ کیا چندروز توپ و تفنگ کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی آخر کو اہل قلعہ عاجز ہوئے اور قلعہ کو لشکر سلطانی نے فتح کرلیا اور اُسکو خوب لوٹا اور لوٹ کے مال سے مالامال ہوگیا جب سلطان ابراہیم نے سُنا کہ بہائی دارالسلطنت آگرہ کو فتح کرنے کے لئے گیا ہے تو اُسنے ملک آدم گہکر کو اُسکی حفاظت کے لئے بہیجا وہ جلد یہان آپہنچا سلطان جلال الدین یہ چاہتا تہا کہ جسطرح اُس کے بہائی کے لشکر نے قلعہ کالپی کو لوٹا مارا ہے اِسی طرح میری سپاہ آگرہ کو لوٹے مارے مگر ملک آدم نے جلال الدین سے میٹھی باتین بناکر دم دلاسے مین رکہا اور بادشاہ سے امداد طلب کی اور سارے حال سے مطلع کیا سلطان ابراہیم نے اٹھارہ ہزار سوار اور ۲۰ ہاتھی ملک آدم کی مدد کو بہیجے اِس کمک سے اُسکو ایسی تقویت ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی کہ شاہزادہ کو پیغام بہیجا کہ اپنی ہوا و ہوس باطل سے باز آ اور چتر و آفتاب گیر و نوبت و نقارہ اور امارات شاہی کو برطرف کر دو اور امیرون کی طرح زندگی بسر کرو تو مین تمہاری تقصیر بادشاہ سے درخواست کرکے معاف کرا دیتا ہون یقین ہے کہ سرکار کالپی بدستور سابق تمہاری جاگیر مین مقرر ہو جائیگی سلطان جلال الدین نے باوجودیکہ اُس کے پاس تیس ہزار سوار اور ۱۶۰ جنگی ہاتھی تہے ایسا بودا پن کیا کہ اِن شرایط کو مان لیا ہر چند امرا نے اُسے سمجہایا کہ جب تک ہم زندہ ہین کوئی آفت تمپر نہین آنے دینگے آپ کے لئے جان لڑائینگے مگر اُس نے انکا کہنا نہ مانا۔ امارات بادشاہی کو ملک آدم پاس بہیجدیا ملک آدم نے اسباب

مذکور کو بادشاہ کی خدمت مین ارسال کیا اور حقیقت حال کو عرض کیا بادشاہ کالپی کو فتح کرکے اٹاوہ مین آگیا تہا اُس نے اس صلح کو نہ قبول کیا اور شہزادہ کے استیصال کے درپے ہوا جب شہزادہ کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ راجہ گوالیار پاس پناہ لینے گیا۔ اور اُس کے تمام پُرانے سپاہی پراگندہ و پریشان ہو گئے۔ سلطان ابراہیم نے آگرہ مین آنکر قیام کیا۔ یہان بہت سے امیرون نے جو اُسکے مخالف تھے اطاعت اختیار کی۔ کریم داد خان توغ دار کو اور امرا کو دہلی کی محافظت کیلئے بہیجا۔ شیخ زادہ محمود کو قلعہ چندیری کی حراست کے لئے اور شہزادہ محمد خان نواسہ سلطان ناصر الدین مالوی کی وکالت کے لئے روانہ کیا۔

مہم گوالیار

اب حصار گوالیار کی فتح کے لئے بادشاہ نے عزم شاہانہ کیا۔ امیر الامرا اعظم ہمایون شروانی حاکم کڑہ کو تیس ہزار سوار و تین سو زنجیر فیل دئے اور قلعہ مذکور کی فتح کے لئے روانہ کیا اور بعد اس کے آٹھ اور امیر کبیر لشکر عظیم کے ساتھ اور چند ہاتھی اُس کی کمک کے لئے بہیجے۔ لشکر بادشاہی نے گوالیار کا محاصرہ کر لیا اتفاقات حسنہ سے یہ تہا کہ اُسوقت راجہ مان سنگہ والی گوالیار فوت ہو گیا تہا وہ شجاعت و تدبیر مین اپنی امثال اور اقران مین ممتاز تہا۔ اور اُسکا بیٹا بکرماجیت قایم مقام ہوا اور اُس نے قلعہ کے استحکام مین خوب اہتمام کیا اور سلطان ابراہیم کے امرا نے ایک دولتخانہ سلطانی بنایا۔ اُس مین ہر روز وہ جمع ہوتے اور مہمات و معاملات قلعہ گیری مین مشغول ہوتے راجہ مان سنگہ نے قلعہ کے نیچے ایک عمارت عالیشان بنائی تہی اور اُسکے گرد ایک مضبوط حصار بنایا تہا اور اسکا نام بادل گڈہ رکہا تہا اُسکے نیچے اہل اسلام نے نقبین لگائین اور اُن مین باروت بہر کر اُنکو اُڑایا جس سے قلعہ کی دیوار گر پڑی اور وہ قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور بادل گڈہ فتح کر لیا اور وہان ایک گائے روئین یا مسی تہی کہ جسکی ہندو بڑی پوجا کرتے تہے اور تاریخ سلاطین افغانیہ مین لکھا ہے کہ اُسکے مُنہ سے آواز بہی نکلتی تہی اُسکو اکھڑوا کر آگرہ بہیجا اور یہان سلطان نے دہلی مین بہیجکر دروازہ بغداد پر اسکو نصب کرایا شہنشاہ اکبر کے عہد تک یہان وہ گائے موجود تہی۔

سلطان جلال الدین کا مارا جانا اور سلطان ابراہیم اور اُس کے امراء

مین بگاڑ اور اُن کے فسادات

جب لشکر سلطانی گوالیار مین پہونچا تو ڈر کے مارے سلطان جلال الدین سلطان محمود خلجی پاس مالوہ گیا اُس نے اُسکی آؤبہگت اچھی طرح نہ کی تو وہ گڑہ کنٹنکہ کو چلا گیا یہان گونڈون کی ایک جماعت نے اُسے گرفتار کیا اور اپنے رسوخ کے لئے مقید کر کے سلطان ابراہیم پاس بہیجدیا۔ بادشاہ نے خوش ہوکر مجلس امراجمع کی اور بہائی کو جس کے ہاتہ زنجیرون مین بندھے ہوئے تہے بلایا اور قلعہ ہانسی کو قید مین رہنے کے لئے روانہ کیا مگر راہ ہی مین احمد خان کو بہیجکر اُسکے ہاتھ سے قتل کرایا۔

بعد ان مہمات کے سلطان ابراہیم کو کسی رقیب حریف کا خوف و خطر باقی نہین رہا اور وہ دہلی مین آیا اور ایسا مغرور ہوگیا کہ اپنے باپ دادا کا طریقہ جو مروت اور سلوک کا اپنے عزیزون کے ساتھ تہا چہوڑ دیا۔ اور کہنے لگا کہ بادشاہون کی نہ کوئی قوم ہوتی ہے نہ کوئی اُنکا خویش و رشتہ مند ہوتا ہے سب اُس کے خدمتگار ہوتے ہین اُنکو نوکرون کی طرح خدمت کرنی چاہئے اب وہ افغان امیر کہ بادشاہ کے بہائی بندی کا دم بہرتے تہے سلطان بہلول و سکندر کی مجلس مین برابر بیٹھتے تہے اس بادشاہ کے آگے دست بستہ کہڑے ہوتے تہے اور دل ہی دل مین گالیان دیتے تہے اور کچہہ اور ہی تدبیرین سوچتے تہے۔ غرض اس بادشاہ کے عہد مین افغانون مین جو اتفاق تہا وہ نفاق سے بدل گیا اور اس نے سلطنت افغانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اُسکی تفصیل آگے آتی ہے بغیر کسی ظاہری سبب کے میان بہوا سے کہ اعظم امرا وزراے سکندری مین تہا بادشاہ ناراض ہوگیا اور اُس نے بہی حقوق سابقہ کے اعتماد پر بادشاہ کی استرضا سے غفلت کی آخر کار نوبت یہانتک پہونچی کہ اُس کو پا بزنجیر قید کر کے ملک آدم کے حوالہ کیا اور اُس کے بیٹے پر نوازش کر کے باپ کی جگہ مقرر کیا۔ بعض امرا نے جو میان بہوا سے عداوت رکہتے تہے بادشاہ کو صلاح دیکر ایک مکان بنوایا اور اُسکے نیچے ایک تہ خانہ رکہا جب یہ مکان بن بنا کر دو مہینے مین بالکل خشک ہوگیا تو تہ خانہ مین باروت کے بہرے ہوئے تہیلے رکہے اور میان بہوا کو قید سے رہا کیا اور اسکو اور بعض امرا کو جنکے خلاف سازش کی گئی تہی خلعت و انعام دیئے گئے۔ اور ایسی اُنپر نوازش کی گئی کہ اُنکے دل سے بادشاہ کا خوف جاتا رہا۔ ایک دن بادشاہ نے اِن امرا سے کہا کہ اسلام خان کو میرے باپ سلطان سکندر نے نفر سے امیر بنایا مگر اب

مجھسے خوف زدہ ہوکر اسنے کھلی بغاوت اختیار کی ہے - آپ سب صاحب عنایت کرکے اس نئے مکانمیں جو ابھی میں نے تعمیر کرایا ہی جمع ہو جئے اور صلاح مشورہ کرکے بتائیے کہ میں کیا کروں اور مجھے تم پر ایسا اعتماد ہے کہ تم جو صلاح دوگے وہ میرے لئے فائدہ مند ہی ہوگی جسب الحکم یہ سب بے تامل ہمکان میں جاکر صلاح مشورہ کرنے لگے کہ دفعتاً سارا مکان اڑگیا اور یہ سب جیسے کہ درخت کے پتے ہوا سے اڑتے ہیں اُڑ گئے اس مکان کے اڑنیکی داستان فقط احمد یادگار نے تاریخ سلاطین افغانیہ میں لکھی ہے کسی اور مورخ نے نہیں لکھی - بلکہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ میاں بھوا قید خانہ میں اپنی موت سے مرگیا کسی نے لکھا ہی کہ بادشاہ نے اسے قتل کرادیا اور بہانہ یہ بنایا کہ وہ بیماری سے مرگیا -

مہم گوالیار

احمد یادگار نے تاریخ سلاطین افغانیہ میں اس مہم کا حال جسکو ہم پہلے لکھ چکے ہیں سطرح لکھا ہی کہ بادشاہ نے امیرالامرا اعظم ہمایونکو جو منصب بارہ ہزاری رکھتا تھا مع اسکے بیٹونکے قلعہ گوالیار کی تسخیر کے لئے بھیجا جب وہ خطہ گوالیار میں آیا تو اسنے اپنی چستی وچالاکی وہنرمندی سے کئی پرگنے فتح کرلئے اور قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا اور سیبہ اور خندقیں کھود کر اپنے سپاہیوں کو قلعہ کے قریب پہنچایا اور مورچہ بندی کرکے اُن پر اپنے افسر مقرر کئے اور اُس نے قلعہ پر گولہ اندازی شروع کی - اور ہندوؤں نے تھیلیوں میں تیل کی بھیگی ہوئی روئی بھر بھر کے اور روشن کرکے مسلمانوں پر مارنی شروع کیں - طرفین کے آدمی ہلاک ہوتے - لشکر بادشاہی نے توپخانہ لگا کر دشمنوں کو ایسا مجبور کیا کہ وہ قلعہ کے اندر بھی اِدہر سے اُدہر نہیں جاسکتے تھے اور ایسے حیران ہوئے کہ عنقریب اپنے تئیں ہلاک کرنے پر آمادہ ہوئے - راجہ نے یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ سات من سونا اور کئی زوج فیل اور اپنی بیٹی سلطان پاس بھیجے کہ یکایک خلاف موقع شاہی حکم صادر ہوا کہ اعظم ہمایوں اس فرمان کے پہنچتے ہی حضور میں حاضر ہو -

جب اعظم ہمایوں نے یہ فرمان پڑہا تو اسنے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور چلنے کی تیاری کی کہ اُسکے بیٹوں اور دوستوں نے سمجھایا کہ ہمکو شبہ ہے کہ سلطان کا ارادہ اُسی طرح تیری جان لینے کا ہے جسطرح کہ اور امرا کی جان لے رہا ہے اسلئے جانا مناسب نہیں - اسپر اعظم ہمایوں نے کہا کہ میں

چالیس برس سے بادشاہ کا نمک کھا رہا ہوں مجھسے بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہیں ہوسکتی۔ امرا اعظم محمد خاں لودہی اور داؤد خاں شروانی نے اُس سے کہا کہ بادشاہ میں ایسے حواس ہی باقی نہیں رہی کہ وہ بُری بہلی خدمات میں تمیز کرسکے تیرے پاس تیس ہزار سوار ہیں بیٹوں پاس چلا جا اور اپنی حفاظت کی تدبیر کر۔ ہمکو یقین ہے کہ تجھکو اسلئے بلایا ہے کہ میاں بہوا اور حاجی خاں سے جو سلوک کیا ہے وہی تیرے ساتھ کرے۔ اسنے پہر یہی جواب دیا کہ بادشاہ سے سرتابی کر کے میں اپنا منہ کالا نہیں کرونگا اور نمک حرام اپنے تئیں نہیں کہلواؤنگا۔

اس مباحثہ کے بعد وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں خبر آئی کہ سلطان نے محمود سرہانی اور حسین خاں ساہو خیل کو قتل کرا دیا اسلئے داؤد خاں اور الہ داد خاں نے پہر اُسے سمجہایا کہ ابھی تک تجہپر کوئی آفت نہیں آئی خیر اسی میں ہے کہ بہانسے اپنے بیٹے پاس جونپور چلا جا مگر اب بھی اُسنے کہا نہ مانا۔ جب وہ دہلی کے قریب پہنچا تو سلطان کا حکم آیا کہ اپنے سب گہوڑے اور ہاتھی حوالہ کرے اس حکم کے آتے ہی اُسکا سارا لشکر پراگندہ ہوگیا جب وہ دہلی سے دو کوس پر رہا تو بادشاہ کا آبدار مخلص نامی خزانہ اور اسپ لوازم سپہ سالاری لینے آیا۔ اور مخلص کو یہی حکم تہا کہ اعظم ہمایوں کو ایک ٹٹو پر سوار کرا کے شہر کے اندر لائے اور قیدخانہ میں ڈالدے اُسنے بادشاہ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ اعظم ہمایوں نے سلطان کو لکہا کہ جو تیرے دل میں آئے وہ تو میرے ساتھ کر مگر میری دو باتیں سُن لے اول یہ کہ میرا بیٹا (اسلام خاں سے مراد ہی) فتنہ انگیزی پر بہت آمادہ ہے اسکا تدارک کر۔ دوم میرے وضو اور آب دست کے لئے پانی کو بند نہ کر۔ بعد اسکے اُسنے کوئی اور درخواست بادشاہ سے نہیں کی۔ اس جوانمرد کو بادشاہ نے قیدخانہ میں قتل کرا دیا۔ اس کا قتل ہونا تہا کہ بادشاہ کے ہاتھ سے سلطنت کا جانا تہا۔

بادشاہ اور باغی امرا کی لڑائی

اعظم ہمایوں کو کوئی مورخ لکہتا ہی کہ آگرہ میں قید کیا کوئی لکہتا ہے کہ دہلی میں اُسکا ایک بیٹا کڑہ مانک پور میں تہا اور اسلام خاں خطاب رکہتا تہا اُسکو بادشاہ نے کہیں اور بدل دیا اور اسکی جگہ احمد خاں کو مقرر کر کے بہیجا۔ جب اسلام خاں کو اپنے باپ کے قید ہونے کی خبر پہونچی تو اُسنے اپنے باپ کے سارے ملک و مال پر قبضہ کیا اور لشکر جمع کر کے احمد خاں کو جو اسکی جگہ مقرر ہو کر

آیا تہا شکست دی اور علم بغاوت بلند کیا۔ انہیں دنوں میں بادشاہ پاس فتح گوالیار کی خبر آئی تھی جو سو برس سے ہندوؤں کے قبضہ میں تہا اسلئے وہ خاطر جمع سے کڑہ کے فتنہ کے تدارک میں مصروف ہوا دفعتہً اعظم ہمایوں لودہی و سعید خاں لودہی پسر میاں مبارک خاں لودہی کہ امراء کبار میں سے تہے لشکر گوالیار سے فرار کرکے لکہنو کو جو ان کی جاگیر میں تہا چلے گئے اور اسلام خاں کے ساتھ مراسلت کرکے فتنہ و فساد کو انہوں نے خوب بڑہا دیا۔ سلطان ابراہیم انے یہ دیکھ کر چاروں طرف سے لشکر جمع کیا۔ اور احمد خان برادر اعظم ہمایوں لودہی کی رعایت کرکے اور چند امرا کے ساتھ بہاری منتخب لشکر دیکر مفسدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر قنوج کے قریب قصبہ بانگرمؤ میں پہونچا تو اقبال خاں نے جو اعظم ہمایوں کا غلام اور بڑا سردار تہا پانچہزار سواروں سے کمین سے نکلکر اس لشکر پر حملہ کیا اور بہت آدمیوں کو زخمی اور کشتہ کیا اور پراگندہ کرکے بہگا دیا۔ جب یہ خبر سلطان ابراہیم کو پہونچی تو اس نے امرا کو لکہا اور پیغام بہیجا کہ جب تک تم اس ملک کو باغیوں کے ہاتھ سے نہیں نکالوگے تو مردودوں اور متمردوں میں سمجھے جاؤگے اور میں تمہارا منہ کبھی نہیں دیکہونگا اور احتیاطاً انکی کمک کے لئے لشکر بھی بہیجدیا۔ باغیوں کے لشکر کا شمار چالیس ہزار اور پانچسو ہاتھیوں کا تہا۔ سلطان کا لشکر پچاس ہزار تہا۔ جب دونو لشکر نزدیک آئے اور قریب تہا کہ لڑائی شروع ہو کہ اسوقت مقتدائے عہد شیخ راجو بخاری نے پند اور نصائح ارجمند بیان کرکے باغیوں کو سمجہایا۔ باغیونکی جماعت نے انسے کہا کہ اگر اعظم ہمایوں شروانی کو بادشاہ رہا کردے تو ہم اسکے ملک کو چہوڑ کر کسی اور ملک میں دوسرے بادشاہ پاس چلے جائیں گے۔ اسوقت دونو لشکر اپنے خیمونکو چلے گئے اور شیخ راجو بخاری نے احمد خاں سپہ سالار شاہی سے مشورہ کرکے بادشاہ کو عرضداشت بہیجی۔ جسکو پڑہکر بادشاہ نہایت آشفتہ خاطر ہوا اور شرط صلح سے ایسا جلا کہ اسنے فوراً دریا خاں لوحانی حاکم بہار و نصیر خاں لوحانی و شیخ زادہ فرملی کو حکم بہیجا کہ وہ اس طرف سے باغیوں کے استیصال کے لئے روانہ ہوں۔ جب یہ دونوں لشکر جمع ہوگئے تو باغیونکو اپنے لشکر کی تعداد پر گہمنڈ تہا۔ بادشاہ کے قوت طالع کی خبر نہ تھی۔ دونوں لشکر مرتب ہوکر لڑنے لگے۔ کشتونکے پشتوں پر پشتے لگ گئے معلوم نہیں کتنے سر کٹ کر زمین پر گرے۔ پہلے ایسی لڑائی

شاید ہی کبھی ہوئی ہو کہ میدان جنگ میں بھائی کا گلا بھائی کاٹے اور باپ کا بیٹا اور بیٹے کو باپ مارے۔ تیر و کمان سب نے الگ رکھ دئے تھے۔ تیرہ و تلوار اور چھری کٹار کی لڑائی تھی جس نے خون کے نالے بہا دئے۔ اور دس ہزار افغانوں کے خون سے زمین کو سُرخ کیا۔ بادشاہ کے ایک کابلی سپاہی نے اسلام خاں کی پیشانی پر ایسی گولی ماری کہ وہ زمین پر گر کر مر گیا اقبال خاں بھی مارا گیا۔ اور سعید خاں لوحانی اسیر ہوا۔ غرض سارا لشکر تتر بتر ہوا۔ اور باغیوں کا سارا ملک و مال بادشاہ کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ یہ خبر سنکر خوشی خوشی لشکر کی طرف گیا اور اُنکی خیر خواہی کے سبب سے بہت کچھ نوازش کی مگر امرا سکندری کے کینہ سے سینہ صاف نہ ہوا۔ اور زیادہ مغرور ہو گیا۔

رانا سنگا سے سلطان ابراہیم کی لڑائی

اسوقت رانا سنگا سے لڑنیکے لئے لشکر کی تیاری ہوئی میاں لکھیؔ اس مہم کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ میاں حسین خاں زرنجش میاں خاں خاناں فرملی۔ میاں معروف جو سلطان سکندر کے عہد میں بڑے دلاور شجاع سپہ سالار تھے اور جنکی وہ قدر و منزلت حد سے زیادہ کرتا تھا اور جنہوں نے اس کے عہد میں فتوحات عظیم حاصل کیں تھیں اور قلعے تسخیر کئے تھے۔ یہ سب سپہ سالار میاں لکھیؔ کے ماتحت مقرر کئے گئے۔ جب یہ رانا سنگا کے ملک میں پہنچا تو بادشاہ نے میاں لکھی کو حکم لکھکر بھیجا کہ میاں حسن خاں اور میاں معروف کو کسی عمدہ حکمت سے گرفتار کر کے بھیجدو۔ میاں معروف کے خیمے میں میاں لکھی گئے اور بہانہ بنایا کہ اُسکے بیٹے کی جو دو مہینے پہلے مرا تھا تعزیت کے لئے آیا ہوں۔ میاں معروف کو پہلے ہی حقیقت حال پر اطلاع تھی اسنے میاں لکھی سے کہا کہ بادشاہ تو دیوانہ ہو گیا ہے آپ صحیح سلامت اپنے خیمہ کو تشریف لیجائے اور میاں معروف کے قید کرنے کی فکر نہ کیجئے وہ آپکے بس کا نہیں ہے۔ میاں لکھی اپنا سا منہ لیکر چلے گئے اور بادشاہ کو اصل حال لکھا سلطان نے جواب دیا کہ تم خود کیوں لوگوں کے خیموں میں گئے۔ میں تمکو حکم دیتا ہوں کہ خود بڑا خیمہ لگاؤ اور امیں امرا کو بلاؤ کہ بادشاہ کا فرمان سنانا ہے۔ تم اول حسین خاں کو پکڑ لو۔ میاں لکھی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور خیمہ لگا کے امرا کو بلایا تو میاں حسین خاں خیمہ گاہ پر آئے اور ایکہزار

سپاہی ساتھ لائے جنہوں نے اپنے ہتھیار سفید کپڑوں میں چھپائے اوران کو حکم دیدیا کہ جب میں خیمہ کے اندر جاؤں توتم باہر کی خوب خبر داری ہوشیاری سے کرنا۔ میاں لکہی نے بھی دوسرے خیمہ میں ہزار سپاہیوں کو چھپا کر گھات میں بٹھا رکھا تھا اوران کو حکم دے رکہا تہا کہ جب میاں معروف وحسین خاں خیمہ کے قریب آئیں تو میاں حسین خاں کو گرفتار کرلینا۔ میاں حسین خاں جب خیمہ کے قریب آیا تواس کو لوگوں نے خبر کردی تھی کہ دوسرے خیمہ میں سپاہی اس کی اور میاں معروف کی گرفتاری کے لئے بیٹھے ہیں تو اُسنے اپنے سپاہیوں کو حکم دیکر اُس خیمے کی طنابیں کٹوادیں جس کے سبب سے میاں لکہی کے سپاہی کچھ دب گئے اور کچھ ظاہر دکھائی دینے لگے اور پہر میاں حسین خاں دوسرے خیمہ میں داخل ہوا اور میاں لکہی سے کہا کہ فرمان پڑہئے میاں لکہی نے کہا کہ فرمان شاہی کا اس طرح پڑہنا دستور کے خلاف ہے۔ اس پر میاں حسین خاں نے کہا کہ میں خوب واقف ہوں کہ اس خیمہ اور سپاہیوں کا مطلب یہ تہا کہ مجھے اور میاں معروف کو گرفتار کرے مگر میں تیرے ایسے دموں میں کب آتا ہوں یہ کہکر میاں معروف کا ہاتھ میں ہاتھ لیکر خیمہ سے وہ باہر نکل آیا۔

جب میاں حسین خاں نے دیکہا کہ بادشاہ کے ظلم سے نجات کسی طرح نہیں ہوسکتی تو اُسنے رانا سنگا پاس اپنا وکیل بہجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ رانا اُسکے آنیسے متردد ہوا۔ اسکی بہادری کی شہرت اسکے کانوں تک پہنچ چکی تہی۔ اُسکو یہ گمان ہوا کہ اس میں کوئی مکروفریب ہوگا۔ مگر پہر دونو میں عہد وپیمان ایسے ہوگئے کہ میاں حسین خاں اُس پاس چلا گیا۔ رانا نے ہی اپنے بھتیجے کو اُسکے استقبال کے لئے بہجا۔ پہر ان میاں اور رانا میں ملاقات ہوئی۔ باوجودیکہ میاں لکہی پاس تیس ہزار سوار اور تین سو قوی ہیکل ہاتھی تہے۔ مگر حسین خاں کے چلے جانے سے اس کی کمر ٹوٹ گئی میاں لکہی نے معروف خاں کو لکہا کہ تم میاں حسین خاں کے بڑے دوست ہو۔ اور وہ سرکش باغی ہوکر سلطان کے دشمنوں سے جاملا ہے پہر تم ہمارے ساتھ کیوں ہو اُس پاس کیوں نہیں جاتے میاں معروف نے جواب دیا کہ میں سلطان بہلول اور اُسکی اولاد کا تیس سال سے نمک خوار ہوں اور سلطان سکندر کے عہد میں میں ہی بڑا سپہ سالار رہا تہا۔ قلعہ جوند کو میں نے فتح کیا۔ راجہ نگرکوٹ کو مینے مارا۔ اور اُس بت کو جسکی پرستش تین ہزار سال سے ہندو یہاں کرتے تہے مینے اُسکو پامال خلائق کرا

راجہ بہار سے سات من سونا میں لایا۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں ساری باتیں الٹ پلٹ ہو گئی ہیں میں خیر خواہ بھی بدخواہ سرکش باغی سمجھا جاتا ہوں۔ میں اب بھی بادشاہ کی خدمت کرنے کو جو مجھے سپرد کی جائے تیار ہوں۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ رانا لشکر لیکر میاں لکہی سے لڑنے کو اموجود ہوا مگر میاں حسین خاں نے بادشاہ کے نمک کا اتنا پاس کیا کہ رانا کے ساتھ لڑائی میں نہ آیا۔ ہندوئں نے بہادرانہ لشکر شاہی پر حملہ کیا اور اسکو شکست دیدی۔ شام کو میاں حسین خاں نے میاں لکہی کو لکھا کہ اس معرکہ سے وہ یہ سبق پڑھ لے کہ ایک دل آدمی کیسے قوی ہوتے ہیں کہ تہوڑے ہندوئں نے جو یکدل ہے تیرے تیس ہزار سوار دنکو شکست دیدی اور جو امرا اپنے بادشاہ کے ساتھ یک جہت ہوتے ہیں وہ کیسی کیسی خدمت عظیم بجالاتے ہیں اب تم یہاں میاں معروف کو تیار کر کے میرے پاس آدہی رات کو بہیجدو۔

میاں معروف چھ ہزار سوار لیکر میاں حسین خاں کے لشکر سے جاملے۔ رانا کا لشکر خوشی خوشی لوٹ میں معروف تہا اور موت کے فرشتے کو نہ جانتا تہا کہ اسکے سر پر کہڑا ہنس رہا ہے۔ جب ان دونوں کے لشکروں نے دہونسہ بجایا تو رانا کے کان سے پنبہ غفلت باہر نکلا۔ افغان ہاتھوں میں تلواریں لیکر راجپوتوں پر ایسے گرے کہ انکو پریشان و پراگندہ کردیا۔ خود رانا سنگا زخمی ہوا مگر بھاگ کر جیتا نکل گیا۔ جب میاں لکہی پاس یہ خبر آئی تو وہ بڑا شرمندہ ہوا۔ اور بادشاہ پاس میاں بایزید پسر عطا لودہی بخشی سپاہ نے جو حسین خاں کا رشتہ دار تہا۔ اس فتح کی خبر بہیجی اور میاں حسین خاں نے پندرہ ہاتھی اور تین سو گہوڑے رانا کے دہلی بہیجے۔ سلطان اس فتح سے بہت خوش ہوا اور شادیانے بجوائے اور دو بیش قیمت ہاتھی اور چار گہوڑے اور خلعت اور پٹکے و خنجر میاں حسین خاں اور میاں معروف کو عنایت کئے اور ایک فرمان لکھا جسمیں ان دونوں سرداروں کی تعریف کا ایک طومار باندہا اور اپنی کمال رضامندی ظاہر کی۔

بہار میں بہادر خاں کی بغاوت

جب بادشاہ کی مخالفت ظاہری و باطنی امرا اسکندری سے حد سے زیادہ بڑہی اور اسنے بہت سے امرا کو قید خانہ میں سڑا سڑا کر مارا تو امرا کے دلوں میں خوف و ہراس زیادہ ہوا۔ دریا خاں لوحانی حاکم بہار

و خاں جہاں لودہی و میاں حسن خاں فرملی وغیرہ نے اطاعت سے سرتابی کی۔ بادشاہ نے میاں حسن خاں فرملی حاکم چندیری کو یہاں کے اوباش شیخ زادوں کو اشارہ کرکے آدہی رات کو قتل کرا دیا۔ اس سبب سے اور بھی بادشاہ سے امرا کو نفرت زیادہ ہوگئی اور سب کو اس سے ناامیدی ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد دریا خاں لوحانی حاکم بہار کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا بہادر خاں سلطان سے برگشتہ ہوکر بہار میں باپ کا جانشین ہوا۔ اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور سلطان محمد اپنا خطاب رکھا اسنے ایک لاکھ سوار کا لشکر جمع کرلیا اور اور امرا جو سلطان سے ناراض تھے اس سے آنکر ملگئے۔ فتح خاں پسر اعظم ہمایوں دس ہزار سواروں کو لیکر آگیا۔ اور اور امرانے بہی بہار کی سرحد پر اپنے لشکروں کو جمع کیا اسی زمانہ میں نصیر خاں لوحانی حاکم غازیپور جو سپہ سالار بادشاہی فوج کا تہا شکست پاکر بہادر خاں سے آن ملا۔ واقعات مشتاقی میں لکہا ہے کہ میاں مصطفےٰ نے غازیپور پر تاخت کی اور نصیر خاں کو نکال دیا وہ محمد شاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ کے ساتھ کئی دفعہ محمد شاہ کی سپاہ کی لڑائی ہوئی جسمیں وہی غالب رہا۔ یوں صوبہ بہار بادشاہ کے قبضہ سے نکل گیا۔

دولت خاں لودہی حاکم پنجاب کی بغاوت

اسی زمانہ میں دولت خاں لودہی پسر تاتار خاں کو جو مدت سے پنجاب میں حکومت کرتا تہا بادشاہ نے بلایا مگر اسنے آنے میں تاخیر کی اور اپنے چہوٹے بیٹے دلاور خاں کو بجائے اپنے بہیجا۔ بادشاہ نے اس بیٹے سے پوچہا کہ تیرا باپ کیوں نہیں آیا تو اسنے جواب دیا کہ وہ پیچہے خزانہ لیکر آئے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تیرا باپ نہ آیا تو اسکا حال وہی ہوگا جو اور امرا کا ہوا۔ پہر بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو قیدخانہ میں جا کر دیکھ لے کہ امیر کس طرح دیوار وں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ دلاور خاں نے قیدخانہ میں جاکر ان امیروں کو جو دیوار وں سے لٹکے ہوئے دیکہا تو اسکے ہوش اڑگئے۔ جب وہ بادشاہ پاس آیا تو بادشاہ نے کہا کہ تونے دیکہا کہ جنہوں نے مجہسے بغاوت کی انکا کیا حال ہوا وہ بادشاہ کے آگے ناک رگڑنے لگا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ارادہ تہا کہ اسکی آنکھوں میں سلائی پہروائے اور دیوار میں لٹکوائے۔ مگر دلاور خاں نے دیکہا کہ میں کسطرح بادشاہ کے پنجہ ظلم سے نہیں بچ سکتا تو وہ دہلی سے بہاگ کر چھ دن میں باپ پاس پہنچا اور باپ سے اسنے کہا کہ اگر تم اپنی حفاظت نہ کروگے تو بادشاہ تم کو بری طرح سے ماریگا۔ اب دولت خاں لودہی نے

سوچا کہ اگر میں بغاوت کرتا ہوں تو نا احسانمندی کا الزام مجھ پر لگے گا اور اگر بغاوت نہیں کرتا تو کسی طرح بادشاہی قہر و غضب سے نجات نہیں پا سکتا۔ ناچار علم مخالفت بلند کیا اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ سے کہ کابل میں تشریف رکھتا تہا التجا کی کہ ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ فرمائیے۔ یہ التجا کیونکر کی مختلف طور سے مورخ بیان کرتے ہیں کہ عالم خاں جسکو علاء الدین بھی کہتے ہیں اور وہ سلطان ابراہیم کا چچازاد بھائی تہا وہ قید سے بھاگ کر بابر کی خدمت میں چلا گیا تہا اس کی معرفت ہندوستان کی فتح کی بابت گفتگو ہوئی۔ احمد یادگار اپنی تاریخ سلاطین افغانی میں یہ دلچسپ کہانی لکھتا ہے کہ اُسنے اپنے بیٹے دلاور خاں کو بابر شاہ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ سلطان ابراہیم کی بدمزاجی سے اور امرا کی آپس کی نا اتفاقی سے اور سپاہ کی خواری سے مطلع کرے اور ہندوستان پر حملہ کرنے کی درخواست کرے۔ دلاور خاں دوڑ کر دس روز میں کابل پہنچا اور بابر کی خدمت میں تمام یہاں کا حال عرض کیا کہ سلطان ابراہیم اپنے باپ کے زمانہ کے امیرونکو بہت ستاتا ہی تیئیس [۲۳] اراکین سلطنت کو بلا قصور و وجہ مار چکا ہے اور اُنکے خاندانوں کو تباہ کر دیا ہی وہ امیرونکو دیوار و نسی لٹکاتا ہے اور زندہ چلاتا ہی جب امرا نے یہ حال دیکہا ہے تو مجھے حضور پاس بھیجا ہی وہ سب حضور کی تشریف آوری کے منتظر بیٹھے ہیں جسوقت حضور نے ہندوستانمیں قدم رکھا اسیوقت وہ کمر بستہ طاعت و خدمت کیلئے حاضر ہونگے۔ مرزا کامراں کی شادی میں اُسوقت بابر شاہ مصروف تہا جب اُس سے فارغ ہوا تو وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں دوگانہ شکر بجالایا اور دعا مانگی کہ اے خدا اگر ہندوستان کی سلطنت میری قسمت میں لکھی ہی تو ہندوستان کے آم اور پان میرے لئے تحفہ میں بھجوا اُسکو اپنے لئے نیک فال سمجھونگا اتفاق ایسا ہوا کہ آموں کا موسم تہا کہ دولت خاں نے شہد کی ہانڈیوں میں کچے آم رکھکر اور احمد خاں کے ہاتھ بابر پاس تحفتہً بھجوائے۔ دلاور خاں نے یہ تحفے نذر میں دئے تو وہ تخت سے اُتر کر شکر الٰہی بجالایا۔ اور اسنے دلاور خاں اور احمد خاں کو خلعت اور گھوڑے دئے اور انکے ہاتھ دولت خاں پاس دس گھوڑے عراقی اور بعض نفیس کتانی کپڑے بھجوائے۔ اس روز سے اسنے ہندوستان کی فتح کی تیاری کی اور جہانگیر قلی خاں کو دو ہزار مغلوں کے ساتھ آگے روانہ کیا کہ وہ راہوں اور پلوں کی درستی کرے اور کشتیوں کے بنانے کے لئے لکڑی بہم پہونچائے بابر کی مہمات جو ہندوستان پر ہوئیں اس کو ہم بابر کی سلطنت کے ذکر میں لکھینگے یہاں یہ فقط لکھتے ہیں کہ

بابر شاہ نے علاء الدین (عالم خاں) کے ساتھ مغل اور اپنے امرا ساتھ کر دئے کہ وہ ملک ہند کی تسخیر کریں علاء الدین اس لشکر کے ساتھ سیال کوٹ تک آیا۔ اور بعد ازاں رئیسوں کو تابع بناتا ہوا لاہور میں آیا یہاں علاء الدین اور دولت خاں نے مغل سرداروں سے کہا کہ بابر کے آنیسے پہلے تم ہماری اعانت وکمک سے دہلی کو تسخیر کرو مگر انہوں نے یہ کہنا نہ مانا تو علاء الدین انسے علٰحدہ ہوگیا۔ اور دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اسمٰعیل جلوانی اور اور امرا جو ابراہیم بادشاہ سے مایوس ہو گئے تھے اور پرگنوں میں رہتے تھے اس سے ملگئے اور اس پاس چالیس ہزار لشکر یک دل ویک جہت جمع ہوگیا اور اسنے جاکر دہلی کا محاصرہ کرلیا۔ ابراہیم بادشاہ نے جب یہ اخبار وحشت اثر سنی تو وہ انکی طرف متوجہ ہوا۔ دہلی سے چھ کوس کے فاصلہ پر ابراہیم شاہ کے لشکر پر علاء الدین نے شبخون مارا اور صبح کے ہوتے تک تمام لشکر ابراہیم کو درہم برہم کردیا اور علاء الدین سے بادشاہ ابراہیم کے امرا آن ملے۔ سلطان ابراہیم چند خواصوں کے ساتھ اپنے خیمہ میں نہایت استقلال سے کہڑا رہا۔ اور اصلا کام کارزار میں ہاتھ نہ ہلایا۔ جب صبح صادق ہوئی تو علاء الدین کا لشکر لوٹ پر پل پڑا اور اس پاس تھوڑے آدمی رہ گئے تو بادشاہ ابراہیم نے پیش دستی کر کے سلطان علاء الدین پر حملہ کیا اور اول ہی صدمہ میں اسکو اپنے آگے سے بھگادیا۔ اُسکا لشکر جسجگہ لوٹ رہا تھا دہلی سے بھاگ گیا خلاصہ یہ ہے کہ علاء الدین اور اور امرا شکست پاکر پنجاب گئے اور سلطان ابراہیم نے دہلی میں قیام کیا ۹۳۲ھ میں ظہیر الدین محمد بابر شاہ نے خود سلطان ابراہیم پر لشکر کشی کی اور موضع پانی پت میں ان دونو بادشاہوں میں جنگ عظیم ہوئی اور بابر شاہ کو فتح نصیب ہوئی اور اس معرکۂ جاں ستاں میں اُسکی جان گئی اور خاندان لودہی کی سلطنت انتہا اور سلطنت خاندان چغتائیہ کی ابتدا ہوئی۔ سلطان ابراہیم نے بیس سال سلطنت کی۔ ان واقعات کا بیان مفصل بابر شاہ کی سلطنت میں ہم لکہیں گے۔

سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارزانی اور پیداوار کی افراط

سلطان ابراہیم کے عہد سلطنت کے واقعات عجیبہ میں سے یہ ایک ہے کہ اناج۔ کپڑا۔ اور ہر قسم کی تجارت کی اشیا ایسی ارزاں تھیں کہ پہلے کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ شاید

طرح کے دباؤ اور سزائیں تھیں مگر اس سلطنت میں ارزانی زمین کی پیداوار کی افراط کے سبب سے تھی
سلطان سکندر کے عہد میں بھی ارزانی تھی مگر وہ سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارزانی کے برابر نہ تھی
ایک بہلولی کا دس من اناج آتا تھا۔ پانچ سیر گھی کی اور دس گز کپڑے کی بھی یہی قیمت ایک بہلولی تھی
ہر چیز کی ارزانی کا یہی حال تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش حسب ضرورت ہوتی تھی۔ جسے معمولی
پیداوار سے دس گنا پیداوار ہوتا تھا سوائے اس کے سلطان نے یہ حکم دیدیا تھا کہ لگان میں رعایا
سے اناج لیا جائے اور کسان سے نقدی کسی بابت نہ لیجائے جن امیروں کی جاگیروں میں لاکھوں
من اناج پڑا رہتا تھا وہ اس کو بہت سستا اس لیے بیچ ڈالتے تھے کہ نقد روپیہ آئے تو انکا خرچ
چلے سونا چاندی مشکل سے ملتا تھا۔ یہ خدا کی بڑی رحمت تھی کہ ایک بہلولی کو دس من اناج بکتا تھا
ایک معزز آدمی جس کے اہل وعیال بھی ساتھ ہوں پانچ ٹنکہ ماہوار کی آمدنی میں اپنی اوقات اچھی
طرح بسر کر سکتا تھا۔ ایک سوار کی تنخواہ بیس۲۰ سے تیس۳۰ ٹنکہ تک تھی اگر کوئی مسافر دھلی سے آگرہ تک جانا
چاہتا تھا تو ایک بہلولی اس کو اور اس کے گھوڑے اور سائیس کو کافی تھی فقط۔

تمت

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکا، اللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اوّل) بطور تمہید سنہ ۱۸۳۷ء تک لکھا ہے کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا۔ اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا۔ اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا۔

(دوسرے حصے) میں سنہ ۱۸۳۷ء سے سنہ ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(تیسرے حصے) میں سنہ ۱۸۴۸ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک کے جس میں حضرت علیا نے وفات پائی، حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے، دہلی کا بیان مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔

(حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ ایشیا افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ سوڈان اور مصر ہیں۔

(پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں۔
ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی۔ وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان کے لیے قوانین کیونکر مدون ہوئے۔ عدالتیں کیونکر مقرر ہوئیں۔ بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں۔ سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد ؏

ملنے کا پتہ آنریری منیجر بک ڈپو مدرستہ العلوم علی گڑھ
(دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لیے مفصل فہرست طلب فرمائیے جو بالکل مفت روانہ کیجاتی ہے)

مزید کتب کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ب

بفضل خدا

انسٹیٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اُردو و انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہلِ ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کیجا سکتی ہے۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جسمیں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ **قیمت** سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لیے پتہ:-

منیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈھ